کھانا نیچے پھیر یہاں بھیجدیا شاید ایک دو آدمی کوئی اور آجاویں
پھر ان دونوں لوکروں میں اندر کے سب آدمی کھانا کھاگئے اور جو کھانا
بچا وہاں سے پھیر ہمارے پاس آیا' پھر بعد نماز عشا کے آپ نے فرمایا
کہ بھائیو اب اپنے اپنے مکان کو رخصت ہو ہم بھی مکان کو جاوینگے
پھر مہمان لوگ بھی رخصت ہوئے اور آپ بھی اپنے دولتخانہ کو تشریف
لے گئے ان میں میں بھی تھا اور میاں عبدللہ اور حاجی عبدالرحیم بھی تھے
آپ نے پوچھا کہ رات سب لوگ باخوبی کھانا کھاچکے تھے، میں نے عرض کی
کہ فضل الٰہی تھا سب لوگوں نے اچھی طرح کھایا اور جو آدمی آپ کے پاس
حاضر تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے تو رات کو بھی آسودہ ہو کر کھایا اور
موافق معمول ہمیشہ کے اس میں سے کھانا اب بھی دھرا ہے اور اسی طرح اور
بھائیوں کے پاس بھی ہوگا' آپ نے مجھ سے پوچھا کہ سب چاول
کتنے پکے تھے، میں نے عرض کی دہی دو روپے کے کچھ من بھر چاول
تھے اور چار آنے کی دال ماش، حاجی عبدالرحیم صاحب من بھر چاول
سن کر ہنسنے لگے کہ آدمی تو بہت تھے' میں نے کہا کہ حاجی صاحب آپ
کو اس میں تعجب ہی کیا آپ ہر روز یہاں کا معاملہ نہیں دیکھتے ہیں

انہوں نے کہا کہ ہاں بھائی صاحب سچ کہتے ہو، حضرت نے پوچھا کہ سب کتنے
لوگوں نے کھایا ہوگا میں نے کہا البتہ کچھ اوپر ڈھائی سو ہونگے، آپ نے کہا الحمدللہ
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کھانا کھانے سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا ہے صرف اللہ تعالیٰ
کی قدرت سے بھرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہمارے شامل حال نہ رہے نہ
ہمارے پاس ملک نہ خزانہ، ہم غریبوں محتاجوں کو وہی اپنے فضل وکرم سے
پرورش کرتا ہے، پھر آپ وہیں رہے ہم سب کو رخصت کر دیا پھر اس روز چھ
دن چڑھے سے واسطے ملنے کے اور نئے لوگ بریلی اور جہان آباد اور مغل بیگ
کی ٹپالن وغیرہ کے آنے لگے اور حبیب خاں رسالدار کے یہاں کی عورتیں اور
ان کے ہمراہ اور بھی عورتیں ڈولیوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر مبارکباد
دینے کو آئیں، میاں عبداللہ فقط گھر والوں کے کھانے کو بازار سے جا کر پانچ
دو روپے کے چاول اور چار آنہ کی دال لائے، اس میں سے تھوڑی اور
چاول دو پہر کے پکا کر بڑوں کے لئے اندر بھیجدئے اور باقی بعد نماز عصر کے
ہم نے پکائے اور کڑیاں بنا کر تیار کیں پھر بعد نماز مغرب پڑھ کر حضرت سے
پوچھا کہ کھانا تیار ہے اور اندر عورتیں بہت آئی ہیں اور یہاں باہر بھی آدمی
زیادہ ہیں جو ارشاد ہو کیا جاوے، آپ نے فرمایا کہ اندر پوچھو جتنے

حصے مانگیں بھیجا دو اور باہر اپنے لوگوں موافق معمول کے حصے حوالہ کر دو
اور دو لگنوں میں کھانا نکال کر رکھ دو اور لوگوں کو کہہ دو کہ کھانا تیار ہے
آکر کھالو، پھر اندر ہم نے پوچھا کہ کتنے حصے چاہئیں؟ انہوں نے کہا اسّی (۸۰) حصے
بھیجدو بہرا اور جو حاجت ہوگی منگوالیں گے، ہم نے نوّے (۹۰) حصے بھیجدیئے اور اپنے لوگوں
کو موافق ہر روز کے حصے حوالہ کر دئے اور دو لگنوں میں چاول نکال کر اور
کھانے کی
بھائیوں سے صلاح پوچھی ان میں سے پندرہ بیس آدمیوں نے تو نہیں کہا
باقی چالیس پچاس نے کھایا اور دس کرئی چاول بچ رہے، حسن مصطفیٰ نام
حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک بھانجے تھے اس وقت کسی نے حضرت کے آگے
ذکر کیا کہ آپ کے بھانجے حسن مصطفیٰ ایک بار سات کرئی چاول کھا گئے تو
اور ایک بار نو کرئی چاول، آپنے پوچھا کس کے سامنے؟ کئی شخص نے کہا ہمارے
سامنے، مولانا محمد اسماعیل صاحب ان کو دیتے گئے وہ کھاتے گئے اور وہ
کہتے تھے کہ دونوں بار میں نے اپنے گھر میں جا کر کچھ روٹی بھی کھائی، آپ نے
فرمایا کہ کل صبح کو ان کو ہمارے پاس لانا، مکان اُن کا بریلی کے
قلعہ میں تھا اور اکثر اوقات نماز عصر کے آپ کے پاس آیا کرتے تھے اتفاقاً
صبح کو آپ ہی آکر حاضر ہوئے، آپنے پوچھا کہ حسن مصطفیٰ ہم نے سنا ہے

کہ تم ایک روز سات کرئی چاول اور ایک روز نو کرئی چاول کھا گئے یہ
بات سچ ہے، انہوں نے کہا ہاں سچ ہے، مولانا محمد اسماعیل صاحب مجکو ایک
ایک دو کرئی دیتے گئے اور میں کھاتا گیا، آپنے پوچھا پھر گھر میں جاکر کچھ
اور بھی کھایا، کہا ہاں گھر میں روٹی بھی کھائی، آپنے کہا یہاں اور چاول تو
مجھے کہا چاولوں سے مجکو سیری نہیں ہوتی لے روٹی کے، آپ نے پوچھا
اس وقت ہم کھلادیں اسی طرح کھا سکتے ہو کہا ہاں کیوں نہیں کھا سکتا
ہوں مگر آپ کے سامنے نہیں الگ بیٹھ کر کھاؤنگا، آپ نے کہا کیا مضائقہ
ہمارے روبرو نہ کھاؤ جہاں چاہو وہاں کھاؤ میاں عبد اللہ سے کہا کہ رات کے
بچے ہوئے چاول لاؤ اور دال ہو وہ بھی لاؤ، دس کرئی چاول تھے انہوں نے لاکر
حاضر کئے اور ایک جگہ بیٹھ کر کھلانے لگے، اس وقت وہ سات یا آٹھ کرئی
چاول کھا گئے حضرت کو خبر ہوئی آپ نے فرمایا کہ اب پھر کسی روز کھلاوینگے
پھر اس کے تیسرے روز بعد نماز مغرب کے آپ نے پوچھا کہ حسن مصطفےٰ!
اس وقت اُسی طرح کھاؤ گے، کہا ہاں کھلائیے، آپنے لوگوں سے کہا کہ
ان کو کھلاؤ، پھر الگ لیجاکر کھلانے لگے، پھر ایک کرئی چاول اُن کے آگے
دھرے، وہ تو باخوشی کھا گئے، پھر ایک کرئی چاول اور دوسرے آدمی

کرئی بمشکل کھائے گئے زیادہ نہ کھا سکے' یہ حال لوگوں نے حضرت سے
عرض کیا' آپ نے بلا کر پوچھا کہ حسن مصطفےٰ آج تم نے تھوڑے کیوں کھایا
کہا آج شاید کسی کی نظر لگی یا کچھ آپ نے کر دیا' فرمایا تم کو کسی کی نظر نہیں
لگی اور اگر نظر لگنے کا تم کو گمان ہے تو کل پرسوں پھر سہی دیکھیں تو کیونکر
کھاتے ہو' الغرض بعد اس کے دو یا تین بار حضرت نے ان کو پھر کھلایا مگر ڈیڑھ
کرئی سے زیادہ ہرگز نہ کھایا گیا' پھر آپ نے ان سے کہا کہ بس یہی تمہاری ہمیشہ
خوراک رہیگی اس سے زیادہ نہ کھاؤ گے' پھر اس روز سے آخر تک ان کی خوراک
رہی اور بیس بائیس برس کی عمر تھی اور جوان ہی وہ مرے انا للّٰہ وانا الیہ
راجعون' مختصر بیان ہدایت عنوان حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا جو ماہ
محرم میں گذرا تھا وہ تو ہو چکا' باقی رہا اب بیان ماہ صفر کا وہ یوں ہے
کہ روز چہلم، مابین ہمایون حسینی رضی اللہ عنہما کا قریب آیا تب قصبہ نصیر آباد
کے رفاضی نے وہاں کے سنیوں پر پھر ایک صورت بلوہ کی نمودار کی کہ اس
چہلم میں اب کی بار ہم ضرور تبرا کہتے ہوئے تعزیہ اور علم لے کر سنیوں کے
محلہ میں بلوہ کرینگے اور جو سنی اس بات میں مزاحم ہوگا اس کو مارینگے یہ
خبر وحشت اثر سنکر وہاں کے سنی بیچارے خوف کے مارے گھبرا گئے

کہ عاشورہ کی بلا تو اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کے آنے سے دفع کردی
تھی، اب یہ دوسری بلا چہلم کی پیش آئی دیکھا چاہئے اس میں کیا کیا فتنہ و فساد
برپا ہو، آخر الامر آپس میں مشورت کرکے اُسی بھاٹ کو جسے اول عشرہ
محرم میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں بھیجا تھا پھر بھیجا کہ یہاں
رافضیوں نے ایسا ویسا ارادہ کیا ہے آپ ہماری للہ مدد کریں، پھر وہ
بھاٹ وہاں سے تکیہ پر آیا اور حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس یہ خبر لایا
کہ رافضیوں نے نصیر آباد میں اب کی بار ادھر ادھر سے بہت لوگ جمع کئے
ہیں کہ امامین ہمامین رضی اللہ عنہما کے چہلم کو علانیہ تبرا کہتے ہوئے بستی میں
نشان اور تعزیہ نکالیں گے اور جو سنی لوگ مانع ہونگے ان کو مارینگے
اگرچہ اب کی وہاں کے سنی بھی یہ خبر سن کر اپنی اپنی نوکری سے رخصت
لیکر آئے ہیں مگر نسبت سنیوں کے رافضیوں کی جمعیت بہت ہے، اس واسطے
مجھکو آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ہماری للہ فی اللہ مدد کریں یہ سن کر
آپ نے فرمایا کہ ان بھائیوں سے کہنا کہ ہراساں نہوں ہم آتے ہیں
اور بھاٹ کو رخصت کیا وہ تو اس طرف روانہ ہوا، آپ نے یہاں

بعد نماز ظہر کے دو دیگیں چماروں کے سروں پر دھرا کر نصیر آباد کو روانہ کردیں اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے ہتھیار نکال کر باہر لاؤ ہر ایک کو تقسیم کردو اور گولی بارود وغیرہ بھی بانٹ دو کہ ہر ایک اپنے ساز و سامان سے تیار رہیں بروقت چلنے کے کوئی چیز تلاش نہ کرنی پڑے اور بریلی جہان آباد وغیرہ میں کہلا بھیجا ہم لوگ نصیر آباد کو جاتے ہیں وہاں رافضیوں نے پھر کچھ فساد برپا کیا ہے، تم میں سے جس کو فرصت ہو وہ ہمارے ساتھ چلے یا کل پیچھے سے آوے پر قبل نماز عشا کے آپ گھوڑے پر سوار ہو کر اور ساٹھ ستر آدمی مسلح ہمراہ رکاب لے کر روانہ ہوئے اور نماز عشا قصبہ رائے بریلی میں جاکر پڑھی اور پھر وہاں سے کوچ فرمایا اور نماز صبح کی راہ میں ادا کی، پھر کچھ دن چڑھے قریب قصبہ نصیر آباد کے پہنچے اور وہاں سے مع جماعت باآواز بلند تکبیر اللہ اکبر کہتے ہوئے اندر قصبہ کے آئے اور جو مسجد قاضی صاحب کے مکان کے قریب ہے چند آدمیوں سے اس میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی، آپ کو دیکھ کر اور بھی کسی کسی نے نماز پڑھی اور باقی لوگ مسلح باہر مسجد کے کھڑے رہے، پھر بعد ادائے تحیۃ المسجد کے آپ سوار ہوئے اور

بآواز ملند تکبیر کہتے ہوئے چلے' سامنے قلعہ کے اندر امام باڑے میں
سو سوا سو رافضی چبوترے پر جھنڈے نشان وغیرہ لئے ہوئے بیٹھے
تھے جب آپ ان کے قریب پہنچے بآواز ملند السلام علیکم کیا ان میں
سے کسی کسی نے جواب سلام کا دیا اور باقی چپ بیٹھے رہے' پھر آپ ان
کو دست چپ کی طرف چھوڑ کر اپنی مسجد میں تشریف لے گئے اور وہیں
آپ اترے اور سب کو اتارا اور قبل تشریف لانے آپ کے حال
پر ملال تمام اہل سنت والجماعت کیا شرفا اور غربا یہ تھا کہ ہوش و
حواس کھوئے ہوئے ہاتھ اپنی جانوں سے دھوئے ہوئے دل افسردہ
خاطر پژمردہ ترساں ولرزاں مایوس اپنے اپنے گھروں میں منتظر بیٹھے
تھے کہ دیکھئے اب کی بار مفسدین بیدین کیا فساد اٹھاویں اور حضرت
امیر المومنین امام المجاہدین کب تشریف لاویں ادھر روافض بدشعار ابلیس
کردار برسر شر وفساد تیار تھے کہ دیکھو تو سنیوں کو کیسا ذلیل اور
مغلوب کرتے ہیں کہ بار دیگر پھر کبھی اپنی سنیت کا نام زبان پر نہ
لاویں اور ہمارے مقابلہ کو نہ آویں' جس وقت حضرت سید المجاہدین
باگروہ مومنین نصرت قرین وہاں جاکر داخل ہوئے تمام معاملہ بالعکس

ہو گیا کہ سنیوں کے دلوں میں ایک تقویت اور توانائی آگئی اور رافضیوں
کے چہروں پر مردنی سی چھا گئی، خوف جان سے لئے اپنے اپنے گھروں میں جا
گھسے بلکہ کتنوں کو مارے ہیبت کے دست آنے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ
نے اپنے ہمراہیوں سے بتاکید شدید فرمایا کہ خبردار کوئی تمہارا شیعوں
کے محلہ میں سیر و تماشے وغیرہ کو نہ جاوے والا ہم اس کو سزا دے کر
اپنے یہاں سے نکال دینگے اور جو ان کے یہاں سے لوگ ہماری طرف
آویں تو کوئی ان سے مزاحم نہ ہو بلکہ ساتھ محبت اور خوش اخلاقی کے
پیش آوے اور جس کو یہ بات منظور نہ ہو وہ اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا
رہے اور اسی طور بستی کے سنی لوگوں سے کہہ دیا کہ کوئی تمہارا ان سے
بے اجازت ہماری کی دنگا بکھیڑا نہ کرے بلکہ ان میں سے اگر کوئی کسی
امر میں سخت یا سست کلام کرے تو سن کر نہ بولے اور کلام لایعنی سے
اپنے لب نہ کھولے اس واسطے کہ جو تم لوگوں نے ہم لوگوں کو وہاں
سے بلایا ہے تو ہماری رائے کے موافق کام کرو، پھر اس دن بعد نماز ظہر
کے عبداللہ نے عرض کی کہ اس وقت کھانے کی کیا تدبیر کی جاوے آپ
نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ خرچ ہے، میں نے کہا ہاں کچھ تو ہے

اور میں پچیس روپے لایا تھا مگر آپ کو اس کی خبر نہ تھی، آپ نے فرمایا
کھچڑی بازار سے لا کر موافق اپنے لوگوں کے پکالو، میں نے عرض کی کہ
آپ نے تو اس وقت فرمایا تھا کہ کوئی ہمارا آدمی یہاں سے کہیں نہ
جاوے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور میاں عبداللہ اور سید عبدالرزاق
اور عنایت اللہ اور عبدالقیوم کے لئے اجازت ہے، بازار سے جا کر دس
سیر کھچڑی اور آٹھ دس گھوڑوں ٹٹوؤں کا دانہ گھاس لائے، پھر ہم
نے وہ کھچڑی پکائی تب تک ایک ایک دو دو گھر کے دس بارہ آدمی
اور بھی آگئے، پھر کڑیاں بنا کر وہ کھچڑی ہم نے سب کو کھلائی اور آدھی
سے زیادہ کھچڑی بچ رہی، پھر آپ کو اطلاع کی فرمایا تھوڑی تھوڑی
اس میں سے اس محلہ کے محتاجوں کو پہنچادو، میں نے کہا کہ میں تو یہاں کسی
کو نہیں جانتا ہوں، آپ نے وہیں کے لوگوں میں سے ایک کو فرمادیا وہ چند
آدمیوں کے یہاں دے آیا، تیسرے بھی بہت باقی رہی، آپ کو اطلاع کی
فرمایا کہ رہنے دو صبح کو ناشتہ کے کام آویگی، پھر صبح کو کچھ دن چڑھے
آپ نے فرمایا کہ یہاں رہیں، خوب ہوتا ہے دو چار آنے کا مول لے کر کھچڑی
کے ساتھ لوگوں کو ناشتہ کرادو، پھر کئی ہنڈے دہی کے ہم نے اسی کے ساتھ
کھچڑی سب کو کھلادی، اور آپ سے جا کر عرض کی کہ سب لوگ ناشتہ کر چکے

اور یہاں چھ آدمیوں کی خوراک کھچڑی تیسری بھی بچ رہی، پھر بعد اس کے
حضرت علیہ الرحمۃ نے جو جو معزز اور ممتاز لوگ شیعوں میں تھے ان کو کہلا
بھیجا کہ ہم تمہاری بستی میں مہمان آئے ہیں، تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو
ہماری ملاقات کو تم تشریف لاؤ والا ہم کو فرماؤ ہم تمہاری ملاقات کو
حاضر ہوں، پھر بعضے بعضے نامی لوگ ان میں کے ایک ایک دو دو کر کے آپ کے
پاس آنے لگے اور آپ بطور ہمیشہ کے ہر ایک سے ساتھ خوش اخلاقی اور
محبت کے پیش آئے اور اچھے اچھے صلاحیت کے ان سے کلام کئے اس عرصہ
میں ظہر کا وقت آیا سب نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر میاں عبداللہ نے واسطے
کھانا پکانے کی عرض کی یعنی کل کھچڑی بہت بچ رہی تھی آج کس قدر پکے
مگر اس وقت سب قریب سوا دسیوں کے ہونگے اور آتے ہی جاتے ہیں آپ
نے فرمایا کہ خیر آج کل کے انداز سے ڈھائی سیر جنس کم کر دو، پھر اس دن
ڈھائی سیر کم ایک من کھچڑی آئی اور پکاتے پکاتے پچیس تیس آدمی اور
آکر شامل ہوئے، پھر جب کھچڑی تیار ہوئی آپ نے پوچھا میاں عبداللہ آج
کیا کھانا پکایا ہے کہا کھچڑی پکی ہے، آپ نے فرمایا کاہے کے ساتھ لوگ
کھچڑی کھاوینگے اگر اچار ہوتا تو خوب تھا، انہوں نے کہا کہ ہم اچار کہاں سے

لادیں، آپ نے دو چار اپنے بھائی بندوں سے کہا کہ اس وقت اپنے اپنے یہاں سے اچار لاؤ تو کھچڑی کھائی جاوئے پھر وہ پیالوں رکابیوں میں تھوڑا تھوڑا اچار لائے، آپ نے دیکھ معلوم کیا کہ اتنے اچار میں پورا نہ پڑے گا مجھ سے بلا کر کہا کہ تم جا کر ایک گھڑا اچار حلوائی کے یہاں سے مول لاؤ، میں اس وقت جا کر ایک مسلمان حلوائی کی دکان سے ایک گھڑا اچار لایا پھر اس وقت اسی اچار کے ساتھ سب نے کھچڑی کھائی، پھر آدمی سے زیادہ کھچڑی کی کریاں بچ رہیں اور کوئی سو سوا سو آدمی شکم سیر ہو گئے پھر یہ حال حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ خیر کریاں تخت پر چادر سے ڈھک کر رہنے دو کل صبح کو پھر لوگ ناشتہ کر لیں گے، الغرض اگلے روز کچھ دن چڑھے پھر ہم نے کئی ہنڈے دہی کے مول لے کر وہ کھچڑی کوئی سو سوا سو آدمیوں کو با خوبی کھلائی اور حضرت کو اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ بھائی لوگوں کو ہر روز کھچڑی کھانی خوش نہ آتی ہو گی، آج دال چاول الگ الگ پکانا، ہم نے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ دونوں وقت لوگ تازہ کھانا کھاویں مگر رات کو کھانا اس قدر بچ رہا ہے کہ دوسرے وقت اس میں کفایت ہو جاتا ہے تازہ پکانے کی نوبت نہیں آتی، آپ نے فرمایا کہ ڈھائی سیر میسر آج

اور بھی کم کردیں اور لوگ تو ابھی آتے جاتے ہیں اور شیعوں کی طرف سے
ان کے بڑے بڑے رکن حضرت کے پاس آتے تھے اور آپ ہر نوع ان کو
سمجھاتے تھے کہ ہمارا ایک بستی میں بود و باش قدیم الایام سے ہے ایسا شر
و فساد نہ کرو کہ نوبت خونریزی کی پہنچے جس طرح سے ہمیشہ محرم میں اپنا
کاروبار تعزیہ داری کا کرتے آئے اسی طرح کئے جاؤ کسی طور کی زیادتی
نہ کرو یہ بات اچھی نہیں آپ کے سامنے تو کہتے تھے کہ آپ بجا فرماتے ہیں
ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ کسی طور کا فساد نہ ہو مگر ہماری طرف چند لوگ مفسد
ہیں وہی شرارت کرتے ہیں اور جب اپنے لوگوں میں جاتے تو ان کو ورغلا
فساد پر آمادہ کرتے اس لئے کہ لکھنؤ میں جو مولوی دلدار علی ان کا مجتہد تھا
اسی مفسد نے ان سب کو بہکایا تھا کہ تم کسی طور کے دنگے فساد سے سنیوں
کے نہ ڈرنا جو کچھ ہوگا میں یہاں بادشاہ غازی الدین حیدر کے دربار میں
موجود ہوں دیکھ لونگا والا ان نامعقولوں کی کیا جرأت اور طاقت تھی کہ
مرد می کا دم مارتے آخر الامر جب یہاں ہم لوگوں سے تاب مقابلہ کی نہ
لاسکے تب کچھ لوگ گئے تعزیہ اور علم لیکر حسین یا حسن کرتے ہوئے نالش
کو طرف لکھنؤ کے روانہ ہوئے کہ وہاں جاکر خاطر خواہ ہم سنیوں کو سزا
دلوادینگے کہ محرم میں ہم کو تعزیہ داری نہ کرنے دی اور اب جہلم

بھی ہیں کرنے دیتے ہیں اور ایک تک یہاں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس کوئی دو سو آدمیوں کے جمعیت ہو گی، اس روز ساڑھے چھ سیری چاول پکائے دال جدی پکائی، اس روز بھی سب لوگ باخوبی کھا کر فارغ ہوئے اور بطور ہر روز کے کڑیاں چاولوں کی بچ رہیں، اگلے روز پھر وہی ہول لے کر ان چاولوں کے ساتھ لوگوں کو کھلایا اور جانا کہ یہ معاملہ کھانے کا اسی طرح رہیگا تازہ کھانا پکانے کی نوبت نہ آوے گی، پھر اس روز آپ سے پوچھا کہ آج کس قدر چاول پکاویں چاول بہت بچ رہتے ہیں کہ صبح کو ناشتہ ہوتا ہے مگر دال اس قدر نہیں بچتی کہ چاولوں کو کفایت ہو، آپ نے فرمایا کہ آج بھی ڈھائی سیر چاول کل سے کم کر دو اور سیر بھر دال بھی چاہو تو کم کر دو، مگر آج سے پالک کا ساگ دال میں ضرور ڈالا کرو خدا چاہے گا دونوں وقت کو کفایت ہو گی اور باسی چاولوں کے ساتھ باسی دال ساگ بڑی بہت مزہ دیتی ہے اور کچھ دہی بھی لیا کرو جس کو دال خوش نہ آوے وہ دہی کے ساتھ چاول کھاوے، اور آدمی قریب تین سو کے ہونگے اور کوئی پچاس گھوڑے اور کچھ کم یا زیادہ چالیس ٹٹو، پھر اس دن چھ سیری چاول اور چار سیر دال اور پالک کا ساگ اور

گھوڑوں ٹٹوؤں کا دانہ گھاس بازار سے لائے اور سوائے اس خرچ کے
حضرت کسی روز ایک روپیہ کسی روز دو روپے کسی روز تین بلکہ چھ سات تک
خرچ کرتے، کسی کو چار آنے کسی کو آٹھ آنے دلاتے، جس روز سے وہاں
گئے تھے ہر روز خرچ کرتے تھے، پھر اس روز بھی تمام آدمی کھا کر سیر ہو گئے
اور گڑیاں چاولوں کی اسی دستور بچ رہیں اور دال بھی اس قدر بچی کہ صبح
کو چاولوں کے ساتھ بافراغت سب نے کھائی، پھر اس دن سے ہر روز
ساگ یا لنک کا دال میں پڑنے لگا اور ڈھائی ڈھائی سیر چاول ہر روز ایک
شخص پوچھ پوچھ کر کم کرنے لگے یہاں تک کہ ساڑھے سترہ سیر چاولوں کی نوبت پہونچی
اور آدمی کھانے والے وہی قریب تین سو کے تھے اور بیشتر اس کے جو چند مفسدین
مستعدین علم اور تعزیے کے واسطے ناش کے روانہ لکھنؤ ہوئے تھے وہاں پہنچنے
بھی نہ پائے تھے تب تک اس بلوہ کا ایک پرچہ جاسوس کے اخبار نویس کی طرف
سے بادشاہ غازی الدین حیدر کو پہنچا اس نے دیکھ کر نواب معتمد الدولہ کو
حوالہ کیا اور ان دنوں علاقہ سلون کا بادشاہ مذکور کی بیگم کی جاگیر میں
تھا اسی علاقہ میں نصیر آباد بھی ہے اور نواب معتمد الدولہ کو اس بیگم سے عداوت
قلبی تھی کبھی قابو نہیں پاتا تھا جو زک دیوے وہ پرچہ اخبار کا جو اس کے

ہاتھ آیا اُس نے جانا کہ اب میں نے قابو پایا، جب دربار سے اپنے مکان کو
آیا جلد محمود خاں قندھاری اور فقیر محمد خاں رسالدار کو بلا کر اور یہ دونوں
کٹّے نامی سنی مشہور تھے اور فقیر محمد خاں تو حضرت علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں تھے
دونوں سے بتاکید مزید فرمایا کہ دونوں اپنے اپنے رسالے کے سوار اخوند
زادے کے ہمراہ واسطے مدد سید احمد صاحب کے جلد روانہ کرو اور دس ہزار
روپے نواب ممدوح نے کہا کہ میری طرف سے سید صاحب ممدوح پر فتوح
کی خدمت بابرکت میں عرض کرنا کہ یہ رافضی تمہارے دشمن ہیں ان کے مارنے
بے عزت کرنے میں حتی المقدور کوتاہی اور درگذر نہ کرنا اور ادھر بادشاہ
کی طرف سے خاطر جمع رکھنا تمہارا وکیل یہاں موجود ہوں اور اس میں نواب
ممدوح کا مقصد دلی یہ تھا کہ بیگم موصوفہ کی جاگیر میں فتنہ و فساد برپا ہوگا
تو اس کی خبر انگریز کو ہوگی وہ اس کا شکوی بادشاہ غازی الدین حیدر
سے کرے گا بادشاہ اس کی تدبیر مجھ سے پوچھیگا میں عرض کرونگا کہ
اس کی تدبیر یہی ہے کہ آپ جاگیر بیگم صاحبہ کی ضبط کرلیں اور اپنے
خزانہ معمورہ سے اس کے عوض تنخواہ نقدی مقرر کردیں اور اخوند
زادہ موصوف کی رخصت میں کوئی آٹھ دس روز کی دیری ہوگئی

اس میں وہ لوگ نالشی بھی روتے پیٹتے اپنے مجتہد کے یہاں آ پہنچے اور طوفان
و بہتان باندھ کر مجتہد سے اپنا حال بیان کیا کہ سنیوں نے ہم کو تعزیہ داری
نہیں کرنے دی اور تعزئے توڑ ڈالے اور ہم کو ذلیل و خوار کیا۔ اس کو نواب
معتمد الدولہ کے دربار کا حال معلوم تھا کہ اس نے یہ تدبیر کی ہے یہاں ان کی
نالش کی شنوائی ہرگز نہ ہوگی، یہی حال ان مستغیثوں سے بیان کیا کہ اور
کہا کہ تم آج ہی یہاں سے جلد رخصت ہوا خوندزادہ سوار لے کر نہ پہنچنے
پاوے جس صورت سے ہو سکے تم سید احمد صاحب کو راضی کر مصالحت کر لو تمہارے
واسطے اسی میں خیر ہے والا تم جانو یہ حال پر ملال سن کر ان کے ہوش جاتے
رہے اور جلد افتاں و خیزاں وہاں سے بھاگے اور ظفر آباد میں آ کر دم لیا
اور اپنے لوگوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس بھیج کر مصالحہ کا پیام دیا کہ آپ
ہم سے صلح کر لیں ہم نے بھی اپنے لوگوں کو دھمکا کر راضی کیا ہے اور آپ کو بھی
تکلیف ہوتی ہے کہ اتنے لوگوں کا خرچ کھانے پینے کا اپنے ذمہ ہے اور
لکھنؤ سے محمود خاں اور فقیر محمد خاں کے خطوط حضرت کے پاس بھی آ چکے
تھے کہ آپ خاطر جمع رکھیں آپ کی مدد کو اس قدر ہمارے سوار آتے ہیں مگر آپ
نے اس وقت تک وہ خطوط اپنے لوگوں میں ظاہر نہیں کئے تھے کہ ایسا
نہ ہو اس کی تقویت سے ہمارے لوگ بلوا کر بیٹھیں، آپ نے ان سے

فرمایا کہ الحمدللہ ہم تو یہی بات چاہتے تھے ہیں، اس سے کیا بہتر کہ آپس میں صلح ہو جاوے مگر ساتھ اس شرط کے کہ پھر کبھی محرم یا چہلم وغیرہ میں کوئی تم لوگوں سے تبرا نہ کہے اور نہ کسی طور کا خلاف دستور فساد کرے اور اسی مضمون کا بازنامہ لکھ کر اور اپنے رئیسوں کی مہریں اور گواہیاں کر کے ہم کو دو اُنھوں نے کہا کہ آپ جس طرح فرماویں ہم اُسی طرح راضی ہیں، پھر اسی مضمون کا حضرت نے ایک کاغذ لکھا کر ان کو دیا اُنھوں نے اس پر اپنی اپنی مہریں اور گواہیاں کرکے حضرت علیہ الرحمۃ کو حوالہ کیا، پھر اس کے اگلے روز لکھنؤ سے اخوند زادہ موصوف مع تین سو سواروں کے نواب معتمدالدولہ کا حکمنامہ لے کر قریب قصبہ نصیر آباد کے داخل ہوا، یہ خبر وحشت اثر سُن کر تمام محلہ شیعوں کا مارے خوف کے تہ و بالا ہونے لگا، وہی لوگ جنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے مصالحہ کیا تھا پھر اس بدحواس ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپ کی سرکاری مدد لکھنؤ سے آ پہنچی، ہم کو خوف ہے کہ باہر قصبہ کے ہماری موٹھ جوار وغیرہ کے کھیت ہیں، تمام گھوڑے کھا کر خاک سیاہ کر دینگے، آپ کو اطلاع کرنے ہم آئے ہیں، آپ نے فرمایا

کہ اگر آتے ہیں تو آنے دو کیا مضائقہ ہے، آخر وہ سوار ہماری ہی
مدد کو آئے ہیں اور ہمارے پاس حکم سرکاری لائے ہیں اور جو کچھ تعمیل
حکم سرکاری کرینگے تو ہماری مشورت سے کرینگے، انہوں نے کہا ہاں یہ
تو آپ حق فرماتے ہیں کہ بے اجازت اور مشورت آپ کے ہم پر کچھ نہ کرینگے
مگر ابھی قصبہ کے باہر کچھ فاصلہ سے ہیں اور وہیں ہمارے کھیت ہیں اگر گھوڑوں
سے پامال کر ڈالیں یا چرا دیویں تو ہم کیا کریں اور کیا ان سے لیویں اس
کا تدارک آپ کو ابھی چاہیے، آپ نے فرمایا کہ تم جمع خاطر سے جا کر اپنے
گھروں میں بیٹھو انشاء اللہ تعالیٰ کسی طور کا کچھ نقصان نہ ہوگا اور اگر وہ
نہ مانیں گے اور تم پر کچھ زور زیادتی کرینگے پھر اس وقت ہم تمہاری طرف
ہیں اس لئے کہ ہمارے تمہارے درمیان مصالحہ ہو گیا ہے خلاف مرضی
ہمارے کے وہ کون زور و تعدی کرنے والے، پھر آپ نے چار شخص اپنی
طرف سے اخوندزادہ کے پاس جو کہنا تھا کہہ کر روانہ کئے، انہوں
نے بستی کے باہر کوئی پاؤ کوس پر اخوندزادۂ موصوف سے ملاقات
کی اور وہاں سے ان کو اپنے ساتھ لائے اور واسطے ڈیرہ کرنے
کے بستی کے کنارے ایک آموں کے باغ میں قریب تالاب کے

جگہ بتائی اور کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور شیعوں کے درمیان
صلح ہو گئی ہے اور اُن کے یہاں جوار موٹھ وغیرہ کے کھیت ہیں تم سے کسی
کا گھوڑا ٹٹو ان میں نہ جانے پاوے اور ہم آپ کے ملنے کو کچھ دیر میں آتے
ہیں جب تک ہماری آپ کی ملاقات نہ ہو تب تک آپ کے لشکر کا
کوئی سوار و پیادہ بستی میں نہ آوے یہ پیام خیر انجام سُن کر اخوندزادہ نے
اُن سے کہا کہ حضرت نے کیا فرمایا ہے کہ ہم نے اُن سے مصالحہ کرلیا ہم تو
نواب معتمد الدولہ کے یہاں سے ان مفسدوں کے قتل کا حکم لے کر آئے ہیں
بے مارے اور قرار واقعی سزا دیئے ہم اُن کو ہرگز نہ چھوڑینگے پھر سوار تو
وہاں اپنے ڈیرے کھڑے کرنے لگے اور اخوندزادہ تنہا اپنے گھوڑے پر
سوار ہو کر ان چاروں شخصوں کے ساتھ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت
میں آیا اور آپ کی شرف ملاقات سے مشرف ہوا اور کہا کہ ہم نے
آپ کے لوگوں سے سنا ہے کہ آپ نے ان رافضیوں موذیوں سے مصالحہ کرلیا
اور ہم کو نواب معتمد الدولہ نے آپ کی مدد کو بھیجا ہے اور دس ہزار روپے نواب
صاحب ممدوح نے آپ کے واسطے خرچ بھیجے ہیں اور دو ہزار روپے
فقیر محمد خاں بہادر نے، اور کہا ہے کہ سوا اس کے اور جو کچھ حاجت خرچ

کی ہو آپ ہم کو لکھ بھیجیں، ہم یہاں سے ارسال کریں اور کہا ہے کہ آپ
ایک مفسد کو زندہ نہ چھوڑیں، سب کے سر کاٹ کر کراچی میں بھر کر یہاں
سے بھیجدیں، آپ نے فرمایا کہ خیر اب تو جو ہونا تھا تھا ہو چکا اور آپ جو
اتنی دور واسطے مدد مسلمانوں کے آئے اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو عنایت
کریگا، اخوند زادہ نے کہا کہ ان سے مصالحہ آپ نے کیا ہے، ہم نے تو نہیں
کیا، ہم تو بے مارے ان کو نہ چھوڑینگے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے نواب
صاحب نے تم کو اگر ہماری مدد کو اور ہماری پاس بھیجا ہے تو جس بات
میں ہماری خوشی ہو وہ کرو اور جو ہمارے پاس نہیں بھیجا صرف ان کے
مارنے کو بھیجا ہے، تو اس میں ہم سے کچھ غرض نہیں تم جانو اور تمہارا
نواب جانے بلکہ اس امر میں ہم ان کے شریک ہیں، انہوں نے کہا کہ
نہ بھیجا تو ہم کو آپ ہی کے پاس ہے آپ ہی کی مدد کو، آپ نے فرمایا
تو خیر جس میں ہم راضی ہیں اُس میں آپ بھی راضی ہوں، اور جو خطوط
محمود خاں قندھاری اور فقیر محمد خاں رسالدار کے آپ کے پاس آئے
تھے وہ اخوندزادہ کو دکھائے کہ جو حکم آپ آج لائے ہیں
اس کی خبر ان خطوں سے ہم کو مصالحہ کرنے سے پیشتر ہو ئی تھی

ہماری غرض تو فساد مٹنے سے تھی، خونریزی منظور نہ تھی اور فرمایا کہ جو بارہ ہزار روپے دونوں صاحبوں نے ہمارے خرچ کو بھیجے ہیں جب آپ یہاں سے جانا ان کو واپس کر دینا اس لئے کہ جس کام کو اُنہوں نے دئے تھے وہ تو ہو چکا اب کچھ حاجت نہیں رہی، اخوندزادہ نے کہا کہ وہ تو روپے دونوں صاحبوں نے آپ کو بطور نذر کے بھیجے ہیں واپس کس لئے کرتے ہیں اور بلکہ فقیر محمد خاں بہادر نے کہا ہے کہ یہاں نواب معتمد الدولہ کے پاس آپ کی طرف میں وکیل ہوں جس قدر آدمی اور روپے درکار ہوں یہاں سے روانہ کروں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محض اپنی عنایات بے غایات سے دُرست کر دیا، اللہ تعالیٰ آخرت میں اُن سے راضی اور دنیا میں ان کو مال جان عطا فرما دے اور ہم اور بھی دونوں صاحبوں کے واسطے جناب الٰہی میں دعا خیر کرینگے، اور سوا ان بارہ ہزار روپوں کے سوا سو روپے جدے محمد حسن خاں قندھاری نے نذر بھیجے تھے وہ آپ نے رکھ لئے، پھر اخوندزادہ موصوف نے آپ سے عرض کی کہ جس کام کو ہم لوگ وہاں سے آئے تھے وہ تو موقوف رہا اور اب دن تھوڑا رہا ہے اور ہمارے لوگ بھوکے ہیں

اس وقت ہم لوگوں سے کھانا پک نہ سکے گا کچھ اس کی تدبیر آپ کر دیویں
آپ نے فرمایا کہ بہتر کھانے کی تدبیر یہاں ہو رہی ہے کچھ کہنے کی حاجت نہیں
آج آپ اور آپ کے لوگ ہمارے یہاں کھاویں، انہوں نے کہا میں نے
سنا ہے کہ تین سو آدمی آپ کے ہمراہ ہیں فقط ایک دیگ میں کھانا پک رہا
ہے اس میں کیا ہوگا اور دیگیں منگوا کر چڑھوا دویں جلد کھانا تیار ہو جائے
آپ نے فرمایا کہ یہ تیار کھانا آپ لوگ کھالیویں گے، پھر ہمارے لوگ دوسرا
کر جیسا ہوگا دیکھ لینگے، کہا یہ بات آپ نے خوب فرمائی، پھر حضرت نے مجھ سے
بلا کہا کہ کھانا تیار ہے، میں نے عرض کی کہ ہاں تیار ہے مگر وہی ساڑھے سترہ
سیر چاول پکے ہیں اور چار سیر ساگ ڈالی ہوئی دال، آپ نے فرمایا بہت ہے،
اللہ تعالیٰ برکت کرے گا بعد نماز مغرب کے ایک ٹوکرے میں بھر کر روٹیاں
اور ایک دیگچی میں دال دونوں چادر سے چھپا کر جن کے پاس اخوندزادہ تھا
کہیں لیجانا اور سب کو تقسیم کر کے اور کھلا کے ان کا ایک آدمی ساتھ
لیتے آنا تاکہ آکر اخوندزادہ کو خبر کرے، اخوندزادہ نے ایک جمعدار کو
بتایا کہ ان کے ڈیرے میں کھانا لیجانا نام اس جمعدار کا مجکو فراموش
ہو گیا، پھر بعد نماز مغرب کے مولوی امام الدین لکھنوی مولوی نصیر الدین خانم

بازار والے کے بھائی نے لڑکرا کریوں کا لیا اور ہمارے لوگوں میں ایک
بلیح ابادی حمیدار تھے نام ان کا یاد نہیں، انہوں نے دال کا دیگچہ لیا اور دال
نکالنے کا ایک پیالہ چوبیں میں نے لیا اور ہم تینوں شخص وہاں لشکر
میں اس حمیدار موصوف کو پوچھتے ہوئے گئے، وہ اپنے ڈیرے سے باہر
نکلے، ہم نے کہا حضرت نے کھانا بھیجا ہے اپنے لوگوں کو بلاؤ لیجادیں، انہوں
نے پوچھا کھانا کہاں ہے، ہم نے کہا اس لڑکرے اور دیگچی میں، یہ بات
سن کر وہ خفا ہوئے اور کہا اس میں کے آدمیوں کا حصہ ہے یا حضرت
نے تبرک بھیجا ہے، میں نے کہا کہ آپ خفا نہ ہوں لوگوں کو تو بلادیں اگر کم
ہوگا تو اور آجاوے گا، انہوں نے کہا کہ تم کھانا لائے ہو یا خوش طبعی
کرنے آئے ہو، میں نے کہا یہ کلام آپ اس وقت کریں جب کھانا سب
کو نہ پہنچے، پہلے سے یہ باتیں کرنی کیا ضرور، اس میں ان کے دو چار
سواروں نے کہا کہ حمیدار صاحب یہ بات معقول کہتے ہیں آپ لوگوں کو
بلادیں اس کو تقسیم کرکے جو کہنا ہو ان سے کہیں، پھر انہوں نے اپنے لوگوں
کو بلایا وہ برتن لے کر آنے لگے اور میں دو دو کڑیاں چاول اور
ایک ایک پیالہ دال دینے لگا، جب کوئی تیس چالیس آدمی کھانا

لے گئے تب تو ان لوگوں نے آکر گرد ٹوکرے اور دیگچے کے ہجوم
کیا اور دونوں برتنوں کے تلے اوپر دیکھنے لگے کہ اس میں کہاں سے کھانا آتا
ہے جو نہیں چکتا، میں نے ٹوکرا اور دیگچی زمین سے اٹھا کر ان کو دکھا دیا
کہ ان کے پیندے میں رستہ بھی تو نہیں جو شاید زمین کی طرف سے آتا
ہو وہ یہ بات سن کر ہنسنے لگے پھر جب ستر اسی آدمیوں کو میں
دے چکا تب تو وہ جمعدار اور اُن کے لوگ پوچھنے لگے کہ یہ کیا معاملہ
ہے بھائی صاحب کچھ ہم کو بھی بتاؤ تم لوگوں کو دیتے جاتے ہو اور کھانا
دونوں برتنوں کا کم نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ یہ حال مجکو نہیں معلوم وہی
جانیں جنہوں نے بھیجا ہے، پھر تو وہ لوگ حضرت کی تعریفیں کرنے لگے
کہ یہ سید صاحب کی کرامت ہے یہ کھانا کسی طور نہ چکیگا، پھر سب
لوگ وہ کھانا لے گئے اور کھایا اور جو نہ کھا سکے وہ اپنے گھوڑوں ٹٹوؤں
کو کھلایا اور دس بارہ کُرٹیاں ہمارے ٹوکرے میں بچ رہیں اور دیگچی میں
دال بھی بچ رہی، اور میں نے جمعدار سے کہا کہ اپنے لوگوں سے پوچھ
دیکھو کوئی شخص باقی تو نہیں رہا جس نے نہ پایا ہو ہم سے لیجاوے
جمعدار نے کہا کہ سب لوگ باخوبی پا چکے اور کھا چکے میں نے کہا

کہ ایک اپنا آدمی ہمارے ساتھ کردو وہ اخوندزادہ سے چل کر
کہہ دے کہ سب لوگوں کو کھانا پہنچ گیا؟ اُنہوں نے کہا اور کس کو بھیجوں
تمہارے ساتھ میں آپ چلونگا اور حضرت سے ملاقات کرونگا
پھر وہ اپنے لشکر سے ہمارے ساتھ حضرت کے پاس آئے، اخوند
زادہ نے پوچھا کہ جمعدار صاحب کھانا ہمارے سب لوگوں کو پہنچگیا
اُنہوں نے کہا کہ ایک ٹوکرے میں چاول تھے اور ایک دیگچہ میں
دال تھی اس کا حال کچھ مجھ سے بیان نہیں کیا جاتا، اخوندزادہ
نے ایک ٹوکرے چاول کا نام سُن کر نہایت غصہ ہو کر کہنے لگا کہ
کیسے ایک ٹوکرا چاول، اُس نے کہا کہ آپ خفا کیوں ہوتے ہیں میں
آپ سے زیادہ پہلے خفا ہو چکا ہوں اب اس کا حال سنیں، اُنہوں
نے کہا کہ خیر بیان کرو کہا فقط ایک ٹوکرے میں چاولوں کے بندے
بنے ہوئے تھے اور ایک دیگچہ میں ساگ پڑی ہوئی ماش کی دال، یہ
تین آدمی میرے پاس گئے اور کہا کہ اپنے لوگوں کو بلاؤ اپنے اپنے
برتن لیتے آویں اور کھانا لیتے جاویں میں نے کہا کھانا کہاں ہے
اُنہوں نے کہا اس ٹوکرے میں اور دیگچہ میں، میں بہت خفا ہوا

کہ اتنا کھانا کس کے واسطے لائے ہو' انہوں نے کہا کہ تم خفا نہ ہو لوگوں
کو تقسیم کرنے دو جب کسی کو نہ پہنچے جو کچھ خفا ہونا ہو خفا ہو لینا' پھر میں نے
لوگوں کو بلایا اور یہ دو دو پیڑے چاول اور ایک ایک پیالہ دال دینے
لگے حصہ کو نہ تمام ہمارے لوگوں کو پہنچ گیا اور کھانا ان کے پاس بچ
رہا وہ یہ اپنے ساتھ پھیر لائے' یہ حال سن کر اخوندزادہ نے کہا کہ جمعدار
واللہ سچ کہتے ہو ایک ہی ٹوکرے چاول میں سب آسودہ ہو گئے کہا واللہ ایک
ہی ٹوکرے میں سب آسودہ ہو گئے بلکہ جو لوگوں سے نہ کھائے گئے' وہ
اپنے اپنے گھوڑوں ٹٹوؤں کو کھلا دیا' اخوندزادہ نے حضرت علیہ الرحمۃ
سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے' آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ
کے محتاج بندے ہیں نہ کہیں کے حاکم نہ مالک' اتنا کھانا کہاں سے لاتے
جو اتنے لوگوں کو کھلاتے' اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے کھانے میں اپنے کرم اور
فضل سے اسی طرح برکت کرتا ہے' اخوندزادہ نے کہا کہ میں آپ
کے دست مبارک پر اس وقت بیعت کرتا ہوں اور اس جمعدار نے بھی
یہی کہا' آپ نے فرمایا کہ آج تم تھکے ماندے راہ چل کر آئے ہو
جا کر اپنے ڈیرے میں آرام کرو کل صبح کو بیعت کر لینا' پھر ان

دونوں کو آپ نے رخصت کیا اور باقی کھانا جو ہم یہاں چھوڑ گئے تھے اس میں ہمارے تین سو آدمیوں نے کھایا اور موافق ہر روز کے بچ رہا وہ ہم سب نے دوسرے دن کھایا، پھر اس روز حضرت نے اخوند زادہ کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ جاکر کہو کہ آپ کی مع لشکر آج پھر ہمارے یہاں دعوت ہے، اس نے جاکر اخوندزادہ سے کہا، اُنہوں نے اس آدمی سے کہا کہ تم چلو میں حضرت کے پاس آپ آتا ہوں جو عرض کرنا ہوگا کروں گا، پھر وہ آدمی وہاں سے چلا آیا اور بعد کچھ دیر میں اخوند زادہ بھی آئے اور حضرت سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں آج بھی ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے، اُنہوں نے عرض کیا کہ کل کے روز جو ہم لوگوں نے آپ کی دعوت کھائی امر ناچاری کا تھا کہ اس وقت ہم لوگوں سے کھانا پکنا دشوار تھا اب آپ کی دعوت نہ کھاوینگے یہ بات بے مناسب ہے کہ لشکر تو سرکاری آوے اور کھانا آپ کے یہاں کھاوے، آپ نے پھر کئی بار تکرار کہا مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ اگر آپ کی ایسی ہی شفقت و عنایت ہم پر ہے تو

کوئی بنیا ایسا تیار دیویں کہ ہمارے لوگ اُس کے یہاں سے آٹا دال
گھی گھوڑ دانہ وغیرہ دام دے کر لیجایا کریں یہی آپ کی دعوت ہے، آپ
نے اسی وقت بنیوں کے چودھری کو بلا کر تاکید تمام فرمایا کہ آٹا دال گھی
گھوڑ گھوڑوں کا دانہ وغیرہ تیار رکھنا جو اخوند زادہ صاحب کے لوگ
لینے آویں دام لے کر دے دینا، اور چاروں سے لکڑیوں کی تاکید کر دی
کہ آج لشکر میں جاکر بیچو اور کماروں سے برتنوں کو کہہ دیا، پھر بعد نماز ظہر
کے واسطے بیعت کرنے کے اخوند زادہ آیا اور من بھر یا دو من شیرینی
لایا، آپ نے فرمایا کہ بیعت کرنے میں ہمارے یہاں شیرینی کا دستور نہیں
ہے، تم نے کس لئے یہ تکلف کیا اس کو واپس کر دو، انہوں نے عذر کیا اب
تو آ گئی رہنے دیجئے لوگوں کو تقسیم ہو جاویگی، پھر آپ نے ان سے بیعت
لی اور قریب سو کے اور بھی ان کے سواروں نے بیعت کی اور آپس میں
مشورت کر کے حضرت سے کہا کہ کل کے دن ہم لوگ آپ کی دعوت کرینگے
اخوند زادہ نے ان سے کہا کل تو ہمارا کوچ ہے دعوت کس وقت کرو گے
آپ نے اخوند زادہ سے فرمایا کہ ابھی دو تین روز رہو ستاؤ ایسی
کون سی جلدی ہے پھر چلے جانا اور آپ کی دعوت ہم کل کھاوینگے

نہ پرسوں مگر جب اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے کبھی لکھنؤ میں ہم لیجاویگا
اور تم بھی وہاں ہوگے تب جو دعوت کروگے تو البتہ کھاوینگے، یہاں
تو تم ہمارے مہمان ہو اگر ہم تمہاری دعوت کریں تو لائق ہے، پھر جب
وہ لوگ آپ کے پاس سے اپنے لشکر کو جانے لگے تب ان میں سے کئی
شخصوں نے آپ سے سوال کیا کہ ہم نے بیعت کی ہے کچھ اور بھی ہم کو آپ
تعلیم کریں، آپ نے کہا بہت خوب ہم ضرور تم کو تعلیم کرینگے، پھر آپ
نے آٹھ دس آدمیوں سے کہا کہ تم اپنے لشکر میں جاکر پانچ چھ چھ آدمیوں
کو جدا جدا بیٹھاکر توجہ دو اور ان کو نصیحت کرو کہ شرک و بدعت کے
کاموں سے بچتے رہیں اور نماز روزہ ادا کرتے رہیں اور اخوندزادہ کے لئے
آپ نے حاجی عبدالرحیم سے فرمایا کہ ہمارے قدیمی یار ہیں ان کو تم توجہ
دو اور کچھ ذکر اللہ تعلیم کرو، پھر حاجی صاحب موصوف نے ان کو توجہ
دیا اور کچھ ذکر و شغل تعلیم کیا، پھر وہ سوار لوگ توجہ لے کر لشکر سے
آپ کے پاس آکر اپنا عجیب و غریب معاملہ بیان کیا اور کہا کہ جب
آپ لکھنؤ میں تشریف لے گئے تھے وہاں میں کسی کسی کو آپ کے مریدوں

میں سے توجہ لیتے اور مراقبہ کرتے دیکھا تھا اور اپنے دل میں میں
نے کہا کہ یہ کیا نرلیات سا کارخانہ ہے مگر جب آج خود میں نے
حاجی صاحب سے توجہ لیا اور جو جو حالات اس وقت مجھکو نظر آئے تب کہا کہ الٰہی
یہ کیا شئے عجیب و غریب ہے کہ نہ حاجی صاحب نے مجھکو کچھ سکھایا نہ
پڑھایا فقط ان کے کہنے پر میں آنکھیں بند کرکے خاموش بیٹھا رہا
اور حالات عجیب جو نہ کبھی دیکھے تھے اور نہ سنے تھے معلوم ہوئے
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کی نعمتیں ہیں جس کو چاہتا
ہے عنایت کرتا ہے اگر آپ دو چار روز ہمارے پاس رہتے
تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوتا' انھوں نے کہا کہ اب تو
رہنا میرا نہیں ہوسکتا لکھنؤ میں جاکر جو حاجی صاحب نے تعلیم
فرمایا ہے عمل میں لاؤنگا' آپ نے فرمایا کہ شاید کبھی یہ معاملہ آپ
کا بند ہوجاوے تو دورۂ قادریہ کرنا انشاء اللہ تعالیٰ پھر کھل
جاویگا' انھوں نے پوچھا کہ دورۂ قادریہ کیا ہے' آپ نے اس
کی ترکیب ان کو بتادی اور کئی ضرب لگا کر ان کو دکھایا

کہ اس صورت سے کرتا پھر وہ آپ سے رخصت ہوکر اپنے لشکر
کو گئے، اور اس دن بھی ہم نے ساڑھے سترہ سیر چاول پکائے
اور چار سیر دال ساگ ڈال کر اور سب لوگ کھا کر آسودہ
ہوئے اور موافق معمول ہر روز کے چاول بھی بچ رہے اور دال
بھی بچ رہی، پھر اگلے دن اخوندزادہ مع لشکر کوچ کر گیا، میں
نے ان رات کے چاولوں کے واسطے کئی ہانڈی دہی مول لیا اور پیسے اس کے
دے کچھ کوڑیاں دینی باقی رہیں میاں اپنی تھیلی سے کہ اس میں روپے پیسے بھی تھے
کوڑیاں ٹٹول ٹٹول کر نکالنے لگا اس میں دیر ہوگئی میں نے وہ تھیلی اوندھا
دی جو کچھ اس میں تھا گر پڑا اور حضرت نے منع کیا تھا کہ تھیلی اوندھا
کر کبھی خالی نہ کرنا، کوڑیاں تو میں نے گن کر دہی والے کو حوالے کیں مگر مجھکو ایک
سکوت کا عالم ہوگیا کہ یہ کیا حرکت مجھ سے بیجا ہوئی اس میں سات یا آٹھ
روپئے تھے اور نو دس ٹکے پیسے اور کچھ کوڑیاں، پھر میں نے لے گئے
سمیٹ کر اسی تھیلی میں بھر لئے، پھر میں وہاں سے حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس غمزدہ سا جا کر کھڑا ہوا، آپ نے پوچھا کہ اس وقت تمہارا چہرہ

اداس سا معلوم ہوتا ہے خیر تو ہے، میں نے وہ حال اتنی خطا کا بیان
کیا، آپ بھی سن کر دیر تک سکوت میں رہ گئے بعد اس کے فرمایا کہ خیر جو
کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا اب کہیں سے خرچ کی تدبیر کروں میں
نے عرض کی جہاں سے آپ فرماویں وہاں سے میں تدبیر کروں، آپ نے
فرمایا کہ جاؤ کسی سے کہو، میں آپ کے پاس سے مسجد کے صحن میں آیا وہاں
ایک طرف سید احمد علی صاحب آپ کے بھانجے کھڑے تھے اور ایک
طرف میاں عبداللہ، میں نے میاں عبداللہ سے وہ حال بیان کیا وہ
بھی سن کر ایک سوچ میں رہ گئے، پھر کہا اس کی کیا تدبیر کی جاوے
بھلا سید احمد علی صاحب سے تو کچھ مانگو، پھر میں نے ان سے جا کر یہی بیان
کیا اور کچھ خرچ مانگا وہ سن کر ہنسنے لگے اور جانا کہ شاید خوش طبعی
سے کہتے ہیں، میں نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں واقعی یہی حال گذرا ہے تب
ان کو یقین ہوا پھر مجھ سے تو وہاں انہوں نے کچھ نہ کہا مگر حضرت کے
پاس چلے گئے وہاں حضرت سے خدا جانے انہوں نے کیا کلام کیا یا
نہ کیا، پھر وہاں سے اپنے گھر تشریف لے گئے اور وقت نماز عصر کے آکر
مجھ کو اشرفیاں دیں پھر ان کو تو ڑا کر میں روپے لایا اور اپنی بھتیلی کے

دیگوں میں ملادئے، پھر اس روز حضرت سے پوچھا کہ آج کس قدر
چاول پکیں، آپ نے من بھر سے کچھ کم بتائے اندازہ یاد نہیں رہا
اور کھانے میں تو کچھ کم یا زیادہ دو ہی روپے اٹھتے تھے مگر گھوڑے
ٹٹو ملا کر قریب سو جانوروں کا دانہ گھاس لاتے تھے، اس میں بہت
خرچ ہو جاتا تھا اور سوا اس کے نقدی پانچ چار روپے ہر روز
خرچ ہوتے تھے، پھر کچھ کم یا زیادہ آدھے روپے کھانے میں صرف
ہوئے اور آدھے باقی رہے، پھر دوسرے روز حاجی عبدالرحیم سے ہم نے
خرچ طلب کیا کہ تمہارے پاس کچھ ہو تو دو، پھر دو اشرفیاں انہوں
نے دیں ان کے بھی خوردہ کرکے روپے لائے پھر کئی روز میں وہ ہی
روپے صرف ہو گئے، اس میں سید میر علی صاحب نے واسطے دعوت
کے حضرت سے عرض کی، آپ نے فرمایا کہ یہ تکلف تم نہ کرو کچھ ضرورت
نہیں، انہوں نے نہ مانا، آپ نے فرمایا کہ ہمارے لوگوں سے جو کھانا
پکاتے ہیں ان سے پوچھو اگر وہ پکانے پر راضی ہوں تو خیر کیا مضائقہ
انہوں نے آکر ہم لوگوں سے ذکر کیا کہ ہمارا ارادہ حضرت کی دعوت

کا ہے، ہم نے کہا حضرت سے کہو جیسا وہ فرماویں گے ہم بجالاوینگے
اُنھوں نے کہا کہ حضرت ہی نے مجکو تمھارے پاس بھیجا ہے ہم نے
جانا کہ شاید حضرت نے دعوت قبول کرلی ہے اور ان سے کہا
کہ خیر ہم ہی اس کا حال حضرت سے دریافت کرلیں پھر ہم آپ
کو جواب دیں، پھر یہ حال جاکر ہم نے حضرت سے عرض کیا آپ
نے فرمایا کہ وہ تو دعوت کچھ خدا کے واسطے کرتے نہیں فقط اپنے
نمود کے لئے کرتے ہیں ان کو منع کرو اگر نہ جاویں تو بہتر ہے
والاپوں ہی سہی مگر ہمارے کھانے کی طرح ایک من بھر میں دو دو
وقت باسودگی لوگ کھاتے ہیں ان کے کھانے میں خیر و برکت نہ ہوگی
لوگوں کے شمار سے کھانا پکانا، پھر ہم نے جاکر ان سے کہا کہ جنس آپ
کی بہت خرچ ہوگی اور آپ یہ تکلیف نہ کریں تو بہتر ہے کیونکہ ہم کو
بھی پکانے میں بہت محنت ہوگی، انھوں نے کہا کیا مضائقہ جس قدر جنس چاہئے
ہم سے لے لو مگر پکانا تمھیں کو پڑیگا، ہم نے کہا خیر آپ کی خاطر سے آج
تو ہمارے یہاں کھانا پکتا ہے کل آپ دعوت کریں، پھر وہ اپنے مکان
کو گئے، ہم نے جاکر حضرت سے کہا کہ سید ببر علی صاحب کے یہاں کل

دعوت ہے، آپ نے فرمایا بہتر مگر آج اپنے کھانے سے جو واسطے ناشتہ کے بچے تو آٹھ دس کڑیاں جدی برتن میں اٹھا رکھنا شاید کسی وقت کل کام آویں، ہم نے عرض کی کہ ناشتہ بھر کے چاول تو روز بچتے ہیں آٹھ دس کڑیاں چاول کہاں سے بچیں گی اور اگر کچھ بچے بھی تو رات کے پکے ہوئے چاول دوسرے دن کی شام تک بگڑ جاویں گے، آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ چاول بچ رہیں گے اور لگن میں ڈھک کر ہمارے پلنگ کے تلے ہوا میں دہر دینا جاڑوں کے دن میں نہ بگڑینگے، پھر اگلے دن فی الحقیقت وقت ناشتہ کے آٹھ یا نو کڑیاں چاول بچ رہے پھر میں نے جس طور آپ نے فرمایا تھا لگن میں ڈھک کر پلنگ کے تلے دھر دئے، پھر اس دن عصر کے بعد سے سید بر علی صاحب کا کھانا پکانے لگے، تین من یا چار من چار من تو چاول اُسی اپنی دیگ میں کئی بار کر کے پکائے اور دو دیگ دال دو دفعہ کر کے پکائی اور حضرت کو اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے، فرمایا کہ سید بر علی صاحب سے کہو کہ آکر لوگوں کو اپنے سامنے تقسیم کرا دیں، پھر ہم نے ان سے جاکر

کہا کہ آپ کا کھانا تیار ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے پوچھنے کی کیا حاجت تمہیں اپنے لوگوں کو تقسیم کر دو، پھر بعد نماز مغرب کے جہاں جہاں ہمارے لوگ تھے وہاں ان کے حصے بھجوا دئے اور باقی جو لوگ قریب آدھے کے رہے ان کو مسجد میں بٹھا کر کھلایا سب لوگ کھا چکے فقط نو آدمی کھلانے والے باقی رہے اور کھانا ہو چکا، حضرت نے پوچھا کہ سب لوگ دعوت کھا چکے کوئی باقی تو نہیں رہا ہم نے عرض کی کہ ہاں کھا چکے مگر ہم کئی آدمی باقی رہ گئے، پوچھا کون کون آدمی رہے، میں نے کہا میاں عبداللہ اور عبدالقیوم اور سید عبدالرزاق نگرانوں والے اور عنایت اللہ منڈیاں وے اور مولوی امام الدین لکھنوی اور حمید اریلیح آبادی اور مولوی قاسم پانی پتی اور عبدالرحیم کاندھوی کے اور ایک میں، فرمایا آپ نے کہ پھر اب اور کھانا پکالو، میں نے کہا اب کون اس وقت پکاو پکاوے گا رات کی کڑیاں دھری ہیں وہی کھالیویں گے، آپ نے فرمایا کہ ہاں سچ تو کہتے ہو ہمارے پلنگ کے تلے کڑیاں نکالو مگر کچھ دال بھی بچی ہے، میں نے کہا دال تو نہیں بچی، فرمایا پھر کاہے کے ساتھ کھاؤ گے، میں نے کہا یوں ہی روکھے کھالیویں گے، پھر وہ کڑیاں آپ کے پلنگ کے نیچے سے لاکر

دو لگتوں میں نکالیں، آپ نے فرمایا سید احمد علی کے گھر سے راب مانگ لاؤ اس کے ساتھ کھاؤ، میں نے کہا کہ اب اس وقت رات کو راب مانگنے کون جاوے فقط چاول ہی سب کھالیوینگے، آپنے فرمایا کہ سید احمد علی صاحب کے یہاں جو نہ جاؤ تو حلوائی کی دکان سے جاکر لاؤ، میں نے کہا اب تو کہیں نہ جاوینگے یوں ہی چاول کھاوینگے اس میں ہم میں سے کئی آدمی آپس میں آہستہ آہستہ کہنے لگے کہ اخوند زادہ جو اس دن بہت سی شیرینی لایا تھا اس میں کی شیرینی ایک ٹوکری میں دھری ہے، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا باتیں کیں چپکے کرتے ہو، میں نے کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ اس دن جو اخوند زادہ شیرینی لایا تھا اس میں سے کچھ ایک ٹوکری میں دھری ہے اگر اجازت ہو تو وہ تھوڑی سے لیویں، آپ نے فرمایا کہ ہاں خوب تم نے اس وقت یاد کی سب اٹھا لاؤ، پھر میں وہ ٹوکری شیرینی کی کوٹھری سے اٹھا لایا اور وہ شیرینی فقط لڈو تھے مگر ایسے نفیس تھے کہ ان سے بہتر وہاں نہ بنتے تھے، حضرت تو اس وقت اپنے پلنگ پر بیٹھے تھے

اور ہم نو آدمی آپ کے قریب زمین میں چاول لئے ہوئے بیٹھے تھے
فرمایا کہ شیرینی چاولوں میں ملاتے جاؤ اور چکھتے جاؤ جب خوب
خاطر خواہ میٹھے ہوں تب کھاؤ، ہم نے بہت سی شیرینی بل ملکر ملائی
آپ نے پوچھا کہ اب تو مطلب تمہارا پورا ہوا، میں نے آہستہ سے کہا ہاں
پورا ہوا فرمایا کہ اب کیوں سست بولتے ہو کیا اب بھی کچھ کسر باقی
ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ ہاں معلوم ہوا کہ ابھی کچھ کسر ہے، حسن نام
اُسی محلہ کا ایک شخص تھا فرمایا کہ ہمارے یہاں سے جاکر دودھ کی
ہانڈی تو لاؤ، وہ اس وقت اٹھا لایا، میں نے وہ تمام دودھ
انہیں چاولوں میں چھوڑ دیا، پھر آپ نے پوچھا کہ اب تو مطلب ہوا
پھر میں نے اسی طرح آہستہ جواب دیا، پھر آپ نے کہا کہ اب کیا
کسر رہی جو سست بولتے ہو، میں کچھ نہ بولا، پھر آپ نے کہا ہاں بھائی
ایک کسر بھی اور ہے مگر ٹھنڈے چاولوں میں اس کا مزہ نہیں،
میں سمجھ گیا کہ آپ گھی کو فرماتے ہیں، میں نے عرض کی کہ ہاں آپ
بجا فرماتے ہیں اس وقت اس کا مزہ نہیں ہے، پھر ہم سب نے شکم
سیر ہو کر وہ چاول کھائے اور کچھ بچ رہے پھر وہ دو دو لقمہ

دو چار اور بھائیوں کو تقسیم کر دئے، پھر اگلے روز آپ نے فرمایا
کہ آج کہیں سے اور خرچ تلاش کرو، میں نے عرض کی کہ اب کس
کے پاس سے خرچ لاؤں، میرے خیال میں تو کہیں نہیں آتا مگر
سوا سو روپے محمد حسن خاں قندھاری کے بھیجے ہوئے موجود ہیں اگر ارشاد
ہو تو ان میں سے خرچ کردوں، یہ سن کر آپ نے سکوت کیا اور کچھ
جواب نہ دیا، آپ کی مرضی تھی کہ ان کو واپس کر کے بھیج دیں، سید
احمد علی صاحب وغیرہ نے عرض کی کہ آپ اس میں پس وپیش کیا
کرتے ہیں اگر واپس کرنے تھے تو اول ہی واپس کر دیئے ہوتے اور
جو رکھ لئے ہیں تو اپنے تصرف میں لاویں، آپ نے فرمایا کہ خیر انہیں
کو خرچ کرو اور کہا کہ پچھلے روپے بھی دو چار تمہاری تھیلی میں باقی
ہیں، میں نے کہا کہ ہاں کچھ تو ہیں، فرمایا انہیں میں یہ بھی ملا دو تم کو
کھانا پکانے کی محنت کم پڑیگی یعنی تھوڑے میں کفایت ہو گی
اور نہیں تو سید میر علی صاحب کی دعوت کا سا حال ہو گا پکانے
پکاتے حیران ہو گے اور کچھ پورا نہ پڑیگا، پھر میں نے چند روپے
تھیلی میں جو باقی تھے انہیں میں سوا سو روپے وہ بھی ملا دئے

اور خرچ کرتے شروع کئے، بان چھ روز کے کھانے پینے دانے
گھاس وغیرہ میں وہ بھی صرف ہوئے فقط پندرہ بیس روپے باقی
رہے، اور انہیں ایام مبارک فرجام میں کئی وقائع عجیب و غریب اور بھی گذرے
ان کا حال خیر آل بیان کرنا رہ گیا تھا سو یہاں اب بیان کرتا ہوں
ایک ان میں سے یہ ہے کہ ایک روز سب لوگوں نے تو کھانا کھایا مگر
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے نہیں تناول فرمایا اور ارشاد کیا کہ
ہمارے حصہ کا کھانا رکابی میں ڈھک کر مسجد کے طاق پر دھر دو ہم
اور وقت کھاوینگے، پھر موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے آپ کا
حصہ رکھ دیا گیا، کچھ عرصہ میں مولوی عبدالباسط صاحب چالیس
چند لوگوں سے آپ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہوئے اور عرض
کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ مجھ سے حرف قاف ادا نہیں
ہوتا کبھی بجائے قاف کے کاف تازی نکلتا ہے اور کبھی کاف
فارسی، آپ نے فرمایا مولوی صاحب تعجب کی بات ہے کہ آج
تک نہ کبھی ہم کو یہ حال معلوم ہوا اور نہ کبھی آپ نے ہم سے ذکر
کیا بھلا کوئی لفظ جس میں حرف قاف ہو آپ کہیں تو سہی انہوں

انہوں نے چند الفاظ جن میں قاف تھا کہے، فی الحقیقت مولوی صاحب سچ کہتے تھے، کسی میں تو کاف تازی معلوم ہوتا تھا اور کسی میں کاف فارسی مگر قاف نہ نکلتا تھا، حضرت علیہ الرحمۃ نے وہ کھانا اپنے حصہ کا جو طاق میں دھرا تھا منگایا اور مولوی صاحب ممدوح کو فرمایا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ تناول فرماویں، پھر مولوی عبدالباسط صاحب آپ کے ساتھ کھانے لگے کھاتے ہی میں آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب تو کوئی لفظ جس میں قاف ہو اپنی زبان سے نکالیے، کئی الفاظ قاف والے مولوی صاحب نے اپنی زبان سے نکالے باخوبی حرف قاف ادا ہونے لگا گویا کبھی کچھ خلل زبان میں اُن کی واقع نہ تھا، پھر بعد تناول طعام کے سب لوگوں کے روبرو آپ نے فرمایا کہ اب بھی کوئی الفاظ جن میں قاف ہو کہئے کہ اور صاحب بھی سنیں، پھر مولوی صاحب نے قاف والے الفاظ کہے اور سب نے سنے اور کہا اب تو باخوبی قاف ادا ہوتا ہے، اور دوسرا حال یہ ہے کہ ایک روز میں کچھ سودا لینے بازار میں گیا وہاں ایک مسلمان حلوائی کی دکان کے قریب دس بارہ برس کا ایک کسی شخص کا لڑکا بیٹھا تھا حلوائی نے مجھ سے کہا کہ اس لڑکے بیچارے کو بہت روزوں سے مرگی آتی ہے،

بسبب اس کے بہت حیران ہے، تمہارے سید صاحب کے ہمراہ سب طرح
کے لوگ ہیں بھلا دریافت تو کرنا شاید کسی کو اس کی بھی دوا یاد ہو
میں نے اس سے کہا کہ خیر پوچھونگا، پھر وہاں سے آ کر میں نے حضرت
سے مذکور کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کی دوا اللہ تعالیٰ نے مجکو بتائی ہے
اب کی بار وہ لڑکا تم کو ملے تو اپنے ساتھ ہمراہ لیتے آنا انشاءاللہ تعالیٰ
وہ چنگا ہو جاویگا، پھر میں اگلے دن اس لڑکے کو بعد نماز عصر کے آپ کے
پاس لایا اور آپ سے عرض کی کہ اس لڑکے کو مرگی آتی ہے، آپ نے
اس سے پوچھا کہ بہت سخت مرگی آتی ہے یا نرم اور جلد آتی ہے یا کبھی
کبھی، اس نے کہا بہت شدت سے آتی ہے مگر کبھی کبھی آتی ہے اور کھڑا بیٹھا
جس حال میں ہوتا ہوں پھر مجکو خبر نہیں لوگ مجکو اٹھا کر گھر پہنچا تے
ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھے رہو بعد مغرب کے تمہاری دوا کر دینگے
جب بعد نماز مغرب کے لوگ کھانا کھانے لگے، آپ نے فرمایا کہ ان کو بھی
کھلاؤ، پھر میں نے اس کو کھانا کھلا کر آپ سے عرض کی کہ اب کچھ دوا
فرمائیے یہ کھانا کھا چکا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی یہی دوا تھی اب
ان کو گھر پہنچا دو انشاءاللہ تعالیٰ اب مرگی نہ آوتی، پھر میں اس

کو پہنچا آیا اس دن سے اُس کی مرگی جاتی رہی؛ اور تیسرا حال یہ ہے
کہ اکثر میں اُسی حلوائی کی دکان پر جایا کرتا تھا، ایک روز اُس نے
مجھ سے یہ کہا کہ ایک شخص اس محلہ میں رہتا ہے اس کو کوئی دو برس
سے بخار آتا ہے کبھی چار روز آتا ہے دو روز نہیں آتا ہے کبھی آٹھ روز
آتا ہے چار روز نہیں آتا مگر جاتا نہیں اس کی بھی دوا تمہارے لوگوں
میں کسی کو آتی ہو پوچھ کر مجھ سے کہنا، میں نے کہا بہتر پوچھونگا،
پھر وہاں سے آکر میں نے حضرت سے یہ ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کو
بھی ہمارے پاس لانا انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بھی دوا ہو جاوے گی؛ یہ
اگلے روز میں نے اس حلوائی سے جاکر کہا کہ ہمارے حضرت نے اس بخار والے
کو کل کے دن جس کا تم نے ذکر کیا تھا مجھ سے فرمایا کہ اپنے ساتھ لیتے،
آنا، اگر اس کو میرے ہمراہ کردو تو میں بعد نماز عصر کے لیجاؤں، اُس نے
بلاکر اس کو میرے ہمراہ کر دیا، میں اس کو حضرت کے پاس لے گیا آپ
نے اس کے بخار آنے کا حال پوچھا کہ کیسے آتا ہے اور کیونکر آتا ہے، اُس نے
سب بیان کیا، آپ نے مجھ فرمایا کہ ان کو کہیں بٹھادو پھر ان کی دوا
کے لئے کچھ دیویں گے، میں نے اس کو ایک جگہ بٹھادیا، بعد نماز مغرب

کے پھر میں اس کو آپ کے پاس لے گیا اور اپنے لوگوں کو اس وقت
کھانا تقسیم ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ سب کے ساتھ ان کو بھی کھانا
کھلاؤ، پھر میں نے اس کو بھی انہیں لوگوں میں بٹھا کر کھانا کھلوایا اور پھر
اس کو آپ کے پاس لے گیا اور عرض کی کہ ان کو کھانا کھلوا لایا، آپ نے
فرمایا کہ بس یہی ان کی دوا تھی اب ان کو ان کے گھر پہنچا دو انشاءاللہ تعالیٰ
اب ان کو بخار نہ آوے گا، میں ان کو ان کے گھر پہنچا آیا، پھر اُس دن
سے ان کا بخار جاتا رہا، اور چوتھا حال یہ ہے کہ ایک عورت نرگس نام
بڑی نماز گذار اور پرہیزگار وہاں ایک مکان میں رہتی تھی اور حضرت
علیہ الرحمۃ واسطے قضائے حاجت کے ہر روز اس کے مکان میں جایا
کرتے تھے اور آپ کے ہمراہ میں ہوتا تھا اور میاں عبداللہ اور وہ نرگس
نہایت مفلس اور محتاج تھی صرف چرخہ کاتنے پر اس کی گذران تھی
کئی بار اُس نے ہم دونوں سے اپنی مفلسی و محتاجی کا مذکور کیا ایک روز
میں نے اس سے کہا کہ مائی تو یہ حال حضرت سے کیوں نہیں کہتی، اس نے کہا
کہ مجھکو شرم آتی ہے میں تو نہ کہوں گی، یہ سن کر اس وقت میں نے اُس سے
کچھ نہ کہا، اگلے روز جب حضرت اس کے گھر تشریف لائے اور قضائے حاجت

سے فارغ ہو کر آئے، اس وقت میاں عبداللہ نے کہا کہ حضرت
میں نرگس کی طرف سے کچھ آپ کی خدمت میں عرض کرونگا، آپ نے
فرمایا کیا عرض ہے، انہوں نے نرگس کی زبانی جو حال اس کی مفلسی
اور محتاجی کا کئی بار سنا تھا وہی گذارش کیا، آپ نے فرمایا کہ نرگس
کیا تیرا یہی حال ہے جو میاں عبداللہ کہتے ہیں اُس نے کہا ہاں حضرت
میرا تو یہی حال ہے، آپ نے فرمایا کہ تجکو سوائے کاتنے کی مزدوری کے
کہیں سے کچھ اور بھی آمد ہے یا جو کچھ اسی چرخہ میں ملتا ہے اُسی پر گذر ہے
اور اس وقت وہ کاتنے میں مشغول تھی، آپ نے فرمایا اپنی کاتی ہوئی
ککڑی تو لاؤ دیکھیں تو تیرا سوت کیسا ہوتا ہے اُس نے ایک ککڑی آپ کے
ہاتھ میں دی، آپ نے اس کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھا اور فرمایا کہ نرگس
تیرا سوت تو بہت باریک ہوتا ہے یہ کے ٹکے سیر بکتا ہے جس قیمت سے
بکتا تھا اُس نے عرض کی، آپ نے فرمایا کہ اس ککڑی کو حفاظت اپنے
گھر میں رکھنا جب تک تیرے گھر میں یہ رہیگی انشاء اللہ تعالیٰ تیری روزی
میں برکت ہو گی اور کسی طور کی تنگی اور مفلسی نہ رہیگی اور یہ بات کسی سے نہ کہنا

پھر وہ ککڑی نرگس کو حوالہ کی اور وہاں سے مسجد کو تشریف لائے پھر جب
حضرت علیہ الرحمۃ نفیر آباد سے تکیہ پر آئے اور کوئی سات آٹھ مہینے کے بعد پھر
نفیر آباد کو تشریف لے گئے اس وقت میں نے نرگس کو دیکھا تو دس روپے
کی بڑی سی نتھ ناک میں اور گلے میں ہنسلی ہاتھوں میں کڑے بازو میں بازو بند
پہنے ہوئے چرخہ کات رہی ہے، میں نے پوچھا کہ نرگس اب تیرا کیا حال
ہے، اُس نے کہا کہ اب تو حضرت کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو سب کچھ دیا
ہے گھی گڑ اب گیہوں چاول میرے گھر میں سب موجود ہے اور مجھکو نہیں خبر
کہ یہ اللہ تعالیٰ کہاں سے دیتا ہے، چرخہ تب بھی کاتی تھی کہ پیٹ بھر کر
روٹی نہیں میسر ہوتی تھی اور وہی چرخہ اب بھی ہے یہ سب حضرت کی دعا کا اثر
ہے، پھر اس حلوائی سے میں نے پوچھا کہ اس لڑکے کا کیا حال ہے جس کو
مرگی آتی تھی اور اس بخار والے کے کیا حال ہے اُس نے کہا کہ دونوں خدا
کے فضل سے صحیح وسالم ہیں تب سے نہ اس کو کبھی مرگی آئی اور نہ اس دوسرے
کو بخار آیا یہ تو چاروں حال تمام ہو چکے، پھر اس جگہ سے بیان ہوتا ہے
جہاں سے قصہ چھوٹا تھا جب کہ وہ سوا سو روپے محمد حسن خان قندھاری

کے خرچ ہوتے تھے ان میں سے بیس پچیس روپے باقی رہے
اور حضرت کو اس کی میں نے اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ جس
کام کو یہاں آئے تھے ساتھ خیر کے اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اپنے
محض فضل وکرم سے خاطر خواہ درست کردیا اب یہاں رہنے کا
کیا کام، سب کو خبر کردو کہ کل صبح کو کوچ ہے، یہ بات زبان سے
آپ کے سن کر اسی وقت سے اپنی اپنی تیاری کرنے لگے بلکہ بہت
لوگ اسی دن اپنے اپنے گھر چلدئے باقی آدمیوں سے حضرت نے صبح کو کوچ
فرمایا، رستے میں مجھ سے پوچھا کہ کھواب کی بار تکیہ سے تم کتنے روپے
لائے تھے، میں نے عرض کی کہ اب کی بھی بیس پچیس روپے لایا تھا
فرمایا آج تک سب کس قدر خرچ ہوا ہوگا، میں نے کہا حساب
تو اس کا اللہ تعالیٰ کو معلوم، بلا قید خرچ ہوتا تھا کسی روز
دس روپے کسی روز پندرہ کسی روز بیس، ایک اندازہ تھا ہی
نہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی اگر تم اس دن
اپنی تھیلی خالی نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اُمید تھی اُنھیں روپوں
میں سب کام نکل جاتا مگر اس میں بھی کچھ حکمت الٰہی تھی، پھر وہاں سے

چلتے چلتے مع الخیر تکیہ پر داخل ہوئے اس وقت کوئی ڈیڑھ سو
آدمی آپ کے ہمراہ ہونگے پھر بعد نماز عصر کے سوا من چاول ہم نے
دو بار کر کے ایک دیگ میں پکائے اور چھ سیر دال ایک دیگچہ میں
پکائی، اتنے لوگ آپ کے ہمراہی تھے اور کوئی پچاس آدمی عورت
مرد ملاکر آپ کے گھر کے تھے اور اس قدر اور بھی لوگ ادہر ادھر کے
آپ کے ملنے کو اس دن آئے تھے بعد نماز مغرب کے میاں عبداللہ
نے آپ سے عرض کی کہ کھانا تیار رہے، آپ نے پوچھا کھانے والے
اپنے بیگانے سب کس قدر ہونگے عرض کی گئی کہ قریب ڈھائی سو کے
ہونگے، فرمایا کہ حصے والوں کو تو حصے بھیجا دو اور باقی لوگ جو ہیں
ان کو بٹھا کر کھلا دو، ہمارے ہمراہیوں میں نو سوار منیڈو خاں کے
رسالہ کے تھے ان میں ایک دفعہ دار حضرت کے مریدوں سے تھے پھر
ان حصہ داروں کے حصے پہنچا دئے، ان نو سواروں میں سے ایک
آدمی حصہ لینے آیا میں نے اٹھا کر کڑیاں چاولوں کی دیں اور
ایک چھوٹی سی ہانڈی میں دال حوالہ کی اور کوئی بڑا برتن موجود

نہ تھا اور اس ہانڈی میں دال دیکھ کر واہی تباہی باتیں بکنے لگا
کہ اتنی دال لے کر میں کس کو دوں دو آدمی بھی تو کھاوینگے میں نے
کہا یہاں میرے پاس دال بہت ہے اپنا ایک آدمی تمہارے
پاس بٹھادونگا جب تمہاری ہانڈی کی دال چک جاویگی تب
وہ اُسی ہانڈی میں میرے پاس سے اور لیجاویگا اس وقت میں
کیا کروں اور کوئی برتن ہی نہیں ملتا ان میں سے ایک سوار نے
اس کا شکوہ جاکر حضرت سے کیا' آپ نے مجھ سے بلاکر فرمایا
کہ ان کو بڑے برتن میں دال کیوں نہیں دیتے' میں نے عرض کی کہ
کہ اس وقت اور کوئی بڑا برتن نہیں ملتا ہے' میں نے ان سے جاکر کہا
کہ جاکر اپنے لوگوں کو کھلاؤ میں اپنا ایک آدمی تمہارے پاس بٹھادونگا
جب دال چک جاویگی تب اسی ہانڈی میں وہ آدمی میرے پاس سے اور
لیجاویگا' آپ نے فرمایا سُبحان بھائی یہ بات تو معقول کہتے ہیں
ان سے کہو کہ پہلے یہ دال لیجاؤ اور ان کو کھلاؤ چک جاویگی تو

وہ آدمی اور لاویگا اُس سوار نے اس کو سمجھا دیا وہ چاول کی کڑیاں
اور وہ دال کی ہانڈی لے گیا اور وہ سب مل کر اپنی رکابی میں
کھانے لگے آخر الامر کھاتے کھاتے سب کے سب اُکتا گئے اور اُس
ہانڈی کی دال تر چکی اور تہ وہ چاول چکے، انہوں نے اپنے دفعدار سے کہا
کہ شیخ صاحب یہ کیا معاملہ ہے ہماری تو عقل میں نہیں آتا کھاتے کھاتے
ہم سب آسودہ ہو گئے اور کھانا نہیں چکتا، دفعدار نے کہا کہ یہ معاملہ کیا
تم نے اتنے دنوں نصیرآباد میں نہیں دیکھا وہاں بھی تو یہی حال تھا انہوں
نے کہا کہ ہوگا مگر اپنی آنکھوں سے ہم نے تو اس وقت دیکھا دفعدار نے
کہا کہ چل کر اس کا حال حضرت سے پوچھو وہ تم کو سمجھا دینگے، پھر انہوں
نے جو رکابیوں میں کھانا تھا وہ اپنے اپنے گھوڑوں کو کھلا دیا اور جو
کڑیاں چاولوں کی ثابت باقی تھیں ان کو اور اس دال کو ہانڈی کو کپڑے
سے ڈھک دیا اور حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور وہ قصہ بیان کیا،
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو وہ اسی طرح اپنے بندوں
کو پرورش کرتا ہے اور کیا تم نے نصیرآباد میں یہ معاملہ نہیں دیکھا۔

تھا کہ ساڑھے سترہ سیر چاولوں میں چھ سو آدمی کھاتے تھے بلکہ ایک روز نو سو آدمیوں نے کھایا جس دن اخوندزادہ آیا تھا پھر وہ یہ کرامت عظمیٰ آپکی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کمال معتقد ہوئے اور عرض کی کہ اس وقت ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کرینگے، آپ نے فرمایا کہ اس وقت نہیں انشاءاللہ تعالیٰ کل بعد نماز ظہر کے تم سے بیعت لینگے یہ سن کر وہ جاکر اپنے اپنے بستروں پر سو رہے اگلے دن وقت موعود پر حاضر ہوئے اور لوگ تو نماز ظہر پڑھ کر مسجد کے باہر چلے گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ اپنے مصلی پر بیٹھے رہے اور ان سواروں کو اپنے روبرو بٹھایا اور اُن سے بیعت لینے لگے، اس وقت مولوی محمد علی صاحب آپکے بھانجے سید محمد صاحب سید عبدالجلیل صاحب کے والد ماجد کے بنگلے میں کہ وہاں سے بیس پچیس قدم کے فاصلہ سے تھا اپنا ناسدان چھوڑ آئے تھے وہاں سے لے کر آئے اور مسجد کے زینے پر چڑھنے لگے مولوی صاحب کہتے ہیں اس وقت چند لوگ حضرت کے پاس بیعت کر رہے ہیں پوچھا وہ کون سے لوگ ہیں، میں نے کہا وہی مینڈو خاں کے رسالے کے سوار جرات کو دال کے لئے جھگڑا کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ ایسے ڈاڑھی منڈے بے شرع کسو کی

سرخ بتیاں سر پر باندھے ہوئے جن کے دو دو پیچ کندھوں تک لٹکتے ہیں
ان کو بیعت کرنے سے کیا فائدہ ہوگا، میں نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں
اس وقت تو ان پر ایک رحمت الٰہی کا جوش ہو رہا ہے کہ زمین سے آسمان
تک ایک ستون سا نور کا نظر آتا ہے، اُنہوں نے کہا تو تو یوں ہی زٹل
ہانکتا ہے میں تو خاک بھی نہیں دیکھتا ہوں، میں نے کہا کہ میں زٹل نہیں
ہانکتا ہوں سچ کہتا ہوں آپ اس طرف خیال تو کریں، انہوں نے کہا کہ
اگر یہ بات سچ ہے تو سیر بھر شیرینی میں تجھکو دوں والا میں تجھ سے لونگا
میں نے کہا یہ دونوں طرف کی شرط ہار جیت کی جوا ہے لیکن یہ بات اگر
سچ نہ ٹھہرے تو میں آپ کو سیر بھر شیرینی دونگا اور جو سچ ہو تو آپ مجھکو
کچھ نہ دیویں، اُنہوں نے کہا کہ اچھا یوں ہی سہی، میں نے کہا تو آپ اسی جگہ
ٹھہر جائیے، لوگ بیعت کرنے سے فارغ ہوں، پھر حضرت سے چل کر پوچھیں
پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ ان سے بیعت لے چکے اور ان میں سے دو آدمی
حاجی پیر محمد بانس بریلی والے کو واسطے توجہ دینے کے سپرد کئے اور تین
آدمی مولوی امام الدین لکھنوی مولوی نصیر الدین خانم کے بازار والے کے بھائی کو
اور دو آدمی حاجی عبد اللہ اکبر آبادی کو اور دو آدمی کسی اور صاحب کو کہ
نام ان کا یاد نہیں سپرد کئے، پھر جب وہ چاروں صاحب ان
کو توجہ دینے کو لے گئے، مولوی سید محمد علی صاحب مرحوم و مغفور

مجکو لے کر حضرت کے پاس گئے اور بیٹھے اور میں کھڑا رہا۔ مجہہ سے
کہا کہ تم بھی بیٹھ جاؤ، میں نے کہا کہ اب آپ حضرت سے پوچھیں، میں
بھی پوچھونگا، حضرت علیہ الرحمۃ نے پوچھا کہ ملا کیا بات ہے، مولوی صاحب
موصوف نے وہ تمام حال جو میں نے اُن سے کہا تھا، آپ کی خدمت
فیضدرجت میں گذارش کی کہ یوں مجہہ سے دین محمد کہتے تھے، آپ نے
فرمایا کہ ملا تم کیا اس میں کچھ شک معلوم ہوتا ہے، مولوی صاحب
نے کہا کہ حضرت مجکو شک ہی معلوم ہوتا ہے اور جو آپ اکثر اوقات
دین محمد کو فرمایا کرتے ہیں کہ یہ میرا ہاتھ ہے یہ میری زبان ہے
سو یہ بات بھی کچھ میرے خیال میں نہیں جمتی، حاصل اس گفتگو کا یہ ہے
کہ اس آج کی بات کا فیصلہ آپ کر دیویں اگر یہ اس بات میں
سچے نکلے تو جو کچھ آپنے ان کے حق میں فرمایا ہے میں ویسا ہی ان کو جانونگا
ورنہ کچھ نہیں، آپ نے فرمایا ملا یہ بات غلط نہیں ہے بلکہ جو کچھ اُنہوں نے دیکھا
ہے وہ حال تمام وکمال تم سے بیان نہیں کیا اور بلکہ جو کچھ حال بیان
مسجد میں گزرا وہ سارا اُنہوں نے ہی نہیں دیکھا اور فرمایا کہ اب تم حل کرو
ہمارے پاس بیٹھو انشاء اللہ تعالیٰ تم کو خود معلوم ہو جائیگا، پھر

آپ وہاں سے اُٹھ کر مسجد کے صحن میں مغرب اور جنوب کے کونے میں
سی ندی کے قریب جا بیٹھے اس عرصہ میں وہ جو چاروں صاحب ان
سواروں کو توجہ دینے کو لے گئے تھے وہاں ہو حق کا ایک شور وغل سا
ہونے لگا، لوگوں نے کہا یہ کیا شور ہے، اسی عرصہ میں حاجی پیر محمد اور
مولوی امام الدین نے آکر عرض کی کہ وہ لوگ تو بیہوش پڑے ہیں، آپ
نے مٹی کے لوٹے میں ندی سے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ سے لوٹا لے کر
ان کو دیا اور فرمایا کہ ایک ایک چلو پانی اس میں سے جا کر ان پر چھڑک
دو ہوشیار ہو جاوینگے وہ تو پانی لے کر ادھر گئے وہ دونو صاحب اپنے
لوگوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے آئے اور آپ کے پاس بیٹھے اور اُن سے
کہا کہ جو تم نے دیکھا ہے حضرت کے روبرو بیان کرو، پر وہ اپنا اپنا
جدا جدا حال بیان کرنے لگے، کسی نے کہا کہ مجکو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کی مجلس کی زیارت ہوئی کسی نے کہا کہ میری حسنین رضی اللہ عنہما سے
ملاقات ہوئی کسی نے کہا کہ میں نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو
دیکھا اور کسی نے کہا کہ میں نے ایسا باغ میوہ دار اور ایسا دریا رواں
دیکھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بزرگ بنا دیا اب تم اس
کام کو نہ چھوڑیو اور اگر تم چند روز یہاں رہتے تو ہم تم کو اور

بھی کچھ تعلیم کرتے مگر خیر یہی بہت ہے اور ہمیشہ تم اپنے روزہ نماز سے
غافل نہ رہنا اور شرک و بدعت سے بچنا، اس عرصہ میں دو توں صاحب
وہ بھی اپنے لوگوں کو لائے مگر اس وقت ان کے ٹھکانے نہ تھے، ایسے
معلوم ہوتے تھے کہ جیسے کوئی نشہ میں ہوتا ہے، آپ نے اُن سے اُس
وقت کچھ احوال نہ پوچھا اور کہا ان کو لیجاؤ بعد نماز عصر کے ہمارے
پاس لانا، اور مولوی سید محمد علی صاحب سے فرمایا کہ ملا تم نے ان کا
حال دیکھا اب کچھ دیر میں ان باقی لوگوں کا حال ان سے زیادہ انشاءاللہ
تعالیٰ دیکھنا، مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ جب آپ کی مسجد میں
ان کا حال اس طرح ارشاد فرمایا اس میں میرا شک جاتا رہا اور تسلی
ہو گئی اگر اب ان کا اس طرح کا حال جیسا آپ فرماتے ہیں ہو تو کیا
عجیب ہے اب تو مکان کو جاتا ہوں عصر حاضر ہونگا، یہ کہہ کر مولوی صاحب
تو چلے گئے وقت عصر کے پھر آئے اور بعد فراغ نماز کے حضرت نے ان
لوگوں کو اپنے پاس بٹھا کر پوچھنا شروع کیا ہر ایک نے اپنا اپنا
جدا ایک حال عجیب وغریب بیان کیا کسی نے کہا میں نے حضرت سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار فیض آثار دیکھا اور کسی نے کہا کہ میں نے
بہشت دیکھی اور اس کے انہار اشجار اور اثمار کا عجیب وغریب بیان

بیان کیا کرتے والے حیران تھے کہ یہ شخص کہاں کا بیان کرتا ہے، اور
کسی نے کہا میں آسمان پر گیا اور وہاں کے عالم کا عجیب و غریب بیان کیا، خیر
جب اسی طرح سے ایک نیا واقعہ ہر ایک بیان کر چکا تب آپ نے مولوی سید
محمد علی صاحب سے کہا کہ ملا تم نے ان لوگوں کی باتیں سنیں اور منسکر کہنے لگے
کہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، پھر حضرت نے ایک
گھڑا کہ اس میں شیرینی دھری تھی منگایا اور کوئی دو سیر تحکو دی اور اسی قدر مولوی
صاحب کو عنایت کی، مولوی صاحب تو اپنی شیرینی رومال میں باندھ کر لیتے گھر
لے گئے اور میری مٹھائی اسی جگہ چند یاروں آشناؤں نے لوٹ کھائی **حکایت**
ایک بار حضرت امیر المومنین علیہ الرحمت نے روز جمعہ کے سید محمد یعقوب صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ آج خطبہ بھی تم ہی پڑھو اور نماز بھی تمہیں پڑھاؤ
اس ایام مبارک فرجام میں سید محمد یعقوب صاحب کا سن تخمیناً چودہ پندرہ
برس کا ہوگا، اور کہا اگر خطبہ تم کو یاد ہو تو خیر والا دیکھ کر ابھی سے یاد کر لو
اُنہوں نے عرض کی کہ خطبہ تحکو یاد ہے اور پھر بھی دیکھ لونگا، آپ خاموش
رہے، پھر جب وقت نماز کا آیا، آپ نے ان سے فرمایا، اُنہوں نے
خطبہ پڑھا پھر نماز پر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھانے لگے بعد فراغ
نماز کے آپ نے ان سے پوچھا کہ نماز پڑھانے میں تمہارا کیا حال

تھا، انہوں نے عرض کی کہ رکعت اول میں تو کچھ دیر پیروں پر
رعشہ سا واقع ہوا مگر پھر آپ ہی آپ جاتا رہا پھر باقی نماز میں نے اچھی طرح
سے تمام کی پھر اس کے دوسرے یا تیسرے دن حضرت علیہ الرحمۃ مسجد
کی چھت پر اکیلے بیٹھے تھے اور زینہ پر عبدالرحیم کاندھلہ والے بیٹھے تھے آپ
نے اُن سے فرمایا کہ حاجی عبدالرحیم صاحب کو بلالو، وہ حاجی صاحب ولایتی
تھے اور بعضے وقت حضرت علیہ الرحمۃ اُن کو دادا عبدالرحیم کہتے تھے، پھر انہوں
نے بلالیا وہ جاکر حضرت کے پاس بیٹھے وہاں اُن سے اور حضرت سے جو
باتیں ہوئیں مجھکو نہیں معلوم، پھر کچھ دیر میں واسطے کسی کام کے میں بھی
وہیں جاکر حاضر ہوا اور آپ کے پاس بیٹھا، اس میں حاجی صاحب نے
حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ مجھ سے محمود نومسلم اور حاجی عمر ولایتی
نے پوچھا کہ اب کی جمعہ کو سید محمد یعقوب صاحب سے نماز نہیں ہوئی فقط
اتنا ہی کلام حاجی صاحب کرنے پائے، آپ نے ان سے فرمایا کہ حاجی صاحب
مجھکو میرے پروردگار کی طرف سے الہام ہوا کہ تو سید محمد یعقوب کو تعلیم
دے، میں نے عرض کی الٰہی تعلیم کرنا تیرے اختیار میں ہے تیرا ہی تعلیم
کرنا صحیح ہے، پھر میرا ارادہ یہ ہوا کہ پہلے میں ان سے نماز جمعہ کی پڑھاؤں
مگر یہ بھی خدشہ دل پر گذرا کہ وہ ابھی کم سن ہیں ایسا نہ ہو کہ نماز پڑھانے

میں لغزش کھا جاویں کہ نماز میں کچھ خلل واقع ہو، پر جناب باری عزاسمہ
سے یہ ارشاد ہوا کہ اس بات کا تو اندیشہ کیوں کرتا ہے دل تو ہمارے
قبضہ میں ہے بے حکم ہمارے لغزش نہ ہوگی میں نے جانا کہ اس امر کا اس
طرف بھی اشارہ ہے، اس سبب سے نماز پر میں نے ان کو کھڑا کیا اور اب
میرے دل میں یہ بھی آتا ہے کہ ان سے کہہ دوں کہ میں جس وقت حاضر
نہ ہوں یا دور گیا ہوں تو امامت لوگوں کی تم کیا کرو اور کبھی کبھی میرے
روبرو بھی جب میں کہوں نماز تمہیں پڑھایا کرو پھر بعد اس کے آپ نے
ایسا ہی کیا یعنی سید محمد یعقوب صاحب کو نماز پڑھانے کی اجازت دی
اور انہوں نے بارہا روبرو آپ کے اسی مسجد میں امامت لوگوں کی کرتے رہے

قصہ اجرائے حکم سفر حج اور اس کی راونگی کا

ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ باتن تنہا بعد نماز اشراق کے اپنے تکیہ کی مسجد کی
چھت پر بیٹھے تھے اور عبدالرحیم صاحب کاندھلہ والے چھت کے زینہ پر تھے
آپ نے آواز دی کہ یہاں کوئی حاضر ہے وہ بولے کہ میں حاضر ہوں آپ
نے فرمایا کہ جو کوئی نیچے ہوں ان کو یہاں بھیج دو، انہوں نے زینہ پر سے
مجھکو دیکھ کر کہا کہ حضرت بلاتے ہیں تم بھی آؤ اور جیو صاحب اور ہوں
اُن سے بھی کہہ دو، بعد کئی شخصوں سے میں نے کہہ دیا، اور میں سب سے

بیشتر آپ کے پاس جاکر حاضر ہوا اُس وقت آپ مسجد کی چھت کی منڈیر
پر کر گھٹنوں سے کچھ بلند ہو گئے دونوں ہاتھ ٹیکے ہوئے کسی بلندی کی طرف
دیکھ رہے تھے، پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ دین محمد خواب
تمہارا مبارک ہو، میں نے عرض کی کہ کون سا خواب فرمایا جو بیت اللہ شریف
جانے کا جو تم نے کئی مہینے ہوئے دیکھا تھا، سو خدا تعالیٰ سے مجکو الہام ہوا کہ
تو پہلے حج کو جاؤ وہاں سے آکر جہاد کو جاتا اور اُس وقت آپکے پاس وہاں
حاجی عبدالرحیم پیر محمد یانس بریلی والے اور مولوی قاسم پانی پتی اور حاجی
عبداللہ اکبرآبادی اور کئی صاحب اور بھی حاضر تھے اُن کے نام یاد نہیں، آپ
نے ان سب سے از روئے خوشی کے کہا کہ بھائیو اب اپنے اپنے سامان کی
تیاری کرو، حاجی عبدالرحیم صاحب نے عرض کی کہ آپ تو سفر ہجرت و جہاد کی
تیاری میں تھے یہ بیچ میں کیا معاملہ آگیا، آپ نے فرمایا کہ منظور الٰہی یوں
ہی تھا اس میں بڑی حکمت اور اسرار الٰہی کے معاملات ہیں کسی وقت ہم تم سے
اس کا بیان کرینگے، پھر آپ چھت سے اتر کر یہی باتیں حج کی جانے کی
کرتے ہوئے اپنے دولتخانہ میں تشریف لے گئے اور ہم لوگوں میں سفر حج
کی بشارت سن کر نہایت خوشی ہونے لگی کہ مراد دل کی پوری ہوئی
اور اپنے اپنے مکان میں جاکر سب کو یہی بشارت سنائی ہر ایک کو

کمال خوشی حاصل ہوئی، پھر کئی روز کے بعد آپ نے ارادہ کیا کہ شاہجہان آباد
اور پھلت سہارنپور رامپور بانس بریلی وغیرہ کے مریدوں اور معتقدوں کو
واسطے اعلام حج کے چند خطوط بھیجیں کہ نیت ہماری پہلے سفر ہجرت کی تھی
مگر اب مرضی الٰہی یہی ہے کہ پہلے حج کو جاویں، سو جن بھائیوں کو ارادہ
واسطے ادائے حج کے ہمارے ساتھ چلنے کا ہو یہاں آکر حاضر ہوں، پھر
آپ نے واسطے لکھنے خطوط کے کاتب تلاش کیا، آپ کی مرضی شریف کے موافق
نہ ملا، آپ نے سید زین العابدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو آپ کے بھانجے
سید احمد علی صاحب کے بیٹے ہیں فرمایا کہ تم خط لکھو، انہوں نے عذر کیا
کہ آپ تو جانتے ہیں مجکو اس میں مہارت نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ اب تو
جس طور سے ہو سکے تم ہی لکھو، انہوں نے پھر وہی عذر کیا، آپ نے فرمایا
کہ ہمارے پاس آؤ جس طرح سے ہم تم کو بتاتے جاویں اس طرح تم
لکھتے جاؤ، پھر قلم دوات کاغذ لے کر وہ آئے، آپ نے ان کے واسطے دعا
کی اور فرمایا کہ دعا میری اللہ تعالیٰ و تقدس نے مستجاب کی انشاء اللہ تعالیٰ
تم کو خط لکھنا آجاویگا، پھر الگ بٹھا کر ان سے آپ نے سودہ کرانا شروع
کیا کئی روز کے اندر وہ باخوبی لکھنے لگے، پھر تمام خطوط جو حاجت تھی
ان سے لکھا کر آپ نے جابجا ارسال فرمائے اور مضمون خطوں کا یہ
تھا کہ ہم واسطے ادائے حج کے بیت اللہ شریف کو جاتے ہیں جن

صاحبوں کو حج کرنا منظور ہو ان کو اپنے ہمراہ لاؤ مگر ساتھ اس شرط کے کہ ہمارے پاس نہ کچھ مال ہے نہ خزانہ محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرکے جاتے ہیں اور ہم کو اُس کی ذات پاک سے اُمید قوی ہے کہ وہ اپنے کرم وفضل سے ہماری مراد پوری کریگا اور جہاں کہیں رستے میں واسطے حاجت ضروری کے خرچ نہ ہوگا وہاں ٹھہر کر ہم لوگ محنت مزدوری کرینگے جب باخوبی خرچ جمع ہوگا تب وہاں سے آگے کو روانہ ہونگے اور جو عورتیں اور مرد ضعیف قابل مزدوری کے نہوں گے وہ اپنے ڈیروں کی نگہبانی پر رہینگے اور اُس خرچ میں کمانے والے اور ڈیروں میں رہنے والے سب شریک ہونگے اور اسی مضمون کے خطوط مولانا عبدالحی صاحب کو قصبہ برہانی میں اور بلدۂ دارالخلافت دہلی میں مولانا محمد اسماعیل صاحب کو اور پھلت میں مولوی وحید الدین صاحب اور اُن کے بھائی حافظ قطب الدین صاحب اور اُن کے والد حافظ معین الدین صاحب کو اور مولوی وجیہ الدین صاحب اور حافظ عبدالرب صاحب اور حکیم مغیث الدین صاحب اور اُن کے بھانجے شہاب الدین وغیرہ کو لکھے اور حکیم مغیث الدین صاحب بڑے طبیب حاذق اور بڑے دیندار اور متقی و پرہیزگار اور صاحب اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اور بڑے عابد زاہد صاحب تاثیر اور بڑے نامی خلیفوں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے سے

تھے ' اُنھیں حکیم صاحب ممدوح کے خلف الصدق فرزند سعادتمند متصف
باوصاف حمیدہ اور موصوف باخلاق پسندیدہ حکیم مشتاق احمد صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ اب سہارنپور سے آقائے نامدار دولتمدار حضور پرنور دام اقبالہ
کی سرکار فیض آثار میں ملازم ہیں اور ایک خط ملا دوندے کو بھیجا
تھا جس طرح حکیم صاحب موصوف کی ذات بابرکات سے سہارنپور
والوں کو ہدایت ہوئی اسی طرح ملا دوندے کے سبب سے اطراف اور
نواح سہارنپور میں بے شمار لوگوں کو ہدایت ہوئی پھر بعد چند روز
کے جواب باصواب ان خطوں کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور
مضامین اشتیاق آگیں ان کے یہ تھے کہ آپ کا بشارت نامہ ہدایت شمامہ
آیا اور نہایت معزز و ممتاز اور خوشدل اور سرفراز فرمایا اور کیفیت بیعت
طوعیت جو اس میں درج تھی دریافت ہوئی انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب
آپ کی خدمت سراپا برکت میں ہم لوگ حاضر ہوتے ہیں اور موافق ارشاد
ہدایت بنیاد حضور پرنور موفور السرور کے جو صاحب عازم بیت اللہ شریف
کے ہونگے ان کو اپنے ساتھ لا دینگے' بعد اس کے حضرت امیرالمومنین '
علیہ الرحمۃ نے واسطے سفر باظفر کالن پور کے کوئی پچاس ساٹھ
آدمیوں سے تیاری کی' پہلے روز تکیہ شریفہ سے روانہ ہوئے وہاں سے
چھ سات کوس پر ایک بستی میں کہ نام اس کا بھوا ہے ایک پالن

والی لکھنؤ اتری تھی جب آپ مع رفقا وہاں پہنچے اور وہاں سے آگے
کا ارادہ کیا تب اس ٹیالن کے مسلمان لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کو
آگے نہ جانے دیا اور سب نے مل کر آپ کی ضیافت کی اور اکثر لوگ آپ کے
دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بعض لوگوں مستقیم جان
مولیش والے بھائی مہربان خاں کی تیر و کمان باندھے ہوئے تھے مگر
وہ چند ماہ پیشتر سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تھے پھر اگلے روز
بعد نماز فجر کے وہاں سے بہری پور کے لوگ جو بیسواڑے میں ہے اپنی بستی کو
لے چلے موسم گندہ بہار کا تھا اور مینہ برستا تھا حضرت علیہ الرحمۃ سب
لوگوں کو لیکر آگے بڑھ گئے اور کچھ دن رہے سے بہری پور میں جا کر داخل
ہوئے اور حاجی عمر ولایتی اور ایک میں اور ایک گاڑی بان یہ پانچ آدمی
گاڑی پر پیچھے رہ گئے اور رات ہو گئی اور مینہ برستا تھا اور رستہ بھی بھول گئے
اس وقت یہ نہیں معلوم تھا کہ رستہ کہاں ہے اور بہری پور کس طرف اور
کتنی دور ہے گاڑیبان بہت گھبرایا کہ ایسا نہ ہو کہ چور یا ٹھگ گاڑی
اور بیل چھین لیجاوے تو بڑی قباحت ہو اس عرصہ میں ایک طرف
حضرت علیہ الرحمۃ کی اللہ اکبر کی آواز سنائی دی ہم لوگوں کو یہ گمان
ہوا کہ شاید حضرت علیہ الرحمۃ بھی رستہ بھول گئے ہیں ہم چاروں

آدمی گاڑی سے اُتر کر پیروں چلنے لگے اور گاڑیبان نے اُسی آواز
کی طرف گاڑی ہانکی کوئی آدھ کوس چل کر ٹہر گیا اس عرصہ میں
وہاں دوسری آواز حضرت علیہ الرحمۃ کی ہم سب نے سنی کہ اس
طرف چلے آؤ، پھر ہم چاروں آدمی وہیں گاڑی کے پاس کھڑے رہے
اور وہ گاڑیبان اسی آواز کے سامنے اکیلا روانہ ہوا کوئی دو دو سو
قدم گیا ہوگا وہاں بری پور کا رستہ ملا، پھر وہاں سے وہ پلٹ آیا
اور اُسی طرف گاڑی کو ہانکا اور اُسی رستے میں گاڑی لے کر چلا کوئی
تین چار گھڑی رات گئے گاڑی لیکر ہم سب بری پور میں پہنچے وہاں ایک
آدمی سے پوچھا کہ یہاں کوئی آج مسافر لوگ بھی اُترے ہیں، اس نے
کہا ہاں تکیہ کے سید صاحب فلانے مکان پر آج کچھ دن رہے سے اُترے
ہیں، پھر ہم لوگ وہیں گاڑی لے کر جا داخل ہوئے، وہاں ہمارے واسطے
بھی جگہ لوگوں نے لے رکھی تھی، ہم چاروں شخصوں نے وہاں کمر کھولی
پھر حاجی عبدالرحیم صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گئے ان کے بعد میں
بھی جا کر وہیں حاضر ہوا، آپ نے پوچھا کہ حاجی صاحب آج تو رستہ
میں خوب ہی بھٹکے ہوگے، انہوں نے تمام رستہ کی سرگذشت آپ
کے روبرو عرض کی اور کہا کہ دو بار دو جگہ راستہ میں ہم سب نے
آپ کی آواز سنی یہ کیا معاملہ تھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے ساتھ خیر و عافیت کے تم کو یہاں پہنچایا اب اس معاملہ کے معلوم کرنے سے کیا غرض، یہ سن کر حاجی صاحب خاموش ہو رہے، پھر رات بھر وہاں رہے، بہت شخصوں نے وہاں کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، پھر صبح کو وہاں سے چند لوگ موراُئیں میں لے گئے وہاں بہت لوگ آپ کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے، پھر اگلے دن لوگ آپ کو وہاں سے بچھیت پردے بدلہ رن پیر میں لے گئے وہاں بھی بہت لوگ مرید ہوئے وہاں رات بھر رہ کر اگلے دن ہڑکی میں لے گئے وہاں رجب خاں وغیرہ بہت صاحب نے بیعت کی ایک رات رہ کر وہاں سے کانپور کو تشریف لے گئے اور کانپور میں منڈرو صاحب فرنگی کی بی بی ہندوستانی تھی اس کے مکان پر جا کر آپ اترے اور وہاں اترنے کا سبب یہ ہوا کہ جب ایک بار اس سے پیشتر آپ کانپور کو تشریف لے گئے تھے تو چھاونی میں اترے تھے شہر میں آنے کا کم اتفاق ہوا تھا اور منڈرو صاحب کی بی بی آپ کے دیدار فرحت آثار کی کمال مشتاق اور آرزومند تھی اور کئی بار اُس نے اپنا آدمی بھیج کر آپ کو بلایا مگر آپ نے حیلہ بہانہ سے ٹال دیا اور وہاں نہ گئے اور تکیہ شریف کو تشریف لائے وہاں جناب الٰہی سے آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے منڈرو کی بی بی کی ہدایت تجھ پر موقوف رکھی ہے اور تو

وہاں سے چلا آیا' اب یہاں سے پھر جا اور اس کو ہدایت کر' آپ نے
پھر کانپور جانے کا ارادہ کیا' اس عرصہ میں اُس عورت نے اپنے
لیپا لگ کے خاوند مرزا عبد القدوس کشمیری کو آپ کے بلانے کو بھیجا
پھر آپ ان کے ساتھ کانپور کو تشریف لے گئے اور منڈرو صاحب کی بی بی
کے مکان پر اُترے اور مرزا عبد القدوس سے کہا کہ ہم کو کوئی جگہ بتا دو وہاں
ہمارے آدمی کھانا پکا لیا کریں' انہوں نے عرض کی آپ کے آدمی کیوں
تکلیف کرینگے کھانا ہمارے یہاں پکا کریگا' آپ نے فرمایا کہ ہم اپنا ہی
کھانا پکوا دینگے' مرزا صاحب آپ کا عذر سمجھ گئے کہ آپ منڈرو کی بی بی
کے گھر کا کھانا نہ کھاوینگے' پھر آپ کو ایک گوشہ میں لیجا کر عرض کی
کہ میرا کاروبار تمام جدا ہے ان کا اس میں کچھ علاقہ نہیں ہے میں سوداگری
کیا کرتا ہوں میرا روپیہ تجارت کا ہے اور جو کچھ روپیہ نقد یا کوئی اسباب وہ
اپنے بیٹے کو دیتے ہیں وہ اُن کے بیٹے کے پاس جدا رہتا ہے اُس نقد اور
مال سے مجھکو کوئی غرض نہیں' آپ نے فرمایا کہ خیر اگر یہ بات ہے تو کچھ
مضائقہ نہیں تمہیں اپنے یہاں سے پکوانا اور ایک روز اپنی ساس کی
طرف سے دعوت کی پھر اور جابجا شہر میں لوگوں کی یہاں دعوتیں
ہونے لگیں' مرزا صاحب کی نوبت کھانے کی نہ آئی' پھر ایک روز
منڈرو کی بی بی کوئی چار ہزار روپے نقد آپ کو دینے لگی کہ یہ

آپ کی نذر ہیں، آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم کو روپیوں کی کچھ حاجت نہیں انشاءاللہ تعالیٰ حج سے آکر جب جہاد کو چلیں گے تب جیسا کچھ مناسب ہوگا تم سے کہہ دیوینگے، پھر اس نے کہا کہ میں نے یہ اپنا مکان جو میری ملک ہے آپ کی نذر کیا اور وہ بڑا مکان عالیشان لنبا چوڑا کوئی بیس چالیس ہزار روپے کا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ ہم اس کو لے کر کیا کریں ہم حج کو جاتے ہیں اپنا ہی مکان چھوڑ جاوینگے، اُس نے کہا اب تو میں آپ کی نذر کر چکی آپ جو چاہیں سو کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو یہ مکان ہماری طرف سے اپنے داماد مرزا عبدالقدوس کو دو، پھر اس نے وہ مکان مرزا صاحب موصوف کو دے دیا اور جب تک کانپور میں آپ نے قیام فرمایا اُسی مکان میں رہے اور منشی رد صاحب کی بی بی اور اُس کے دو لیپا لک لڑکیوں اور دو لیپالک لڑکوں نے اور مرزا عبدالقدوس نے اور بہت اس محلہ کے لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور جو اس کے نوکر چاکر تھے اُنھوں نے بھی بیعت کی، پھر اکثر شہر کے شرفا اور غربا آپ کو اپنے مکانوں پر واسطے بیعت کے لیجانے لگے، شہر کے کئی ہزار آدمیوں نے بیعت کی اور وہاں شہر میں شیخ محمد تقی اور شیخ عبداللہ جو بڑے بڑے امیر کبیر تھے

اور وہ دونوں بھائی پیشتر سے حضرت کے مرید اور معتقد تھے اور کمال
خاں اور امن یہ دو بوچڑ اور تھے اور یہ بھی بڑے مالدار لاکھوں روپے
کے آدمی تھے اور اُن کے درمیان عداوت اور نااتفاقی تھی اور سبب
اس عداوت کا یہ تھا کہ وہ دونو حضرت کے مرید اور بڑے دیندار
اور پرہیز گار تھے اور یہ دونوں بدعتی پیر پرست اور تعزیہ دار
تھے اور ہزاروں لوگ شہر والے ان کے شریک اور طرفدار تھے سو کئی
بار دو تین دن کے بعد مندرو صاحب کی بی بی نے صلاحاً حضرت سے
عرض کی کہ آپ ان دونوں بوچڑوں کے واسطے جناب الٰہی میں دعا
کریں اگر یہ دونوں آپ کی طرف آجاویں تو بسبب اُن کے ہزاروں
آدمی شہر کے مشرک و بدعتی تائب ہو کر پکے مسلمان ہو جاویں کیونکہ
یہ دونوں بڑے جتھے والے ہیں، پھر ایک روز آپ نے فرمایا کہ بہت خوب
ہم دعا کرینگے ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، پھر کئی روز کے بعد
اُس نے یہی سوال کیا، آپنے اُس کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے اُن کے
واسطے دعا کی ہے اور جناب الٰہی میں مستجاب ہوئی، اب انشاء اللہ تعالیٰ
وہ آپ ہی ہم کو یہاں سے اپنے مکان پر بلا وینگے تم خاطر جمع رکھو
کچھ اندیشہ نہ کرو، پھر کئی دن کے بعد کوئی پچاس ساٹھ آدمیوں کے دونوں

وہ دونوں بوجیٹر آپ کے پاس آکر حاضر ہوئے اور اپنا عذر بیان
کرکہ کاروبار دنیاوی سے ہم کو فرصت نہیں ملی اس سبب سے آپ کے دیدار
فیض آثار سے آج تک ہم محروم رہے اور اب آپ ہمارے غریب خانہ
کے تشریف لے چلیں اور کل آپ کی دعوت ہے اور وہاں ہم بھی اور
چار سو آدمی اور بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کرکے مرید ہونگے
آپ نے اُن کی دعوت قبول کی اور فرمایا کہ تمہارے یہاں آوینگے' یہ
یہ کہہ کر وہ اپنے مکان کو گئے اور پہلے دعوت کمال خاں نے کی اور
اگلے روز بعد نماز اشراق کے کئی آدمی ان کے آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ
کو اور آپ کے لوگوں کو لے گئے اور ان کے دیوانخانے میں جاکر
بٹھایا اور کھانا کھلایا' بعد اس کے کمال خاں حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے
زنانے مکان میں لے گئے اور اپنی عورتوں کو مرید کرایا جب وہاں سے
آپ باہر دیوانخانہ میں تشریف لائے کمال خاں نے بیعت کی ،
ان کے بعد کئی سو ان کے رفیقوں اور یاروں آشناؤں نے بیعت کی
اور کمال خاں نے آپ کے سامنے اسی مجلس میں اقرار کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنی زندگی بھر تو کوئی فعل شرک و بدعت کے نہ کرونگا اور نہ

اپنے گھر میں کسی کو کرنے دونگا میرے بعد وہ جانیں جیسا کرینگے ویسا پاوینگے، پھر حضرت وہاں سے اپنے مکان اقامت کو آئے، دوسرے دن کسی وقت امن خاں کے یہاں دعوت ہوئی اور اُن کے لوگ آکر حضرت کو مع رفقائے گئے اور امن خاں کے امام باڑے میں جاکر بٹھایا اور ہم سب کو کھانا کھلایا، بعد اس کے حضرت کو امن خاں اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور اپنے یہاں کی تمام عورتوں کو مرید کرایا، پھر امام باڑے میں آکر امن خاں نے بیعت کی پھر اپنے رفیقوں اور آشناؤں کو مرید کرایا پھر وہاں سے حضرت اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے **حکایت**

بلدہ لکھنؤ میں محمد زماں خاں نام ایک امیر کبیر کرنیل تھے اُنھوں نے اپنے بیٹے کے بیاہ کی بڑی دھوم دھام سے تیاری کی اور اُس کے سامان اور اسباب میں کوئی چالیس پچاس ہزار روپے صرف کیا اور براتیوں کے کھانے کا حکم دیا کہ ہر شخص کے آگے ہر قسم کا کھانا پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کا رکھا جاوے اور ہر کسی کو اجازت ہے چاہے برات میں بیٹھ کر کھاوے چاہے اپنے گھر لیجاوے اور دولھا کے باپ نے بڑی بڑی کسبیوں اور کشمیریوں اور بھانڈوں کے نامی طائفوں کو بلایا اور ہزاروں روپے کے کاغذی اور ابرک کی پھولوں کی آرائش بنوائی اور آتشبازی منگوائی اور کئی مغزز آدمی بھاڑ اپنے لیئے

واسطے لانے حضرت علیہ الرحمۃ کے بھیجے اُنھوں نے آکر آپ کی خدمت
شریف میں عرض کی کہ محمد زماں خاں کرنیل کے بیٹے کا بیاہ ہے سو آپ
کو بھی بلایا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہاں غربا لوگ واسطے بیعت وغیرہ
کے اکثر اوقات آتے ہیں اس سبب سے جانے کی فرصت نہیں اور ہم وہاں
کیا بناویں گے ان کے لئے ہم اسی جگہ سے دعا خیر کرینگے، خاں صاحب کو
ہمارا سلام پہنچانا اور کہنا کہ اس تکلیف سے ہم کو معذور رکھیں، آپ کی
زبان مبارک سے یہ تقریر سُن کر وہ چلے گئے اور اُسی دن وقت عصر کے
پھر آئے اور وہی پیام لائے اور وہی سوال کیا، آپ نے پھر وہی جواب
دیا، پھر وہ چلے گئے، اگلے روز کچھ دن چڑھے پھر آئے اور وہی پیغام
لائے کہ خاں صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ میرے
غریب خانہ میں ضرور قدم رنجہ فرماویں آپ کے آنے سے میرے یہاں
برکت ہوگی حضرت نے تو ان کو کچھ جواب نہ دیا مگر اس وقت مولوی
عبدالحق صاحب حافظ عبداللطیف صاحب کے بڑے بھائی اور حاجی عبدالرحیم صاحب
اور مرزا عبدالقدوس نے اُن سے کہا کہ صاحبو! تم دو روز سے حضرت
کے لینے کو آتے ہو اور آپ عذر کرتے ہیں کچھ آپ کے عذر کی وجہ
بھی سمجھتے ہو، تمہارے خاں صاحب امیر دنیادار آدمی ہیں سو سب طرح

کی بدعت اور معصیت کے کام وہاں موجود ہیں، حضرت کے لیجانے سے
کیا فائدہ، وہ لوگ سمجھ گئے اور کہا تم سچ فرماتے ہو، مگر ہم اس کا بندوبست
ابھی کئے لیتے ہیں اور اپنے میں سے ایک صاحب کو خاں صاحب کے پاس بھیجا
کہ تم اس کا تصفیہ کر کے جلد خبر لاؤ، وہ گئے کچھ دیر میں پھر آئے اور حضرت
کی خدمت میں عرض کی کہ خاں صاحب نے کہا ہے کہ آپ میرے غریب خانہ
میں تشریف رکھیں گے کوئی خلاف شرع کام آپ کے روبرو نہ ہوگا، آپ
نے فرمایا کہ اگر یہ اقرار ہے تو ہم چلینگے، پھر آپ نے کئی شخصوں کو مکان
پر چھوڑا اور باقی رفیقوں کو ساتھ لیا اور ان کے ساتھ تشریف لے گئے
اور خاں صاحب مذکور کے مکان میں لوگوں کا بکثرت ہجوم تھا ہر طرح کے
آدمی فاسق و فاجر داڑھی منڈے خلاف شرع موجود تھے اور چاندی
کے حقے اور چاندی کے خاصدان عطردان پاندان وغیرہ ظروف دھرے تھے
اور معازف و مزامیر بھی مگر اس وقت راگ ناچ موقوف تھا، وہیں
حضرت کو ایک جگہ بٹھادیا وہاں سامان خلاف شرع کا دیکھ کر آپ کا
چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، اس میں خاں صاحب کے آدمی عطر اور پان لائے
اور دینے لگے، آپ نے نہ لیا، محمد زماں خاں نے عرض کی کہ ارشاد ہو کہ
اور عطر اور پان منگاؤں، آپ نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں، اس عرصہ میں
مولوی عبدالحی صاحب نے ان لوگوں سے کہا جو اقرار کر کے آپ کو

لائے تھے کہ تم وہاں سے حضرت کو جو وعدہ کرکے لائے تھے یہاں یہ
کاروبار اس کے خلاف پایا یہ تم کو مناسب نہ تھا اور یہ حرکت تم
سے بیجا ہوئی پھر کچھ دیر میں آپ وہاں سے ناخوش ہو کر اٹھے اور پینس
میں سوار ہو کر چلے کوئی پچاس ساٹھ قدم جو آپ کو لائے تھے وہ ساتھ
آئے اور عذر کرنے لگے کہ حضرت میرا کچھ قصور اس امر میں نہیں ہے جو کچھ
مجھ سے خاں صاحب نے کہا تھا وہ میں نے حضور عالی میں عرض کیا آپ
نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ اپنے اقامت کو آئے، حاجی عبدالرحیم صاحب
نے مولوی عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ بہت جلد حضرت وہاں سے تشریف
لائے، مولوی صاحب ممدوح نے وہاں سے آنے کا تمام ماجرا
بتفصیل بیان کیا اور کہا کہ انہوں نے وعدہ خلافی کی اور حضرت کا
اس میں کچھ نقصان نہیں مگر انھیں کے حق میں یہ بات بے مناسب ہوئی
پھر جب مولوی صاحب یہ کلام کر چکے، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ
مولوی صاحب اس امر میں اللہ تعالیٰ خیر کرے، مولوی صاحب نے عرض کی
کہ آپ ان کے واسطے دعا کریں، آپ نے فرمایا کہ مولانا اس امر میں دعا
میری مستجاب نہ ہوگی، پھر اسی روز بعد مغرب کے یکبارگی شہر میں
ایک شور و غل اٹھا لوگوں کو گمان ہوا کہیں دھاڑ پڑا یا تھا۔

چلا، پھر کچھ دیر میں حال مفصل معلوم ہوا کہ محمد زماں خاں کرنیل کے
یہاں چھپر میں آگ لگ گئی اور بہت سامان بیاہ کا جل کر خاک ہو گیا
اور بہت اسباب ناقص ہو گیا اور آگ بجھانے میں ہزاروں روپیوں
کا مال لٹ گیا، حضرت نے سُن کر اس امر میں کچھ نہ فرمایا اور لوگ
آپس میں کہنے لگے کہ سید صاحب کو جو انہوں نے اپنی بدعہدی سے
ناخوش کیا اللہ تعالیٰ نے اسی کی سزا ان کو دی پھر اس کے اگلے دن
منڈرو صاحب کی بی بی نے مرزا عبدالقدوس کے یہاں سے جنس منگاکر
حضرت علیہ الرحمۃ کی دعوت کی، اور ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اور
بھی آئے ان میں حضرت کے کئی خلیفہ بھی تھے چنانچہ ایک خلیفہ رحم علی اور
دوسرے خلیفہ محمد بخش اور تیسرے خلیفہ یاسین خاں صوبہ دار سوا ان کے اور
بھی معزز لوگ تھے اور دو آدمی محمد زماں خاں کے بھی واسطے عذر و
معذرت کے آئے تھے اور مسجد میں حضرت کے پاس بیٹھے تھے اور محمد زماں
خاں کی طرف عذر کرنے لگے اور کمال خاں اور امن خاں کے لوگ
ان کو الزام دینے لگے کہ تمہارے خاں صاحب کو مناسب تھا کہ حضرت
سے ایسی وعدہ خلافی کی، حضرت نے فرمایا کہ ان کو کچھ نہ کہو حقیقت
میں تو بات یوں ہی ہوئی کہ ایک تو خدائے تعالیٰ کی نامرضی کے کام
کر رہے تھے، دوسرے اپنے وعدہ کے خلاف کیا، تو انہوں نے

اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عقیقہ کا کام کیا مگر اب کچھ کہنا نہ چاہئے پھر
لوگ دعوت کھا کر اپنے اپنے مکانوں کو رخصت ہو گئے، اس کے کئی روز
کے بعد محمد زماں خاں کے بیٹے کے جہیز کا اسباب دولہ کے یہاں پہنچایا جاتا
تھا تمام اسباب پہنچ چکا تھا کہ قضائے الٰہی سے محمد زماں خاں کے
بیٹے مر گئے اور وہاں کا تنور ہیں خلیفہ محمد بخش رفوگر کی دکان کے متصل
ایک نانکو والے کی دکان تھی اور وہ غریب آدمی بڑا نمازی تھا
کہ وہ دو چار روپے کا اسباب دکان میں رکھتا تھا اور خرچ اُس
کے گھر کا زیادہ تھا اور آمدنی کم، ایک روز خلیفہ محمد بخش اس کو حضرت
کے پاس لائے اور عرض کی کہ یہ میرا پڑوسی ہے اس کو آپ مرید کریں
آپ نے اس کو مرید کیا اور خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ یہ تمہارے پڑوسی
ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کا نام تعلیم کیا کرنا، اُنہوں نے کہا کہ ان کے اہل و عیال
بھی اُمیدوار ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں، آپ نے فرمایا کہ
ان کو تم مرید کر لینا، پھر اُنھوں نے عرض کی کہ آپ ان کے واسطے دعا کریں
خرچ ان کا زیادہ ہے اور آمدنی کم ہے، حضرت نے ایک روپیہ ان کو دیا
اور فرمایا اس کو کبھی خرچ نہ کرنا جب تک یہ تمہارے پاس رہیگا انشاء اللہ
تعالیٰ کبھی محتاج نہ ہوگے، پھر وہ تو اپنے مکان کو گئے، وہیں خلیفہ

۵۷۷

محمد بخش کے حقیقی بھائی حسین بخش بھی حاضر تھے اور وہ بھی نہایت
محتاج اور مفلس تھے، مرزا عبدالقدوس نے ان کے لئے بھی حضرت سے عرض کی
آپ نے ایک روپیہ ان کو بھی عنایت فرمایا اور کہہ دیا اس کو خرچ
نہ کرنا اور ان کا نام بھی آپ نے بدل کر محمد حسین رکھا پھر یہی نام اُن کا
مشہور ہوا اور تکملہ اس حکایت کا یہ ہے کہ جب حضرت کانپور سے مکہ
شریفہ کو گئے اور چند روز میں سفر حج کا کیا اور وہاں سے حج کرکے بالخیر
آئے اور مجھکو واسطے لینے ایک گھوڑے کے ملک پنجاب کو روانہ کیا جب
میں کانپور میں پہنچا اور اپنے گروہ کے لوگوں سے ملا ان کی زبانی معلوم
ہوا کہ جس دن سے سید صاحب زماں خاں کرنیل کے مکان سے ناخوش ہوکر
اٹھ گئے تھے تب سے ان کی تباہی اور خرابی ہوتی ہے، تمام مال واسباب
اور گاؤں وغیرہ نیلام ہوگئے چنانچہ پچاس ہزار روپے کے گاؤں
نیلام ہوگئے، فقیر محمد خاں رسالدار نے لئے اسی طور باقی اور لوگوں نے
لئے اور اب کچھ حالت امیری کی باقی نہیں ہے اور اس تماکو والے کو جو
میں نے دیکھا تو بہت خوشحال پایا صدہا روپے کا آدمی ہوگیا بڑی بڑی
دیگیں تلے اوپر دکان میں دھری تھیں اور صدہا روپے کی تماکو میں
نے پوچھا کہو میاں صاحب اب کیا طور ہے، اُنھوں نے کہا کہ یہ سب

حضرت کے ردبیہ کی برکت کا طفیل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے
سب کچھ مجکو دیا ہے، اور اسی طور خلیفہ محمد بخش صاحب کے بھائی کا حال دیکھا
کہ دکان پر گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور دس بارہ کاریگران کے نوکر دو تباون
وغیرہ میں رفو کر رہے تھے، اور وہاں جن جن مسجدوں میں گنتی کے لوگ نماز پڑھتے
تھے ان میں بکثرت بڑی بھاری جماعتیں ہونے لگیں اور کتنی مسجدیں نئی بن گئیں
اور صدہا لوگوں نے تعزیہ داری چھوڑ دی اور پکے مسلمان موحد ہو گئے
اور جن جن صاحبوں کے لئے حضرت علیہ الرحمۃ نے دعا کی تھی ان سب کو نہایت
خوشحال اور تنگی وافلاس سے فارغ البال دیکھا **حکایت** جب
حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمت کانپور سے تکیہ شریف کو چلے اس وقت مرزا
عبدالقدوس نے اپنے ایک پیارے لڑکے کو کہ عبدالواحد نام تھا ایک
ٹٹو پر سوار کر کے آپ کے ساتھ کر دیا کہ یہاں یہ لڑکوں میں آوارہ
ہو جاویگا اور وہاں آپ کی صحبت میں رہیگا تو دین اسلام سے خبردار
ہو جاویگا، اور وہاں کانپور میں حضرت کے ہمراہ قاضی حمایت اللہ سنجاونی
کے بڑے بھائی بھی تھے وہ کانپور سے آپ کو منجھاون کو اس روز لے
گئے، اور کانپور سے خلیفہ رحیم علی صاحب کو حضرت نے ان کو واسطے
تعلیم خلائق کے موقع ارشاد میں خلیفہ کیا تھا اور کئی آدمی اور بھی ایک

کے ہمراہ رکاب ہوئے اور اس دن کندہ میاں کا مینہ برس رہا تھا پھر
آپ جاکر قاضی صاحب کے مکان میں اُترے، قاضی صاحب نے دعوت کی
اور رات کو آپ وہیں رہے اور مسجد بستی کے باہر تھی، صبح کو آپ واسطے نماز
کے وہیں گئے اور بعد فراغ نماز کے حلقہ میں بیٹھے جب فارغ ہوئے مولوی
قاسم پانی پتی سے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ حلقہ میں حاضر ہیں ان سب کے
نام کاغذ میں لکھ لو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے سب کو بخش دیا یہ
بشارت سن کر اُنہوں نے سب کے نام لکھ لئے اور اُس وقت حضرت
مجکو مکان پر چھوڑ گئے تھے وہ کاغذ مولوی قاسم نے لاکر میرے سامنے
پڑھا اور حال اُس کا بیان کیا اور مجھ سے ہنس کر کہا کہ تم یہاں رہ گئے
اگر وہاں ہوتے تم بھی اس بشارت مغفرت میں شریک ہوتے، یہ سن کر مجکو
بڑا افسوس ہوا، جب حضرت وہاں سے تشریف لائے تب میں نے اپنی محرومی
کا حال حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ تم کو تو ہم نے یہاں چھوڑا
تھا اس بشارت میں تم بھی شامل ہو بلکہ تم نے جس کو اپنے پاس ہمارے
کام کو رکھ لیا ہو وہ بھی شامل ہے اور میرا نام بھی اسی فرد میں لکھوا دیا
اس امر میں کسی کسی نے اور بھی کہا کہ ہم بھی تو آپ کے ہمراہ ہیں، آپ
نے فرمایا اس میں میرا اختیار نہیں، پھر قاضی صاحب ممدوح حضرت کو

کو اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور اپنی عورتوں کو مرید کرایا اور جب
آپ باہر آئے اُس وقت بستی کے بہت مزدوروں نے بیعت کی، پھر
قاضی صاحب موصوف کو اپنی خلافت دی اور اُن کے لئے دعا کی اور ایک
روپیہ برکت کا عنایت فرمایا، اور قاضی صاحب بڑے خوش خلاق
اور عالی ہمت اور مہمان نواز تھے اور اسی سبب سے قرضدار بھی رہتے تھے
قاضی صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ یہاں مخنثوں کا ایک طائفہ رہتا
ہے میں ان کو اکثر وعظ و نصیحت کیا کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ اپنا ناچنا گانا
چھوڑ کر اور حلال محنت مزدوری کیا کریں مگر وہ قابو میں نہیں آتے اور
ان میں بارہ تیرہ برس کا ایک لڑکا عبداللہ بسم اللہ نام مجھ سے بہت
محبت رکھتا ہے اور اس کی نیت توبہ کرنے کی ہے مگر اُس کے اولیاء اس
امر میں حارج ہیں آپ دعا کریں شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نصیب
کرے اور اسی وقت اس کو بلا بھی لیا اور حضرت سے ملاقات کرائی، آپ نے
اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور قاضی صاحب سے رخصت ہو کر چلنے لگے، انھوں
نے عرض کی کہ آپ نے اس لڑکے امر میں کچھ ارشاد نہ کیا، آپ نے فرمایا
کہ آپ خاطر جمع رکھیں اس کا نام اہل ہدایت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں

لکھا ہے، یہ بشارت فیض اشارت سُن کر قاضی صاحب بہت
خوش ہوئے اور کچھ نہ بولے، تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ جب
بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے اور حج کر کے مع الخیر تکیہ شریفہ پر تشریف
لائے، اس وقت قاضی صاحب موصوف عبد اللہ بسم اللہ کو ہمراہ لیکر آپ
کی ملاقات کو آئے، بعد کئی روز کئی ہیجڑے دوڑے آئے اور حضرت کے
پاس فریاد کی کہ ہمارا لڑکا قاضی صاحب کے ساتھ چلا آیا ہے سو وہ ہم کو
مل جاوے، آپ نے قاضی صاحب سے ملا کر فرمایا کہ یہ لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں وہ
لڑکا آپ کے ساتھ کیوں آیا ہے، انہوں نے کہا وہ لڑکا تو اکثر اوقات
میرے ساتھ رہا کرتا ہے میں نے دین اسلام اُس کو تعلیم کیا ہے، آپ نے
ان لوگوں سے کہا کہ اس کو راضی کرو اگر تمہارے ساتھ جاوے لیجاؤ، پھر
وہ اس کو سمجھانے لگے، اس نے کسی طور نہ مانا، پھر وہ سب بریلی کے ہیجڑوں
کے پاس گئے اور اپنا ماجرا بیان کیا اور کہا اس کی کوئی تدبیر بتاؤ کہ وہ
ہم کو ملے، جو ان ہیجڑوں کا سردار تھا اُس نے کہا کہ جن روزوں سید صاحب
یہ سید صاحب لکھنؤ سے آئے تھے وہاں سے ہماری برادری والوں نے ہم کو
خط لکھا تھا کہ تمہارے یہاں کے سید صاحب ہمارے طائفہ کے چار
آدمی پھسلا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں سو کسی طور سے ان کو ہمارے

پاس بھیجو، پھر میں اپنے دیدار بخش کو ساتھ لے کر تکیہ پر سید صاحب کے پاس
گیا اور ان بیماروں کا حال پوچھا، آپ نے کہا کہ وہ تو چاروں آدمی یقر محمد
خان رسالدار کے مکان پر ہیں وہاں جاؤ اور اُن کو سمجھاؤ اگر مانیں تو ان کو
اپنے لوگوں میں پہنچا دو، سو ان کو تو وہاں جا کر کون سمجھاتا، ہمارے
دیدار بخش کو بھی اُنھوں نے ہم سے جدا کر لیا، حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے اس
لڑکے سے ہاتھ اُٹھاؤ اور جلد چلے جاؤ نہیں تو کسی اور کو تم میں سے دل
پھیر کر تم میں سے جدا کر لینگے، یہ بات سن کر چپکے سے اُنھوں نے اپنا رستہ
لیا، پھر عبداللہ بسم اللہ حضرت علیہ الرحمت کے ساتھ رہا، یہاں تک
کہ جب آپ ہجرت کر کے ہندوستان سے واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے
ولایت افغانستان کے نوشہرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے پہلا
چھاپہ اکوڑی میں پہنچا، عبداللہ بسم اللہ کے پاس کوئی سلاح نہ تھا جو مجاہدین
کیتی کے ہیں اُنھوں نے اپنی بہت عمدہ ایک برچھی دی اس برچھی سے
اس چھاپے میں عبداللہ بسم اللہ نے پانچ یا چھ سکھوں کو مار کر سلامت
سب غازیوں کے ساتھ نوشہرہ میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت
بابرکت میں آکے حاضر ہوا اور جنگ سیدو میں بھی شریک تھا، پھر
جب حضرت علیہ الرحمت پنجتار کو گئے اور بعد چند روز کے اکثر مجاہدین

ہمارے بیمار ہو گئے اسی بیماری میں عبداللہ بسم اللہ فوت ہوا انا للّٰہ و
انا الیہ راجعون، پھر پنجتارہ سے حضرت کوچ کرکے کوڑی میں تشریف
لے گئے اور وہاں ایک یا دو مقام کئے، بہت شرفا اور غربا نے اس بستی
کے بیعت کی، اور وہیں کوڑی میں شب اول کو قریب آدھی کے میں
اور حاجی عظیم ولایتی دونوں پہرے پر بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ دو آدمی
چلے آتے ہیں، میں نے کہا کون ہے اُنھوں نے میری آواز پہچان کر
کہا السلام علیکم میں نے کہا وعلیکم السلام اور جانا کہ شیخ ولی محمد اور شیخ
عبدالحکیم پھلتی ہیں، حضرت علیہ الرحمۃ سوتے تھے اس آواز سے جگ پڑے
اور پوچھا کون ہے، میں نے عرض کی کہ شیخ ولی محمد اور شیخ عبدالحکیم ہیں، پھر
ان دونوں صاحبوں نے حضرت سے سلام علیک کرکے مصافحہ کیا، آپ
نے پوچھا کہ تم دو ہی صاحب آئے ہو یا اور بھی کوئی ہے، اُنھوں نے
کہا اس وقت تو ہم ہی دو ہیں ہم مولانا عبدالحئی صاحب کے قافلہ کے ساتھ
ناؤ پھر آئے تھے، جب ناؤ کابتور کے گھاٹ پر لگی وہاں کے لوگوں
نے مولانا صاحب سے کہا کہ سید صاحب آئے تھے سو تشریف لے گئے
ہم لوگوں نے بیعت تو کرلی اور کچھ آپ نے فرمایا وہ سنا اب آپ
دو چار روز رہیں اور وعظ فرماویں، پھر مولانا صاحب بلیس منفشیپ

آدمیوں سے وہاں ٹھہر گئے، ہم دو تو یہاں آپ کے پاس آئے پھر
وہاں سے جہان آباد قریب تھا وہاں گئے وہاں بھی بہت لوگوں نے
بیعت کی، پھر اگلے روز وہاں سے چل کر موضع کچھوے میں رہے، پھر اگلے
دن وہاں سے فتحپور کو گئے وہاں پرانا پختہ ایک مکان وسیع پڑا
تھا اس میں شام کو جا کر اُترے، پھر ہم لوگ کارواں سرائے کھچڑی
پکوا لئے وہی سب نے کھائی، وہاں رات کو تکرار آپ نے کئی بار یہی فرمایا
کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل کے روز مولانا عبدالحئی صاحب کشتی پر ہم سے ملاقات
کرینگے اور اس وقت تک مولانا صاحب کا کسی کو پتہ بھی نہ معلوم تھا کہ کہاں پر
ہیں، پھر اگلے روز فتحپور سے روانہ ہوئے گنگا پر جا پہنچے اور ناؤ پر سوار
ہو کر اس پار کو چلے، اس عرصہ میں یکایک مولانا صاحب ممدوح کی
ناؤ نمودار ہوئی، بیچ دھار میں دونوں ناویں مل گئیں وہیں ملاقات
ہوئی پھر دونوں ناویں دلمؤ کے گھاٹ پر جا لگیں سب لوگ اتر کر
اس پار گئے وہاں ایک رئیس عبدالصمد نام رہتے تھے ان کی مسجد میں
حضرت اُترے اور کھانا پکانے کی تدبیر کرنے لگے، اس میں عبدالصمد نے
آکر عرض کی کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ کھانا نہ پکوادیں
پھر دال چاول اُنہوں نے پکوائے مگر کھانا تھوڑا اور آدمی

بہت تھے، انہوں نے آپ سے عرض کی کہ میرے یہاں پکانے کے
برتنوں کی قلت ہے، پہلے آپ آدھے لوگوں کو کھلادیں باقی لوگوں
کو انھیں برتنوں میں پکا کر پھر کھلا دینگے، آپ نے فرمایا کہ یہ جو
کھانا پکا ہوا تیار رہے یہ ہم کو حوالہ کردو ہم لوگوں کو تقسیم کردینگے
جو کمی پڑیگی ہم تم سے کہہ دینگے، انہوں نے کئی بار انکار کی، آپ نے نانا
آخر کو انہوں نے وہ کھانا اور رکابیاں آپ کے پاس لائے، آپ نے
ہم لوگوں سے فرمایا کہ رکابیوں میں چاول نکال کر انھیں پر تھوڑی
تھوڑی دال بھی دھردو اور ایک ایک رکابی سرسم سب کو تقسیم کردو
پھر ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا اس کھانے میں جتنے لوگ تھے سب کھاکر آسودہ
ہو گئے اور کچھ کھانا بچ رہا، عبدالصمد آکر عذر کرنے لگے کہ کھانا تھوڑا
تھا آپ کے لوگ بھوکے رہے، آپ نے فرمایا کہ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا
بھوکا کوئی نہیں رہا اگر آپ کو شک ہو تو لوگوں سے پوچھ کر دریافت کرلیں
انہوں نے کہا پوچھنے کی کیا حاجت آپ کی دعا سے سب لوگ آسودہ ہو گئے
اور کھانا تو زیادہ تھوڑا سی تھا پھر آپ عبدالصمد سے بہت خوش
ہوئے کہ تم نے ہم لوگوں کی بہت خدمت کی اور ہم تمہارے لئے دعا
کرینگے اور ایک روپیہ برکت کا آپ نے ان کو عنایت کیا اور کہہ دیا
کہ اس کو کبھی خرچ نہ کرنا اللہ تعالیٰ اس میں برکت کریگا پھر

اگلے دن آپ وہاں سے روانہ ہوئے، قبل نماز ظہر کے تکیہ پر پہونچے
تمام ہوئے حالات سفر کانپور کے، جب حضرت علیہ الرحمت سفر کانپور سے
سے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ مولانا عبدالحئی صاحب بھی ساتھ اپنے
قافلہ کے آئے، یہ حال دیکھ کر حضرت کے عزیز واقربا اور مرید وغیرہ
آپس میں باتیں کرنے لگے کہ سید صاحب جو کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ
کو واسطے حج کے جاوینگے سو یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ مولانا
عبدالحئی صاحب اتنے لوگوں سے ارادہ کرکے آئے ہیں پھر ایک روز
حضرت نے مولانا عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ آپ تو اپنا قافلہ لے کر آگئے
اور بھی کسی کے آنے کا حال آپ کو معلوم ہے کہ وہ کب آوینگے، مولانا
صاحب نے عرض کی کہ آنے والے تو بہت لوگ تھے اور مجھ سے کہتے بھی تھے کہ
آپ کے ساتھ ہم بھی چلیں گے، مگر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جبتک میں
کوچ نہ کرونگا یہ لوگ اسی طرح لیت ولعل میں رہینگے اور جلد اپنے گھروں
سے باہر نہ نکلیں گے پھر میں کوچ کرکے اتنے لوگوں سے چل کھڑا ہوا سو
انشاء اللہ تعالیٰ یقین ہے کہ اب وہ بھی چلے ہونگے یا اب چلیں مگر
آویں گے ضرور، آپ نے فرمایا کہ اب مولانا صاحب آپ جلد اسی
طرف جابجا لوگوں کو خط لکھ کر اطلاع کریں کہ جن صاحبوں کو

کو ہمارے قافلہ کے ساتھ چلنا منظور ہو وہ جلد آجاویں اور جو آنے
میں دیر کرینگے تو ہم یہاں سے کوچ کر کے چلدیوینگے پھر پیچھے سے جن
کو آنا ہوگا چلے آوینگے جہاں کہیں ملینگے وہاں سے ہمارے قافلہ کے شامل
ہو جاویں گے مگر انھیں شرطوں کے ساتھ جو اول خط میں ہم نے لکھی تھیں
اس میں لوگ جو آویں ایک سے ہزاروں تک سب کو ہم لے چلیں گے اور جن کو
وہ شرائط منظور نہوں وہ ہرگز نہ آویں پھر مولانا صاحب ممدوح
ایسے مضمون واحد کے بہت سے خط اپنے وطن کے اطراف اور نواح وغیرہ
کے لوگوں کو لکھے اور میاں محمد تیج لاسی والے کو وہ خطوط دے کر روانہ
کیا اور ادھر حضرت علیہ الرحمۃ اپنی برادری والوں کو ان کے مکانوں میں جا
جاکر دعوت حج کرنے لگے کہ تم بھی ہمارے ساتھ بیت اللہ شریف کے چلنے
کی تیاری کرو، وہ لوگ تو اول ہی سے آپ کے حج کے جانے کا ارادہ سُن کر
آپس میں قیل و قال کرتے تھے اور ہنستے تھے، جب حضرت اس امر کی ترغیب دینے
لگے کہ ہمارے ہمراہ تم بھی چلو تو وہ بالمشافہہ کہنے لگے کہ جو لوگ ہندوستان
مالدار اور صاحب مقدور ہیں اور ادا کرنا حج ان پر فرض ہے، بعضے علماء
انھیں پر حج فرض ہوتے میں اختلاف کرتے ہیں کہ جیسے واسطے ادائے حج
کے زاد راحلہ شرط ہے ایسے ہی امن راہ بھی شرط ہے، سو امن کا یہ حال
ہے کہ بے سواری جہاز کے وہاں جانا محال ہے اور دریا میں خوف تلف جان
اور مال دونوں کا متصور ہے، اس لئے اہل ہند پر ادائے حج فرض نہیں ہے،

اگرچہ کیسا ہی نہ ردا رہو اور آپ کے پاس تو ایک روز کا بھی خرچ موجود
نہیں ہے، باوجود اس بے سروسامانی کے جو آپ خطوط بھیج بھیج کر دور
دور سے لوگوں کو واسطے سفر حج کے بلاتے ہیں اور ہم سے بھی فرماتے ہیں!
شاید کہ اپنے ساتھ ان کو بھی خراب اور حیران کرینگے اور ہم تو تمہارے ساتھ
نہ جاویں گے اگر تم جاتے ہو تو ہماری بہنوں بھاجوں وغیرہ کو اپنے ساتھ
لے جاکر نہ تباہ کرو۔ آپ اُن سے کہتے تھے کہ انشاءاللہ تعالیٰ ہم اور تم ساتھ
ہی ہونگے۔ رستے میں چل کر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو کس طرح اپنی قدرت
اور عنایت سے کھانا پینا پہنچاتا ہے اور نئی طرح طرح کی نعمتوں سے پرورش کرتا
ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے یہ یقین کامل ہے کہ ہم سب اپنے عاجز و
محتاج بندوں کو یہاں سے حرمین شریفین کو بآرام تمام پہونچا دے گا
اور پھر وہاں سے ساتھ خیر و عافیت کے یہاں لادیگا اور اسی طرح کے کمالات
ہدایت آیات کرکے ان صاحبوں کو دو یا پونے دو مہینے تک سمجھایا کئے مگر
اُن لوگوں کو آپ کا فرمانا کچھ خیال میں نہ آتا تھا وہ اپنی وہی اول تقریر
کرتے تھے کہ آپ کے پاس تو ایک ٹکا بھی نہیں ہے بیت اللہ شریف کو کیونکر
جاوینگے اور اس گفتگو اور انکار میں آپ کے عزیز و اقربا تکیہ والے اور
تلعہ والے اور نصیرآباد اور جائس والے اور پھان بریلی اور جہان آباد
والے سب شریک تھے کوئی خفیہ اور کوئی علانیہ مگر سید محمد یعقوب صاحب

اور اُن کی والدہ ماجدہ اور مولوی سید محمد علی صاحب اور سید عبدالرحمٰن
صاحب یہ چاروں ساتھ اہل وعیال اور والدہ شریفہ آپ کی اور سید
محمد صاحب کی خوشدامن صاحبہ جو حضرت علیہ الرحمت کی خالہ تھیں اور
سید مولوی ظاہر صاحب اور سید محمد عمر صاحب نصیر آبادی اور میاں محمد
قائم صاحب جائسی جو حضرت علیہ الرحمتہ کے ہم زلف تھے یہ سب صاحب اول
روز سے واسطے ہمراہی اور ہمرکابی آپ کے مستعد اور تیار تھے اور باقی
سب برادری کے لوگ منحرف تھے اسی عرصہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب
علیہ الرحمتہ کا خط حضرت علیہ الرحمتہ کے پاس آیا اس کے مندرجہ مضمون ایک
مشحون کا یہ تھا کہ یہاں ہمارے ہمراہ حکیم مغیث الدین صاحب اور مولوی
وجیہ الدین صاحب وغیرہ سہارنپور کے اور مولوی وحید الدین اور حافظ
قطب الدین وغیرہ قصبہ پھلت کے اور اُن میں اکثر صاحب مع اہل وعیال
عورت و مرد وغیرہ ملاکر قریب ڈھائی سو آدمیوں کے ہیں اور ہم سب
گردہ مکتیشر کے گھاٹ سے کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے ہیں فقط
یہ خط مسرت خط حضرت علیہ الرحمتہ نے پڑھا اور اس کی صبح کو اپنا تمام
اسباب سفر کا دلموئ کو روانہ کرنے لگے اور سب اپنی برادری کے لوگوں کو بلاکر
فرمایا کہ ہم کب صاحبوں کو اتنے روزوں سے سمجھاتے رہے کہ ہمارے
ساتھ اس سفر باظفر میں تم بھی شریک ہو کسی صاحب کے خیال شریف
میں نہ آیا اور اب یہ اخیر سمجھانا ہے کہ تم سب محض اللہ تعالیٰ کی قدرت

کاملہ پر توکل اور اعتماد کرکے اپنا اپنا اسباب سفر مالاؤ کر دہلو کو روانہ
اور اس امر میں اپنی رائے ناقص کو دخل نہ دو اور ہمارے ساتھ ہو انہوں
نے جواب دیا کہ ہمارا اسباب تو نہیں آسکتا اور نہ ہم آپ کے ساتھ جاسکتے
ہیں اور نہ آپ کو منع کر سکتے ہیں خیر ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا
اب آپ تشریف لے جاویں یہ جواب سن کر آپنے فرمایا کہ جب سے میں
سفر دہلی سے آیا ہوں کچھ کم ڈیڑھ برس کا عرصہ گذرا ہے تب سے ہمیشہ تم
سب صاحبوں کی خیر خواہی دنیا و آخرت کی بوجہ کر اکثر اوقات بطور
نصیحت سے کہتا رہا اور تم صاحبوں کے خیال شریف میں نہ آیا اور ان
روزوں واسطے سفر حج کے طرح طرح سے سمجھا کر کہتا رہا اور اس کو بھی
تم نے افسانہ سمجھ کر باتوں میں اڑا دیا اور انکار کیا مجھ پر جو حق قرابت
اور برادری اور اسلام کا تھا وہ میں نے حتی الامکان ادا کیا اور اسی طور
تمہارے جو بھائی مسلمان کہ بریلی اور جہان آباد اور نصیر آباد اور جائس
وغیرہ کے ہیں بہ نسبت دور والوں کے ان کا حق مجھ پر زیادہ ہے
جہاں تک ہو سکا ان کو بھی میں نے وعظ اور نصیحت سے سمجھایا اس میں
بعضوں نے مانا اور نہ مانا نہ مانا مگر میں نے ان کا حق مجھ پر تھا ادا کیا
اور سبب تم صاحبوں کے نہ ماننے کا تمہاری ہی گفتگو سے دریافت
ہوا کہ تمہارے ذہنوں میں یہ ہے کہ یہ ایک مفلس بے سروسامان

محتاج نان ہے، چند لوگ مفلس و محتاج اپنے پاس جمع کر رکھے ہیں ہم
اس کے ہمراہ کیوں جاویں اور مفت کا رنج اُٹھاویں سو بات حقیقت
میں یوں ہے کہ جو لوگ غربا ضعفا مسکین و محتاج میرے ہمراہ ہیں اور
اُنہوں نے ساتھ اخلاص کے فی سبیل اللہ کمر ہمت کی میرے ہمراہ باندھی
ہے ان کے واسطے اس رزاق مطلق اور قادر برحق نے مجھ سے وعدہ کیا
کہ اس سفر بالظفر میں تیرے ہمراہ ایک سے ہزاروں تک جتنے ہوں گے
تجھ سے کچھ سروکار نہیں وہ سب میرے مہمان ہیں اُن میں جن کی اسی سفر
میں موت ہے وہ مرینگے اور باقی سب کو بامراد ان کے گھر پہنچاوں گا، سو
جب تک میں اس بریلی کے علاقہ میں ہوں تب ہی تک ان سب پر تنگی و
افلاس ہے انشاء اللہ جس وقت میں ان کو ساتھ لے کر اس علاقہ سے باہر
ہوا تب ان کا حال دیکھنے والے دیکھینگے کہ پروردگار عالم بے نشان و گمان
اپنے بندوں کے ہاتھوں کیونکر پہنچاتا ہے اور خدمت کراتا ہے اور جو میں نے
لوگوں کو خطوں میں لکھ کر بھیجا تھا کہ ہمارے پاس نہ کچھ مال ہے نہ خزانہ
صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل اور اعتماد کرکے واسطے ادائے حج
کے کمر باندھی ہے اور جہاں کہیں کہ خرچ راہ ضروری ہو گا وہاں
ٹھہر کر محنت مزدوری کرنے کی پھر جب خرچ جمع ہو گا تب

وہاں سے آگے چلیں گے اس میں بڑی بڑی مصلحتیں ہیں یہ خلاف توکل کے
نہیں ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجکو معلوم ہے کہ جب ہم لوگ یہاں
سے بیت اللہ شریف کو جاوینگے تب پیچھے سے مخالف لوگ موافق لوگوں کے
رنجیدہ کرنے کی طرح طرح خبریں اڑاوینگے، کوئی کہینگے جہاز تباہ
ہو گیا اس میں ڈوب گئے کوئی کہینگے ہوائے مخالف خدا جانے ان کے جہاز
کو کہاں لے گئی کوئی کہینگے ان کو فرنگی پکڑلے گئے کوئی کہینگے کہ عرب
میں ترکوں نے مار ڈالا سوان باتوں پر تم یقین نہ کرنا انشاء اللہ
تعالیٰ یہ کچھ نہ ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ساتھ خیر کے لیجاویگا
اسی طرح بعافیت تمام پھیر لاویگا بلکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان غریب لوگوں
کو ایسا خوشحال صاحب مال کر کے لاویگا کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرینگے
کہ یہ وہی محتاج لوگ ہیں یا اور کوئی اور ہیں اور از روئے حسرت کے کہینگے
کہ ہزار افسوس کیا شامت دامنگیر تھی جو ہم نہ گئے' اس تمام گفتگو کے
بعد سلام علیکم کر کے آپ اُن سے جدا ہوئے' پھر جس روز آپ کوچ
کرینگے اس کے ایک دن پیشتر بعد نماز عصر کے کہ اس وقت آپ مسجد کے
اندر تشریف رکھتے تھے سید محمد جامع صاحب نے اپنے آدمی کی زبانی
کہلا بھیجا کہ آپ ایک لحظہ فرش مسجد کے شرقی یا شمالی کونے پر

آویں وہیں میں بھی آتا ہوں مجھ کو آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں یہ
پیام سُن کر وہیں تشریف لے گئے اور ادھر سے سید محمد جامع جناب
تشریف لائے اور بڑے جسیم اور تناور وفربہ تھے آپ نے ان کا ہاتھ
پکڑ کر مسجد کے چبوترے پر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کیا ارشاد ہے
اُنھوں نے کہا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مجھ پر عنایت ہوئی میں آپ کے
دست مبارک پر بیعت کرنے آیا ہوں سچ بات تو یوں ہے کہ جب آپ دہلی
سے تشریف لائے ہیں آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں
کو فضل الٰہی سے ہدایت اس ملک میں ہوئی ہم نے سنا بھی اور بچشم خود دیکھا
بھی اور آپ کے طریقہ حق میں کچھ شک وشبہ نہ تھا مگر آج تک ہم بھی اپنے
نفس وشیطان کی شامت اور شرارت سے محروم اور بے نصیب رہے کہ
آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوتے سو آگے جو قصور ہم سے ہوا سو ہوا اُس
سے ہماری توبہ ہے اور اب ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ہمارا کہا
سنا آپ معاف کریں، یہ بات سُن کر آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا
کہ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان ناحون کو پشیمان کیا اور آپ کو توفیق
خیر عطا فرمائی اور اس وقت چاروں طرف ان کے گرد بہ کثرت لوگوں
کا ازدحام تھا اور اس بات سے سب کو کمال خوشی ہوئی پھر

پھر آپ نے اُن سے بیعت لی اور ان کے واسطے دعا کی اُس وقت
آپ کی دعا کا یہ اثر تھا کہ اس مجمع میں کم لوگ ایسے ہونگے کہ اُن کی
آنکھوں سے آنسو جاری ہوا، پھر سید محمد جامع صاحب وہاں سے
اپنے مکان کو تشریف لے گئے اور حضرت رہیں مسجد میں رہے پھر اسی دن
بعد نماز مغرب کے سید محمد طاہر صاحب اپنے والد سید غلام جیلانی صاحب
کو سید محمد جامع صاحب کے منجھلے بھائی بھی واسطے بیعت کرانے کے لائے
حضرت نے ان کو بھی بڑی تعظیم اور توقیر سے اپنے پاس بٹھایا اور سبب
تشریف لانے کا پوچھا، اُنہوں نے بھی سید محمد جامع صاحب کی طرح
اپنا قصور اور عذر بیان کیا، پھر آپنے اُن سے بھی بیعت لی اور اُن کے لئے
بھی دعا کی، پھر اس کی صبح کو آپ کوچ کی تیاری کرنے لگے اور اپنے دولتخانہ
میں تشریف لے گئے اُس وقت بے شمار لوگوں کا انبوہ تھا، حضرت
کے ہمراہ جانے والے بھی لوگ تھے اور رخصت کرنے والے بھی تھے، پھر آپ
مکان سے باہر تشریف لائے اور مستحق لوگوں کو اپنے دست مبارک
سے روپئے بانٹتے ہوئے نائی، دھوبی، بھنگی، فقیر، مسکین وغیرہ جو
حقدار جس لائق تھے سب کو روپئے دے کر با خوبی راضی کیا جب
اس سے فارغ ہوئے تب لوگوں کو ساتھ لے کر چلے اور سنی ندی

اتر کر کچھ دیر آموں کے باغ میں جو کنارے سئی کے تھا ٹھہرے اُس وقت
سید معصوم احمد صاحب کہ سید محمد جامع صاحب کے چھوٹے بھائی اور
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے بہنوئی تھے سید محمد یعقوب صاحب سلمہ
اللہ تعالیٰ نے کہا کہ پھوپھا صاحب آپ کے دونوں بھائیوں نے حضرت
کے ہاتھ پر بیعت کر لی فقط آپ ہی رہے جاتے ہیں اور حضرت حج کو
جاتے ہیں دیکھا چاہیے کب اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے یہاں لاوے مناسب
یہی ہے کہ آپ بھی چل کر بیعت کر لیں وہ کچھ نیم راضی ہوئے اور کہا کہ
ابھی میرے ساتھ چلو اور اُن کو لے کر سئی ندی کے پار باغ میں
حضرت کے پاس لے گئے اور بیعت کرائی اور سوا ان کے بہت تھولوں نے وہاں
بیعت کی پھر حضرت وہاں سے روانہ ہوئے کوئی آدہ کوس کے فاصلہ
پر ایک اور آموں کا باغ تھا وہاں جا کر ٹھہرے کہ پیچھے کے لوگ بھی
آ جاویں اس باغ میں بھی بے شمار آدمیوں نے بیعت کی پھر اس وقت
آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے کہ آپ کے خانساماں تھے پوچھا کہ
کچھ خرچ تمہارے پاس ہوگا اُنہوں نے عرض کی کہ سات روپے ہیں
آپ نے فرمایا کہ اتنے روپوں سے تو ایک روز کا بھی خرچ پورا نہ
پڑیگا اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے یہ بھی سات روپے محتاج لوگوں کو
حوالہ کر دو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا خزانہ معمور ہے اور اس کے یہاں

کسی چیز کی کمی نہیں ہے وہ آپ ہم عاجز و محتاج بندوں کی پرورش
کریگا' مولوی صاحب ممدوح نے وہ ساتوں روپیے ایک شخص کو حوالہ
کئے اور کہا کہ ان کو خردہ کر کے تم سب آپس میں برابر بانٹ لینا' اور
کئی دہلوی بھی وہاں حاضر تھے اور آپ کے کوچ کی خبر لینے کو آئے تھے کہ جو
آپ یہاں سے روانہ ہوں تو وہاں چل کر ہم دعوت کی تیاری کریں اور حضرت
سے عرض کی ہم نے اپنے یہاں کا قلعہ خالی کر رکھا ہے اور باقی کھڑے اور فرش وغیرہ
سب اس میں جمع کر دیئے ہیں کہ آپ کے ساتھ کی عورتیں یہاں سے جو
جاویں سو وہیں اتریں' آپ نے فرمایا کہ یہ کام تم نے خوب کیا مگر کھانا
ہم لوگوں کے واسطے تب پکانا کہ جب ہم یہاں سے چل کر وہاں داخل
ہوں اور تم کو اجازت دیں اور جو اسباب ہم لوگوں کا یہاں سے جاوے اُس
کو محافظت سے وہیں رکھو اور اُن کو وہیں رخصت فرمایا پھر اور لوگوں کو
اُسی باغ میں رخصت کرنے لگے اور سید عبدالرحمن صاحب کو اور مجھکو واسطے
باقی اسباب اور زنانی سواریاں روانہ کرنے تکیہ شریف پر بھیجا اور آپ
تمام لوگوں سے دہلو کو روانہ ہوئے' پھر میں تکیہ پر آیا اور باقی اسباب اور
زنانی سواریوں کو روانہ کرنے لگا پھر کئی روز کے بعد ایک دن آگے زنانی
کے ساتھ سید عبدالرحمن صاحب وہاں سے دہلو کو روانہ ہوئے اور کچھ
اسباب اور تین یا چار زنانی سواریوں کے لئے میں رہ گیا اور سید

محمد احسن مجذوب کی والدہ شریفہ کو حضرت اپنے مکان پر چھوڑ گئے تھے
اور وہ آپ کی سوتیلی نانی تھیں، حضرت کے مکان کی کنجیاں جو میرے
پاس تھیں میں نے اُن کے حوالہ کر دیں اور باقی اسباب اور زنانی سواری
کے ساتھ سید عبدالرحمن صاحب کے ایک دن پیچھے میں بھی دلمؤ کو روانہ ہوا
اور وہاں جا کر قافلہ میں شامل ہوا اُس وقت حضرت اپنے زنانے مکان میں
تھے، میں نے میاں عبداللہ کے پاس جا کر پوچھا کہ کہو بھائی صاحب کھانے
پینے کا جس دن سے آئے ہو کیا طور ہے، اُنہوں نے کہا الحمدللہ دونوں وقت
پکا پکایا تیار کھانا اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے کھلاتا ہے جس دن تم کو
حضرت نے ادھر تکیہ روانہ کیا اور آپ ادھر روانہ ہوئے، جب دلمؤ قریب
دو کوس کے رہا ایک آموں کے باغ میں کچھ دیر حضرت ٹھہرے، یہاں سے
دو سوار حضرت کے پاس گئے اور وہ دونوں سگے بھائی تھے اور وہ دونوں
آپس میں جھگڑتے ہوئے آئے تھے، بڑا بھائی کہتا تھا کہ میں پہلے دعوت حضرت
کی کرونگا اور چھوٹا بھائی کہتا تھا کہ میں پہلے دعوت کرونگا اور اس کا
تصفیہ حضرت سے چاہا، آپ نے دونوں کو سمجھا کر راضی کیا اور چھوٹے بھائی
سے کہا کہ یہ تمہارے بڑے بھائی ہیں ان کا حق تم پر ہے جو یہ کہتے ہیں
وہی سہی، پہلے یہ دعوت کریں پھر دوسرے دن تم کرنا خدا چاہیگا تو ہم
دونوں کی ضیافت کھا دیں گے، پھر وہ راضی ہو کر یہاں اپنے لئے

گھر میں آئے، جب وہاں سے حضرت تشریف لائے اُس دن بڑے
بھائی کے یہاں دعوت کھائی اور دوسرے دن دوسرے بھائی نے
دعوت کھلائی بعد ان کے بستی کے اور لوگوں نے ضیافتیں کرنی شروع
کیں، آج تک دعوتوں کے کھانے سے فرصت نہیں ملی یہ اللہ تعالیٰ
کی عنایت اور احسان ہے، اس عرصہ میں حضرت تشریف لائے میں جا
ملا، آپ نے پوچھا کہ کہو وہاں سے فراغت کرکے آئے یا نہیں، میں
نے عرض کی کہ ہاں فراغت کرکے آیا ہوں مگر ابھی باربرداروں کے پانچ
روپے دینے ہیں، آپ نے خوش ہو کر الحمد للہ روپے بھی انشاء اللہ تعالیٰ دینگے
پھر اس وقت ایک وہیں کے شریفوں میں سے آپ کو اپنے مکان پر واسطے
بیعت کے لے گئے اور میں بھی ساتھ گیا آپ تو اندر گئے میں باہر مردانے
مکان میں ٹھہر رہا جب کچھ دیر میں آپ وہاں سے باہر تشریف لائے آپ
کی مٹھی میں پچیس روپے تھے وہ مجھ کو حوالہ کئے، اُن میں سے پانچ روپے
میں نے باربرداروں کو دئے اور باقی اپنے پاس رکھ لئے اور آپ کو
اسی کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بیت اللہ کو جاتے ہیں جب
اللہ تعالیٰ لاویگا تب آوینگے یہ روپے جو تمہارے پاس ہیں وہ بھی
انھیں مزدوروں کو بطور انعام کے حوالہ کرو، پھر میں نے ویسا ہی کیا
اور اپنے لوگوں میں جا کر بیٹھا اور میاں عبد اللہ سے پوچھا کہ

کہ میرے پیچھے یہاں اور کیا حال گذرا اُنہوں نے کہا کہ چار روز تو
مولانا عبدالحیؒ صاحب نے فرمایا اور اس میں شرک و بدعت کی برائی
اور توحید و سنت کی خوبی اور حج و عمرے کے فضائل کا بیان کیا، پھر
پرسوں رات کو بعد نماز عشا کے حضرت علیہ الرحمۃ نے ہم سب لوگوں سے
فرمایا کہ بھائیو تم نے کئی روز مولانا صاحب کا وعظ تو سنا اب چند باتیں
ہماری بھی انشاء اللہ تعالیٰ صبح کو بعد نماز کے سُن لینا، پھر کل فجر کو سب
لوگ نماز پڑھ کر آپ کے پاس حاضر رہے، آپ نے سب کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ بھائیو اگر تم سب اپنے اپنے گھر بار چھوڑ کر واسطے ادائے
حج و عمرے کے اس نیت سے جاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو تو تم کو لازم
ہے کہ آپس میں مل کر ایسا اتفاق اور خلق رکھو کہ جیسے ایک ماں باپ کے
نیک بخت بیٹے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی راحت کو اپنی سی راحت اور ہر کسی
کے رنج کو اپنا سا رنج جانو اور ایک دوسرے کے کاروبار میں بلا انکار
حامی مددگار رہو اور ایک دوسرے کی خدمت کرنے کو ننگ و عار
نہ جانو بلکہ عزت و افتخار سمجھو یہی کام اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے
ہیں اور جب ایسے اخلاق تم میں ہونگے تو اور غیر لوگوں کو شوق ہوگا
کہ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں ان میں شریک ہونا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ پر
توکل کامل کرو کسی مخلوق سے کسی چیز کی آرزو ہرگز نہ رکھو، رزاق

مطلق اور حاجت روائے برحق وہی پروردگار عالم ہے
بے حکم اس کے روزی پہنچاتا ہے پھر وہی وہاں سے ساتھ
آسانی کے باہر لاتا ہے اور پہلے باہر لانے سے ماں کے پستان
میں روزی تیار رکھتا ہے پھر وہ لڑکا اُسی کی تعلیم سے
دودھ پیتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اتنا ہی پی لیتا ہے، باقی مکھی
بال گرد وغبار سے محفوظ تازہ بتازہ ماں کے پستان میں
رہتا ہے پھر دوسرے وقت پیتا ہے یہ اسی پروردگار کی روزی
رسانی ہے پھر چند مدت میں دودھ چھڑا کر اور غذا کھانے
کی تعلیم فرماتا ہے اسی طور سے پرورش کر کے جوان اور جوان سے
بوڑھا کرتا ہے اور جو کچھ اس نے جس کی تقدیر میں روزی لکھی ہے
وہ بہر صورت اس کو بلا شک وبے شبہ پہنچیگی اور یہاں ایک
ادنیٰ آدمی جو ہم لوگوں کی دعوت کر جاتا ہے اور چاہے جھوٹ
ہی کر جاوے مگر ہم لوگ اس کے اعتماد پر اپنے گھر میں منع کر دیتے
ہیں کہ ہمارے واسطے کھانا نہ پکانا فلانے کے یہاں ہماری دعوت
ہے یا مثلاً غازی الدین حیدر والی لکھنؤ اگر اس بات کا وعدہ

کرے کہ میرے فلاں امیر کے ہمراہ کہ بیت اللہ شریف کو جاتا ہے جو کوئی
جاوے زاد راحلہ اس کو میں دونگا تو ہزاروں آدمی خوشی با خوشی جانے
پر مستعد ہو جاویں کچھ بھی اس کی وعدہ خلافی کا شک وشبہ اپنے دل میں لاویں
اور مجھ سے تو اُس شاہنشاہ عالم پناہ قادر برحق رزاق مطلق نے وعدہ
کیا ہے کہ جو تیرے ساتھ لوگ اس سفر میں ہیں ان کے کھانے کپڑے کا کچھ اندیشہ
نہ کر وہ سب میرے مہمان ہیں اور وہ اپنے وعدہ کا سچا ہے کہ جس میں کسی طور
وعدہ خلافی کا احتمال بھی نہیں ہے پھر میں کیونکر نہ سچ جانوں اور کس بات
کا اندیشہ کروں وہ آپ تم سب بھائیوں کی پرورش کرے گا سو حاصل کلام
کا یہ ہے کہ جن بھائیوں کو یہ سب باتیں منظور ہوں اور میرے کہنے کو سچ جانتے
ہیں وہ تو میرے ساتھ چلیں میں اُن کے رنج راحت کا شریک ہوں اور
وہ میری یہی باتیں اپنی اپنی عورتوں کو سمجھا کہہ دیں والا ابھی مکان نزدیک ہے
تکلیف سفر کی اٹھانے کی موقوف کریں سفر میں ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت
ہوتی ہے اور راحت بھی ہوتی ہے والا پھر کوئی بھائی گلہ شکوہ کسی بات کا زبان
پر نہ لاویں اور مجکو عنایت الٰہی سے اُمید قوی ہے کہ اس سفر با ظفر میں اللہ تعالیٰ
میرے ہاتھ سے لاکھوں آدمیوں کو ہدایت نصیب کرے گا اور ہزاروں لوگ کہ دریائے
شرک و بدعت اور فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے اور شعار اسلام سے مطلق ناواقف

ہیں وہ پکے موحد اور متقی ہونگے اور بر حجاب الٰہی میں نے بہت سی واسطے
اہل ہند کے دعا کی کہ الٰہی ہندوستان سے راہ تیرے کعبہ کی مسدود ہے
ہزاروں مالدار صاحب زکوٰۃ مرگئے اور بہکانے نفس و شیطان کے سے کہ
رستہ امن کا نہیں ہے حج سے محروم رہے اور ہزاروں صاحب ثروت اب
جیسے ہیں اور اسی وسوسہ سے نہیں جاتے ہیں سو اپنی رحمت سے ایسا رستہ
کھولا ہے کہ جو ارادہ کرے بے دغدغہ چلا جاوے اور اس نعمت عظمیٰ سے
محروم نہ رہے سو یہ دعا میری اس ذات پاک نے مستجاب کی اور ارشاد
ہوا کہ بعد حج سے اپنے تیرے کے یہ رستہ علی العموم ہم کھول دینگے سو انشاء اللہ
جو بھائی مسلمان زندہ رہینگے وہ یہ حال بچشم خود دیکھینگے اس کے سوا اور
بھی باتیں اسی قسم کی آپ نے فرمائیں مگر وہ باتیں مجھکو یاد نہیں رہیں بہ تقریر
آپ کی زبان ہدایت بیان سے سن کر کتنے لوگ جو صبر و توکل میں کچے
تھے وہ ایک ایک حیلہ بہانہ کرکے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے فقط تھوڑے لگے
روز میرے رو برو جس دن کوچ تھا اور زنانی سواریاں کشتیوں پر سوار
کی جاتی تھیں اور اسباب بھی رکھا جاتا تھا اُس وقت موضع دلمئو بھری
کے کئی لوگوں نے آکر حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ بہت لوگ دور دور کے
ہماری بستی میں بیعت کرنے کو جمع ہیں سو جب آپ کی کشتیاں یہاں پہنچیں تو

ہماری بستی کے کنارے چل کر ٹھہریں وہاں آپ کی دعوت کا بھی سامان ہم لوگوں نے جمع کر رکھا ہے، آپ نے اُن سے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری بستی میں ضرور چل کر اتریں گے مگر دعوت کی تکلیف ہمارے واسطے نہ کرو، اُنہوں نے کہا ہم کو عین راحت ہے دعوت آپ کو ضرور قبول کرنی ہوگی، آپ نے فرمایا کہ خیر تمہاری خوشی ہم کو منظور ہے، پھر آپ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ آج کشتیوں پر تنگی زیادہ ہے آپ مجرد لوگوں کو لے کر خشکی کے رستہ سے چل کر دلمئو میں چل کر ٹھہرو لوگوں کو وعظ و نصیحت سناؤ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی وہیں آویں گے پھر مولانا صاحب کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں سے ادہر کو روانہ ہوئے اور ادہر لوگ کشتیوں پر سوار ہونے لگے اس عرصہ میں دلمئو کے ایک شخص نے آکر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ چند لوگ بیعت کرنے کو میرے یہاں باقی رہ گئے ہیں اگر آپ وہاں تک قدم رنجہ فرماویں تو بہتر ہے، آپ نے فرمایا کہ بہت خوب چلو پھر آپ اُس کے مکان میں تشریف لے گئے اور اُن لوگوں سے بیعت لے کر آئے اور وہاں سے سات روپیے لائے اور مولوی محمد یوسف صاحب کو دئے اور فرمایا ان کو کسی کپڑے میں باندھ کر بحفاظت تمام اپنے پاس رکھو یہی ہمارا راہ خرچ ہے اور یہ برکت کے روپیے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بہت سے بچے دینگے پھر سے فراغت کر کے آپ بھی کشتی پر سوار ہوئے اُس وقت کوئی پہر دن آتی

ہوگا پھر کشتیاں گھاٹ سے ملاحوں نے کھول کر روانہ کیں سب آدمی بیچ
کشتیوں پر سوار تھے اور شام کو نماز مغرب کی حضرت نے کشتی پر پڑھ کر سورہ
الحمد للہ کا وعظ کہنا شروع کیا اس میں اندھیرا ہو گیا، ملاحوں کو کچھ خیال نہ
رہا، کشتیاں دلمئی دھمدھمی کے گھاٹ سے آگے نکل گئیں اور وہاں کے لوگ جو
آپ کا انتظار کر رہے تھے وہ ملاحوں کو پکارنے لگے کہ گھاٹ پیچھے رہ گیا
کشتیاں ادھر لاؤ موسم برسات کا تھا دریائے گنگا چڑھا ہوا تھا جب تک ملاح
کشتیاں پھیریں تب تک پانی کے زور سے بہت دور نکل گئیں آخر الامر رسیوں
سے کھینچتے کھینچتے پانچ چھ گھڑی رات گئے گھاٹ پر لائے پھر وہ لوگ حضرت
کو بنیس میں سوار کرکے اپنی بستی میں لے گئے اور چند آدمی آپ کے ساتھ اور بھی
گئے اور کوئی ڈیڑھ سو آدمی آگے سے آکر اترے تھے اور باقی لوگ جو کشتیوں پر
اسباب اور عورتوں کی محافظت کر رہے تھے اُن کے واسطے بستی سے کھانا وہیں کشتیوں
پر آیا اور وہاں کے لوگوں نے حضرت کے ساتھ کھایا اور کھانا پلاؤ تھا بعد اس
کے بہت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی پھر اگلے روز صبح سے پہر دن
چڑھے تک بیعت کرنے کی دھوم رہی پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو
حاصل بیعت کرنے کا یہ ہے کہ جو تم شرک و بدعت کرتے ہو، تعزیہ بناتے ہو، جھنڈے
نشان کھڑے کرتے ہو، پیروں شہیدوں کی قبریں پوجتے ہو ان کی نذر و نیاز مانتے
ہو ان سب کاموں کو چھوڑ دو اور سوائے خدا کے کسی کو اپنے نفع و ضرر

کا مالک نہ جانو اور اپنا حاجت روا نہ سمجھو اور اگر یہ نہ کرو گے تو فقط بیعت
کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا یہ کلام ہدایت انجام آپ کی زبان فیض ترجمان
سے سُن کر بہت لوگوں نے اُسی وقت اپنے اپنے تعزیوں کے چبوترے کھود ڈالے
اور کچھ چاندی نشانوں اور پنجوں کی تھی اُن لوگوں نے لاکر آپ کی نذر کی کہ
آپ اس کو اپنے خرچ میں لاویں پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر سب ہمراہیوں سے
کشتیوں پر سوار ہوئے اور کشتیاں روانہ ہوئیں جب قریب موضع ڈگڈگی کے
پہونچیں شیخ محمد پناہ نام ایک شخص کنارے دریا کے حضرت کے انتظار میں کھڑے
تھے باآواز بلند پکار کر ملاحوں سے کہنے لگے کہ کشتیاں ادہر لاؤ ملاحوں نے حضرت سے
عرض کی آپ نے اجازت دی وہ کشتی کنارے پر لائے شیخ صاحب ممدوح کشتی پر
آئے اور آپ سے سلام علیکم کر کے مصافحہ اور معانقہ کیا اور عرض کی کہ بہت روز دن
سے آپ کی مہمانی کے لئے میں نے سامان تیار کر رکھا ہے اور آپ کے آنے کی خبر سُن کر
بہت لوگ اس نواح کے کئی دن سے میرے غریب خانہ میں واسطے بیعت کے جمع ہیں
آپ میرے یہاں قدم رنجہ فرماویں آپ نے حکم کیا ملاحوں نے کشتیاں کنارے پر باندھیں
عورتیں تو کشتیوں پر رہیں مردوں کو لے کر ان کے مکان پر گئے اُس وقت کچھ کم
پہر دن ہوگا تب سے پہر رات گئے تک لوگوں سے بیعت لی وہاں بھی چبوترے تعزیہ
داری کے بہت تھے ان لوگوں سے بھی تعزیہ داری کی بُرائی بیان فرمائی اسی وقت ان
کو اُنہوں نے تمام چبوترے کھود ڈالے اور پنجے نشان توڑ کر جو ان کی چاندی تھی
لاکر آپ کی نذر کی' پہر صبح کو آپ وہاں سے رخصت ہو کر کشتی پر سوار ہوئے اور

اور کشتیاں روانہ ہوئیں شام کو ایک جگہ کشتیاں ملاحوں نے باندھیں وہاں سے کوئی بستی نزدیک نہ تھی اور آسمان پر بہت ابر غلیظ تھا اور کچھ قطرہ افشانی بھی ہو رہی تھی آپ نے لوگوں کے واسطے کھانا پکانے کو فرمایا اُنہوں نے عذر کیا کہ کنارے دریا کے کوئی پاؤ کوس تک تمام کیچڑ اور دلدل ہے اور قطرہ افشانی بھی ہو رہی ہے کھانا پکانے کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی اُس وقت سب کو یقین کلی ہوا کہ آج فاقہ ہوا اور فی الحقیقت اُس وقت یہی حال تھا کہ فاقہ کرنا آسان تھا اور کھانا پکانا دشوار اور ہوا بھی زور سے چل رہی تھی اور نہ کہیں سے دعوت کی اُمید تھی آخر الامر جب نماز عشاء کی پڑھی اُس وقت جو کشتی پر ایک نگہبان بیٹھا تھا اُس نے کہا کہ یہاں سے دور کوئی آدھ کوس کے فاصلہ پر کئی مشعلیں نظر آتی ہیں لوگوں نے کہا کوئی آدمی کہیں جاتے ہونگے بعد کچھ دیر کے اُس نے کہا کہ وہ تو اسی طرف آتے معلوم ہوتے ہیں اور نزدیک آپہنچے ہیں ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ برسات کا موسم ہے شاید کوئی حضرت خضر کا بیڑا دریا میں چھوڑنے آتا ہو یا کچھ اور ہی معاملہ ہو ہم لوگ آپس میں یہی گفتگو کر رہے تھے کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار اور کئی مشعلیں ہمراہ نزدیک کشتی کے پہنچا اور پوچھا کہ تمہارے پادری صاحب کہاں ہیں حضرت نے کشتی سے جواب دیا کہ ہم یہاں ہیں اس طرف آؤ وہ اپنے گھوڑے سے اُتر کر حضرت کے پاس آیا اور اپنی ٹوپی اتار کر آداب بجا لایا اور عرض کی کہ کئی روز سے میں نے اپنے نجرلگار رکھے تھے کہ جب آپ تشریف لاویں تو

مجھکو خبر کریں آج مجھ کو آپ کی خبر ملی سو آپ کے واسطے طعام دعوت لے
کر آیا ہوں حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے لویں
اور سب کو بانٹ دیویں اور وہ کھانا پلاؤ تھا پھر وہ انگریز کچھ دیر ٹھہر کر رخصت
ہوا اور وہ کھانا سب نے باخوبی آسودہ ہو کر کھایا بعد زبانی ملاحوں کے معلوم ہوا
کہ وہ انگریز نیل کا سوداگر کا تھا اُس رات کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح اپنی قدرت
کاملہ سے ہم لوگوں کو روزی پہنچائی کہ یہ بات کسی کے وہم و خیال میں نہ تھی محض
اس کی پرورش اور رزاقی تھی پھر صبح کو وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں شام
کو ایک جگہ پہنچیں کہ وہاں گنگا کی دو دھاری ہو گئی تھی بڑا دھارا طرف گڑھی
مانکپور کے گیا تھا اور چھوٹا دھارا طرف کشتی کے اور اسی طرف جاتا تھا مگر بسبب پانی
کم ہونے کے رات کو کشتیاں لیجانا دشوار تھا آخر الامر ملاحوں نے وہیں کشتیاں باندھیں
کچھ تو پلاؤ انگریز کی دعوت کا بچا ہوا کشتی پر تھا اور ایک دیگ کھچڑی اوپر کی اور پکائی
گئی پھر کھا پی کر لوگ فارغ ہوئے اس عرصہ میں چند آدمی کنتی سے آئے اور حضرت
علیہ الرحمۃ سے عرض کرنے لگے کہ آپ نے یہاں مقام کیا اور آپ کی دعوت کی
تیاری ہمارے یہاں ہو رہی ہے اب ہم لوگ کیا کریں آپ نے فرمایا کہ اس
دھارے میں پانی کم ہے اندھیری رات میں کشتیوں کا چلنا اس میں مشکل
ہے انشاء اللہ تعالیٰ کل سویرے تمہارے یہاں آویں گے یہ جواب باصواب
سن کر وہ لوگ چلے گئے اور ہم لوگ سب وہیں رہے پھر صبح کو سویرے
کشتیاں کھلیں دو گھڑی دن چڑھے کنارے کنتی کے پہنچیں عورتیں کشتیوں

نیز رہیں، مرد سب اتر کر حضرت کے ساتھ بستی میں آصف زماں خاں رسالدار
کے مکان پر گئے، وہیں دعوت تھی، پھر کچھ دیر میں کھانا تیار ہوا، پہر دن چڑھے تک ہم
سب لوگ کھا پی کر فارغ ہوئے اور عورتوں کے واسطے کھانا وہیں کشتیوں پر
گیا، وہاں تین مقام ہوئے اس تین روز کے عرصہ میں بہت مرد عورتوں نے بیعت
کی، پھر چوتھے روز وہاں سے کوچ ہوا، کشتیاں جاتے جاتے جہان یار کے
گھاٹ پر پہنچیں، شیخ حسن علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ گنتی سے حضرت کے ہمراہ تھے
اور ان کا بھی ارادہ مع اہل و عیال بیت اللہ شریف جانے کا تھا اور موضع
کیا ان کا گاؤں اس گھاٹ سے تین کوس تھا، وہ اپنے لوگوں کو لانے
کو وہاں سے روانہ ہوئے اور حضرت کو بلا گئے بعد ان کے کچھ دیر میں چالیس
پچاس آدمیوں سے حضرت بھی وہیں تشریف لے گئے ایک رات بھر رہ کر
حضرت وہاں سے چلے آئے اور شیخ صاحب اپنا اسباب اور غلہ وغیرہ وہاں
سے بھیجنے لگے، پھر تیسرے روز اہل و عیال اور اپنے بھائیوں سے آکر کشتی پر
سوار ہوئے، پھر چوتھے روز وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں چلتی چلتی
موضع اجھٹی کے گھاٹ پر پہنچیں، شیخ لعل محمد نام اُس بستی کے قدیم زمیندار
تھے اور لب دریا ان کا مکان تھا حضرت کے آنے کی خبر سن کر اُنھوں نے کئی کوس
آگے اپنے آدمی واسطے لینے حضرت کے بھیجے تھے، اُنھوں نے عرض کی تھی کہ
ہمارے مکان پر ڈھائی تین سو مسلمان ہو دو چار کوس کے بستیوں

کے آپ کی آمد کی خبر سن کر واسطے بیعت کرنے کے جمع ہیں اور ہمارے ہی یہاں
کھانا کھاتے ہیں سو ہمارے ہی یہاں چل کر اُتریں پھر ہم میں کشتیاں باندھی
گئیں حضرت علیہ الرحمۃ اور تمام لوگوں کو شیخ لعل محمد اپنے مکان میں لے گئے اور
جو لوگ مسلمان اُن کے یہاں جمع تھے ان کو مرید کرایا اور حضرت علیہ الرحمۃ
سے اُن کا حال بیان کیا کہ ان لوگوں کی چورا سی بستیاں ہیں نام کو تو یہ لوگ
مسلمان کہلاتے ہیں مگر کام سب ہندوں کے کرتے ہیں بت بھی پوجتے ہیں ہولی
دیوالی بھی کرتے ہیں اپنے تلسی کے بھول پیتل کے برتنوں میں پکاتے کھاتے ہیں
اور طریق اسلام سے بالکل بے خبر ہیں آپ نے مرید تو کیا ہے مگر کچھ تعلیم دین
اسلام کی بھی ان کو کریں آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائیو مرید تو ہم نے تم کو کیا
مگر دس یا پانچ روز یہاں رہنے کی ہم کو فرصت نہیں ہے جو ہم تم کو تعلیم دین
کریں سو اس کے لئے شیخ لعل محمد کو ہم اپنا خلیفہ کرتے ہیں جو کچھ نصیحت تم کو
یہ کریں اس پر عمل کرنا تم ہمارے مرید ہو ہم تمہارے پیر ہیں اور جو نہ
مانو گے تو ہم نہ تمہارے پیر نہ تم ہمارے مرید اس بات کو خوب یاد رکھنا
اُنہوں نے کہا کہ آپ کا فرمانا ہم کو قبول ہے جو کچھ شیخ صاحب ہم سے کہیں گے وہ ہم
کرینگے اور جب تک آپ یہاں کے لوگوں کو مرید کریں مولانا عبد الحئی صاحب سے آپ
فرماویں کہ تب تک کچھ وعظ و نصیحت اور دین اسلام کی باتیں ہم کو
سنا دیں پھر کچھ مولانا صاحب نے وعظ فرما کر موقوف کیا اکثر لوگ ان میں سے رخصت ہو کر

اپنی اپنی بستیوں کو گئے اور جھنی میں کئی گھر پیرزادوں کے تھے اُن میں ایک صاحب کا نام مظہر علی تھا شیخ لعل محمد ان کے مکان پر گئے اور وہ بڑے خاندانی شریف النسب مشہور اور معروف پیرزادے تھے اُن سے کہا کہ ہمارے یہاں رائے بریلی کے تکیہ کے پیرزادے سید احمد صاحب تشریف لائے ہیں اور حج کو جاتے ہیں اور وہ بڑے عالی خاندان اور صاحب تاثیر اور صاحب کرامات ہیں اگر آپ اُن کی ملاقات کو تشریف لے چلیں تو بہت مناسب اور خوب ہے اُنہوں نے کہا کہ ہاں اچھا کہتے ہو ہم تکیہ کے پیرزادوں کو جانتے ہیں اور اپنے بزرگوں سے بھی سنا ہے کہ اچھے اچھے بزرگ اُن میں ہوئے ہیں مگر یہ صاحب جو تمہارے یہاں تشریف لائے ہیں اُنہوں نے بہت سیاحی کی ہے اور اسی سیر و سفر میں کسی سے کوئی عمل یا سحر اُن کے ہاتھ آگیا ہے اُسی کے باعث ہزاروں لاکھوں آدمی اُن کی طرف رجوع ہوتے ہیں والا بڑے بڑے خاندانی پیرزادے اس ملک میں موجود ہیں اور لوگ اُن کی طرف رجوع نہیں ہوتے اس کا کیا سبب ہے یہی سبب ہے کہ ان کے پاس سحر نہیں ہے سو اُن کی ملاقات کی ہم کو کچھ حاجت نہیں، یہ گفتگو سن کر شیخ لعل محمد وہاں سے حضرت کے پاس آئے اور تمام حال آپ سے عرض کیا اور کہا کہ یہاں ہماری بستی میں یہ نامی پیرزادے اور اپنے گھر سے خوشحال ہیں اور میں اس نیت سے اُنکے پاس گیا تھا کہ وہ آپ سے

اور ہم لوگوں کے عقائد کے موافق ہو جاویں ایک ہی بستی میں ہمارا ان کا
بود و باش ہے دل میں ایسا غوشبہ پڑا کہ اُس کا دور ہونا دُشوار ہے
سو اب اُن کے لئے آپ دعا کریں کہ ان کے دل سے اللہ تعالیٰ یہ خدشہ رفع
کرے اور ہمارے موافق ہو جاویں، آپ نے فرمایا کہ اگر وہ ہمارے ملنے کو نہیں
آئے کچھ مضائقہ نہیں ہم اُن کے ملنے کو چلیں گے ہم کو اس امر میں کچھ عار نہیں، مگر تم
ایک کام کرو جو لوگ اُن کے مریدوں میں بڑے بڑے رشید ہوں اور تم سے
بھی راہ و رسم دوستی کی اُن سے ہو اُن کو کسی طور سے ہمارے یہاں لاؤ اور
تمہاری بستی والوں نے جو آج ہم سے بیعت کی ہے اور ہم نے ان کو کچھ اللہ تعالیٰ
کا نام بتایا ہے اُن سے اُن کو توجہ دلاؤ پھر اُن کو پیرزادے صاحب کے
پاس لیجاؤ کہ وہ ان کے سامنے کشف کا حال بیان کریں خدا چاہیگا تو وہ
خدشہ ان کے دل کا دفع ہو جاویگا اسی پر ہمارا اُن کا تصفیہ ہے، پھر
شیخ لعل محمد نے ویسا ہی کیا، کئی ان کے مریدوں سے لاکر اور اپنے پیر بھائیوں سے
توجہ دلا کر مظہر علی شاہ کے پاس لے گئے اور اُن کے سامنے بیان کرایا، ان
کے حالات سُن کر ان کو کمال تعجب ہوا کہ خاص ہمارے مرید اپنا دیکھا ہوا
حال بیان کرتے ہیں یہ معاملہ سحر جادو کا ہرگز نہیں ہم بڑی غلطی پر تھے
سید صاحب بیشک عارف باللہ اور صاحب کرامات ہیں اب چل کر ہم اُن
سے ملاقات کرینگے اور چلنے کی تیاری کرنے لگے شیخ لعل محمد نے یہ خبر سید صاحب

کو بھیجی کہ منظہر علی شاہ آپ کی ملاقات کو آتے ہیں، یہ خبر سن کر حضرت نے کہا وہ کیوں آنے کی تکلیف کرتے ہیں ہم آپ چل کر اُن سے ملیں گے، پھر حضرت اُن کے مکان کو چلے اور وہ اُس طرف آئے شیخ لعل محمد کے دروازے پر ایک سایہ دار بڑا بھاری درخت تھا اُس کے نیچے فرش بچھا تھا وہیں ملاقات ہوئی اور اُسی فرش پر ان کو بٹھایا، منظہر علی شاہ نے حضرت سے کہا کہ جن روزوں لکھنؤ میں شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلہ پر آپ تشریف رکھتے تھے میں بھی اُسی شہر میں تھا اور کئی جمعہ کو آپ کے وہاں نماز کو گیا اور مولانا عبدالحیٔ صاحب کا وعظ بھی سنا مگر بسبب وسوسہ ڈالنے بعض معتقدین مستدعین کے میں آپ کی ملاقات مسرت آیات سے محروم اور بے نصیب رہا اور وہاں بھی میں نے آپ کے مریدوں کا حال دیکھا تھا کہ ایک دوسرے کو توجہ دے کر آپ کے پاس لے جاتے تھے اور اپنے اپنے کشف کا حال بیان کرتے تھے، میرے دل کا شک تو بہت سا وہیں دفع ہو گیا تھا مگر آج اپنے خاص مریدوں سے حال سن کر رہا سہا جو کچھ شک و شبہ تھا بالکل جاتا رہا، بعد اُس کے وہ شاہ صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے عالی خاندان کے فضائل اور بزرگواروں کے کمالات بیان کرنے لگے کہ آپ کے فلانے بزرگ ایسے صاحب کرامات تھے اور فلانے ایسے اور اس خاندان والاشان میں اللہ تعالیٰ و تقدس نے آپ کو سب سے اعلیٰ و افضل پیدا کیا، پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ شیخ لعل محمد کا آپ سے رابطۂ محبت

بسبب ایک جگہ بود و باش کے بہت ہے اور مسلمانوں میں یوں ہی محبت اور
اتفاق چاہئے آپس کے اتفاق میں بڑے بڑے فوائد ہوتے ہیں اور نااتفاقی میں
طرح طرح کے نقصان ہوتے ہیں' اُنہوں نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں بلکہ اب ہم کو
شیخ صاحب سے زیادہ محبت کرنا چاہئے کہ اب یہ ہر ایک شرک و بدعت سے تائب ہوئے
ہیں' اور کہا کہ چند لوگوں کی طرف سے آپ کی خدمت شریف میں یہ عرض ہے کہ
بعض لوگوں کی روزی بستی کے شرفا و غربا کے یہاں سے متعلق ہے جیسے ڈوم ڈھاڑی
دفالی وغیرہ' اور بستی کے جن صاحبوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہر ایک
مکروہات اور بدعات سے توبہ کی ہے آگے یہ لوگ اپنی شادی غمی میں جو کچھ ان کو
دیتے تھے اب کاہے کو دیوینگے سو وہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا پیشہ تو یہی
ٹھہرا اور اسی پر ہماری روزی کا مدار رہے اور کوئی ہنر ہم لوگوں کو یاد نہیں اب ہمارا
گذران کیونکر ہوگا' آپ نے فرمایا کہ بہت کام کی بات آپ نے کہی اس کی
تدبیر ضرور کرنی چاہئے مگر بعض پیشے مکروہات اور مشکوک اور حرام ہوتے ہیں
مسلمانوں کی روزی کا مدار ان پر ہرگز نہیں ایسی ناپاک روزی سے اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کو بچا دے روزی تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے' اور اب تو ہمارا کوچ
ہے مگر شیخ لعل محمد وغیرہ الہ آباد تک ہمارے ساتھ جاوینگے وہاں جا کر ان
کو چند باتیں ضروری اور بھی تعلیم کرینگے وہیں اس کی بھی کوئی راہ معقول
بتادیوینگے اس بات سے آپ اُن لوگوں کی بخوبی تسلی کر دیں' پھر آپ

اُن سے رخصت ہوکر کشتی پر سوار ہوئے اور ملاحوں کو حکم دیا کہ کشتیاں
کھولو، اس عرصہ میں ایک شخص نے آکر حضرت سے عرض کی کہ شیخ لعل محمد نے کہا
ہے کہ ایک لحظہ کشتی کھولنے میں آپ توقف کریں جبتک میں نہ آؤں، آپ نے
ملاحوں سے کہا ہماری کشتی رہنے دو باقی روانہ کرو ہم پیچھے سے آتے ہیں، آپ
کی کشتی کے ساتھ ایک کشتی اور رہی اور تین کشتیاں ملاح لے چلے بعد ایک لحظہ
کے ہوا تند چلنے لگی ملاحوں نے چاہا کہ کشتیاں کنارے پر لاکر روکیں مگر ہوا اس
زور کی تھی کہ کشتیاں تھامنے سے نہ تھمیں کئی کوس نکل گئیں اور دوسرے
کنارے پر جا لگیں، اور یہاں حضرت کے پاس ایک انگریز کی منہ بولی ہندوستانی
بی بی آئی اور کہا کہ آج میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپنے کہا ہماری
کشتیاں آگے جاتی ہیں اُسنے کہا اب دعوت قبول کرنی تو سنت ہے، حضرت
نے فرمایا کہ تمہاری دعوت کرنی نہیں سنت ہے اُسنے کہا کیوں نہیں سنت میری
دعوت تو بڑے بڑے درویش اور مشائخ پیرزادے قبول کرتے ہیں اور
اپنی عزت اور بزرگی بوجھ کر کھاتے ہیں اور اس بات کی تمنا رکھتے ہیں اور جو
کچھ نقد روپے دیتی ہوں وہ لیتے ہیں، آپ نے کہا کہ تمہارے یہاں کا کھانا اور
نقد سب حرام اور ناروا ہے، اُس نے کہا کہ پھر وہ لوگ کیوں کھاتے اور لیتے
ہیں، آپ نے فرمایا یہ مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوگا بعد اس کے دو چار کلام
ہدایت التیام بطور نصیحت کے آپ نے اُس سے کہے پھر وہ اپنے مکان کو

گئی اور اپنے فرنگی سے یہ حال کہا وہ اس مسئلہ سے واقف تھا کہا وہ
پادری صاحب سچ کہتے ہیں، پھر وہ فرنگی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ
ہماری بی بی صاحب آپ کی دعوت کرنے آئی تھی آپ نے قبول نہ فرمائی
اور جو کچھ اس امر میں آپ نے اُس سے کہا ہم نے اُس کی زبانی سنا، آپ نے
بجا فرمایا، آپ کے یہاں مسئلہ یہی ہے ولیکن اگر ہم دعوت کریں وہ تو آپ قبول
کرینگے، آپ نے فرمایا کیوں نہ قبول کرینگے مگر کشتیاں ہماری جا چکیں
اور ہم بھی تیار ہیں، دعوت نہ کھانے کا یہ عذر ہے اُس نے کہا ابھی آندھی
چلتی ہے دیکھا چاہیے کب تک موقوف ہو، میں آپ کی ضیافت ضرور کرونگا
آپ نے کہنا اُس کا قبول فرمایا، پھر اُس دن اُس کی دعوت کھائی صبح
کو بستی والوں سے کسی نے دعوت کی، دعوت کے بعد قریب دوپہر کے آپ
سوار ہوئے کشتیاں کھلیں وہاں سے کوئی چار کوس موضع اسرولی ہوگا
شیخ وزیر نام وہاں کا زمیندار آپ کو لینے وہاں آیا تھا عرض کی کہ حکم ہو
تو میں آگے چل کر آپ کی دعوت کی تیاری کروں، آپ نے فرمایا جبتک ہماری
کشتیاں وہاں نہ پہنچیں کھانا نہ پکانا اور اُن کو ادھر رخصت کیا اور ادھر
آپ روانہ ہوئے آگے چل کر کئی کوس پر تینوں کشتیاں وہ بھی ملیں، جس
گھاٹ پر شیخ وزیر نے کشتیاں ٹھہرائی تھیں بسبب طغیانی دریا کے اس
گھاٹ سے کشتیاں کوس سوا کوس آگے نکل گئیں اور شیخ وزیر کو لوگ پکاتے

رہے ملاحوں نے نہ سنا، پھر شیخ وزیر سواری لے کر وہاں پہونچے کوئی
ڈیڑھ سو آدمیوں سے حضرت ان کے مکان پر گئے بہت لوگوں کو آپ نے
وہاں مرید کیا اور رات پھر وہیں رہے اور وہ سب لوگ ہندوں کی سی
پوشاک پہنے ہوئے تھے اور دلیسے ہی اُن کے تمام برتن تھے اور شیخ وزیر
جو ان کے چودھری تھے حضرت نے اُن سے فرمایا کہ جن بھائیوں نے بیعت
کی ہے اُن کو آج نماز پڑھاؤ، شیخ موصوف نے عرض کی کہ ان میں تو
کسی کو بسم اللہ ہی نہیں آتی نماز کیونکر پڑھاؤں، آپ نے فرمایا کہ ان کو وضو
کرا کے کھڑا کرو جو کچھ آگے امام فعل کرتا جاوے اس کے ساتھ پیچھے یہ بھی اُسی
طور کرتے جاویں اللہ تعالی چاہیگا اسی طرح ان کو نماز آجاوےگی اور شیخ وزیر سے
کہا کہ ہم تم کو الہ آباد تک اپنے ساتھ لے چلینگے وہاں تم کو جو تدبیر بتادیں وہ عمل
میں لانا انشاءاللہ تعالی یہ لوگ درست ہوجاوینگے اور مولانا عبدالحیٔ صاحب
سے کہا کہ ان بھائیوں کو کچھ وعظ سناؤ اور نصیحت بھی کرو کہ جو کام شرک
و بدعت کے کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دیں اور نماز روزے پر مستعد ہوں اور
قریب ہزار آدمیوں کے اور بھی اُس نواح کی بستیوں سے آئے تھے اُن کو
بھی آپ نے مرید کیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ان بھائیوں کو توجہ دو اور اللہ کا
نام بتاؤ، پھر ہر کسی نے پندرہ پندرہ بیس آدمیوں کو بٹھا کر توجہ دیا ایک
ہی توجہ میں اُن لوگوں کے لطائف ستہ جاری ہوگئے اور بعضوں کو سلطان الذکر
جاری ہوگیا، اور مولانا عبدالحیٔ صاحب نے سنت کی بڑائی کا بیان کیا یہ سُن کر

اُس بستی والوں نے تو اُسی وقت تمام چبوترے تعزیوں کے کھود کر برابر کر دئے
اور علم اور پنجے وغیرہ توڑ تاڑ کر بانس تو جلا دئے اور اُن کے کپڑے اور چاندی
لا کر حضرت کی نذر کی کہ اپنے قافلہ کے صرف میں لاویں اور اُس اطراف کی بستی
والوں نے کہا کہ ہم بھی اپنے مکان پر جا کر یہی کام کریں گے اور نشانوں کا کپڑا وغیرہ
لے کر الہ آباد میں آپ کے پاس حاضر ہونگے، پھر حضرت نے فرمایا کہ تمہارے حوزصری شیخ
وزیر کو جو ہم اپنے ساتھ الہ آباد تک لیجاوینگے یا وہ ہمارے پیچھے سے آویں گے ہم ان کو
وہاں تمہارے لئے چند باتیں بتا دینگے وہ تم کو تعلیم کرینگے، اُن کے کہنے کے موافق
جو تم میں سے عمل کرے گا وہ ہمارا مرید اور بھائی ہے اور جو نہ مانیگا وہ نہ ہمارا مرید
اور نہ ہم اس کے پیر، سب نے ماننے کا اقرار کیا کہ جو راہ شیخ جی ہم کو چلا دینگے وہی
ہم چلینگے، اور شیخ وزیر کے چار بیٹے تھے، عبدالعلی اور عبدالحئی اور عبدالشکور اور نصیر اللہ
اور چار وں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، آپ نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ جن بھائیوں
نے ہم سے بیعت نہ کی ہو وہ شیخ وزیر یا اُن کے بیٹوں کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور ہم
چند روز الہ آباد میں چل کر ٹھہرینگے جو صاحب چاہیں وہاں آکر ہمارے ہاتھ
پر بیعت کریں اور اپنے دل میں شیرینی اور نذرانے کا خیال نہ کریں بیعت کرنے
میں ہمارے یہاں نذر اور شیرینی لینے کا دستور نہیں ہے، پھر وہاں سے رخصت ہو کر
جہاں کشتیاں تھیں وہاں گئے اور رات بھر وہیں رہے، شیخ وزیر کا کھانا لے
کر وہیں کشتیوں پر حاضر ہوئے اور سب نے کھایا، پھر صبح کو کشتیاں کھل کر الہ آباد
کو روانہ ہوئیں قریب دوپہر کے الہ آباد کے مقابل گنگا کے دوسرے کنارے پر موضع

چیری ہے اُسکی گھاٹ پر کشتیاں لگیں، دو بھائی شیخ اُس بستی کے زمیندار تھے نام اُن کے یاد نہیں اُس اطراف کے بستیوں کے کوئی تین ہزار آدمی بیعت کے لئے اُن کے یہاں جمع تھے، پھر وہ دونوں زمیندار حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے اور تمام قافلہ کی ضیافت کی پھر جو لوگ وہاں جمع تھے سب نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ بھی تمام لوگ محض عامی اور شعائر اسلام سے بے خبر تھے، ہنود میں اور اُن میں بظاہر اصلا امتیاز نہ تھا، جو الٰہ آباد کی چوراسی بستیاں مشہور ہیں جن کا آگے بیان ہو چکا ہے اُنھیں رہنے والے وہ بھی تھے اور سوا تعزیہ داری اور گور پرستی اور بت پرستی کے کچھ نہیں جانتے تھے پھر حضرت نے اُن کو ان سب باتوں کی برائی سمجھائی اور نماز روزہ وغیرہ کی تاکید فرمائی وہاں بھی چبوترے تعزیہ کے اور امام باڑے تھے اُسی روز سب نے کھود کر برابر کئے اور شدوں نشانوں کے بانس توڑ تاڑ کر دریا میں بہا دئے اور اُن کا کپڑا اور چاندی سونا لاکر آپ کے آگے دھرا کر اپنے صرف میں لاویں، پھر مولانا عبدالحیٔ صاحب نے کچھ دیر وعظ فرمایا اور وہیں شیخ غلام علی صاحب کے آدمی الٰہ آباد سے حضرت کو لینے آئے اور رات بھر وہیں رہے اگلے روز کچھ دن چڑھے گھاٹ کی کشتی پر کوئی دو سو آدمیوں سے سوار ہوکر حضرت علیہ الرحمۃ شیخ غلام علی صاحب کے آدمیوں کے ہمراہ چلے اور اُس پار

الہ آباد

آپ کے استقبال کو کنارے دریا کے شیخ غلام علی اور اُن کے بیٹے
پوتے وغیرہ اور مولوی کرامت علی صدر امین اور حافظ اکرام الدین دہلوی
اور شیخ محمد تقی بوچیڑ یعنی قصاب اور اُن کے بھائی شیخ عبد اللہ اور وہ
بڑے مالدار لاکھوں روپے کے آدمی تھے اور وہاں کے بڑے نامی پیرزادے
شاہ اجمل کے بیٹے نام اُن کا ابو المعالی تھا اور قلعہ الہ آباد کے داروغہ بستی
میاں اور رنجیت خاں میواتی علاوہ اُن کے بہت شرفا اور غربا شہر کے کھڑے
تھے جب کشتی اُس کنارے پر لگی اور حضرت اپنے لوگوں سمیت اُترے سب سے
مصافحہ اور معانقہ کیا، پھر شیخ غلام علی صاحب حضرت کو اپنے بنگلہ پر کہ جمنا کے کنارے
لے گئے اور اُس بنگلہ سے کوئی ساٹھ ستر قدم پر راجہ اودیت نرائن کی
بڑی وسیع دو منزلہ کوٹھی تھی، پھر بنگلہ سے حضرت کو شیخ صاحب وہ کوٹھی
دکھانے کو لے گئے اور عرض کی اپنے لوگوں کو اس میں اتاریں اور اُس میں
مکان جدا تھے اور مرد انے جدا، آپ وہ تمام مکان نیچے اور اوپر دیکھ کر
بہت خوش ہوئے اور شیخ صاحب ممدوح نے ہر ایک مکان میں بستر سے
پلنگ اور فرش بچھوا دئے تھے اور جو اسباب ضروری تھا، دھر رکھوا دیا
تھا، پھر وہ کوٹھی پسند کر کے آپ بنگلہ پر آئے اور اپنی کشتیوں کو لانے کو
لوگ بھیجے اور وہاں گنگا اور جمنا دونوں دریا کے کچھ دور آگے بڑھ کر مل گئے
ہیں ملاح کشتیوں کو موضع جیری سے جمنا میں لے گئے اور بہت محنت
اور مشقت سے لائے لاتے کئی کوس چل کر کہا کہ شیخ صاحب کے بنگلہ کے

پیچھے لگائیں، پھر عورتوں کو کشتیوں سے اُتار کر ڈولیوں پینسوں میں
سوار کراکے اُس کوٹھی کے زنانے مکانوں میں لے گئے، پھر حضرت علیہ الرحمۃ
نے وہاں جاکر ہر ایک مکان موافق گذران ہر کسی کو تقسیم کر دیا اور
مردانے مکان میں آپ اُترے اور جو لوگ مجرد تھے اُن کو اُتارا
اور جو لوگ حضرت کے ساتھ آئے تھے اُن کو شیخ صاحب نے اول کھانا
کھلا دیا تھا اور باقی جو کشتیوں کے ساتھ آئے تھے اُن کے لئے جدا کھانا
بھیجا اور وہ کھانا پلاؤ تھا اور بورانی، حضرت نے بھیلی بھیلی اُس کو تقسیم کرا دیا
پھر اگلے روز پانچ چھ گھڑی دن چڑھے کہار پلاؤ کی دیگیں اور برتن
اور برتن اور دہی بورانی حضرت کے پاس لائے اُسی دستور سے آپ نے سب
کو تقسیم فرمایا، پھر دو گھڑی دن رہے وہی کہار خمیری روٹیاں اور دیگ
میں گوشت لائے، پھر بعد نماز مغرب کے حضرت نے وہ کھانا تقسیم کرایا اور
سب نے کھایا اُس کے اگلے روز اپنے معمول پر وہی کھانا دیگوں میں زردہ
اور دہی بورانی لائے اور دوسرے وقت شام کو قورمہ اور شیرمال، سترہ
روز سے زیادہ آپ وہاں رہے اور کھانے کا یہی دستور رہا کہ
ایک روز صبح کو زردہ اور بورانی اور شام کو قورمہ اور شیرمال
اور اسی مدت اقامت مذکور میں وہاں کے ہزاروں آدمیوں نے بیعت کی اور
شیخ غلام علی صاحب سے لوگوں نے صلاحاً کہا کہ حضرت سید صاحب
آپ کے یہاں اُترے ہیں اور آپ ہی کی ہر روز دعوت کھانے

ہیں، اور ہم لوگوں کی بھی آرزو ہے کہ ہم بھی حضرت کو اپنے مکان پر لیجاویں اور خدمت کریں کھانا کھلادیں، شیخ صاحب ممدوح نے اُن سے بہ خوشامد کہا کہ بھائیو ضیافت کرنے کا تو احسان میرے ہی اوپر رکھو تم کوئی تکلیف نہ کرو اور جو تمہاری ہی خوشی ہے تو کچھ دعوت کرو اور یہی بات کہ ہم بھی حضرت کو اپنے مکان پر لیجاویں یہ تم کو اختیار ہے شوق سے لیجاؤ لوگوں کو ان سے بیعت کراؤ نذر دلواؤ کھلاؤ عطر لگاؤ، یہ کہنا شیخ صاحب کا سب کے خیال میں پسند آیا اور سبنے مانا پھر لوگ اپنے اپنے مکانوں پر سید صاحب کو لیجانے لگے اور اپنے اپنے اہل و عیال کو مرید کرانے لگے اور نذر دینے لگے اور سوا نذرانہ کے جن کو دعوت کرنی منظور تھی کسی نے دعوت کی دو دو سو روپیے دئے کسی نے سو کسی نے پچاس اور کسی نے پچیس، چنانچہ مولوی کرامت علی صدر امین اور شیخ محمد تقی اور بستی میاں اور نجیب خاں ان سبنے دو دو سو روپیے دئے اور چند لوگ وہاں جوتوں کے سوداگر تھے جیسے حافظ نجابت علی اور محمد حسین اور عبد القادر وغیرہم اُنہوں نے آپس میں مل کر دو سو روپیے دئے اور قلعہ کے میگزین کے خلاصیوں نے مل کر دو سو روپیے دئے اور باقی صاحبوں کے نام یاد نہیں اور وہ تمام نذر اور دعوت کے روپئے مولوی محمد یوسف صاحب وغیرہ کے پاس رکھائے تھے اور ایک روز مولوی صاحب ممدوح نے حضرت سے عرض کی کہ جو میرے پاس تھیلی ہوتی کی ہے وہ بھر گئی بلکہ باقی روپئے میں نے اوروں کے پاس رکھوا دئے

اب اس کی کیا تدبیر کی جاوے، آپ نے فرمایا کہ سب روپے جمع کر کے
ایک صندوق میں رکھ دو اور وہ سات روپے برکت کے جو کپڑے میں بندھے
ہوے تمہارے پاس ہیں وہ بھی اس میں رکھ دو اور کچھ روپے موافق خرچ کے اپنے
پاس رہنے دو پھر جن جن کے حضرت نے روپے رکھائے تھے اُن سب سے لیکر مولوی
صاحب موصوف نے ایک صندوق میں موافق ارشاد فیض بنیاد حضرت علیہ الرحمۃ
کے رکھ دئے اور نجیب خاں سواتی وہاں الہ آباد میں بڑا سوداگر اور مالدار تھا اور
سبب اُس کی مالداری کا یہ ہوا کہ اول مرتبہ جب حضرت علیہ الرحمۃ الہ آباد میں تشریف
لے گئے اُن روزوں وہ نہایت مفلس الحال محتاج تھے اور شیخ محمد تقی کے بڑے
دوست اور اُن کے نوکر بھی تھے، شیخ صاحب موصوف نے کئی بار ان کے واسطے
حضرت سے عرض کی کہ نجیب خاں ہمارے بڑے دوست ہیں اور بیچارے
بہت تنگ حال ہیں، آپ اُن کے واسطے دعا کریں، آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ ہم ضرور دعا کرینگے اُسی عرصہ میں ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ بستی میاں
کے مکان میں تشریف لے گئے تھے اور شیخ محمد تقی بھی آپ کے ہمراہ تھے اس اثنا میں حیدر
میگزین کے خلاصیوں نے آکر بستی میاں کو خبر دی کہ دھومن خاں رافضی بہت
لوگوں ہتھیار بند سے آکر فلاں جگہ رستے میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ جب سید صاحب
وہاں سے اس رستے میں ہو کر آوینگے تو اپنے لوگوں سے تبرا کہلاؤنگا یہ خبر
سن کر بستی میاں نے اپنے آدمی سے کہا کہ میری طرف سے جا کر دھومن خاں
سے کہنا کہ تم جو یہ ارادہ فساد کا کر کے آئے ہو یہ بات تم کو مناسب نہیں ہے

اور سید صاحب ہمارے پیر و مرشد ہیں اگر فساد ہی کرنا منظور رہے ویسا
ہم کو جواب دو پھر جو کچھ ہوگا ہم بھی دیکھ لیں گے، یہ بات سُن کر حضرت نے
فرمایا کہ آپ یہ کیا حرکت بیجا کرتے ہیں فساد کرنا کچھ ضرور نہیں ہم اُس رستے
نہیں جاتے اور رستے ہو کر چلے جاوینگے، اُنھوں نے کہا حضرت سلامت یہ بات
ہرگز نہ ہوگی ہم آپ کو اُسی رستے میں ہو کر لے چلینگے اگر ہم آج اُس سے دیکے
تو اسی طرح ہمیشہ وہ ہم کو دبایا کریگا، آپ کچھ دیر توقف کریں ہم اس کا بندوبست
کئے لیتے ہیں اور اُس اپنے آدمی سے کہا کہ دہومن خاں کے پاس تو ہیں اتو جنرل
صاحب کے پاس جاکر اطلاع کر کہ بستی میاں نے عرض کی ہے کہ ہمارے مکان پر
ہمارے سید احمد صاحب رائے بریلی کے تشریف لائے ہیں اور دہومن خاں برسر
فساد لوگوں کو لیکر رستے میں بیٹھا ہے اس نیت سے اگر سید صاحب ادھر نکلیں گے
تو اپنے لوگوں سے تیر اکہلاؤنگا، سو ہم نے آپ کو اطلاع کردی ہے اس میں
فساد ضرور ہوگا اب آپ جانیں، پھر اُس آدمی نے جاکر اسی طرح جنرل صاحب سے
عرض کی وہ یہ حال سُن کر دہومن خاں پر کمال خفا ہوا اور حالانکہ دہومن خاں
سرکار انگریزی میں بڑا معزز تھا اس لئے کہ بستیوں کا اجارہ دار تھا اور عامل گزار
تھا، پھر جنرل صاحب نے بستی میاں کے آدمی سے فرمایا کہ تم جاکر بستی میاں سے
کہو کہ تم اس بات سے بے فکر رہو ہم اس کا بندوبست کئے دیتے ہیں، پھر وہ آدمی
یہ خبر لے کر ادھر گیا اور ادھر جنرل صاحب نے اپنے چپراسی سے کہا کہ تم جاکر
کوتوال سے کہو کہ رائے بریلی کے سید صاحب شاہ اجمل کے دائرے میں

اور وہ آج بستی میاں کے مکان پر آئے ہیں، اور دہوسن خاں کچھ سپاہیوں سے فلانی جگہ رستے میں بیٹھا ہے اور اس کا ارادہ سید صاحب سے کچھ فساد کرنے کا ہے تم جلد اس کا بند وبست کرو اور شہر کے ہر تھانے میں حکم پہنچادو کہ سید صاحب جس وقت اور جہاں چاہیں شہر میں جاویں کوئی مزاحم نہو اُس چپراسی نے جاکر یہی حکم کوتوال کو پہنچایا اُس نے فوراً ایک جمعدار اور دس برقنداز کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ فلانی جگہ دہوسن خاں لوگوں کو لئے بیٹھا ہے اُس سے جاکر کہنا کہ جنرل صاحب کا حکم ہے کہ تم یہاں سے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور وہاں سے سب کو اٹھا کر بستی میاں کے مکان پر جانا وہاں رائے بریلی کے سید صاحب آئے ہیں ان کو بحفاظت تمام شاہ اجمل کے دائرے میں پہنچا کر چلے آنا اور سید صاحب سے کہنا کہ جنرل صاحب کی طرف سے اجازت ہے جس وقت اور جس جگہ شہر میں آپ چاہیں تشریف لیجاویں کوئی مزاحم نہوگا، پھر وہ برقنداز دہوسن خاں کو وہاں سے اُٹھا کر بستی میاں کے یہاں حضرت کے پاس آئے اور حکم جنرل صاحب اور کوتوال صاحب کا سنایا اور عرض کی آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کو شاہ اجمل کے دائرے میں پہنچا آویں، پھر آپ وہاں سے تشریف لے چلے، برقنداز ساتھ ہوئے بستی میاں کے مکان سے نکلتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ پندرہ بیس بندوقچیوں کے ریخیت خاں آپ کی حفاظت کو کھڑے ہیں اور سب کے توڑے شتر جب آپ اُن کے نزدیک گئے سب نے سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا

کہ جاؤ اپنے مکان پر کمر کھول کر شام کو شیخ محمد تقی کے مکان پر ہم سے ملنا
یہ سن کر وہ اپنے گھر گئے" اور حضرت شاہ اجمل کے دائرے میں آئے اور
برقندازوں کو رخصت کیا' پھر شام کو چوک کی مسجد میں آپ تشریف لے گئے
وہیں رجبت خاں اور اُن کے لوگ بھی حاضر تھے' پھر بعد فراغ نماز مغرب
سب کو لے کر آپ شیخ محمد تقی کے مکان پر گئے اور بیٹھے' اُس وقت آپ نے شیخ
محمد تقی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اُس وقت جب نیدرچیوں کو لئے وہاں
رجبت خاں ہمارے لئے کھڑے تھے وہاں کھڑا ہونا ہتھیار باندھ کر ہم کو ناپسند آیا
کہ ایک صورت بلوے کی تھی مگر اُن کی چالاکی اور دلیری اور خیر خواہی سے ہم
بہت خوش ہوئے' آپ شیخ بھائی تم اُن کے لئے ہم سے کیا کہتے ہو' اُنہوں
نے عرض کی کہ یہ بھائی بھتیجے بھی جو یہ حاضر ہیں اور میں بھی اُمیدوار ہوں
کہ آپ میرے اور سب بھائیوں کے واسطے دعا کریں اور اُس وقت شیخ محمد تقی
کے بھائی شیخ عبداللہ اپنے زنانے مکان میں تھے ان کو بھی بلوالیا اور قادر بخش
نام ایک لڑکا ان کا بھانجا یا بھتیجا تھا اس کو بھی بلوالیا اور حضرت سے عرض
کی کہ یہ لڑکا یتیم ہے اس کے واسطے بھی آپ دعا کریں' حضرت نے اُس کو اپنے
پاس بٹھایا' اس وقت اس مجلس میں تیس چالیس آدمی حاضر تھے پھر آپ ننگے
سر ہو کر بکمال الحاح وزاری کے جناب باری میں دعا کرنے لگے اور سب حاضرین
مجلس آمین کہنے لگے پھر بعد فراغ دعا کے آپ نے اپنی ایک دستار منگائی
اور رجبت خاں کو بند بھائی اور خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ بنایا اور

کشائش روزی کے لئے ان کو پانچ روپے برکت کے دئے اور ایک
تاج خلافت کا اور ایک روپیہ برکت کا اُن کے بھائی کو عنایت کیا
اور دو شخص اُن کے عزیزوں میں تھے ایک ایک روپیہ اُن کو دیا اور ایک
روپیہ برکت کا شیخ عبداللہ کو دیا اور قادر بخش کے واسطے شیخ محمد علی سے
فرمایا کہ ابھی تو یہ نابالغ لڑکا ہے مگر جب بالغ ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ تب
اس کا حال دیکھنا کہ کیا خیر و برکت و فلاح اُس کے نصیب میں ہوتی ہے پھر
آپ وہاں شاہ اجمل کے دائرے میں آئے پھر بعد ایک دو دن کے بنارس
کو تشریف لے گئے وہاں سے جب مع الخیر تکیہ شریف کو تشریف لائے تب آپ
کے ہمراہیوں سے یہ تمام حال خیر مآل سنا انتہیٰ اور وہیں شیخ لعل محمد موضع جھنجی
کے اور شیخ وزیر اور اُن کے چاروں بیٹوں موضع اسر دلی کے اور دونوں
بھائی زمیندار موضع جیری کے آکر حاضر ہوئے اور ہر ایک کے ساتھ ان کے
اطراف کی بستیوں کے بہت لوگ تھے اُن میں جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی
اُنہوں نے بیعت کی، پھر مولانا عبدالحئی صاحب سے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا
کہ ان زمیندار بھائیوں کو مسائل ضروری نماز روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ
کی تعلیم کرکے ہمارے پاس لاؤ پھر جو ہم کو کہنا ہوگا ہم اُن سے کہہ دینگے
پھر مولانا صاحب نے وہیں کو ٹھے کے ایک مکان میں بٹھا کر مسائل اُن کو
تعلیم کئے اور آپ کی خدمت بابرکت میں لے گئے، پھر آپ نے شیخ لعل محمد
اور شیخ وزیر محمد اور اُن کے بیٹوں کو اور جیری کے دونوں بھائی

زمیندار اور ں کو خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور جن کو اُنہوں نے
اپنے اپنے آدمیوں سے لیق جانا ان کے لئے کہا، آپ نے اُن کو بھی خلیفہ
اپنا کیا اور کسی کو کرتا اور کسی کو عمامہ اور کسی کو تاج عطا فرمایا اور سب کے
لئے دعا کی اور شیخ وزیر کو ایک روپیہ برکت کا عنایت کیا اور سب کی طرف
مخاطب ہوکر فرمایا کہ بھائیو کچھ مدت للہ فی اللہ اپنی نواح اور اطراف کی بستیوں
میں دوڑ کرو اور مسلمانوں کو توحید اور طریق اسلام کا سکھاؤ اور شرک و بدعت
سے بچاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اجر عظیم عطا کرے گا، یہ کلام حضرت کا سُن کر سب
نے عرض کی کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے اور درست، مگر ہم کو عذر یہ ہے کہ اول تو ہم تمام
اقسام شرک و بدعت سے واقف نہیں کہ کن کاموں کو شرک کہتے ہیں اور
کن کو بدعت، اور دوسرے یہ لوگ تمام عوام کالانعام شعار اسلام سے محض
ناواقف ہیں ان کو یہ باتیں سکھانا اور راہ راست پر لانا ہم لوگوں سے تو یہ
امر دشوار ہے، آپ نے فرمایا کہ اُن کی ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے نہ ہمارے
اختیار میں ہے نہ تمہارے جو تم اس امر میں للہ فی اللہ چند مدت کوشش کروگے
تو اس کا اجر عظیم خدا سے پاؤگے اور مفت میں جنت کماؤگے، یہ بشارت
فیض اشارت سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا آپ کا فرمانا ہم کو قبول ہے
پھر اس عرصہ میں وقت عصر کا آیا آپ نماز پڑھ کر شیخ غلام علی صاحب کے
بنگلہ پر تشریف لے گئے، پیچھے سے وہ لوگ بھی جا کر وہیں حاضر ہوئے شیخ صاحب
موصوف نے حضرت سے پوچھا کہ آپ نے ان لوگوں کو رخصت کرنے کی

کیا تدبیر کی، آپ نے فرمایا کہ کچھ باتیں تعلیم کرنی ان کو باقی ہیں وہ تعلیم
کر کے ایک دو روز میں رخصت کرینگے، ان لوگوں نے عرض کی کہ لوگوں کی
تعلیم وتلقین کو جو آپ نے ہم کو فرمایا ہے اگر آپ شیخ صاحب کو بھی اس کام پر
مقرر کردیں تو اُن کے سبب سے ہم لوگوں کو اور بھی قوت ہو جاوے اسلئے کہ
یہاں کے نامی سردار ہیں اور بڑے علاقہ دار اور صاحب اقتدار ہیں آپ
نے فرمایا کہ میرا بھی یہی ارادہ تھا مگر تم نے جو اُس وقت کہا بہت خوب کہا
اور شیخ صاحب ممدوح سے کہا کہ شیخ بھائی تمہارے علاقہ کی بستیوں
میں جو مسلمان بستے ہیں اُن کی تعلیم اور تلقین کے لئے ہم نے تم کو مقرر کیا
شیخ صاحب نے کہا آپ کا فرمانا بجا ہے مگر میں خود بھی آپ کی تعلیم اور
تلقین کا محتاج ہوں بھلا میں اُن کو کیا تعلیم کرونگا اور سوا اس کے وہ کام
لوگ نسل حیوانوں کے طریق اسلام سے محض بے خبر ہیں ان کو کیونکر کوئی تعلیم
کرے، آپ نے فرمایا کہ شیخ بھائی ایک ذرا تم پس وپیش نہ کرو ان کو ہمت
تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کرے گا تم جو چند روز ان کو دین اسلام
سکھاؤ گے مفت میں اجر عظیم پاؤ گے اور اس کی تدبیر بہت آسان ہے وہ
یہ ہے کہ اُن زمیندار لوگوں کا اکثر کاروبار سرکار و دربار سے تعلق رکھتا
ہے تم اُن کے حامی اور مددگار رہو اور وہ تمہاری سرکار کے مال گزار ہیں
اس میں جس قدر تم سے ہو سکے موافق لیاقت ہر ایک کے روپیہ لینے میں
تخفیف کرو، یہ احسان تمہارا جب ان پر ہوگا تب جو کچھ ان سے کہوگے

بے انکار سب مانیں گے، شیخ صاحب نے کہا اگر یہی بات ہے تو بہت
ہی آسان ہے انشاءاللہ تعالیٰ میں یہ کام کرونگا اور اسی وقت اپنے
چپراسی سے کہا کہ توشہ خانہ کے داروغہ نصرت کو بلاؤ وہ اُسی دم بلالایا
شیخ صاحب نے تاکید مزید داروغہ سے کہا کہ جو زمیندار ہماری بستیوں سے یہاں
تحصیل کا روپیہ لے کر آویں لوٹے بلے ہمارے نہ جانے پاویں اور شیخ صاحب
موصوف کے جو قدیمی پیر تھے وہ بھی اسی مجلس میں حاضر تھے مگر حضرت کو
یہ حال معلوم نہ تھا کہ ان کے پیر ہیں، شیخ صاحب نے حضرت سے عرض کی
کہ جو کچھ واسطے تعلیم اور تلقین کے فرمایا سب بجا ہے مگر یہاں اس ملک میں ایک اور
بلا ہے اس کو کیا کریں کہ یہاں صدہا بستیاں علاقہ الہ آباد کی ہیں اور اُن میں یہ
دستور ہے کہ ہر بستی میں پیرزادے دورہ کرتے ہیں اور اُن کی دعوتیں اور
مہمانیاں مقرر ہیں اور وہ پیرزادے کسی مرید کو روزہ نماز کچھ لے کر معاف
کر دیتے ہیں اور کسی کو شراب تاڑی بھنگ وغیرہ پینے کی اجازت دیتے ہیں
ان لوگوں کا یہی وتیرہ ہے اور اسی طور ڈوم ڈھاری دفالی مخنث وغیرہ ہر کسی
کے یہاں شادی غمی میں آتے ہیں اور گاتے بجاتے ہیں اور اپنا معمول جو مقرر ہے لے
جاتے ہیں اور ان لوگوں میں سے کچھ یہاں بھی اس وقت اس وقت حاضر ہیں اور
مجھ سے کہتے ہیں کہ تمہارا تو یہ حال ہوا کہ ہر ایک بری بات سے توبہ کر کے سید صاحب
کے مرید ہوئے اب ہم کو کیا فرماتے ہو سو اب میں اُن کے سوال کا کیا جواب

دون، حضرت نے فرمایا کہ شیخ بھائی خوب تم نے بات یاد دلائی یہی سوال موضع اجھنی وغیرہ کے لوگوں نے کیا تھا حقیقت اس کی یہ ہے کہ جو پیرزادے اپنے مریدوں سے کچھ لے کر نماز روزہ معاف کردیتے ہیں یا کچھ لیکر شراب تاڑی وغیرہ پینے کی اجازت دیتے ہیں اگر ان سے از روئے قسم پوچھو کہ تمہارے معاف کردینے سے یہ چیزیں معاف ہوتی ہیں تو ہرگز نہ کہینگے یہ صرف پیٹ کے واسطے مکر و فریب ہے اور اس طور سے تمہارا دنیا اور نہ کا لینا تم دونوں کے حق میں برا ہے مگر اب اس کی یہ تدبیر کرنی چاہئے کہ جو کچھ تم اپنے پیرزادوں کو بطور چھ ماہی یا سالیانے کے دیا کرتے تھے اس سے کم یا زیادہ بلا تعین للہ فی اللہ سمجھ کر اُن کو دیا کرنا اسلئے کہ یا نفعل یہی اُن کے معاش کی اور کوئی صورت نہیں ہے پھر چند مدت میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ لوگ اس طرح خیرات لینی تم لوگوں سے برا جان کر خود ترک کردینگے اور اپنی روزی کے واسطے کوئی پیشہ اختیار کرینگے اور اسی طور للہ فی اللہ سمجھ کر اپنی شادی غمی میں ڈوم ڈہاری ڈفالی وغیرہ کو دیا کرنا مگر اُن سے گانے بجانے کی خدمت نہ لینا اس آپ کے فرمانے کو سب نے پسند کیا کہ آپ نے خوب تدبیر بتلائی اب ایسا ہی ہم لوگ کیا کرینگے، پھر آپ نے حافظ اکرام الدین دہلوی کو کہ وہاں جوتوں کی دوکان کرتے تھے بلایا اور اُن سے فرمایا کہ ہم تم کو اپنا خلیفہ بنا دینگے اور جو بھائی زمیندار اجھنی اسر دلی وغیرہ

کے ہیں ان کو تمہارے تابع کرینگے تم الہ آباد کے اطراف و نواح کی بستیوں میں
واسطے ہدایت لوگوں کے دورہ بھی کرنا اور ہر جمعہ کو شیخ صاحب کے اسی بنگلہ پر
وعظ بھی کہنا یہ تمام کلام ہدایت التیام سن کر حافظ صاحب نے عذر کیا کہ اول
تو میں سوا دکانداری کے کوئی صورت اپنی گذران کی نہیں رکھتا ہوں تنگ
معاش آدمی ہوں اور دوسرے یہ کہ وعظ و درس کہنے کی مجھکو لیاقت نہیں کم علم
ہوں اس کے لئے بہت علم چاہئے مجھ سے یہ کار کیونکر ہوگا' آپنے فرمایا کہ آج
عشا تک ہمارے پاس حاضر رہو' انہوں نے کہا بہت خوب' اور ہم لوگوں کا وہاں
دستور تھا کہ کھانا بعد نماز مغرب کے کھاتے تھے اور سید صاحب کے واسطے ایک
خوان کھانے کا جدا آتا تھا اس کو آپ بعد نماز عشا تناول فرماتے تھے اس روز
نماز عشا کی وہیں شیخ صاحب کے وہیں بنگلہ پر پڑھی بعد فراغ نماز کے
حافظ صاحب اور جبھی وغیرہ کے زمینداروں کو اپنے پاس بٹھایا اور اپنا
کرتا حافظ صاحب کو عنایت فرمایا اور خلیفہ بنایا اور ان کے واسطے دعا کی اور
شیخ غلام علی صاحب سے کہا کہ پانچ روپے ماہ بماہ ان کو واسطے خرچ کے دیا کریں
اور جب یہاں ہوں تب اپنے دسترخوان پر ان کو کھانا کھلایا کریں اور ہر جمعہ
کو یہ آپ کے اس بنگلہ پر وعظ کہا کرینگے' انہوں نے عرض کی جو کچھ آپ نے
فرمایا مجھکو قبول ہے مگر مسجد یہاں نہیں ہے جو بعد جمعہ کے وعظ فرماویں اور اگر
اس وقت وعظ کہینگے سننے والے کم آوینگے سواس کی یہ صلاح میرے خیال

آتی ہے کہ بعد نماز فجر کے سورج نکلے وعظ کہنا شروع کیا کریں اور
جو لوگ سننے کو آویں اُن کے واسطے میرے یہاں کھانا تیار ہو پانچ چھ
گھڑی دن چڑھے وعظ سن کر کھانا کھاکر سب اپنے اپنے مکان کو چلے جایا
کریں، حضرت نے شیخ صاحب کی یہ بلند ہمتی بہت پسند کی اور یہی وقت وعظ
کہنے کا مقرر فرمایا پھر آپ وہاں سے حافظ صاحب اور جہنی وغیرہ کے
زمینداروں کو ساتھ لے کر اپنے مکان پر آئے اور جو خوان کھانے کا
آپ کے واسطے آیا تھا اُس کو منگایا اور ان سب کو بٹھا کر اپنے ساتھ کھلایا
اور بعد تناول طعام کے آپ نے دعا کی اور ان زمینداروں سے کہا کہ ہم نے
واسطے تعلیم اور تلقین تمہاری کے ان حافظ صاحب کو مقرر کیا ہے تم سب ان
کے تابع رہنا اور حافظ صاحب سے کہا کہ تم ان بھائیوں کی تعلیم اور خیرخواہی
میں کوتاہی نہ کرنا اور انشاءاللہ تعالیٰ تم اپنے وعظ ونصیحت کا حال ایک دم بدم
اور روز بروز دیکھنا کہ کس قدر ترقی ہوتی ہے اور یہاں کی جو اُسی بستیوں کے
مسلمانوں کی تعلیم وتلقین کے لئے تم کو مقرر کیا ہے اور ہدایت ان مسلمانوں کی
اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرر ہو چکی ہے اور سوا ان کے صدہا بستیوں کے لوگوں
کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے گا تم اپنے دوروں وسیر اور تعلیم وتلقین میں
کوتاہی نہ کرنا تم مفت میں ماجور اور مشکور ہوگے یہ حال خیر مآل تو ہو چکا
اب یہاں تھوڑا سا حال ہدایت اشتمال شیخ غلام علی صاحب کا لکھا جاتا ہے

وہ یہ ہے کہ وہ شیخ صاحب موصوف بیعت تو حضرت علیہ الرحمۃ کے دست
مبارک پر پیشتر کر چکے تھے جس ایام مبارک فرجام میں پہلی بار آلہ آباد
میں تشریف شریف لے گئے تھے ان روزوں شیخ صاحب کا اور ہی حال تھا
جیب سے اور ہندوستانی امر کا شراب تاڑی حقہ مدک چرس وغیرہ سب
کچھ پیتے تھے اور صدہا روپے کی شراب اور طرح طرح کے ظروف پیالہ
صراحی وغیرہ ان کے یہاں موجود تھے اور اسی طرح انواع طرح کے حقے
سنہرے روپہلے بدری شیشے وغیرہ کے ان کے نیچے ہر قسم اور ہر طرح کے
بیش قیمت دھرے تھے، جب حضرت علیہ الرحمۃ کے سب منہیات شرعیہ سے
تائب ہو کر مرید ہوئے سب کو توڑ پھوڑ کر دریا میں ڈلوا دیا بلکہ جو حقے اور
نیچے اور شراب پینے اور رکھنے کے ظروف بیش قیمت تھے، لوگوں نے صلاح دی
کہ ان کو توڑ پھوڑ کر ضائع نہ کرو بیچ ڈالو ان کی قیمت لے کر اپنے خرچ
میں لاؤ، شیخ صاحب نے کہا نعوذ باللہ من ذالک میں تو برا جان کر بیچ ڈالوں
اور سب کے ہاتھ کہ اس بلا میں مبتلا ہو یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کسی طور سے نہ مانا
سب کو توڑا جو ظروف چاندی کے تھے ان کو توڑ کر اپنے توشک خانہ میں داخل
کیا اور باقی سب کو دریا میں پھکوا دیا، اور حضرت علیہ الرحمۃ کے ایسے معتقد صادق
اور مخلص بے ریا اور محب باوفا تھے کہ میں نے تو آج تک تو کسی کو نہیں دیکھا
اور اب کی بار جب اس سفر حج میں ان کے یہاں تشریف لے گئے اور جتنے روز

وہاں رہے شیخ صاحب نے یہ وتیرہ اختیار کیا کہ جے مرتبہ آپ کی
خدمت فیضدرجت میں آتے تھے تو کوئی ہتھیار عمدہ بیش قیمت ضرور لاتے
تھے دن بھر میں ایک بار بھی اور دو بار بھی اور تین بار بھی کسی وقت ایک
یا دو یا تین تلواریں مصقل روپہلی قبضہ کی ہر ایک میں دریائے سرخ کا رومال
گوٹہ دار بندھا ہوا لاکر نذر کرتے کسی وقت عمدہ پولادی چھرا چھری یا کوئی
بیش قبض یا کوئی بندوق یا کوئی جوڑی پسطور لاکر پیشکش کرتے، دو یا تین
روز تک تو حضرت کے کچھ نہ فرمایا جو وہ لائے وہ آپ نے لے لیا جب ہر وقت
اور ہر روز اُنہوں نے یہی دستور مقرر کر لیا تب آپنے فرمایا کہ شیخ صاحب ہم
تو بیت اللہ شریف کو واسطے ادائے حج کے جاتے ہیں وہاں ہتھیار لے جانے کا تو کچھ کار ضرور نہیں
آپ ہر وقت اور ہر روز یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں وہاں سے جب اللہ تعالیٰ
ہم کو مع الخیر لاویگا تب ہم آپ سے لے لیویں گے ابھی یہ ہتھیار اپنے پاس رہنے
دیں اس کے جواب میں شیخ صاحب نے عرض کی کہ اول تو مجھکو یہ نہیں معلوم
کہ آپ کہاں جہاد کرینگے اس ملک میں یا کسی اور ملک میں اور دوسری بات
یہ ہے کہ مجھ کو خود اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں کہ جب تک آپ وہاں
سے ساتھ خیر کے تشریف لاوینگے تب تک میں زندہ رہونگا یا نہیں
اور اس عرصہ میں جو میں مرگیا تو میری آرزو باقی رہ جاوگی اور بعد

میرے خدا جانے یہ مال واسباب کس کے ہاتھ لگیگا سو میری خوشی یہی
ہے کہ آپ میرے یہاں سے لیجاویں پھر آپ کو اختیار ہے جہاں چاہیں وہاں
رکھ دیویں، آپ نے فرمایا کہ آپ کی خوشی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دیوے
پھر جو کچھ وہ لاتے تھے آپ لیتے تھے اور الہ باد میں حضرت کے ہمراہ عورت مرد
ملاکر کچھ کم یا زیادہ پانسو آدمی تھے پھر ایک روز شیخ صاحب نے کیا مرد اور
کیا عورت ایک ایک روپیہ اور دو دو جوڑے کپڑے دئے، مردوں کو دو دو پاجامے
اور دو انگرکھے اور دو ٹوپیاں اور ایک چادر اور ایک جوڑا جوتا یہ تو عام تقسیم
تھی کہ اس میں سب شامل تھے اور دوسری خاص تقسیم تھی کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے
عزیزوں اور قریبوں کو سراسر دس دس روپے دئے علاوہ انکے قافلہ میں
جو اور عالم فاضل مولوی حافظ ذی عزت لوگ تھے اُن میں موافق وجاہت ہر
کسی کے کسی کو پانچ کسی کو دس کسی کو آٹھ روپے دئے اور ایک روز پانچسو
یا کچھ زیادہ لٹھے کے احرام نو یا دس ہاتھ لمبے ایک کپڑے میں باندھ کر لائے
اور عرض کی کہ جہاں سے احرام باندھتے ہیں وہاں سب صاحب کو تقسیم کردیتا
پھر ایک روز آپنے تمام اہل دنیاں کو مرید کرایا اور کوئی بیس پچیس کشتیوں میں اسباب
اور نقد آپ کی نذر کو لائے دو کشتیوں میں تو روپے تھے مگر شمار بس معلوم کہ
کے ہزار تھے اور کئی کشتی میں زنانے کپڑے سلے ہوئے تھے کسی میں کمخواب کے
تھان، کسی میں ڈھاکے ململ کے تھان، کسی میں گلبدن اور اطلس کے تھان، کسی

میں بگڑیاں اسی طور پر کشتی میں ایک جدے قسم کا کپڑا تھا، اور دو جلد قرآن مجید نہایت خوشخط مطلا کئی ہزار روپے کے خرید شیخ صاحب موصوف نے لاکر حضرت علیہ الرحمۃ کو سپرد کئے اور عرض کی کہ ایک ان میں سے بیت اللہ شریف میں وقف کرنا اور ایک مدینہ منورہ میں، پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے ساتھ اس مضمون مناجات ستھوئی کہ الہی جو کچھ زر نقد اور اسباب شیخ صاحب نے تیری رضامندی کے لئے دیا ہے اس کو اپنی رضامندی ہی کے کاموں صرف کرانا اور جو امانت سونپی ہے اس کو اسی جگہ پہونچانا فقط، اور انتظام شیخ صاحب کی سرکار فیض آثار کا کمال خوبی کے ساتھ تھا کہ میں نے کسی امیر کبیر کے یہاں نہیں دیکھا، سنا تو فقط خدمتگار تھے پچیس تیس اُن میں سے ہر وقت اپنے اپنے کار پر تیار اور ہوشیار رہتے تھے اور باقی اپنے اپنے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے اپنے بدلے کے روز حاضر ہوتے تھے، اور جو اپنے نوکر پچاس حاضر رہتے وہ دونوں وقت شیخ صاحب کے دسترخوان پر کھانا بھی کھاتے تھے اور جس روز حضرت علیہ الرحمۃ ان کے مکان پر جاکر رونق افزا ہوئے تھے اس روز شیخ صاحب نے سب کو بلا لیا، اور مشاہرہ ان کا تین روپے سے سات روپے تک تھا، علاوہ ان کے جو داروغہ اور کارخانہ دار وغیرہ ممتاز لوگ تھے ہر کسی کا مشاہرہ حسب لیاقت جدا تھا، اور کئی طبیب بھی نوکر تھے اور دواخانہ اُن کا ایسا تھا کہ ہر ایک دوا اس میں موجود تھی بازار جانے کی حاجت واسطے کسی دوا کے کم پڑتی تھی کوئی تو شربت بناتے تھے اور کوئی عرق کھینچتے تھے کوئی سفوف اور معجون وغیرہ تیار کرتے تھے

ہر کوئی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول و مصروف رہتے تھے اور یہ اذن عام
تھا کہ غریب و محتاج واسطے جس چیز کے آوے لیجاوے اور جو بیمار اور دردمند
آوے طبیب نبض اور قارورہ دیکھ کر جو نسخہ لکھے اس کو دیدیا کریں اور جبتک حضرت
وہاں رہے تب تک انہوں نے اپنے چند خدمتگار متعین کر دیئے کہ ہر روز قافلہ کے بیماروں
اور دردمندوں کی خبر لیتے رہتے تھے جو کوئی بیمار ہوتا تھا اُس کو طبیب سے پوچھ کر دوا پلاتے
تھے اور پرہیزی کھلاتے تھے' اور شیخ صاحب کے مطبخ کا یہ بندوبست تھا کہ ہمارے لوگ
ملاکر ڈیڑھ دو ہزار آدمی کا کھانا پکتا تھا پندرہ سولہ روز ہم لوگ وہاں رہے
کبھی کسی وقت مطبخ کے لوگوں کی آواز نہ سنی کہ فلانی چیز لاؤ یا فلانے کام کرو اسی
طور ہر کاروبار کا بندوبست اُن کے یہاں تھا' ایک روز شیخ صاحب اپنے بنگلہ
میں حضرت علیہ الرحمۃ سے کچھ اپنے کارخانے کی باتیں کر رہے تھے اُس میں مولوی
کرامت علی صدر امین اور رحمت خاں وغیرہ نے باتوں باتوں میں حضرت سے کہا کہ شیخ
صاحب کوئی سوا لاکھ روپے کے قرضدار ہیں اور اس قدر اُن کا عالیجاہ کارخانہ
ہے' یہ بات سن کر حضرت نے شیخ صاحب سے کہا یہ کیسی بات ہے' انہوں نے کہا ہاں
بات تو یوں ہی ہے' یہ سچ کہتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ اتنا لمبا چوڑا اپنا خرچ کیوں
رکھتے ہو یہ تو بہت بیجا بات ہے' شیخ تو نہ بولے اور لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ ان
کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کا قرض ادا کر دے' یہ سن کر آپ دیر تک سکوت
میں رہ گئے بعد اس کے فرمانے لگے کہ شیخ بھائی یہ بات آپ ہم سے اور کسی وقت
پوچھ لیویں' پھر کچھ دیر کے بعد وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے اس کے اگلے روز

بعد نماز فجر ان کے بنگلہ پر گئے اور وہاں الگ بیٹھ کر شیخ صاحب سے کچھ باتیں کیں پھر وہاں سے شیخ صاحب اور آپ لوگوں میں آکر بیٹھے اور سب سے کہا کہ بھائیو شیخ صاحب کے واسطے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کا قرضہ ادا کردے اور ننگے سر ہو کر آپ دعا کرنے لگے اور سب لوگ آمین آمین کہنے لگے پھر بعد فراغ دعا کے شیخ صاحب سے فرمایا کہ اس سفر حج میں کم و بیش تین برس ہم کو لگینگے انشاء اللہ ہمارے آتے آتے تمہارا قرضہ ادا ہو جاویگا یا قدرے قلیل کچھ باقی رہ جاوے اور ایک عمل مجرب ہم تم کو بتلادیں اگر اس کو کرو تو بہت خوب ہو اور وہ عمل پورا نہ ہونے پاوے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا مطلب پورا ہو جاوے وہ یہ ہے کہ سورہ مزمل پڑھو جتنے روز میں ہو سکے اس طور سے کہ ہر روز اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ اور سورہ فاتحہ پڑھو اور بیچ میں جس قدر پڑھی جاوے سورۂ مزمل پڑھو اور جہاں پڑھو وہ جگہ پاک ہو اور جو پوشاک پہنے ہو وہ بھی پاک ہو اور کپڑوں میں خوشبو لگا یا کرو اور قبلہ رو ہو کر پڑھو اور جو خوشبو نہ ملے تو بھی مضائقہ نہیں اور جبتک یہ ختم پورا نہ ہو تب تک اس میں یہ شرط ہے کہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو صحبت بد میں نہ بیٹھو اور گوشت بھی نہ کھاؤ اگر ان منہیات سے کوئی بات کروگے تو جسمی بھی نقصان ہوگا اور یہ عمل بھی اثر نہ کرے گا اور اگر چاہو کہ توبہ کرکے پھر شروع کرو تو سات برس تک کچھ نہیں ہونے کا بعد سات برس کے اگر پڑھو تو شاید اثر کرے اور اگر نہ کرے تو بھی عجب نہیں، یہ تمام گفتگو سن کر شیخ صاحب نے عرض کی کہ مجھ کو تو بیماری فالج

کی ہے مجھ سے تو ہونا اس امر کا دشوار ہے اگر آپ فرما دیں تو کسی اور سے پڑھوالوں، آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے مگر جو کچھ اپنے پڑھنے میں خیر و برکت اور تاثیر ہے وہ غیر کے پڑھنے میں نہیں ہو گی یہ سُن کر شیخ صاحب چپ ہو رہے، یہاں تک بیان مختصر شیخ صاحب کا ہو چکا، اب باقی بیان الہ آباد کا یہ ہے کہ جب تک آپ الہ آباد میں رہے دعوت شیخ صاحب ممدوح نے کی مگر دو روز دو جگہ اور بھی دعوت کھانے کا اتفاق پڑا ایک تو قلعہ میں بستی میاں کے یہاں اور دوسری شاہ اجمل صاحب کے دائرے میں اول تو دعوت قافلہ سمیت حضرت علیہ الرحمۃ کی شاہ اجمل صاحب کے یہاں ہوئی پھر اس کے بعد بستی میاں نے آپ کے پاس آکر عرض کی کہ سو آدمی کی پروانگی قلعہ دار صاحب سے میں نے لی ہے سو آپ کو واسطے قلعہ دیکھنے کے وہاں تک چلنا ضرور ہو گا، آپ نے فرمایا کہ ہاں جانا سو آدمیوں کو لے کر ہم کو مناسب نہیں معلوم ہوتا خدا جانے وہ اپنے دل میں کیا خیال کریں اُنہوں نے کہا کہ حضرت یہ کوئی بات نہیں ہے آپ کے واسطے تو اذن عام ہے جتنے لوگوں سے آپ چاہیں تشریف لے چلیں اور جہاں چاہیں وہاں پھریں اور سو دو سو آدمیوں کو تو بے پروانگی بھی میں خود لیجا سکتا ہوں، آپ نے فرمایا تو خیر ہم چلیں گے پھر وہ تو یہ کہہ کر رخصت ہوئے اس کے اگلے روز کچھ دن چڑھے آپ کوئی دو سو آدمیوں سے قلعہ میں تشریف لے گئے، یہ خبر قافلہ میں اور لوگوں کو ہوئی کہ حضرت قلعہ دیکھنے گئے ہیں دو دو چار چار کر کے سو دو سو آدمی اور بھی جا کر وہیں داخل ہوئے پہلے تو بستی میاں آپ کو

بادشاہی مکان میں جو سب مکانوں سے بلند تھا وہاں لے گئے آپ تو ایک
ایک جگہ بیٹھے اور ہم لوگ ادھر ادھر سیر کرنے لگے، دہن بستی میاں نے شیرانی
منگوا کر سب کو تقسیم کی وہن سب نے کھائی اور انھوں نے رات کو کورے گھڑوں
میں ٹھنڈا پانی بھروا کر رکھا تھا وہی ہم سب نے پیا، پھر حضرت بھی اٹھ کر گنگا جمنا
کا وہاں سے تماشا دیکھنے لگے عجیب کیفیت دریا میں نظر آتی تھی کہ بیان اُس کا نہیں ہو
سکتا، موسم برسات کا تھا کوسوں تک پانی ہی پانی معلوم ہوتا تھا، پھر
آپ وہاں سے اتر کر نیچے آئے وہاں انگریزی میگزین کا کارخانہ دیکھا طرح
طرح کے ہتھیار اور قسم قسم کے جنگی باجے رنگ برنگ کی توپیں اور اُن کے گولے
اور خدا جانے کیا کیا جنگی آلات تھے کہ ان کا نام بھی نہیں معلوم، اس عرصہ میں کھانا
تک کر تیار ہوا مگر بستی میاں نے سو آدمیوں کا کھانا پکوایا تھا اور یہاں لوگ دونے
سے زیادہ ہوگئے ان کو تردد ہوا کہ اب کیا تدبیر کریں آخر کو اپنے لوگوں سے صلاح
دستورہ کرنے لگے کہ یا تو جلد اور کھانا پکایا جاوے یا بازار سے شیرینی اور آوے
یہ خبر سید صاحب کو ہوئی کہ بستی میاں اپنے لوگوں سے یہ گفتگو کر رہے ہیں، آپ
نے پوچھا کہ جمعدار بھائی یہ کیا مشورہ کر رہے ہو، اُنھوں نے کہا کچھ یوں ہی
باتیں کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ کچھ ہم سے بھی تو بیان کرو کیا بات ہے تب
انھوں نے عرض کی کہ کھانا تھوڑا پکا ہے، اور آدمی بہت ہیں سو یہ تدبیر ہے کہ اور
کھانا بقدر حاجت کے جلد تیار کر لیا جاوے تب کھانا شروع کریں یہ بات

ہے' آپ نے فرمایا کہ "کھانا پکانا کچھ ضرور نہیں' جو کھانا پکا ہوا موجود ہے وہ کھانا
اور برتن ہم کو حوالہ کرو اور جتنے لوگ آپ کے ہیں ان کو بھی ہمارے ساتھ بٹھادو
دیکھو اللہ تعالیٰ اتنے ہی کھانے میں کیسی برکت کرتا ہے' پھر انہوں نے ایسا ہی کیا
یعنی برتن بھی لاکر دھر دئے اور کھانا بھی حاضر کیا اور وہ کھانا پلاؤ تھا' پھر آپ
نے سب کھانا برتنوں میں نکلوایا ان میں دو کونڈے کھانا الگ رکھوادیا کہ یہ کھلانے
والوں کا حصہ ہے اور بستی میاں کے جو کچھ آدمی تھے ان کو بھی اپنے لوگوں کے ساتھ
بٹھایا اور لگنوں اور کونڈوں میں کھانا نکلوا کر سب کے آگے دھرا' پھر سب نے کھانا
شروع کیا' سید و مزدور جو وہاں قلعہ میں سرکاری کام کر رہے تھے وہ بھی دور
سے کھڑے ہو کر دیکھنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ آدمی کھانے والے اتنے ہیں کہ یہ
کھانا سراسر پاؤ پاؤ سیر بھی نہ آویگا ان لوگوں کا پیٹ کیونکر بھرے گا' تمام لوگ
با خوبی کھا کر فارغ ہوئے اور ہاتھ دھوئے' تب بستی میاں نے عرض کی کہ کھانا
تھوڑا تھا لوگ بھوکے ہونگے اور کھانا آپ نے نہ پکوانے دیا' سید صاحب نے فرمایا
کہ اپنے آدمیوں سے تو پوچھو کہ تم کوئی بھوکے نہیں رہے اگر وہ بھوکے رہے ہونگے
تو ہمارے لوگ بھی بھوکے ہونگے' انہوں نے دو چار آدمیوں سے پوچھا وہ کہنے لگے
کہ ہم نے تو اس طرح آسودہ ہو کر کھایا کہ اور کھانے کی جگہ پیٹ میں نہیں رہی مگر
اوروں کا حال نہیں ہم کو معلوم' تب وہ کہنے لگے صرف آپ کی دعا کی برکت
تھی ورنہ کھانا تو آدھے آدمیوں کا نہ تھا اور سید و لوگ جو تماشہ دیکھ رہے تھے وہ
کہنے لگے کہ یہ میاں صاحب تو کوئی دیوتا ہیں' یہ لوگ ہیں' اور بستی میاں سے کہا کہ

داروغہ صاحب آپ اپنے میاں صاحب سے کہو کہ ہمارے واسطے بھی کچھ
دعا کریں انہوں نے حضرت رضی اللہ عنہ سے کی آپ نے فرمایا کہ ان سب کو کہو کہ ایک
طرف کھڑے ہوں پھر انہوں نے الگ ان کو کھڑا کیا آپ نے فرمایا کہ
سب بھائیو ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت
نصیب کرے اور اُن سے راضی ہو پھر آپ نے اور سب نے دعا کی پھر وہاں
سے رخصت ہو کر اپنے مکان اقامت پر تشریف لائے جب حضرت علیہ الرحمۃ
بلدۂ الہٰ آباد میں داخل ہوئے تھے اس کے دوسرے یا تیسرے روز
کہ آپ کی محفل ہدایت منزل میں اُس وقت آدمی بے شمار واسطے دیدار فیض
آثار آپ کے حاضر تھے اس وقت آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا مولانا
عبدالحیٰ صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہ جس وقت میں
اپنے تکیہ سے واسطے سفر حج بیت اللہ شریف کے عازم ہوا اُس وقت میری
حویلی اور مسجد کی تمام در و دیوار غم فرقت سے زار زار بے قرار ہو کر رونے لگے
کہ آپ ہم سے جدا ہوتے ہیں میں نے ان کو تسلی دے کر کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد
چند مدت کے پھر آ کر تم سے ملونگا بعضے مخالفین متبدعین کہ وہاں حاضر تھے یہ
سن کر متعجب ہوئے کہ کیا یہ گفتگو خلاف قیاس کرتے ہیں بھلا اینٹ پتھر در و دیوار
بھی کہیں کسی کے غم فرقت سے روتے ہیں پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے خفیہ
استفتا لکھا اور ڈاک میں دہلی کو حضرت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز

کے پاس بھیجا کہ ایک شخص یہاں اس طور خلاف قیاس تقریر کرکے لوگوں
کو اپنے دام تزویر میں لاتا ہے اور اپنی کرامت جتاتا ہے ایسے شخص کی کیا سزا
ہے، مولانا صاحب ممدوح پرفتوح نے جواب باصواب تحریر فرما کر بھیجا کہ
خاصان خدا کے غم فرقت سے رونا زمین و آسمان کا رونا ثابت ہے چنانچہ
اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے فما بکت علیہم السماء
و الارض اور ستون حنانہ غم مفارقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے تئیں رویا تھا جو شخص اس رتبہ کا ہو مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کی عزت
اور بزرگی کریں اور اس کی حقانیت کے معتقد ہوں فقط جب اس طرح
کا جواب دنداں شکن وہاں سے آیا سب مخالفین مبتدعین اپنے اپنے گریبان
خجالت میں سر ڈال کر رہ گئے یہ حال لوگوں نے بہت چھپانا چاہا مگر ظاہر ہوگیا
ہم لوگوں نے بھی سنا کہ فلانے فلانے پیرزادوں نے اس امر کا دہلی میں شاہ صاحب
ممدوح کے پاس استفتا بھیجا تھا اور وہاں سے ایسا جواب آیا فقط حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ بلدہ الہ آباد میں داخل ہوئے پہلا جمعہ چوک کی مسجد میں پڑھا مسجد کوتاہ
تھی آدمیوں کی گنجائش نہ ہوئی صدہا لوگ کپڑے بچھا بچھا کر بازار میں کھڑے ہوئے
بہت سے لوگوں کو وہاں جگہ نہ ملی یوں ہی رہ گئے بعد فراغ نماز کے حضرت کو
یہ حال معلوم ہوا آپ کی طبیعت فیض طریقت کو کمال ناگوار گزرا آخر آپ نے لوگوں
سے فرمایا کہ بادشاہی مسجد قلعہ کے سامنے کی بہت وسیع ہے آج سے نماز اسی مسجد میں ہوا
کرے، یہ بات آپ کی سب کو بہت پسند آئی اور وہ مسجد خدا جانے کتنی مدت سے

ویران پڑی تھی ایک آدمی بھی وہاں نماز نہیں پڑھتا تھا پھر آپ نے اُس مسجد
کو پاک صاف کرایا اور دوسرے اور تیسرے جمعہ کو اسی میں جا کر نماز پڑھی اور مولانا
عبدالحئی صاحب مرحوم و مغفور نے وعظ فرمایا تب سے وہیں نماز جمعہ کی ہونے لگی الٰہ آباد
سے کلکتہ تک تمام شہروں اور بستیوں کے لوگوں میں کیا شرفا اور کیا غربا علی العموم برسوں سے
یہ رسم جاری تھی کہ شادی غمی کی دعوت وغیرہ میں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے تو ہندوؤں کی
طرح دیہاتی لوگ پتریوں میں کھلاتے اور اکثر شہر والے مٹی کی رکابیوں میں اور جو کچھ
کھانا بعد کھانے کے بچتا تو اس کو پتریوں اور رکابیوں سمیت گھوڑے پھینک دیتے جب
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ میں تشریف لے گئے اور یہ حال لوگوں کا سنا اور دیکھا آپ کو یہ عادت
نہایت بری اور ناپسند معلوم ہوئی اول تو اس عادت بد سے شیخ غلام علی صاحب کو منع کیا
اور فرمایا کہ یہ کھانا نعمت الٰہی ہے اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں
کے جھوٹے میں شفا ہے سو اس کو اس طرح ساتھ ذلت و خواری کے پھینکنا جیسے کوئی گندگی
کو پھینکتا ہے کمال بے ادبی اور نہایت بری رسم ہے یہ بات سن کر شیخ صاحب نے تو اس
فعل سے توبہ کی اور جن لوگوں نے سنا وہ بھی تائب ہوئے رہے اور لوگ اُن کے واسطے
آپ نے حافظ اکرام الدین صاحب کو تاکید خرید فرمایا کہ ہم نے تم کو اپنا خلیفہ اور واسطے
وعظ و نصیحت مسلمانوں کے حکم دیا ہے سو جہاں کہیں تم وعظ کہنا اور شرک و بدعت
وغیرہ کی برائی بیان کرنا وہاں اس بد کی بھی برائی ضرور کرنا اور یہ بری عادت
لوگوں سے چھڑانا مختصر حال خیر بال بلدہ الٰہ آباد کا تو مذکور ہو چکا اب آگے اس کی

تیاری ہونے لگی اور حضرت علیہ الرحمۃ نے کشتیوں پر اسباب چڑھانے کی اجازت دی
تمام اسباب قافلے کا دو روز کے اندر پانچوں کشتیوں پر چڑھ گیا پھر عورتوں کو سوار
کرنے لگے کچھ عورتیں تو بعد نماز عشاء کے سوار ہوئیں اور باقی بعد نماز فجر کے سوار
ہونے لگیں اور آپس میں ان کے کچھ پردے اور بے پردگی کی قیل و قال ہونے لگی
کہ برقع اوڑھ کر جانا مردوں میں شرم معلوم ہوتی ہے ڈولیوں پر لاکر سوار
نہ کرایا اور مولانا عبدالحی صاحب نے یہ گفتگو سنی مگر اس وقت خاموش رہے پھر بعد
اس کے سب مرد سوار ہوئے اور ناویں کھولی گئیں موسم برسات کا اور دریا نہایت
طغیانی اور زور پر تھا اور ہوا موافق تھی اُسی روز شام کو ناویں مقابل مرزاپور
کے دوسرے کنارے پر جا لگیں اور کنارہ برابر میدان ریت کا تھا سب لوگ اُترے
اور وضو کیا، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہم اس وقت نماز مغرب اور عشا ملا کر پڑھینگے
پھر اکثر لوگوں نے آپ کے ساتھ دونوں نمازیں پڑھیں اور بعضوں نے فقط مغرب کی پڑھی
پھر سب لوگ سوار ہوئے اور ملاح کشتیوں کو اس پار لے چلے اور جا کر مرزاپور کے نیچے لگا دیا
اور بہت کشتیاں سوداگروں کے مال کی تھیں اُنھیں کے پاس جہاں موقع پایا وہاں کھڑا کر دیا
اور رات بھر وہیں کشتیوں پر سب رہے اور قیل و قال پردے کا تب تک عورتوں میں
باقی تھا پھر بعد نماز فجر کے شیخ عبداللطیف ناگوری مرزاپور کے سوداگر کہ ہندوستان
کے شہروں میں ستائیس کوٹھیاں ان کی اور بہت شرفا غربا حضرت کو
لینے آئے اور ہماری کشتیوں کے گرد و پیش جو سوداگروں کے مال و اسباب

کی ہماری کشتیوں سے پہلے کھڑی تھیں ملاحوں سے کہا کہ ان اور کشتیوں کو یہاں سے ہٹا کر اور جگہ لے جاؤ، حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ کیا بات ہے ہماری کشتیاں اب کوئی ہیں اور یہ پہلے سے یہاں کھڑی تھیں ان کو جہاں ہیں وہیں رہنے دو انہوں نے عرض کی کہ حضرت یہاں کا یہی قانون ہے کہ جو کسی معزز شخص کی ناؤ آتی ہے تو سوداگروں کے مال کی ناویں ہٹا دی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ ہم کو یہ قانون تمہارے یہاں کا پسند نہیں ہے کہ اپنے کو آرام لو دوسرے کو ایذا دیں اور ایک ناؤ روئی لدی ہوئی ہماری ناؤ کے برابر تھی آپ نے اس روئی کے مالک سے پوچھا آپ نے اس روئی کے مالک سے پوچھا کہ تمہاری ناؤ کو ہٹانے میں کیا نقصان ہے اور یہاں رکھے رہنے میں کیا فائدہ، اس نے کہا گودام ہمارا دہ معلوم ہوتا ہے وہیں یہ سب روئی جاوے گی مزدور لانے کے لئے لوگ گئے ہیں وہ آویں تو دو چار گھڑی میں ناؤ خالی ہو جاوے گی پھر ملاح جہاں چاہے وہ ہٹا کر لگا دے اور جو آپ کہیں اور ہٹا کر لگائی جاوے تو مجھکو مزدوری زیادہ پڑے گی، آپ نے کہا کہ بس اتنی ہی بات ہے اس نے کہا اس نے کہا ہاں صاحب یہی بات ہے پھر آپ نے ملاح سے بلا کر پوچھا کہ اگر روئی اتار لی جاوے پھر تو یہاں کشتی رہنے کا تیرا کام نہیں اس نے کہا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ کب ناؤ خالی ہو کب میں ناؤ یہاں سے لیجاؤں اور وہ گودام اس کا وہاں چالیس پچاس قدم پر تھا آپ نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ ہاں بھائیو یہ روئی کے گٹھے اتار کر ناؤ خالی تو کر ڈالو اتنا آپ کا فرمانا کہ صدہا آدمی اس کشتی میں لپٹ گئے اور وہ روئی کے گٹھے

اتارنے لگے اور دھینگا دھینگا کر اس کے گودام کے دروازے تک پہنچانے لگے دو گھڑی
کے عرصہ میں ناؤ خالی ہو گئی جو لوگ حضرت کو لینے آئے تھے یہ حال دیکھ کر متعجب ہو گئے
اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ لوگ تو عجیب طرح کے ہیں کہ روئی والوں سے نہ جان نہ پہچان
بے مزدوری للہ فی اللہ اتنا کام انکا کر دیا بیشک یہ خدا والے لوگ ہیں اور جو ان کو
وہابی اور بزرگوں کا منکر کہتے ہیں محض مفتری اور بہتانی ہیں یہ صرف سید صاحب کا اثر
ہے پھر کچھ لوگوں نے وہیں دریا پر حضرت سے بیعت کی بعد شیخ عبد اللطیف وغیرہ
سب مل کر آپ کو شہر میں لے گئے اور شیخ موصوف نے اپنے مکان میں جا کر ٹھہرایا پھر
محمد خاں وہاں سے اپنے لوگوں کو لے کر چلے گئے، پھر وہاں بیعت کرنے والوں کا ہجوم ہوا تمام
لوگوں نے بیعت کی، اس عرصہ میں کئی معزز صاحبوں نے آپ سے عرض کی کہ یہ جو محمد خاں ابھی یہاں
سے اپنے لوگوں کو لے کر گئے ہیں مالداروں میں نہیں مگر بڑے جتھے والے اور نامی ہیں آٹھ نو سو
تو خود ان کی برادری اور عزیز و اقربا ہیں سو ان کے اور بستی والے شریک اور طرفدار ہیں یہ
سب بدعتیوں کے سرگروہ ہیں اگر کسی طور یہ راہ راست پر آجاویں تو گویا تمام شہر پاک
ہو جاوے آپ ان کے لئے دعا کریں تو خوب ہو آپ نے فرمایا کہ ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ کے
اختیار میں ہے میرے قابو کی یہ بات نہیں اس میں پھر لوگ بیعت کرنے لگے بعد تھوڑی دیر کے
پھر لوگوں نے وہی دعا کا سوال کیا، آپ کچھ دیر سکوت میں رہے بعد اس کے فرمایا اچھا
سب بھائی مل کر ان کے لئے دعا کرو اور آپ بھی ہاتھ اٹھا کر ساتھ ان مضمون کے
دعا کرنے لگے کہ الٰہی ہدایت ہم سب کی تیرے قبضہ میں ہے ہم لوگوں کو ہدایت کر اور اپنی راہ مستقیم

پر ثابت قدم رکھ اور ہم کو اور اُن کو اپنے غلاموں اور فرماں برداروں میں شمار
کر اور دین محمدی کا تابعدار کر اور تو ہم سے راضی ہو اور برائیاں ہماری دور کر
اور حلال روزی ہم کو اور اُن کو عطا فرما اور نفاق سے ہم کو اور اُن کو بچا
اور اسی اقسام کے بہت الفاظ فرمائے مگر وہ یاد نہیں پھر بعد فراغ دعا کے
انہیں لوگوں میں سے کسی نے جاکر محمد خاں سے جاکر کہا کہ شیخ عبداللطیف
کے مکان پر ابھی تمہارے لئے سید صاحب سے یوں دعا کرائی اس میں پہلے درپے
اور کئی شخصوں نے جاکر یہی کیفیت بیان کی خاں صاحب موصوف یہ حال خیر مآل
سُن کر اپنے دل میں کمال متعجب اور خوش ہوئے پھر جب وقت نماز ظہر آیا
حضرت علیہ الرحمۃ نے شیخ عبداللطیف سے پوچھا کہ نماز کہاں پڑھیں اُنہوں نے عرض
کی کہ اس محلہ میں دو مسجدیں ہیں ایک تو میری اور دوسری محمد خاں کی آپ نے فرمایا
کہ ہم اُسی مسجد میں چل کر نماز پڑھینگے، یہ خبر محمد خاں کو ہوئی کہ سید صاحب نماز کو اس وقت
تمہاری مسجد میں آوینگے اُنہوں نے اپنی برادری والوں سے کہا کہ اس وقت سید صاحب نماز کو یہاں
تشریف لاوینگے تم بھی سب صاحب کپڑے بدل کر یہیں حاضر ہو، غرض سید صاحب وہاں تشریف
لے گئے، سب نے وضو کرکے سنتیں پڑھیں، موذن نے اقامت کہی اور اس مسجد میں جو امام مقرر
تھے وہ نیک بخت اور دیندار شخص تھے اُنہوں نے حضرت سے عرض کی کہ آپ امامت
کریں، آپ نے فرمایا کہ تم اس مسجد کے امام ہو حق تمہارا ہے، اُنہوں نے کہا کہ لائق اور سزاوار
امامت کے آپ ہیں آپ ہی پڑھاویں آپ کے ہوتے ہوئے مجھکو لائق نہیں کہ امامت

کروں، پھر سید صاحب نے نماز پڑھائی، پھر بعد فراغ نماز اور دعا کے آپ مصلّٰی پر
جانب مشرق سب کی طرف منہ کرکے بیٹھے، محمد خاں نے عرض کی کہ حضرت میری خطا
معاف ہو آپ کی خدمت میں مجھ سے بہت گستاخیاں اور بدگمانیاں ہوئیں بسبب کہنے
سننے لوگوں کے، آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے بھائی ہیں اور تم ہمارے بھائی ہو گستاخی
اور خطا تمہاری کچھ نہیں ہے پہلے محمد خاں نے آپکے دست مبارک پر بیعت کی اور اس کے
بعد جو ان کے عزیز و اقربا اور یار و آشنا تھے سب نے بیعت کی، بعد اس کے مولانا
عبد الحی صاحب نے وعظ فرمایا اُسی مجلس میں ایک عورت فاحشہ کسبن اپنے پیشہ ناپاک
سے تائب ہوکر مرید ہوئی اور کہنے لگی کہ اب میں آپ ہی کے قافلہ میں رہونگی،
یہاں میرے رہنے کی کوئی صورت نہیں، آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے چلو پھر آپ وہاں
سے اُس کو ساتھ لے کر کشتیوں کے پاس آئے اور سید عبد الرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ
سے فرمایا کہ اس نیک بخت کو بہلت والوں کی ناؤ میں کہیں بٹھا دو وہ اس کو لیکر
گئے کہ اس ناؤ پر اس کو کہیں بٹھا دیں، سب عورتیں چیخ چلانے لگیں کہ یہاں کوئی
خالی جگہ نہیں اور ناؤ پر لے جاؤ، سید صاحب موصوف نے جاکر حضرت علیہ الرحمۃ سے یہ عرض
کی، آپ نے فرمایا کہ مولوی وحید الدین صاحب سے کہہ کر اُسی ناؤ پر کسی جگہ بٹھا دو
پھر اُنہوں نے جاکر مولوی صاحب ممدوح سے کہا، اُنہوں نے عورتوں
سے کہا وہ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ عورت بازاری فاحشہ ہے ہم تو اپنی ناؤ پر نہ بٹھائیں
سید عبد الرحمن انہوں نے یہ حال حضرت سے جاکر عرض کیا، مولانا عبد الحی صاحب

نے یہ بات سنی اور وہاں سے اُٹھ کر قریب ناؤ کے گئے اور سب عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ تم اس نیکبخت کو اپنی ناؤ پر کیوں نہیں بٹھاتی ہو آج اس نیکبخت نے سب بُرے کاموں سے توبہ کی اس وقت یہ تم سب سے افضل ہے اور جو کچھ خدا رسول کا شرعی حکم تم سب پر ہے وہی اس پر ہے اُن سب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اس کو پردہ کرا کے چھت پر الگ بٹھا دو، مولانا صاحب نے کہا کہ چھت پر تم میں کوئی کیا نہیں بیٹھ سکتی وہی کیوں نہ جا کر بیٹھے اس میں کچھ اور زیادہ گفتگو ہوئی، مولانا صاحب نے خفا ہو کر کہا کہ ان میں جو عبدالحئی کی بی بی ہو وہ چادر اوڑھ کر ناؤ سے اُتر آوے تین بار یہی کلمہ فرمایا دو بار کہنے سے تو وہ نہیں اُتریں تیسرا کر جب مولانا صاحب نے کہا کہ جس طور سے شرعی پردہ ہم نے بتا دیا ہے اُسی طور چادر اوڑھ کر چلی آوے پھر اسی طرح سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ کر مولانا صاحب کی بی بی ناؤ سے اُتر کر خشکی میں کھڑی ہوئیں مولانا صاحب ان سے کچھ دور کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ کیا گھر میں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اس سفر حج میں تم کو چکی بھی پیسنی پڑے گی روٹی بھی پکانی ہو گی جو کار ضروری ہیں سب کرنے ہوں گے پیروں بھی چلنا ہو گا جب تم نے سب قبول کیا تب ہم نے تم کو ساتھ لیا اس عرصہ میں دور سے سید صاحب نے یہ معاملہ دیکھا وہیں سے پکار کر کہا کہ ہاں ہاں مولانا صاحب یہ تم نے کیا حرکت کی یہاں تشریف لاؤ مولانا صاحب نے کہا کہ حضرت آتا ہوں یہ جواب

دے کر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر آواز دی کہ دیکھو عبدالحئی کی بی بی
یہ کھڑی ہے اور شرعی پردہ موافق حکم خدا اور رسول کے اس کو کہتے ہیں
اور یہ کلام تین بار فرما کر اپنی بی بی صاحبہ سے کہا کہ اب وہیں ناؤ میں جا کر
بیٹھو پھر وہ ناؤ میں آئیں اور آپ سید صاحب کے پاس تشریف لے گئے پھر وہاں
سے مولانا محمد اسماعیل صاحب اسی ناؤ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے اور مولوی وحیدالدین
صاحب سے کہا کہ ہماری بہن رقیہ سے کہہ دو کہ اس عورت کو اپنے پاس
بلا کر سمجھالیں اور اس کو نیک بات کی نصیحت کریں اور دین اسلام کی باتیں
سکھلا ویں۔ بی بی رقیہ بھی یہ باتیں سنتی تھیں، مولوی وحیدالدین صاحب سے کہا کہ ان کو کہا
سے کہہ دو کہ ان کو کچھ کپڑے وغیرہ بھیجدو، پھر مولوی صاحب نے مولانا صاحب سے کہا انہوں نے اس عورت
کو اس ناؤ پر سوار کرا دیا پھر سید صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ اس عورت کو
ناؤ میں بٹھا دیا، پھر اس کے اگلے روز آپ شیخ عبداللطیف کے مکان پر تشریف
لے گئے، شیخ صاحب موصوف نے اپنے اہل و عیال کو مرید کرایا اور آپ مرید ہوئے
اور ایک تھالی میں چار سو روپے لا کر سید صاحب کے آگے دھرے اور کہا یہ
روپے زکوٰۃ کے ہیں جن کو آپ مناسب جانیں اپنے لوگوں میں بانٹ دیں اور
اسی روز شام کو محمد خاں کے مکان پر ان کے بھائی بندوں نے آپس میں
مل کر قریب تین سو آدمیوں کے دعوت کی، بعد تناول طعام کے آپ نے محمد
خاں سے فرمایا کہ خان بھائی دعوت تم نے خوب کی اور کھانا تمہارا
بڑے مزے کا پکا، خان ممدوح نے عرض کی کہ ان سب بھائیوں نے مل کر دعوت

کی ہے میں اس لائق کہاں کہ آپ کی دعوت کروں میں فقط پندرہ روپے
مہینہ کا ایک گوشائیں کے پاس نوکر ہوں اس مشاہرہ میں میرا ہی خرچ
پورا نہیں پڑتا سو میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے میری نیت ہے کہ اُس
کافر کی نوکری چھوڑ دوں اللہ تعالیٰ رازق ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم خدا کے
واسطے یہ نوکری چھوڑ دوگے تو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تم کو بہتر روزی دیگا
پھر محمد خاں نے عرض کی کہ حضرت یہاں شادی غمی محرم وغیرہ کی شرک و بدعت میں
مجھ کو لوگوں نے انگشت نما کر رکھا ہے اور حالانکہ یہ سب میری برادری والے جو
یہاں حاضر ہیں یہی کرتے ہیں اور یہ بھی سب آپ کے مرید ہوئے اور میں بھی اب آپ ان
کو نصیحت کردیں کہ ان سب باتوں سے باز آویں یا آپ ان کو میرے سپرد کردیں کہ
میں ان کو نصیحت کرتا رہوں آپ نے فرمایا بہت خوب آپ نے ہم نے اس بات کی
اجازت دی اور سب سے پکار کر کہہ دیا کہ بھائیو جو کچھ تم شادی غمی محرم وغیرہ
میں خلاف شرع کام کرتے ہو سب چھوڑ دو اور جو محمد خاں تم کو نصیحت کیا کریں
اس کو مانا کرنا اور جو نہ مانو گے تم جانو ہمارا کیا نقصان جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے
یہ بات سُن کر اُن لوگوں نے آپس میں مشورت کر کے اُسی وقت بہت چبوترے
تعزیے رکھنے کے کھود ڈالے اور بعضوں نے اگلے روز، بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ
نے ایک روپیہ برکت کا محمد خاں کو عنایت کیا اور فرمایا اس کو بحفاظت تمام
روپیوں کی تھیلی میں دھرنا اور خرچ نہ کرنا اس کی برکت سے

اللہ تعالیٰ بہت روپیہ دیگا، پھر آپ وہاں سے شیخ عبداللطیف کے مکان پر پھر آئے اور وہیں نماز عشا کی پڑھی اور کچھ دیر بیٹھے خدا بخش نام ناگور کے میاں جی شیخ صاحب موصوف کے جو لڑکوں کو پڑھاتے تھے، اُنہوں نے حضرت سے عرض کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو اور دین و دنیا میں مجھکو فلاح دے، آپنے ہنس کر فرمایا کہ تم تو آپ میاں جی ہو اور تم کو معلوم ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خزانہ ہے اسی میں سے کوئی آیت پڑھا کرو، اُنہوں نے عرض کی کہ بیشک قرآن مجید نعمتوں کا خزانہ ہے مگر آپ جس آیت کی اجازت دیویں میں پڑھا کروں، آپنے فرمایا کہ ہر روز "اِنّ اللّٰہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین" گیارہ سو بار اور گیارہ گیارہ بار اول وآخر درود پڑھا کرو اللہ تعالیٰ تمہارا مقصود دنیا کا پورا کریگا اور واسطے فلاح آخرت کے "سلامٌ قولاً من ربٍ الرحیم" پڑھا کرو اور وہیں شیخ صاحب موصوف کی مسجد کے امام بھی حاضر تھے یہی سوال اُنہوں نے کیا اور امام ممدوح کے ایک بھائی تھے اُنہوں نے بھی اسی بات کی عرض کی، آپنے دونوں کو اجازت دی کہ تم بھی یہی وظیفہ پڑھا کرو تمہارا بھی مقصود اللہ تعالیٰ برلاویگا پھر ان سب نے کہا کہ اب آپ دعا کریں، پھر آپ ننگے سر ہو کر دعا کرنے لگے اور سب حاضرین مجلس آمین کہنے لگے، پھر بعد فراغ دعا کے آپ وہاں سے کشتی پر تشریف لائے اور سو رہے، صبح کو پھر واسطے نماز فجر کے شیخ موصوف کی مسجد میں گئے اور وہاں سے تھوڑی دور شیخ ممدوح کا نیمو نارنگی امرود کیلے وغیرہ کا باغ تھا بعد فراغ نماز حضرت کو

وہاں لے گئے اور وہاں ایک پختہ مکان بنوایا تھا اُس میں ٹھہایا اور دو تین
ٹوکری امرود اُسی باغ کے لاکر آپ کے روبرو رکھے آپنے اپنے لوگوں کو
تقسیم کرادئے، بعد اس کے شیخ عبد اللطیف نے اس باغ کی زمین کا حال
بیان کیا کہ اس طرح کی زمین ناکارہ اور خراب ہے کہ صدہا روپے میں نے اس باغ
کے اوپر خرچ کئے درخت اسکے رونق نہیں پکڑتے ہیں اور نہ موافق خدمت کے
بڑھتے ہیں اور حاصل اس میں موافق خرچ نوکروں کے بھی نہیں ہوتا اور یہ
باغ میں نے اپنی والدہ کے نام کا بڑے شوق سے لگایا تھا اور جو گرد و پیش
باغ ہیں اُن کی بھی زمین کا یہی حال ہے سو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اسکے واسطے
دعا کریں، یہ گفتگو سُن کر آپ وہاں سے اُٹھے اور ادھر اُدھر چہل قدمی کرنے
لگے اور مالیوں سے پوچھنے لگے کہ تم کتنی مدت سے اس باغ کی خدمت کرتے ہو
اور زمین تو اس باغ کی بہت اچھی ہے، اُنہوں نے عرض کی کہ یہ باغ تو ہمارے
ہی ہاتھوں کا لگایا ہے تب ہی سے ہم خدمت بھی کرتے ہیں، آپنے شیخ عبد اللطیف
سے کہا کہ اس زمین میں تو کچھ نقصان نہیں معلوم ہوتا بات یہ ہے کہ تم اس کی زکوٰۃ
نکالو، اُنہوں نے پوچھا کہ زکوٰۃ اس کی کیا ہے، آپنے فرمایا کہ ایک سال جو
کچھ میوہ اس کا پیدا ہو وہ سب مسکینوں محتاجوں کو بانٹ دو بعد اس
کے دوسرے سال جو میوہ پیدا ہوا کرے اُس کو اپنے صرف میں لایا کرو مگر
اس میں بھی کچھ تھوڑا دیا کرنا پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس باغ کا حال دیکھنا کہ اسکے گرد و پیش

کہ باغ والوں کو تعجب ہوگا کہ یہ وہی باغ اور زمین ہے یا کوئی اور بلکہ تم سے پوچھینگے کہ تم کیا خدمت کرتے ہو جو تمہارا باغ اس طرح کا سرسبز اور تازہ ہو گیا شیخ صاحب نے آپ کے فرمانے کو قبول کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایساہی کرونگا پھر آپ وہاں سے کشتی پر تشریف لائے اور منجملہ مرزا پور کے احوال کا یہ ہے کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ نے بیت اللہ شریف سے آکر سفر ہجرت کا اور ولایت افغانستان میں جا کر بیچ کارو بار جہاد فی سبیل اللہ کے مشغول ہوئے وہاں سے واسطے کسی کار کے مجھ کو ہندوستان میں بھیجا وہاں سے میں مرزا پور کو آیا محمد خان کو بہت خوشحال اور فکر معاش سے فارغ البال پایا کہ ایک کرتا پہنے عمامہ باندھے تھے اور داڑھی سینہ تک میں نے نوکری چاکری کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ جب یہاں سے کوچ کر کے سید صاحب بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے بعد چند روز کے میں اس گسائیں کی نوکری چھوڑ کر اپنے گھر بیٹھ رہا ایک روز اس نے مجھکو بلا کر پوچھا کہ تم نے ہمارے یہاں کا آنا کیوں موقوف کیا میں نے اس سے کہا کہ میں سید صاحب کا مرید ہوں اور سب برے کاموں سے توبہ کی ہے اور نوکری بیگانی تابعداری ہے اس میں درست یا نادرست سب کام کرنا پڑتا ہے اگر وہ نہ کرو تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور کرو تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اسی خیال سے میں بیٹھ رہا یہ تقریر سن کر وہ گوسائیں بہت خوش ہوا کہ تم نے خوب کام کیا اور کہا اب تم میرے یہاں بطور نوکری چاکری کے نہ آیا کرو اور ایسے آپ کا گھر ہے جب چاہے آؤ اور میرے یہاں جو پندرہ روپے ماہواری مقرر ہے وہ تمہارے گھر بیٹھے پہنچا کرینگے

تب سے ماہ بماہ پندرہ روپے مجھ کو بھیجدیتا ہے سوا اس کے اور اللہ تعالیٰ ادھر اُدھر سے کچھ خرچ بھیجدیتا ہے غرض کہ با خوبی گذر ہوتی ہے اور جو سید صاحب نے برکت کا روپیہ دیا تھا وہ بھی میرے یہاں موجود ہے یہ سب اُسی کی برکت ہے، اور اپنی برادری میں میں نے یہ دستور مقرر کیا ہے کہ جن بھائیوں نے شرک و بدعت اور تعزیہ داری سے توبہ کی ہے اگر اُن میں کوئی کسی کے تعزیہ میں شریک ہوا اور مجھ کو اس کی خبر ملی تو پچیس روپے واسطے دعوت برادری کے لئے جاویں اور جو عشرہ محرم کے کھچڑا لیکا دے یا شربت کرے اُس سے گیارہ روپے جرمانہ لئے جاویں اور جو کسی کا تعزیہ دیکھنے جاوے اُس کے جرمانہ میں ایک طالب العلم کو ایک مہینہ اپنے گھر سے کھانا کھلاوے اور جس کی ایک وقت کی نماز قضا ہو جاوے اس کے تیس زیر بند لگائے جاویں سو اس خوف سے سب لوگ شرک و بدعت چھوڑ کر پکے سنی موحد خدا کے فضل سے ہو گئے ہیں اور شیخ عبداللطیف کے عزیزوں میں کوئی فوت ہو گیا تھا اُس کے چھماہی کے کھانے کی تدبیر شیخ ممدوح کر رہے تھے یہ خبر سن کر محمد خاں اُن کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم چھماہی کے کھانے کی تیاری میں ہو اُنہوں نے کہا ہاں کچھ ہے تو سہی خاں صاحب موصوف نے کہا کہ ہم نے اور تم نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہر ایک بدعت اور بُری بات سے توبہ کی ہے اور چھماہی برسی سوم دہم چہلم وغیرہ بدعت ہے تم کو لائق ہے کہ یہ کھانا نہ کرو اس سے اوروں کو سند ہو گی اگر بہ نیت ثواب کے کرتے ہو تو مسکینوں محتاجوں کو جو تم

سے ہوسکے نقدی دیدو کہ اُس میں اُن کے بہت ضروری کام نکلیں گے تم کو بڑا
ثواب ہوگا اور اگر تم کرو گے تو ہم کوئی تمہارے یہاں نہ آوینگے اور نہ کھاوینگے
اور آج ہماری تمہاری دوستی موقوف، یہ گفتگو سُن کر ان کو تردد ہوا اور اپنے لوگوں
سے اس کا مشورہ کیا کہ محمد خاں یوں کہتے ہیں آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ کچھ روپے نقد
اور کچھ کپڑا محتاجوں کو تقسیم کر دیا چاہیئے اور محمد خاں اور اُن کے بھائی بندوں کو بلا کر
اس کا مشورہ کیا اور اپنے اپنے یہاں سے رسمِ غمی کا کھانا بلکہ قلم موقوف کر دیا
اور شیخ عبداللطیف مجھکو اپنے باغ میں لے گئے اور ہنس کر کہا کہ بھائی دین محمد
یہ وہی باغ ہے کہ اُس زمانہ میں تم نے دیکھا تھا کہ ہر ایک درخت پژمردہ اور
بے رونق تھا اور جو درخت اس زمین میں لگایا جاتا تھا سرسبز نہ ہوتا تھا اور
اب اس کا یہ حال ہے کہ ہر درخت سرسبز اور شاداب اور بارونق ہے اور جو
درخت اس زمین میں بویا جاتا ہے تھوڑی خدمت میں جلد تیار ہو جاتا ہے اور میوہ
بھی بافراط ہوتا ہے ہر قسم کا میوہ نارنگی رنگترہ امرود شریفہ کیلہ آم جامن وغیرہ
اور باغوں کے مالی مجھ سے آکر اکثر پوچھتے ہیں کہ تم کیا خدمت کرتے ہو کہ تمہارا باغ
اس طرح کا ہو گیا میں اُن سے کہتا ہوں کہ خدمت تو وہی ہے جو تم سب اپنے باغوں
کی کرتے ہو مگر اس کے واسطے ہمارے پیر و مرشد نے دعا کی تھی اُسی کا برکت کا یہ
اثر ہے میں جبتک اس شہر میں رہا کئی بار مجھ کو اس باغ میں لے گئے اور سب میوے
جو اس موسم کے تھے کھلائے، اور شیخ جی کے جو میاں جی خدابخش جو امام مسجد کے تھے
ان کو جو دیکھا تو اپنے گھر سے بہت خوشحال اور فارغ البال تھے شیخ موصوف نے اپنے روپوں
سے ہزار روپے کی تجارت اُن کے لئے جدی مقرر کر رکھی تھی کہ سال بھر میں جو کچھ نفع ہو اس

میں لفت لفت دونوں تقسیم کرلیں سو وہ دونوں صاحب کہتے تھے کہ کسی سال ڈھائی سو روپے نفع کے ہوتے ہیں اور کسی سال پانچ سو ہم دونوں آدھے آدھے بانٹ لیتے ہیں اس میں ہمارا بخوبی گذارا ہوتا ہے انتہیٰ مرزاپور میں چھ سات مسلمان خشت پزوں کے تھے اور بڑے تونگر اور دولت ور تھے اور ہر کسی کے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ گدھے خچر بھی تھے جو ان سے اینٹیں مول لیتا اور مزدوری بار برداری کی دیتا وہ اپنے نوکروں سے انھیں گدہوں خچروں پر اینٹیں کو لدوا کر اس کے یہاں پہنچا دیتے تھے اور انھیں پر وہ نوکر جا کر بعد کو گوبر گھاس پھوس ادھر ادھر سے لاتے تھے اور پزوہ لگا کر اینٹیں پکاتے تھے یہی ان کا پیشہ تھا اور اس شہر میں وہ گدہے والے کر کے مشہور تھے اگرچہ وہ اپنی قوم کے شریف تھے مگر بسبب حقارت اور کراہت اس نام اور پیشہ کے مرزاپور کے کوئی مسلمان شرفا اور غربا اُن کے گھر کا کھانا پانی نہیں کھاتا پیتا تھا اور نہ اُن کی شادی غمی میں جاتا اور نہ اپنے میں اُن کو بلاتا' جس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اس شہر میں تشریف لے گئے اور وہاں کے ہزاروں مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اور عنایت الٰہی سے ہدایت پائی ان لوگوں نے بھی آکر حضرت سے عرض کی کہ آپ ہمارے غریب خانہ میں تشریف فرما ہوں اور ہم کو بھی اپنے شرف بیعت سے مشرف کریں' آپ نے قبول کیا' وہاں کے مسلمانوں نے عرض کی کہ آپ ان کے یہاں نہ جاویں یہ لوگ گدھے والے ہیں' کوئی مسلمان شہر کا ان کے گھر کا کھانا پانی نہیں کھاتا پیتا' آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے بھی

تو مسلمان بھائی ہیں اور حلال پیشہ کرتے ہیں اس پیشہ میں کچھ برائی نہیں ہے اور نہ کچھ عیب اس کو معیوب جاننا بہت معیوب ہے اس لئے کہ گدہے خچر پالنا اور ان پر سواری کرنا سنت ہے۔ اولیا نے گدھے خچر پالے ہیں اور ان پر سوار ہوئے ہیں بلکہ اب تک حرمین شریفین میں یہی دستور ہے اور اکثر مسلمان شرفا غربا سب پالتے ہیں اور ان پر سوار ہوتے ہیں اور اکثر وہاں یہی سواری ہے یہ خیال فاسد تم کو اپنے دلوں سے دور کرنا چاہیے اور بہت اس امر میں نصیحت اور فہمائش کی اور ان خستہ دلوں کی تسلی کی کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہم تمہارے یہاں آوینگے اور دعوت کھاوینگے۔ پھر ایک روز وے لوگ آپ کو اپنے یہاں لے گئے اور سب نے بیعت کی اور اپنی عورتوں کو بھی مرید کروایا اور آپ کی دعوت کی جب آپ تناول طعام سے فارغ ہوئے تب وے لوگ ایک تھالی میں تین سو یا چار سو روپے آپ کی نذر کو لائے اور بہت سے کمخاب گلبدن مشروع جامدانی محمودی ململ وغیرہ کے تھان آپ نے کچھ نہ لیا اس میں بہت سا اُنہوں نے اصرار کیا آپ نے کسی طرح نہ مانا اور اُن کے مکان سے اُٹھ کر جہاں اُترے تھے وہاں تشریف لے گئے سید عبد الرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے خواہر زادے تشریف کچھ دیر وہاں ٹھہرے ان لوگوں نے عرض کی اور اپنی پگڑیاں قدموں پر رکھیں کہ اس نذر کو آپ قبول فرمالیویں انہوں نے فرمایا کہ سید صاحب نے تمہاری نذر نہیں لی میں کیونکر لوں یہ کام مجھ سے ہرگز نہ ہوگا پھر انہوں نے کہا کہ تم حضرت کے بھانجے ہو یہ روپے اور تھان ہم تم کو دیتے ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ فی الواقع تم سچ کہتے ہو میں اُن کا بھانجا ہوں مگر میں لونگا

یہ کہہ کر وہ بھی وہیں تشریف لے گئے جہاں سید صاحب تھے اور یہ ماجرا بیان کیا، آپ نے ان کو بلوا کر ہر طور سے سمجھایا اور فرمایا کہ تم اس بات سے دلگیر نہ ہو ہم نے جو تمہاری نذر نہ لی سبب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم لیتے تو سب لوگ تمہارے شہر کے یہی جانتے کہ سید صاحب نے فقط روپوں کے لالچ سے اُن کی دعوت کھائی اور کبھی نہ کھاتے اور اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی تمہارے گھر کے کھانے پانی کو مکروہ نہ جانینگے اور کھاوینگے پیوینگے، یہ بات سن کر وہ لوگ راضی ہوئے اور ان کے دل کی کدورت جاتی رہی، پھر اس کے اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ نے وہاں سے کوچ کی تیاری کی، شیخ عبداللطیف بھی اپنی والدہ کو لے کر اور اُن کے میاں جی واسطے حج کے آپ کے ساتھ ہوئے کوئی اپنی اور ایک چھوٹی سی ناؤ جدی کرایہ کر کے اور کچھ مال تجارت اس میں دھر کے سوار ہوئے، پھر سوا دن چڑھے سب ناویں کھل کر مرزاپور سے روانہ ہوئیں، شام کو ایک جگہ لب دریا ہندوں کا بتخانہ تھا وہاں کوئی گاؤں تھا اور نہ گھاٹ وہیں ملاحوں نے ناویں لگائیں اور رات بھر وہیں رہیں اگلے روز کچھ دن چڑھے ناویں چنارگڑھ میں پہنچیں وہاں تین مقام ہوئے کئی سو آدمیوں نے بیعت کی اور پانچ وقت پانچ جگہ ضیافت ہوئی ایک تو تماکو والے کے یہاں اور دوسری ایک چودھری کے یہاں جس سے چاولوں کی منڈی کا علاقہ تھا اور اُس کے کوئی لڑکا بالا نہ تھا واسطے اولاد کے آپ نے دعا کی اور تیسرے شہر کے چودھری کے یہاں اور تینوں کو حضرت نے خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ کیا اور چوتھے

قلعہ کے سپاہیوں نے ضیافت کی اور پانچویں قلعہ کے خلاصیوں نے ضیافت کی
اوران دونوں فرقوں سے آپ نے تین شخصوں کو خلافت نامہ دے کر اپنا
خلیفہ بنایا اور تکملہ یہاں کے احوال کا یہ ہے کہ جب حضرت سفر حج سے آئے اور
یہاں سے ہجرت کر کے واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے ولایت افغانستان میں
تشریف لے گئے اور وہاں سے مجھ کو واسطے کسی کام کے ہندوستان بھیجا جب
وہاں سے چیاو گڑھ میں آیا اور اپنے پیر بھائیوں میں ملا اور چاولوں کے
منڈی لے جو دہری کی سے ملاقات ہوئی میں نے ان کی خیر و عافیت پوچھی
اور انہوں نے اپنا حال بیان کیا کہ جب سید صاحب حج کو جاتے تھے
اُس وقت میرے لڑکا بالا کوئی نہیں ہوا تھا یہ حال میں نے سید صاحب سے عرض
کیا آپ نے میرے واسطے دعا کی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو ایک لڑکا
دیا اور ایک لڑکی اور اُن دونوں کو لاکر میرے سامنے کھڑا کیا کہ یہ ہیں اور
آپ نے آسودگی اور مالداری کا بیان کیا کہ عنایت الٰہی سے اپنی کئی ناویں چلتی
ہیں یہاں سے مال تجارت کا کلکتہ کو بھیجتا ہوں اور وہاں سے چاول منگاتا
ہوں اور یہ سب حضرت کی دعا کی برکت ہے اور اسی طرح اس تماکو والے
سے جب ملاقات ہوئی اس کا کارخانہ دیکھا کہ ہزاروں روپے کی سوداگری
ہوتی تھی اور مراقبہ اور مشاہدہ میں بڑا شیخ کامل ہو گیا تھا بہت لوگ
اس کے مرید رشید تھے اور ہر ایک کو نسبت باطنی حاصل تھی اور سب موحد اور متبع
سنت تھے اور ہر روز وہاں کے لوگ اپنے بیمار لڑکوں کو اس کے دروازہ پر لاتے تھے جس

کچھ کلام الٰہی پڑھ کر دم کر دیتا اُس کو فضل الٰہی سے آرام ہو جاتی اور وہ
کہتے تھے کہ مجھکو ایک بار حضرت نے اپنے ساتھ کھلایا اور میرے لئے دعا کی یہ اسی برکت
کا اثر ہے پھر میں شہر کے چودہری کے مکان پر گیا تو وہاں ایک امرانہ کارخانہ دیکھا
کہ کرسیاں مونڈھے تخت بچھے ہیں اور ایک دربار سا لگ رہا ہے نوکر چاکر خدمتگار موجود
ہیں میری بڑی مہمانی اور خاطرداری کی اور کہا کہ بھائی دین محمد یہ سب کچھ سید صاحب
کی دعا کا اثر ہے پھر ان تینوں صاحبوں نے آپس میں صلاح کر کے ایک عرضی لکھ کر
مجھکو دی کہ حضرت کو جا کر دینا خلاصہ مضمون اُس کا یہ تھا کہ جو کچھ آپ نے ہم کو تعلیم کیا
تھا اُس کے موافق اپنی شادی غمی کے کاروبار میں کرتے ہیں یعنی موافق سنت کے
ہر ایک کام کرتے ہیں اور شرک و بدعت کی کوئی بات نہیں ہونے پاتی الٰہی پھر جو چھٹے
روز وہاں سے ناویں کھلیں کچھ دیر بنارس میں چلیں اُس گھاٹ پر جا کر پہنچیں آپ
نے عبدالرحیم کاندھلہ والے سے کہا کہ جا کر مرزا کریم اللہ بیگ اور حکیم سلامت علی
سے ہمارا سلام کہو اور حکیم صاحب کی پینس مانگ لاؤ اور ان سے کہیو کہ تم کو یہاں
نہ آنا، ہم کندی گروں کی مسجد میں آکر ٹھہرینگے وہاں آ کر ملاقات کرنا پھر وہ گئے
اور آپ کا سلام اور پیام پہنچا کر پینس لائے، آپ اس پر سوار ہو کر چند آدمیوں سے
کندی گروں کی مسجد میں گئے اور وہیں لوگ ملاقات کو آنے لگے، پھر کچھ دیر میں
وقت ظہر کا ہوا اور بعد فراغ نماز کے آپ سے لوگوں نے عرض کی کہ مکان جو
مسجد سے ملا ہوا ہے اس کو ہم نے آپکے اہل و عیال کے لئے خالی کرایا ہے اور یہ مکان بڑا وسیع ہے اسلئے آپ

دیکھ لیں پھر آپ اس مکان میں تشریف لے گئے اور اس کو دیکھ کر بہت خوش
اور پسند کیا اور اُن لوگوں کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے اور
جہاں ناویں لگیں تھیں اس گھاٹ پر ہندوؤں کے مردے جلائے جاتے تھے
اس سبب سے ناویں وہاں سے ہٹا کر اور گھاٹ لگیں، بعد نماز مغرب کے حضرت کشتی
پر آئے، کچھ دیر کے بعد مرزا ایلاقی اور مرزا حاجی جو بنارس میں شاہزادے
تھے ان کا آدمی آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ کو مرزا ایلاقی اور مرزا حاجی
نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم بعد نماز عشا کے بجرے پر سوار ہو کر خفیہ
آپ کی ملاقات کو آویں گے اور پتہ ہمارے بجرے کا یہ ہے کہ لالٹین اس پر
روشن ہوگی، آپ نے فرمایا کہ بہتر آویں ہمارا بھی اُن سے سلام کہنا پھر
اس آدمی کو رخصت کیا وقت موعود پر ان کا بجرا آپ کی ناؤ کے قریب آیا
آپ اپنی ناؤ سے اُس پر تشریف لے گئے اور اُن سے ملے اور کچھ دیر تک اُن سے
باتیں کیا کئے، پھر وہاں سے اپنی ناؤ پر آئے اور وہ بجرے پر سوار ہو کر اپنے مکان
کی طرف چلے گئے اور کچھ مجرد لوگ کندی گردوں کے مسجد میں اُترے اور کچھ بیسر
کی مسجد میں اترے اور ناؤں پر سے سب اسباب اُتروا لیا بنارس ہی تک
اور حضرت علیہ الرحمۃ کسی وقت کندی گردوں کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے
اور کسی وقت بیسر کی مسجد میں، یہ دو مسجدیں ہیں ایک کندی گردوں کی مسجد مشہور
ہے اور دوسری بیسر کی، زبانی معتبر لوگوں کے یوں معلوم ہوا اور یوں ہی ہے کہ
بیسر نام ایک بت کا ہے پہلے اس کا مندر وہاں تھا جہاں کندی گردوں کی مسجد

سلطان ابراہیم شرقی جونپوری نے اس کو توڑ کر یہ مسجد تعمیر کی چنانچہ کچھ دیوار اس مندر کی پشت میں اس مسجد مذکور کی موجود ہے پھر ہندوؤں نے اس بت کا دوسری جگہ اور مندر بنایا اس کو بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب غازی نے توڑ کر یہ مسجد تعمیر کی جو اب بسیر کی مسجد مشہور ہے چنانچہ اس مسجد کی دیوار بھی اس مسجد کی پشت میں موجود ہے اور اس بت کو لوگوں نے اسی مسجد کے نزدیک جو کنواں ہے اس میں ڈال دیا سو اب تک اس کنویں کو ہندو لوگ پوجتے ہیں منتیں اور ان روزوں برسات کا موسم تھا پندرہ سولہ روز تک رات دن مینہ کی جھڑی رہی اور اسی بارش میں وہاں کے لوگ اپنے گھروں میں حضرت کو واسطے بیعت کے لیجاتے اگر بعد نماز فجر کے لیجاتے تو آپ ظہر کی نماز ان دونوں مسجدوں میں سے ایک میں پڑھتے اور اگر بعد نماز ظہر کے لیجاتے تو نماز مغرب یا نماز عشا آکر مسجد میں پڑھتے اور اگر بعد مغرب کے لیجاتے تو ڈیڑھ پہر رات گئے بلکہ بعضی دفعہ آدھی رات گئے مکان پر تشریف لائے اور آپ کا ایسا تعلق تھا کہ باوجود بارش اور کیچڑ اور سیلاب کے آنے جانے میں کسی سے عذر و حیلہ نہ کرتے جس وقت لوگ آپ کو لینے آتے اسی وقت آپ ان کے ساتھ چلے جاتے اندھیری رات بجلی چمکتی ہوئی مینہ برستا ہوا لالٹین روشن لوگوں کے ہمراہ خانہ بخانہ واسطے بیعت لینے کے پھرتے بعضے وقت بہت رات جاتی تو لوگوں سے فرماتے کہ بھائیو اب ہم کو چھوڑ دو انشاء اللہ تعالیٰ اور وقت آوینگے کوئی کوئی کہتا کہ حضرت میرا مکان قریب ہے ابھی تشریف لے چلئے اور وقت خدا جانے آپ کے آنے کا اتفاق ہو یا نہ ہو

پھر اُس کی خاطر سے آپ اس کے مکان میں جاتے وہاں سے نکلتے دوسرا بھی تملق و چاپلوسی کرکے اپنے گھر لیجاتا وہاں سے نکلتے ہی تار بھا آپ کہتے بھائیو رات بہت گئی ہمارے آدمیوں کو پانی کیچڑ میں تکلیف ہوتی ہے مگر کون سنتا تھا اور بعضے وقت ہم لوگوں سے جو آپ کے ہمراہ ہوتے تھے فرماتے کہ بھائیو یہ پانی کیچڑ میں رات کو تمہارا پھرنا محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اگر وہ پروردگار اسی پھرنے تمہارے کو پسند کرکے اپنے غلاموں تابعداروں میں شمار کرلے تو کیا عجب ہے یہ بات سُن کر ہم لوگ خوش ہو جاتے اور اس وقت کی تکلیف کو عین راحت جانتے اور ہرگز نہ گھبراتے' ایک بار تلیا نالے پر مولوی شکر اللہ صاحب حضرت کو اپنے یہاں لے گئے اور بیس پچیس برس کا ان کا داماد تھا اس کو لاکر آپ کے روبرو بٹھایا اور عرض کی کہ کچھ مدت سے اس کو جنون ہو گیا ہے کوئی دوا علاج اس کو فائدہ نہیں کرتی ہے آپ نے اس کا اسم پوچھا وہ بھلے چنگے آدمیوں کی سی باتیں کرنے لگا گھر والوں کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہم لوگوں سے اس طور کبھی نہیں بولتا تھا آج کیا معاملہ ہے' آپ نے فرمایا کہ اس کو جنون کی بیماری نہیں اور ہی کچھ بیماری ہے مگر کسی وقت اس مرض کا زور بھی ہوتا ہے' انہوں نے کہا کہ ہاں ہوتا ہے اس وقت یہ زیادہ واہی تباہی باتیں بکتا ہے' آپ نے فرمایا کہ اب جس وقت اس کی بیماری کا غلبہ ہو تو ہم کو خبر کرنا پھر ہم کچھ اس کی تدبیر کر دینگے' پھر آپ وہاں سے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے اس کے دوسرے یا تیسرے روز مولوی صاحب کا آدمی آیا کہ اس وقت اس کی طبیعت زیادہ بگڑی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک

آبخورہ میں پانی لاؤ اُس نے لاکر حاضر کیا' آپ نے اس میں سے کچھ پیا باقی مع آبخورہ اس کو دیا اور فرمایا کہ یہ پانی تھوڑا سا اس کو پلا دینا اور باقی چلو سے ایک یا دو چھینٹے چہرے پر مار دینا اللہ تعالی اپنا فضل کریگا اور ہمارا سلام اس سے کہنا پھر وہ آدمی پانی لے کر گیا وہ شخص دور سے اس کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا جیسا کوئی کسی کی تعظیم کرتا ہے اور کہا پانی سید صاحب نے بھیجا ہے ہم کو دو آپ اپنے ہاتھ سے پی لیویں اور تم کسی چیز کا اندیشہ نہ کرو اب ہم اس پر نہ آوینگے اور سید صاحب نے تکلیف آج کیوں کی اگر اسی روز مجھ سے فرماتے تو میں چلا جاتا' اس آدمی نے وہ آبخورہ اس کو حوالہ کیا' حضرت علیہ الرحمۃ کا سلام کہا' اُس نے سلام کا جواب دیا اور وہ پانی پیا اور کہا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں ہمارا سلام میں سید صاحب سے عرض کر دینا یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور یہ مولوی شکر اللہ صاحب کا داماد صحیح و سالم ہو گیا پھر مولوی شکر اللہ صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے آکر اپنے داماد کے چنگے ہو جانے کا حال بیان کیا' آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ جن اس پر سے اتر کر میرے پاس آیا تھا اور شکایت کرتا تھا کہ ان کے گھر میں ایک جگہ ہے وہ میرے رہنے کا ٹھکانا ہے سو وہ اس کو بہت گندہ اور ناپاک رکھتے ہیں اسی رنج سے میں نے اتنے دنوں اس کو تکلیف دی اور وہ مکان میں نہیں چھوڑوں گا' آپ اُن سے فرما دیں کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھا کریں' یہ سن کر مولوی صاحب نے کہا بہت خوب انشاء اللہ تعالی اس جگہ کو گندہ نہ رکھیں گے' ایک مرزا ابلاقی شاہزادے کے آدمی حضرت علیہ الرحمۃ کو تیلیا ملے پر جہاں ان کا مکان تھا سوار کر کے لے گئے اور مرزا ابلاقی صاحب کی

والدہ اور بی بی اور اُن کے تمام نوکروں چاکروں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ نے مناسب وقت کے ہر ایک کو اللہ تعالی کا نام تعلیم کیا اور توجہ دلایا اور اُن کی والدہ اور اُن کی بی بی کو توجہ دی اپنی استعداد کے موافق ہر ایک کو فائدہ ہوا مگر سب سے زیادہ فائدہ مرزا صاحب کی والدہ شریفہ کو ہوا جبتک آپ اس شہر میں رہے اس مدت کے درمیان مراقبہ میں حالات عجیبہ اور معاملات غریبہ منکشف ہوئے ہر روز نئی نئی قسم کے کبھی حضرت سرور مختار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوتیں کبھی حضرت کے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محفل فیض منزل سے شرف اندوز ہوتی تھیں اور کبھی سوا اس کے اور حالات عجیبہ اور معاملات غریبہ دیکھتی تھیں کہ افسوس اگر میں مرد ہوتی سو دونوں باتوں سے معذور ہوں اور چار وقت وہاں حضرت علیہ الرحمۃ کے مع قافلہ ضیافت ہوئی دو وقت تو مرزا صاحب کی والدہ نے ضیافت کی اور ایک وقت مرزا صاحب نے اور ایک وقت مرزا صاحب کی بی بی نے پہلا وقت مرزا صاحب کی والدہ نے ضیافت کی زردے اور سفیدے اور متنجن اور قورمہ اور شیرمال کی جو حضرت کے ہمراہ رکاب تھے اُنھوں نے وہیں حضرت کے ساتھ تناول فرمایا اور جو مکان پر تھے اور کھانا وہاں پہنچایا حضرت نے اُن سے فرمایا ہماری ضیافت کے لئے ایک قسم کا کھانا پکوا دیا کرو کہ بانٹنے میں ہمارے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے پھر دوسرے وقت اُنہوں نے فقط پلاؤ کھلایا اور وہی ڈیرے پر لوگوں کو

بھجوایا، پہ اگلے روز مرزا ایلاقی نے ضیافت کی فقط زرد ے اور سفیدے اور پوراتی کی
اور ایک وقت اُن کی بی بی نے ضیافت کی صرف زردے اور باقر خانی اور میٹھے دہی کی
اور مرزا ایلاقی کو حضرت نے خلافت نامہ دے کر ایا خلیفہ کیا مگر یہ مجھکو یاد نہیں کہ مرزا
ایلاقی اور اُن کے بھائی مرزا حاجی نے بیعت اپنی والدہ کے ساتھ کی یا اور روز
کی کہ جب بجرے پر سوار ہو کر آپ کی ملاقات کو گئے تھے یا سال گذشتہ میں جب تشریف
بنارس میں تشریف لے گئے تھے واللہ اعلم بالصواب، بنارس کے لچ گھاٹ پر مولوی
عبداللہ اور بھولا چابک سوار یہ دونوں بڑے ذی عزت اور نامدار تھے اور وہاں
کے تمام اہل بدعت کے سرگروہ اور سردار تھے، خدا کی قدرت ایک بار انہوں نے اسی شہر
کی مسجد میں حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ جمعہ پڑھا اور مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم و مغفور
کا وعظ سنا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب کی اور شاہزادہ محمود بخت عرف مرزا
ایلاقی کی والدہ شریفہ کے مکاشفہ اور مشاہدہ کا بھی حال سُن چکے تھے بعد فراغ
وعظ کے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ ہم اور ہمارے محلہ والے اپنی تمامت
نفس سے شرک و بدعت میں گرفتار ہیں اگر آپ ہمارے محلہ میں تشریف فرما ہوں
تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بیشمار لوگ پرہیز گار اور دیندار ہو جاویں اور شرک و
بدعت چھوڑ کر توحید و سنت پر آجاویں، آپ نے فرمایا کہ ہم کئی بار مرزا ایلاقی کے
مکان پر گئے وہاں تم نے ہم سے کیوں نہ کہا دہیں سے ہم تمہارے ساتھ چلتے انہوں
نے عرض کی کہ یہ تو ہم سے بڑا قصور ہوا مگر اب آپ ہم کو سرفراز فرماویں، آپ نے کہا کہ

بہتر جب کہو انشاء اللہ تعالیٰ ہم چلیں گے، پھر اگلے روز ہفتہ کو وہ بیس لیکر آئے،
دو ڈھائی سو آدمیوں کے حضرت علیہ الرحمۃ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، انہوں نے
سب کی ضیافت کی پلاؤ اور نان گوشت کھلایا اور کچھ کھانا ڈیرے بھی پہنچایا بعد
اس کے ان دونوں صاحبوں نے بیعت کی اور کئی سو بلکہ کئی ہزار آدمیوں نے اس محلے
نے بیعت کی صبح سے عصر تک بیعت کرنے والوں کا ہجوم رہا، آپ نے فرمایا کہ بھائیو
بیعت لیتے لیتے ہم تھک گئے ہیں اب ہم کو فرصت دو انشاء اللہ تعالیٰ اگر دن موقع
پڑیگا تو پھر آوینگے جو لوگ باقی رہے ہیں اُن سے بھی بیعت لیں گے لوگوں نے
عرض کی کہ بہتر جو آپ فرماتے ہیں ہم کو منظور ہے مگر اس وقت آپ مسجد میں چل کر عصر
پڑھیں وہاں کئی بیمار آپ کے منتظر ہیں ان کو بھی آپ دیکھ لیویں آپ نے فرمایا کہ بہت
خوب چلو پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی اور بعد فراغ نماز وہ بیمار
آپ کے پاس حاضر ہوئے ایک کو ان میں جنون تھا اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی
تھیں اور ایک کو تیسرے درجہ کی تپ دق تھی اور ایک کو کئی سال سے دردِ سر تھا پھر
آپ نے تینوں شخصوں کے بدن پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس مجنون کے وارثوں سے کہا
کہ اس کو گھر میں لیجا کر اس کی ہتھکڑیاں نکال ڈالنا، انہوں نے عرض کی کہ گھر میں نقصان
کریگا، آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ کچھ نقصان نہ ہوگا تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو،
اللہ تعالیٰ اس کو اچھا کردیگا پھر وہ اس کو لے گئے، بعد اس کے آپ نے اس تپ دق والے سے
فرمایا کہ ایک سیر بھر شترا لی کے بال اور دو سیر برگ جھاؤ ایک بھاری مٹکے میں پانی
بھر کر ڈالدینا اُس کے دوسرے روز سے وہی پانی پینا شروع کرنا اور جب وہ پانی گندا ہو جائے اس کو دور

کر دینا اسی قدر شروالہ اور برگ جھاؤ دوسرے پانی میں ڈالنا مگر چالیس روز تک وہ
پانی ضرور پینا آگے تم کو اختیار ہے پیا یا نہ پیا انشاءاللہ ایک چلہ میں تمہارا مرض
دفع ہو جاویگا، پھر آپ نے اس دردسر والے کے سر پر کچھ کلام الٰہی پڑھ کر دم کر دیا اور
فرمایا کل اور پرسوں ہمارے پاس آنا پھر ہم کر دینگے اللہ تعالیٰ چاہیگا تمہارا
بھی درد جاتا رہیگا یہ فرما کر پھر وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے اس کے دوسرے
یا تیسرے دن پھر اس محلہ کے لوگ آپ کو لیگئے اور کہا کہ آج دونوں وقت آپ کی
ضیافت ہے اور کئی سو تختے توڑ کر ان کے کاغذ اور لکڑیوں کے انبار لگائے تھے آپ
کو وہاں لیجا کر دکھایا اور عرض کی کہ کھانے پکانے کا ایندھن یہ دونوں وقت یہی
لکڑیاں جلائی جاوینگی پھر دونوں وقت انھیں لکڑیوں سے اُنھوں نے پلاؤ پکایا اور
تمام قافلہ کو کھلایا اور بہتیرا آدمی جو بیعت کرنے سے باقی رہے تھے اُنھوں نے
بیعت کی، پھر اُس کے دوسرے یا تیسرے دن وہ دردسر والا بھی آپ کی خدمت
فیضدرجت میں آیا اور وہ مجنون بھی، اور فضل الٰہی سے وہ دونوں صحیح و سالم تھے
نہ اس کو دردسر تھا نہ اس کو جنون، اور اس تیسرے تپ دق والے کا حال
کئی برس کے بعد معلوم ہوا جب ولایت افغانستان سے بنارس جانے کا اتفاق میرا
ہوا تھا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی دوا سے شفا عنایت کی تھی، بنارس میں ایک ٹھا
بیر تلو کا نام ایک چمار رہتا تھا مولوی عبداللہ صاحب اور بھیڑا چالک سوار نے
اس سے کہا کہ تلوکا تو ہمارا یار ہے ایک بات ہم تجھ سے کہتے ہیں کہ یہ جو سید صاحب

حج کو تشریف لئے جاتے ہیں اس شہر کے ہزاروں شخصوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی
چنانچہ ہم نے بھی کی ہے اگر تو بھی کرلے تو اچھا ہے، اُس نے پوچھا بیعت کرنا کس کو
کہتے ہیں، اُنہوں نے کہا کہ بُری باتوں سے توبہ کرنا اس کو بیعت کہتے ہیں، اُسنے کہا کہ بُری
بات سے توبہ اگر کہو تو میں ابھی تمہارے روبرو کرلوں یہ تو بہت اچھی بات ہے، اُنہوں نے کہا
کہ یوں نہیں اُنہیں کے ہاتھ پر کر، اُسنے کہا کچھ مضائقہ نہیں سید صاحب کو میرے غریب خانہ
میں لاؤ میں تو کچھ تمہاری باتیں سمجھتا نہیں ہوں پھر اس وقت جو تم کہوگے وہ کرونگا، اُنہوں
نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے یہ عرض کیا، آپ نے فرمایا بہت خوب ہم کو وہاں لے چلو
پھر وہ دونوں صاحب حضرت کو اس کے مکان پر لے گئے وہ مکان ایک چھوٹا سا جھونپڑہ
تھا اس میں وہ دونوں میاں بی بی رہتے تھے، پھر حضرت جا کر وہیں بیٹھے اور اس سے بیعت
لی بعد اس کے اُس نے مولوی عبداللہ سے پوچھا کہ آپ کے میاں صاحب کو کچھ دینا بھی
چاہئیے حضرت نے خود فرمایا کہ اس میں دینے کی کچھ حاجت نہیں، اسنے عرض کی کہ کچھ
تو نذرانہ ضرور چاہئیے فرمایا کہ تم خود محتاج اور غریب آدمی ہو ہم کو لازم ہے کہ کچھ
تم کو دیویں اُس نے نہ مانا اور اپنی عورتوں سے کہا کہ کچھ مزدوری کے پیسے دھرے ہیں وہ
لاکر میاں صاحب کو دے اس نے پانچ یا سات ٹکے لاکر آپ کے سامنے حاضر کئے آپ نے
نہایت خوش ہو کر لئے اور اپنے کسی آدمی کو دئے اور فرمایا کہ یہ پیسے چندے رکھنا، حضرت آپ
نے اس کے لئے دعا کی اور مولوی عبداللہ صاحب سے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ کچھ روزوں میں تم
دیکھوگے کہ اس دعا کی کیسی خیر و برکت ہوگئی اور فرمایا کہ مولوی صاحب اس کی تعلیم تمہارے
ذمہ ہے، مسائل نماز و روزے وغیرہ کے سکھلاؤ اور نماز پڑھاؤ۔
مولوی صاحب ممدوح نے قبول کیا اور اس سے کہا کہ تمہارا اس وقت موقع ہے جو تیرے

برادری والے لوگ ہوں ان کو بھی لاکر مرید کرا وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہو جاویں تو خوب ہو یہ سُن کر وہ گیا اور پچیس تیس اپنے بھائی بندوں کو لاکر حاضر کیا حضرت نے اُن سے بھی بیعت لی اور ان سب کے لئے دعا کی اور ان کو بھی مولوی عبداللہ صاحب کے سپرد کیا کہ ان کو بھی تم نماز پڑھانا اور مسائل ضروری سکھانا اور اس ملو کا کا نام بدل کر آپ نے الٰہی بخش رکھا اور جو اس کی برادری والے تھے ان میں بھی اکثروں کے نام یوں ہندوؤں کے سے تھے ان کے لئے مولوی عبداللہ صاحب کو اجازت دی کہ جو نام مناسب جاننا ان کو تم بدل دینا' پھر ان لوگوں نے عرض کی کہ ہم تو دین اسلام کی باتوں سے واقف نہیں تمام دن محنت مزدوری کرتے ہیں شام کو جو کچھ اللہ تعالیٰ دیتا ہے کھا پی کر گھر میں سو رہتے ہیں آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں کی سمجھ دے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو سمجھ بھی دیویگا اور تمہاری مفلسی اور محتاجی بھی دور کریگا' پھر آپ وہاں سے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے اور تکملہ اس حکایت کا یہ ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے ولایت افغانستان سے طرف ہندوستان کے مجھکو بھیجا اور بنارس میں آکر مرتے مولوی عبداللہ سے ملاقات کی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم الٰہی بخش سے بھی ملے ہو میں نے کہا کون الٰہی بخش وہی ملو کا چار جس کو پھولا اور میں نے سید صاحب سے مرید کرایا تھا میں نے کہا کہ مجھ سے تو ابھی نہیں ملاقات ہوئی' پھر مولوی صاحب مجھکو ایک مسجد میں لے گئے وہاں کچھ لڑکے پڑھتے تھے ان سے پوچھا کہ الٰہی بخش کہاں ہے جا کر بلا لاؤ' ایک لڑکا ان میں سے جا کر

بلا لایا وہ غرارے دار پائجامہ اور عمدہ کرتا پہنے ہوئے اور سفید عمامہ سر پر باندھے
ہوئے لمبی سی داڑھی آئے اور سلام علیکم کیا میں نے جواب دیا اور جانا کوئی مولوی ہے
مجھ سے مولوی عبداللہ نے کہا کہ ان سے ملو میاں الٰہی بخش یہی ہیں میں نے اٹھ کر مصافحہ
اور معانقہ کیا اور کئی آدمی ان کے ساتھ اور بھی تھے ان سے بھی میں نے مصافحہ اور
معانقہ کیا پھر سب بیٹھے مولوی عبداللہ صاحب نے کہا میری طرف اشارہ کرکے
کہ میاں الٰہی بخش ان کو تم نے پہچانا کون ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں کہا یہ سید صاحب
کے پاس سے آئے ہیں نام ان کا دین محمد ہے یہ سن کر وہ ڈبڈبا کر اٹھے اور بڑے اشتیاق
سے ملے اور ان کے ہمراہی بھی ملے پھر الٰہی بخش نے حضرت کی خیر و عافیت پوچھی میں نے
بیان کی وہ حضرت کی مفارقت یاد کرکے آبدیدہ ہوئے پھر مولوی عبداللہ صاحب ان
کا حال مجھ سے بیان کرنے لگے کہ یہ مسجد میاں الٰہی بخش ہی نے بنوائی ہے اور ایک بہت
عمدہ خوش قطع پختہ محل اسی کے قریب تھا اس کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ مکان بھی
انہی کا بنوایا ہے اور جو حافظ اس مسجد میں طالبعلموں کے قرآن پڑھانے کو انہی کے نوکر ہیں
اور تیس پینتیس جو طالب العلم یہاں پر رہتے ہیں ان کا بھی کھانا کپڑا انہی کے ذمہ تھا پھر ان
کے بھائی بندوں نے کہا کہ تمہارے ساتھ ہم نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی
ان کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت نصیب کی اور تم نے مسجد بنوائی اور مدرسہ جاری
کیا اس کار خیر میں ہم کو بھی شریک کر لو یہ تو نہیں مانتے تھے پھر ہم نے اور بھولانے ان کو
سمجھا کر مسجد کے بوریئے بدھنے چراغ بتی اور طالب علموں کا کھانے کپڑے کا خرچ ان کے ذمہ
کیا اور دونوں حافظوں کا ان کے ذمہ اور جو مہمان و مسافر اس مسجد میں آویں

ان کو بھی یہی کھلاویں اور مسجد کے متصل دریا کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ احاطہ بھی میاں الٰہی بخش کی برادری والوں نے کھینچ کر اس میں چند حجرے طالب علموں کے رہنے کو بنوائے ہیں، بنارس کے حوالی میں ایک شخص لال محمد نام بہت خوشحال اور صاحب مال اور اپنی برادری میں نامور تھے ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں حضرت کے دست مبارک پر بیعت کے بعد ان کے اور اُن کی برادری والوں نے مرد و عورت ملا کر کوئی دو ہزار شخصوں نے بیعت کی پھر بیعت لینے کے بعد جب حضرت وہاں سے مسجد میں جا کر بیٹھے تب لال محمد نے عرض کی کہ ہم اتنے لوگوں نے تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اس شہر میں ہم لوگوں کے ہزاروں گھر ہیں مگر اکثروں کے درمیان میں مخالفت اور نااتفاقی ہے اگر بسبب آپ کے کسی صورت ان میں اتفاق اور ملاپ ہو جاوے تو بہت خوب ہو اور ان سب میں دو شخص بڑے نامی اور مالدار اور جتھے والے ہیں ایک دین محمد دوسرے اللہ رکھا اور ان دونوں میں بھی نہایت بغض و عداوت ہے اگر ان دونوں میں ملاپ ہو جاوے تو سب میں اتفاق اور صلح ہو جاوے اور ہزاروں آدمی راہ راست پر آجاویں آپ نے فرمایا کہ بھائی صاحب یہ بات تو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اختیار میں ہے میرے قابو کی نہیں ہے میرے اختیار میں جو بات ہو اس میں حاضر ہوں، انہوں نے عرض کی کہ آپ ان کے واسطے دعا کریں، آپ نے فرمایا بسم اللہ یہ میں کر سکتا ہوں آگے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے، پھر آپ نے ننگے سر ہو کر بہت دیر تک دعا کی اور سب حاضرین لوگ آمین

آمین کہنے لگے جب آپ دعا کر چکے تب لال محمد نے عرض کی کہ دین محمد اور اللہ رکھو تو
مجھ سے موافق ہیں ان سے اور مجھ سے کچھ مخالفت نہیں مگر یار و نام میرے محلہ میں ایک شخص
بڑا مالدار اور نامی ہے اس سے اور مجھ سے بگاڑ ہے اس کے لئے بھی آپ دعا کریں میرے
اور اس کے درمیان میں صفائی ہو جاوے' آپ نے فرمایا کہ تم کو کچھ بتا دیویں وہ
پڑھا کرو انشاء اللہ تعالی تمہارے اور ان کے درمیان ملاپ ہو جاویگا' لال محمد نے عرض
کی کہ حضرت میں اُمی آدمی ہوں مجھکو پڑھنا لکھنا کچھ نہیں آتا' آپنے دیر تک سکوت کر کے
فرمایا کہ خیر تمہارے پڑھنے کے لائق بتاتے ہیں اور پڑھنا اس کا تو چالیس روز چاہیے اور اتنے
روز ہمارا رہنا یہاں نہیں ہو سکتا اور ہم کو منظور ہے کہ ہمارے رہتے رہتے تمہارے اور
یار و کے درمیان صفائی ہو جاوے تو بہتر ہے' سو تم سات روز بعد نماز تہجد کے
پڑھو انشاء اللہ تعالی اسی مدت میں مطلوب تمہارا حاصل ہو جاویگا وہ پڑھنا یہ ہے
کہ تین سو اکتالیس بار اللہ الصمد اور اول و آخر سات سات بار درود پڑھو' لال محمد
نے کہا کہ ہاں یہ تو میں پڑھونگا' ان کی برادری جو اس وقت وہاں حاضر تھے یہ سن کر
اُنھوں میں سے کئی شخصوں نے عرض کی کہ حضرت اگر اجازت ہو تو ہم بھی اس کو
پڑھیں اسی مطلب کے لئے آپنے وہاں سے مکان پر چلنے کا ارادہ کیا لال محمد نے عرض
کی کہ کل میرے یہاں آپ کی دعوت ہے' آپنے فرمایا کہ ابھی نہیں جب تمہارے اور
یار و کے ملاپ ہو جاوے تب دعوت کرنا اور پھر جو دعوت کریگا اس کی
دعوت کھا وینگے' پھر اس وقت کچھ بطور نذر گلینہ شروع وغیرہ کے تھان دئے

کسی نے نقد روپے، وہ سب آپ نے قبول کئے پھر وہاں سے جائے اقامت پر تشریف
لائے دوسرے یا تیسرے دن روز جمعہ کا ہو البیسر کی مسجد میں سوائے غربائے امیر امرا
بھی نماز کو آئے، مرزا الباقی اور مرزا حاجی شاہزادے اور مرزا اکریم اللہ بیگ اور مولوی
غلام یحییٰ اور حکیم سلامت علی خاں وغیرہم یہ سب تھے، پھر بعد نماز کے مولانا عبدالحیٔ
صاحب مرحوم نے وعظ فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کی ہوئی پھر جب نماز عصر کی ہو چکی
تب وہ سب معزز لوگ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آئے اور آپس میں
مشورت کر کے عرض کی کہ حضرت ہمارے اس شہر میں ہر قوم سے جولاہوں کی بڑی
جماعت ہے کوئی سات آٹھ ہزار گھر ہونگے اور بڑے بڑے ان میں مالدار اور
تونگر ہیں اور اکثروں کے درمیان آپس میں مخالفت اور نااتفاقی ہے اور خصوصاً ان میں
میاں دین محمد اور اللہ رکھو بڑے نامی اور حصے والے میاں زور ان میں بھی مخالفت ہے اور
اکثر افعال شرک و بدعت کے بھی لوگ کرتے ہیں، تعزیہ داری گور پرستی توحیدی حضرات
کا میلہ اور غازی میاں کا میلہ وغیرہ سب میں یہ شامل ہیں اگر کسی طور دین محمد اور
اللہ رکھو کے آپس میں ملاپ ہو جاوے اور گویا تمام اس شہر کا شرک و بدعت دفع
ہو اور سب طریق ہدایت پر آ جاویں، آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم اس حال سے واقف ہیں
لال محمد نے ہم سے کہا تھا بلکہ اس میں ہم سے دعا بھی کرائی تھی سوائے اس گفتگو
سے تم بھائیوں کی کیا مرضی ہے، انہوں نے عرض کی کہ ہماری بھی مرضی یہی ہے

کہ مسلمانوں کے آپس میں اتفاق اور ملاپ ہو جاوے اور یہ سبب اس کے ترقی دین
اسلام کی ہو اور شرک و بدعت دور ہو جاوے تو بہت خوب بات ہے حضرت نے فرمایا
کہ یہ بغض و عداوت ان میں برسوں سے ہے اور بڑے بڑے لوگوں کے درمیان میں ہے
یہ کسی بندہ کے قابو کی بات نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ اس میں مدد کرے تو سب کچھ ہو جاوے
مگر ہم پھر کسی وقت دعا کرینگے اور تم دین محمد اور اللہ رکھو کے پاس خبر کرنے کے لئے کسی کو
تجویز کرو انشاء اللہ تعالیٰ ہم پرسوں یکشنبہ کے دن وہاں چلیں گے پھر سب نے مل کر لعل محمد
سے کہا کہ وہ تمہارے رشتہ داروں میں بھی ہیں اب ہم سب کی طرف سے تم ہی وکیل ہو
تم ہی جا کر ان کو خبر پہنچا دینا لعل محمد نے اس بات کو قبول کیا پھر سب لوگ حضرت
سے ہو کر اپنے اپنے مکان کو چلے حضرت نے لعل محمد سے کہا کہ کل ہم سے مل کر وہاں جانا
پھر لعل محمد بھی اپنے مکان کو گئے اگلے روز حضرت کی خدمت بابرکت میں آکر حاضر ہوئے
آپ نے فرمایا کہ ان سے کہنا کہ اول تو تم یہاں کے باشندے ہو اور سید صاحب مسافر بطور مہمان
کے اس شہر میں وارد ہیں لائق تم کو تھا کہ تم خود ان کے ملنے کو جاتے خیر اگر تم نہ گئے وہ
کل تمہارے یہاں آوینگے مگر تمہاری مسجد میں اُترینگے کسی کے مکان پر نہ جاوینگے
وہیں تم سب ملاقات کو جانا اور دوسری بات ان سے کہنا کہ تم کوئی دعوت مہمانی
کا تکلف نہ کرنا جبتک تمہارا تصفیہ نہ ہوگا تب تک وہ تمہارے کسی کے یہاں کا
پانی تک نہ پیوینگے بعد فیصلہ کے جو کچھ ہوگا وہ ہو رہیگا اور لعل محمد سے فرمایا کہ
تمہارے اور بارو کے درمیان ناموافقت ہے ان کے یہاں بھی اسی طرف سے کہتے
جانا کہ وہ بھی مسجد میں ہمارے پاس آویں پھر لعل محمد نے عرض کی کہ اب یہ

وہاں جاتا ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ معاملہ درست کر دے آپ
نے فرمایا کہ تم جاؤ ہم نے رات دعا کی تھی انشاء اللہ تعالیٰ سب قصہ پاک ہو جاویگا
پھر وہ بارو کے آدمیوں سے بھی کہتے گئے کہ بارو سے کہہ دیا کہ کل سید صاحب دین محمد
اور اللہ رکھو کے ملانے کو تشریف لیجاوینگے تم بھی وہیں مسجد میں حاضر ہونا پھر وہاں سے
دین محمد اور اللہ رکھو کے مکان پر گئے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا سب اُن سے کہا
اُنہوں نے کہا کہ سید صاحب کا فرمانا ہم کو منظور ہے مگر یہ تو بہت بے مناسب ہے کہ سید صاحب
آویں اور ہمارے یہاں کچھ نہ کھاویں کتنے لوگوں سے آپ تشریف لاوینگے لعل محمد نے
کہا کہ اس سے تمہاری کیا غرض تم مہمانی کا سامان ابھی نہ کرنا بعد فیصلہ کے جیسا ہو دیکھ
لینا یہ پیام دیکر لعل محمد اپنے گھر کو گئے اس کے اگلے روز سویرے سورج نکلے حضرت
علیہ الرحمۃ نے وہاں چلنے کی تیاری کی اور اپنے لوگوں سے فرمایا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر
نہ چلے پھر کوئی دو سو آدمیوں سے آپ تشریف لے گئے اور اُن کے محلہ میں جو مسجد تھی
اس میں اُترے اور آپ کے وہاں آنے کا حال سن کر ہزاروں آدمی کیا ہندو
کیا مسلمان سب آ کر جمع ہوئے کہ دیکھیں تو سید صاحب کیونکر ان کو ملاتے
ہیں اور لوگوں کے ازدحام خبر پا کے وہاں کا انگریزی تھانہ دار اور ناظر بھی
چند برقندازوں سے آ کر حاضر ہوا کہ کہیں لڑائی بکھیڑا نہ ہونے پاوے پھر
حضرت علیہ الرحمۃ نے دین محمد اور اللہ رکھو اور بارو کو بلوایا وہ آ کر حاضر
ہوئے اور کچھ شربت بنانے کی تدبیر کرنے لگے حضرت کو اس امر کی خبر

ہوئی' آپ نے فرمایا کہ یہ تکلیف ہرگز نہ کرو بغیر فیصلہ تمہارے کے پان تک تمہارے یہاں کا ہم نہ کھاویں گے' پھر شربت اُنہوں نے موقوف کیا پھر آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور اُن سے فرمایا کہ ہم نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ تمہارے درمیان میں بہت برسوں سے خصومت اور نا اتفاقی ہے اور کسی طور سے دفع نہیں ہوتی اور یہ سب فریب شیطانی ہے اور اس میں طرح طرح کے نقصانات ہیں دین کے بھی اور دنیا کے بھی اور سب سے بڑھ کر نقصان قطع رحمی کا ہے کہ نہ تم اُن کی شادی غمی میں شریک ہوتے نہ وہ تمہارے' اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مالدار کیا ہے اور طرح طرح کا ہنر دیا ہے کہ اس کو کار دنیا میں جس طور چاہتے ہو صرف کرتے ہو اور اپنی ناموری پر مرتے ہو تم کو لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور اُس کے کفران نعمت سے ڈرو اور اس لائق یعنی آپس کے جھگڑے کو دور کرو اور آپس میں مل جاؤ اور طرح طرح کی مثالوں سے اُن کو سمجھانا شروع کیا جو لوگ وہاں حاضر تھے سب ایک حال سا واقع ہوا جب ہر طور وعظ و نصیحت سے خوب سمجھایا اور وہ راضی ہوئے تب آپ نے اُٹھ کر دین محمد اور اللہ رکھو اور لعل محمد اور یار محمد کو ملا دیا ان چاروں نے آپس میں مصافحہ اور معانقہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ بھائیو جن کو ہم پہچانتے تھے کہ ان کے آپس میں نزع ہے ان کو تو ملا دیا اور باقی صاحبوں کو ہم پہچانتے نہیں وہ سب اٹھ کر ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کریں پھر تو صدہا آدمی جن جن سے نزاع تھی آپس میں ملنے لگے اور جتنے ہندو اور مسلمان ان کی برادری والوں کے سوا وہاں حاضر تھے یہ حال دیکھ کر عالم حیرت میں تھے اور کہتے تھے کہ برسوں سے یہاں کے سیٹھ ساہوکار

اور بہتیرا اس امر کی کوشش کرتے تھے اور کسی سے کچھ نہ ہو سکا سب عاجز ہو کر بیٹھ
رہے اور سید صاحب نے ایک ہی حیلے میں برسوں کا یہ قضیہ طے کر کے ان کو ملا دیا اور
کسی نے کچھ بھی حیرت و حیرانہ کیا بیشک یہ سید صاحب مقبول خدا اور صاحب کرامات ہیں
پھر دین محمد نے عرض کی کہ کل آپ کی اور آپ کے تمام قافلہ کی میرے یہاں دعوت ہے
آپ نے قبول کی پھر وہاں سے اپنے ٹھکانے پر جہاں اترے تھے تشریف لائے اور نماز
ظہر پڑھی کچھ دن رہے پھر دین محمد کے لوگ واسطے ضیافت کے گئے اگلے روز سویرے
کوئی دو سو آدمیوں سے آپ دین محمد کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں دعوت میں اللہ کھو
اور یار محمد کو بھی دین محمد سے کہہ کر بلوایا اور کھانا پلاؤ اور زردہ اور نان و گوشت اور
شیرمال اور قورمہ تھا پھر آپ نے آپ کے ساتھیوں نے وہیں کھانا کھایا اور جو باقی
لوگ مکان پر تھے ان کے لئے کھانا میاں عبداللہ کے ہمراہ وہاں بھجوایا پھر جب کھانا کھا کر
سب فارغ ہوئے تب دین محمد نے اور ان کے عزیز و اقربا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی
بعد اس کے زنانے مکان میں عورتوں کو ایک اور حویلی میں کر کے حضرت کو اور ہم سب
کو لے گئے اور وہاں بٹھایا اور اس مکان کے طاقوں میں صدہا کھلونے طرح طرح کے دھرے تھے
کوئی آدمیوں کی صورت کے تھے اور کوئی جانوروں کی آپ ان کو دیکھ کر بہت ناخوش
ہوئے مگر کچھ زبان سے نہ کہا اور ایک پختہ اینٹوں کا چبوترہ تھا دین محمد نے حضرت
سے عرض کی کہ یہ چبوترہ تعزیہ رکھنے کا عورتوں نے بنایا ہے اور ایک چبوترہ باہر
امام باڑے نے مردوں نے بنوایا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تو بہت بری بات ہے ان تمام تصویروں

کو جو طاق میں ہیں سب کو توڑ ڈالو اور چبوتروں کو کھود کر برابر کردو، انہوں نے
عرض کی کہ حضرت اسی واسطے میں آپ کو اس مکان میں لایا ہوں کہ یہاں کا حال آپ ملاحظہ
فرما کر کچھ ارشاد کریں اور میں جو ان خرافات چیزوں کو دور کرونگا تو عورتیں برا
مانیں گی اور لڑنے کو موجود ہونگی سواے بعد بیعت لینے کے ان کو نصیحت اور فہمائش
کریں یہ کار درست ہو، آپ نے پھر ان کی عورتوں سے بیعت لی اور تعزیہ داری اور
تصویروں کی برائی اُن کے سامنے بیان کی اور فرمایا کہ بیعت کرنا اسی کا نام ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی جناب پاک میں آدمی اپنے سچے دل کے ساتھ سب بُری باتوں سے توبہ کرے اور
ان کو چھوڑ دے والّا بیعت کرنی نہ کرنی برابر ہے، ان عورتوں نے عرض کی کہ بہتر جو
ہو وہ آپ کریں ہم راضی ہیں پھر آپ نے دین محمد سے فرمایا کہ اپنے یہاں کے دونوں چبوتروں
کو کھود ڈالو، پھر انہوں نے اول تو اندر کے چبوترے کو کھود کر اسی کی اینٹوں سے ان تمام تصویروں
کو توڑ پھوڑ کر انبار لگا دیا بعد اس کے جو کچھ علم اور پنجے اور تعزیے تھے وہ توڑے اور
باہر کا چبوترہ تھا وہ کھودا پھر حضرت نے ان لوگوں کے واسطے جناب الٰہی میں دعا کی کہ یا
اللہ تو ان سب لوگوں کو ہدایت نصیب کر اور اپنی صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ، پھر
آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز ظہر کی پڑھی، اور مولانا عبد الحئی صاحب سے
واسطے وعظ کے ارشاد کیا وہ وعظ فرمانے لگے، پھر آپ نے کچھ اپنے لوگ مولانا صاحب کے پاس
چھوڑ کر مکان پر چلنے کی تیاری کی، دین محمد نے عرض کی کہ کل آپ تشریف لاویں
میں اپنی برادری کا کھانا کرونگا آپ کی بھی سب لوگوں سے دعوت ہے، آپ نے
بہت سا عذر کیا کہ آپ ہم کو معاف رکھو، انہوں نے نہ مانا آخرش آپ نے

دعوت قبول کی پھر وہاں سے مکان پر تشریف لائے پھر بعد فراغ وعظ کے نماز
عصر کی پڑھ کر مولانا صاحب آئے اگلے روز سویرے پھر آپ اتنے ہی آدمیوں
سے تشریف لیگئے اور کوئی چار ہزار آدمی صاحب دعوت کی برادری کے تھے اس
دن کھانا زردہ اور پلاؤ تھا آپ نے اور آپ کے آدمیوں نے وہاں کھانا تناول
فرمایا اور جو باقی لوگ مکان پر تھے ان کے لئے مزدوروں کے سر پر منگایا اور بعد فراغ
تناول طعام کے ہزار آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور بعد نماز ظہر کے
اس دن بھی مولانا عبدالحئی صاحب نے وعظ فرمایا پھر وہاں سے سب ملکر آپ مکان
پر تشریف لائے اس کے اگلے روز اللہ رکھو نے دعوت کی اور جو کھانا پہلے روز
دین محمد نے پکوایا تھا وہی اُنہوں نے پکوایا اور کھلایا اور مکان پر کھانا پہنچایا
اور بعد ضیافت کے اللہ رکھو اور اُن کے خویش و اقربا نے بیعت کی اور اپنی عورتوں
کو بیعت کرائی پھر اللہ رکھو نے عرض کی کہ حضرت بیعت تو ہم سب نے آپکے ہاتھ
پر کرلی مگر کئی باتیں ہمارے یہاں اور ہیں جب وہ دُور ہوں تب ہم لوگ پورے
مسلمان ہوں آپ نے فرمایا کہ بیان کرو وہ کیا باتیں ہیں کہا ایک تو ہم لوگ
اپنے گھرانے میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں ہندؤں کی طرح عیب جانتے ہیں
اور دوسرے عورتیں پردہ نہیں کرتی ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے شہر
میں توحیدی حمیرات کا میلہ ہوتا ہے تمام مرد عورت ہندو مسلمان ہزاروں
جمع ہوتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور اس توحیدی کا اس طرح اہتمام لیا کس

و پوشاک میں ہوتا ہے کہ عیدین میں اس کا چہارم بھی نہیں کرتے ہیں یہ سُن
کر آپ نے کہا نعوذ باللہ من ذالک یہ تو بہت بُری باتیں ہیں ان کو ضرور ترک
کرنا چاہیئے اور خوب ان باتوں کی برائی کیں اور فرمایا کہ اکثر عوام الناس بلکہ
بعض بعض خواص جو کہ نام کو عالم اور درویش کہلاتے ہیں ان کے دلوں میں یہ بات
سمائی ہے کہ جہاں کہیں ہم نے کسی بزرگ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر ہم کو
کوئی بڑا چھوٹا گناہ نقصان نہ کرے گا ہمارے پیر صاحب ہم کو اللہ تعالیٰ سے بخشوا
لینگے اور بہشت میں لیجائینگے سو محض ان کا خیال خام اور وہم غلط ہے پیر صاحب
خود اپنے ہی آل کار سے بے خبر ہیں کچھ نہیں جانتے کہ وہاں روز قیامت کے ہمارا
کیا حال ہوگا اور وہاں کا تو حال دریافت کرنا محال ہے یہاں دنیا میں جن
کاموں کے دن رات خوگر ہو رہے ہیں ان کا حال نہیں جانتے ہیں چنانچہ بھوک
پیاس سونا جاگنا جائے ضرور پیشاب وغیرہ ہی خود میں اپنا حال کہتا ہوں کہ مجھکو
نہیں معلوم کہ کس وقت مجھکو پیاس لگے گی یا کب نیند غلبہ کرے گی یا کس وقت حاجت
جائے ضرور یا پیشاب کی ہوگی یوں ہی اور بہت کام ہیں جب ان ادنیٰ باتوں کو
بالیقین ہم نہیں جانتے ہیں تو اور بڑے بڑے کاموں سے ہم کو کیا خبر اور یہاں ہم
کسی کی مصیبت دور نہیں کر سکتے وہاں کب کسی کی مصیبت دور کر سکیں گے مگر وہاں
جو طریقہ پیر موافق خدا و رسول کے بتا دیوے مرید کو لازم ہے کہ اس کو نہ چھوڑے
اسی پر چلا جاوے وہی اس کی نجات کا وسیلہ ہے اور لیکے ایسے یہ تمام نفس کا فریب اور شیطان
کا مکر ہے خدا کے مخالف کو کوئی پیر بخشا سکیگا نہ کوئی پیغمبر حتیٰ صاحبو نے میرے ہاتھ پر بیعت کی

اُن سے تم سمجھادو کہ جو کام خلاف حکم خدا اور رسول کے ہیں سب کو ترک کرو تب تو اس بیعت کرنے سے تم کو فائدہ نہ ہوگا والا محض لے حاصل بات نہ میں کا پیر ہوں نہ وہ میرے مرید ہیں' الغرض کی کہ جو بھائی لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں اُن کو میں سمجھا دونگا اور جو موجود ہیں وہ خود سنتے ہیں' پھر سب حاضرین بولے کہ حضرت آپ حق فرماتے ہیں بات یہی ہے مگر کیا کریں ہم لوگ ان بلاؤں میں مبتلا ہیں اب انشاء اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو چھوڑ دینگے پھر وہ سب آپ کو نذریں دینے لگے' آپ نے فرمایا کہ ہم نذریں تمہاری تب ہی لیں گے جب تم ان سب بُری باتوں کے چھوڑنے کا عہد کرو بے اس کے ہم کسی کی نذر نہیں لینے کے' اور جو جو تربے تعزئے کے تمہارے گھروں کے اندر ہوں اُن کو کھود کر مسجد بنالو کہ تمہاری عورتیں ان میں نماز پڑھا کریں' جب سب نے اس کا عہد و پیمان کیا تب آپ نے ان کی نذریں قبول فرمائیں' پھر سب نے کہا کل صبح کو میرے یہاں ضیافت ہے کسی نے کہا کل شام کو میرے یہاں کسی نے کہا پرسوں شام کو میں کھلاؤنگا' آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ اس کی ترتیب ہم کو یاد نہ رہیگی کہ پہلے کس نے دعوت کی اور اس کے بعد کس نے کی تم ایک کاغذ کے فرد پر لکھ لاؤ انہوں نے لکھی' پوچھا کتنے نام ہوئے' انہوں نے گن کر عرض کی کہ پانچ اوپر پچاس نام تو لکھ چکا ہوں باقی ابھی معلوم نہیں کتنے رہے ہیں' آپ نے فرمایا کہ ان بھائیوں کو سمجھاؤ کہ ہم تو فقط آٹھ دس روز کے یہاں مہمان ہیں مہینوں برسوں تو رہنا نہیں اس

اس عرصہ میں جو دعوت کریگا اس کے یہاں ہم لوگ کھالیویں گے اور زیادہ ہم ٹھہر نہیں سکتے پھر جب اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے لاویگا تب جیسا موقع ہوگا دیکھا جاویگا پھر مولوی صاحب نے ان لوگوں کو سمجھا دیا وہ خاموش ہو رہے پھر یہ سوال کیا کہ شہر میں آپ نے جس طرح اوروں سے بیعت لی اور ان کو توجہ دی ہم چاہتے ہیں کہ یہ بھی اس نعمت سے مشرف ہوں آپ نے حاجی محمد یوسف صاحب کو جو کشمیر کے تھے اور قادر شاہ گوہر پانی کے تھے دین محمد اور اللہ رکھے کے یہاں ایک ایک صاحب کو مقرر کیا کہ آٹھ روز تم ان کے یہاں رہو جن کو یہ کہیں ان کو توجہ دو اور آٹھ آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ باقی اور صاحب ہیں دو روز تم ان کے یہاں رہو جو تم سے کہے اس کو توجہ دو بعد اس کے آپ نے ان سب کے واسطے دعا کی حاصل مضمون اس دعا کا یہ تھا کہ الٰہی دنیا میں تو ان سب بھائیوں کو طریقہ سنت پر ثابت قدم رکھ اور آخرت میں تو ان سب سے راضی ہو اور اپنی رضامندی کے گھر میں لیجا، پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر تشریف لائے، بنارس میں ایک طالب علم نام رافضی مذہب ایک تھا ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرونگا اور میرا باپ یکان پیر ہے وہ بھی بیعت اگر اجازت ہو تو بلا لاؤں، آپ نے فرمایا بہتر ہے بلا لاؤ وہ اپنے باپ کے پاس گیا لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی کہ یہ شخص رافضی ہے، آپ نے فرمایا خبردار کوئی اس کے سامنے جب آوے ایسی بات نہ کہے اللہ تعالیٰ جو چاہیگا وہ پکا سنی مسلمان ہو جاویگا پھر کچھ دیر میں اس نے آکر عرض کی کہ میں نے اپنے باپ سے جا کر واسطے بیعت کے کہا وہ کہنے لگے کہ ہمارا مذہب امامیہ ہے سب جانتے ہیں اور سید صاحب سنی ہیں ایسے

کہے وہ مجھ کو کاہے کو مرید کرینگے میں تو اُن کے پاس جاؤنگا پھر میں وہاں
سے چلا آیا اور میرا بھی وہی طریقہ ہے اب جو کچھ آپ فرماویں میں حاضر ہوں آپ اس
کی صاف گوئی سے نہایت خوش ہوئے کہ یہ سچا آدمی ہے اور فرمایا کہ تم دو باتوں
سے توبہ کرو اول تو اپنے مذہب سے اور دوسرا اور جو گناہ ہیں اُن سے توبہ کرو
پھر آپنے اس سے توبہ کرائی اور بیعت لی پھر اس نے عرض کی کہ یا حضرت میں نے واسطے
خدا کے بیعت کی ہے طمع دنیا سے نہیں کی مگر مفلس اور تنگ دست ہوں یہ چاہتا ہوں
کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے افلاس کو دور کرے' آپنے فرمایا
کہ ضرور ہم تمہارے واسطے دعا کرینگے اور جناب الٰہی سے اُمید ہے کہ تمہارا مقصود
پورا کرے اور مولوی محمد یوسف صاحب سے ایک روپیہ لے قطب علی کو دیا اور فرمایا
کہ اس کو اپنے پاس رکھنا خرچ نہ کرنا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو کسی چیز
کا محتاج نہ کریگا بعد اسکے آپنے اس کے واسطے دعا بھی کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ چند روز میں دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کیسی کشائش اور فراخ دستی کرتا ہے اور
تکملہ اس کا یہ ہے کہ کئی سال کے بعد ولایت افغانستان سے حضرت نے مجھکو طرف
ہندوستان کے روانہ کیا اور میں بنارس میں گیا اور قطب علی سے ملاقات ہوئی اور
ان کو خوشحال اور صاحب مال پایا اور بڑا کارخانہ ان کا دیکھا اور ان کی خوشحالی
و فارغ البالی کا سبب پوچھا اُنھوں نے کہا کہ شروع اس کا یوں ہے کہ ایک روز
میں اپنی دوکان پر عقیق کے چند نگینے اور ایک پرانی عینک لئے بیٹھا تھا ایک فرنگی

میرے پاس آکر کھڑا ہوا اور عینک کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ عینک تمہاری ہے اس
کو بیچو گے میں نے کہا ہاں میری ہے اور اس کو بیچوں گا تمہارے کام کی ہو تو یوں
ہی لیجاؤ اور وہ عینک میرے نزدیک دو تین آنہ سے زیادہ کی نہ تھی اس نے کہا کہ یوں
تو ہم نہ لینگے تم اس کی قیمت کہو میں نے کہا میں قیمت اس کی کیا کہوں جو کچھ تم دوگے
میں لے لونگا اس نے کہا کہ پانچ روپے لوگے میں نے جانا یہ شراب پیئے ہوئے ہے خوش
طبعی کرتا ہے میں نہ بولا اس نے کہا دس روپے لو میں نے کہا تم اپنے روپے رہنے دو
عینک تمہاری نذر ہے اس نے کہا مفت ہم نہ لیں گے تم پچیس روپے لو بلکہ پچاس تب
تو کچھ میں بھی سمجھا کہ یہ قیمتی ہوگی پھر میں وہی جواب دیتا رہا کہ روپے بھی آپ کے ہیں اور
عینک بھی آپ کی ہے وہ قیمت بڑھاتا گیا آخرالامر اس نے اپنے خریطے سے نکال ستر
اشرفیاں میرے سامنے دھر دیں اور کہا یہ لو اور عینک دو پھر میں نے وہی جواب دیا
دیا اس نے کہا اس وقت میرے پاس اور کچھ حاضر نہیں ورنہ اور بھی دیتا میں نے غنیمت
جان کر وہ اشرفیاں اٹھالیں اور وہ عینک اس کے حوالہ کی اس نے تین بار پکار کر
کہا کہ یہ عینک میری اور یہ اشرفیاں تمہاری میں نے کہا ہاں اشرفیاں میری اور
عینک تمہاری پھر پندرہ بیس قدم وہاں سے جاکر پھر لوٹ آیا اور میرے پاس
کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر تم اس عینک کے ہزار دو ہزار بلکہ پانچ ہزار روپے مانگتے
تو میں تم کو اپنے مکان سے لاکر دیتا اور یہ عینک لیتا میں نے کہا خیر میری قسمت میں
یہی تھا جو کچھ ملا اب اس کا وصف تو بیان کرو یہ کیسی عینک ہے تب اس نے ولایت کے
ایک کاریگر کا نام لیا اور کہا اس نے اس قسم کی چار عینکیں بنائی تھیں ان میں سے

ایک اُس نے شاہ لندن کی نذر کی اور عینک اُس نے کسی اور رئیس کو دی اور ایک اُس نے اپنے پاس رکھی اور ایک فلانے صاحب نے لی بہت دنوں ان کے پاس رہی وہ جٹ پٹ کسی بیماری سے مرگیا کسی کو کچھ وصیت بھی نہ کرنے پایا یہ عینک اس کی صندوقچی میں دہری رہی اور کسی کو اس کا حال معلوم نہ تھا جب اس کا مال واسباب نیلام ہوا تب کہیں یہ تمہارے پاس آگئی تم اس کی خوبی کی کیا خبر خاصیت اس کی یہ ہے کہ کسی قسم کا موتیا بند ہو اگر چھ مہینے اس عینک کو لگا وے صاف موتیا بند جاتا رہے اور پھر عینک لگانے کی اس کو حاجت نہ رہے اور نہ کبھی اس کی آنکھوں میں اور کوئی مرض ہو یہ عینک ایسی ہے یہ بیان کرکے وہ چلا گیا واللہ اعلم بالصواب پھر میں نے ان اشرفیوں سے تجارت کرنی شروع کی عنایت الٰہی سے جو مال میں نے خریدا اس میں باخوبی مجھکو فائدہ ہوا یہاں تک چند عرصہ میں ہزاروں روپے اللہ تعالیٰ نے مجھکو دئے اب کلکتہ سے میرا مال تجارت کا آتا ہے اور دہلی اور اکبرآباد سے بھی اور یہ سب سید صاحب کی دعا کا اثر ہے یہ حال میری ثروت اور خوشحالی کا ہے بنارس میں ایک بیس بزرگ فرنگی کی ایک ہندوستانی بی بی حیوۃ النسا بیگم نام حضرت علیہ الرحمۃ کی مرید تھی جب ایک سال پہلے آپ بنارس میں تشریف لے گئے تھے تب وہ اس فرنگی سے اپنا علاقہ زوجیت کا قطع کرکے آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئی تھی اور اس کو حضرت کے ساتھ نہایت اخلاص اور کمال اعتقاد تھا اور ہزاروں روپے نقد اور ہزاروں روپے کا مال واسباب اور مکان جو اس فرنگی کا تھا

جب اس کی یہ مالک تھی جب آپ کی بار حج کو جاتے ہوئے آپ بنارس میں تشریف
لے گئے اور ایک مہینے کچھ زیادہ دن وہاں رہے تب ایک روز آپ کو اپنے مکان
پر بلایا آپ تشریف لے گئے ہم سب لوگ باہر رہے اور حضرت کو اُس نے بٹھایا
اور چھ سات ہزار روپے کا مال و اسباب جمع کر رکھا تھا چاہا کہ وہ آپ کی نذر کرے
آپ نے فرمایا کہ یہ حرام اور خبیث ہے ہم نہ لینگے آپ کی زبان سے یہ کلام سُن کر وہ رونے
لگی اور کہا کہ میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اسی نیت سے کہ میری نجات ہو اور گناہوں
سے پاک ہو جاؤں تس پر میں ناپاک رہی اور کوئی صورت میری اس ناپاکی سے نکلنے کی نہ
ہوئی اس کے رونے سے آپ کے دل کو بھی ایک قلق سا ہوا اور اُس سے فرمایا کہ تم اپنے جی
میں رنجیدہ نہ ہو اللہ تعالیٰ تم کو بھی اس مال خبیث کے کھانے پینے سے بچاوے اور اس کی
گرفتاری سے چھڑاوے اب ہم کسی وقت تمہارے لئے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ سے اُمید
ہے کہ کوئی صورت نجات کی ہو جاویگی اس نے عرض کی کہ حضرت ظاہر میں مجھکو تو
اس بچاؤ کی کوئی راہ نہیں معلوم ہوتی ہے وہ کون سی صورت ہوگی آپ نے فرمایا
اس کا علم اللہ ہی کو ہے مجھکو خبر نہیں وہ جس صورت سے چاہیگا بچاویگا اس کے بعد
آپ وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے پھر دوسرے یا تیسرے روز حکیم سلامت
خاں اس بیگم موصوفہ کے نوکر آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے تمہاری بیگم
صاحبہ کے لئے دعا کی تھی سو جناب الٰہی میں مقبول ہو یہ حال اُن سے کہہ دینا کہ انشاءاللہ
تعالیٰ اب قریب ہے کہ کوئی راہ تمہاری مخلصی کی نکل آویگی اور نکلنا اس قصہ کا یہ ہے کہ جب اس کے

کئی سال کے بعد ولایت افغانستان سے حضرت نے طرف ہندوستان کے بھیجا اور
میں بنارس گیا اور بیگم صاحبہ موصوفہ سے ملاقات کی تب انھوں نے حضرت کی خیر وعافیت
پوچھی میں نے بیان کی اور اپنا حال انھوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کی دعا
کی برکت سے مجھ پر بڑا ہی فضل کیا وہ یہ ہے کہ سید صاحب تو میرے واسطے دعا کر کے حج کو
تشریف لے گئے اور میرے دل میں تردد اپنے حال کا باقی رہا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کون سی
راہ نجات کی میرے لئے نکالتا ہے آخر الامر چند روز کے بعد ایک دن حکیم سلامت علی
خاں اور مولوی غلام یحییٰ صاحب اور مرزا کریم اللہ بیگ اور مولوی عبد القادر خان اور
کئی اور صاحبوں نے آپس میں مشورت کی کہ سید صاحب نے بیگم صاحبہ کی نذر مال حرام جان
کر نہیں قبول کی بیگم کو اس کا بڑا غم ہے اور چاہتی ہیں کہ میں بھی اس مال کو اپنے کھانے
پینے میں نہ صرف کروں اور سید صاحب اس امر میں اُن کے لئے دعا بھی کر گئے ہیں سو
اس کی کوئی صورت نکالنی چاہئے آخرش یہ تدبیر کی کہ سب نے مل کر دس ہزار روپیہ
جمع کئے اور میری طرف سے چند آدمی نوکر رکھ کر تجارت کرنی شروع کی ادھر سے
ادھر سے ہندوستان سے اسباب کلکتہ کو بھیجنے لگے اور ادھر سے مال انگریزی منگانے
لگے چند عرصہ میں ہزاروں روپے منافع کے مل گئے پھر میں نے اس نئے فرنگی کا جو
کچھ مال و اسباب مکان وغیرہ تھا سب چھوڑ دیا اور دو سو روپے کرایہ کے اور مکان لئے
اب انھیں میں میری تجارت کا سب مال و اسباب رہتا ہے اور با فراغت چین کرتی ہوں
یہ حال سن کر بہت خوش ہوا کہ الحمد للہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہوا پھر انھوں نے مجھ سے

کہا کہ اس دفعہ جو کچھ میں سید صاحب کو دیتی تھی مال خبیث جان کر آپنے نہ لیا اور بیشک
وہ مال ایسا ہی تھا مگر اب کہ اس مال تجارت سے حضرت کے واسطے کچھ روپیہ لیتے جاؤ میں
نے کہا کس قدر بھیجنے کا تم نے ارادہ کیا ہے کہا پانچ ہزار روپے، میں نے سن کر
کچھ جواب نہ دیا، مجھ سے کہا کہ تم نے کچھ جواب نہ دیا کیا تم کو اس مال میں بھی کسی طور کا شبہہ
ہے یہ تو میری تجارت کا روپیہ ہے، میں نے کہا شبہہ تو مجھ کو کسی طرح کا نہیں مگر بات یہ ہے
کہ بے اجازت سید صاحب کے میں نہ لیجاؤنگا کہا کیا سبب، میں نے کہا یہی سبب ہے جو میں نے عرض
کیا، پھر انہوں نے حکیم سلامت علی خاں اور مولوی علام یحییٰ سے جو ان کی طرف سے سرکار
انگریزی میں وکیل تھے یہ مذکور کیا کہ تم دین محمد کو سمجھا کر یہ روپیہ حضرت کے پاس بھیجدو
اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ بیگم صاحبہ اس قدر روپیہ سید صاحب کو دیتی ہیں تم لیجانے میں
کیوں انکار کرتے ہو وہی جواب میں نے ان کو بھی دیا، اُنھوں نے کہا بہتر حضرت سے
پوچھ کر پھر لیجانا تب تک بطور امانت کے یہ روپئے یہاں دھرے رہینگے، پھر میں اُن
سے رخصت ہو کر اور جہاں کہیں کام تھا وہاں گیا اور سب کاموں سے فراغت
کر کے جب میں حضرت کے پاس گیا اور یہ حال عرض کیا، آپنے فرمایا بہت خوب تم
نے کیا جو تم یہاں نہ لائے مگر لینے میں اس کے کچھ قباحت نہ تھی اب کی بار اس طرف
جب بھیجیں گے تب اس کی تدبیر تم کو بتا دینگے جب بعد کچھ مدت کے پھر مجھ کو اُس طرف
ہندوستان کے روانہ کرنے لگے تب فرمایا کہ وہ پانچ ہزار روپے حیوۃ النساء
بیگم سے لے کر یہ کام کرنا کہ ان میں سے تین سو روپے قلعہ برلی میں جا کر ہماری ہمشیرہ

کو دینا اور دو سو روپے سید محمد صاحب کو جو سید عبد الجلیل صاحب کے والد ہیں دینا
اور اُس کی تقسیم کا ایک رقعہ لکھ دیا کہ ان میں سے اس قدر فلانے فلانے کو بانٹ
دیں اور یہ حال سوا تمہارے اور سید محمد کے تیسرے کو خبر نہ ہو اور ایک کو دیا جو آپ کے
ہمراہ لشکر مجاہدین میں تھا پچیس روپے اس کے باپ کو کہ ٹیکہ میں تھا فرمائے اور کہا کہ
رام پور میں سو روپے حاجی زین العابدین خاں صاحب کے یہاں دینا اور پچاس
روپے حاجی بہادر شاہ خاں صاحب کے یہاں دینا اور پچیس روپے حافظ عبد الغفار
خاں اور پچیس روپے عبد اللہ خاں برمار کے یہاں دینا اسی طور اور چند صاحبوں کے
یہاں بتایا اور فرمایا دو ہزار یا کچھ زیادہ جو باقی رہیں ان کو سندھ میں سید عبد الرحمن
صاحب کے پاس ہنڈوی کرکے بھیج دینا پھر جب میں وہاں سے بنارس میں گیا تو
بیگم صاحبہ موصوفہ میرے جانے سے کئی مہینے پیشتر مر چکی تھی اور تمام کارخانہ
اس کا تہ و بالا ہو گیا تھا، حکیم سلامت علی خاں کو میرے آنے کی خبر ہوئی انہوں
نے مجھکو بلایا اور بیگم صاحبہ کے مرنے اور ان کے کاروبار بگڑنے کا بیان کیا اور
ان پانچ ہزار روپیوں کا بیان کیا کہ اکثر تو روپے ان میں سے خرچ ہو گئے ہیں
اب بیگم صاحبہ کے خانساماں سے جا کر دریافت کرو کہ کس قدر روپے باقی ہیں پھر
ویسا تم سے کہوں، میں نے کہا آپ کو اختیار ہے جیسا مناسب جانیے" پھر انھوں
نے جا کر معلوم کیا تو ڈھائی ہزار روپے تو خرچ ہو گئے تھے اور ڈھائی ہزار
باقی تھے پھر وہ منگا کر مجھ کو دے کر یہ کچھ باقی ہیں، میں نے کہا خیر یہی غنیمت

ہیں، پھر وہ روپے میں نے اپنی رائے کے موافق جس طور مناسب جانے تقسیم کئے اور سب کو دے کر ہزار روپے بچے پھر میں نے شاہ جہاں آباد میں آکر ایک قلمی ترجمہ، قرآن شریف کا اور ہزار روپے کی ہنڈوی سند کے تسکار پور میں قاضی محمد صاحب کی معرفت ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کرکے پیر کوٹ میں سید عبدالرحمن صاحب کو بھیجے تفصیل اس کی یہ ہے کہ بنارس میں پچیس روپے خدا یار خاں کے یہاں اور پندرہ روپے ایک اور صاحب کے یہاں نام ان کا یاد نہیں دئے اور بلدۂ الٰہ آباد میں پندرہ روپے الٰہی بخش خلاصی کے یہاں دئے اور رائے بریلی میں حضرت علیہ الرحمۃ کی ہمشیرہ شریفہ معظمہ مکرمہ کو دوسو روپے دئے اور سید عبدالجلیل صاحب کے والد سید محمد صاحب مرحوم کو دو سو روپے دئے اور دس روپے واسطے للکر کی ماں کے اور پندرہ روپے واسطے چھیدو کی ماں کے اور دس روپے لوہانی پور میں واسطے دلاور کی ماں کے اور پچیس واسطے نورداد خاں کے نانی کے اور پچیس ایک سنہ دلوتنے کے باپ کے لئے یہ بھی سب سید محمد صاحب کو سپرد کئے کہ وہ پہنچا دویں اور پندرہ روپے نیر ملی میں میں نے جلال الدین کے یہاں دئے اور پچیس سید اسماعیل کی ماں کو اور قصبہ نگرانوں میں پچاس روپے سید عبدالرزاق کی ماں کو اور بیس روپے مخدوم کی ماں کو دئے اور لکھنؤ میں پچاس روپے شیخ احسان علی کو اور پچیس حیات اللہ خاں کے یہاں اور پچیس میر امید علی صاحب کو اور پچیس روپے شاہ یقین اللہ صاحب کو اور پچیس روپے

جو مولوی مخدوم صاحب کے عزیزوں میں تھے ان کے یہاں دئے اور کانپور میں پچیس روپے شیخ رحم علی کی بی بی کو دئے اور رامپور میں پچیس روپے قاری خان محمد صاحب کے بیٹے قاری محمد جان کو دئے اور پچیس عبداللہ خاں بہار اور پچیس روپے عبدالغفار خاں اور پچاس بہادر شاہ خاں اور سو روپے حاجی زین العابدین خاں صاحب کے یہاں دئے اور دہلی میں سو روپیہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ بی بی رقیہ کو اور سو روپے مولانا صاحب کے فرزند ارجمند محمد عمر مرحوم کو اور پچیس روپے کشمیری گڑھی میں ایک مولانا صاحب کے ہمنام اور آشنا کو دئے اور منظفر نگر میں پچیس روپے کریم بخش کے یہاں دئے اور کرانی میں اخوند ظہور اللہ صاحب کے یہاں پچاس روپے اور کرنال میں مولوی حسین علی صاحب کے یہاں پچاس روپے اور سہارنپور میں سو روپے حکیم مغیث الدین صاحب کو دئے کہ کئی شخصوں کو تقسیم کر دیویں اور ہزار روپے کی ہنڈوی سند میں سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ارسال کئے یہ سب ڈھائی ہزار روپے ہوئے انتہی حکایت بنارس میں رمضانی اور تاج محمد نام دو بھائی کندی گر تھے اور وہ دونوں بیعت حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر اول کر چکے تھے جب پہلی بار حضرت بنارس میں تشریف لے گئے تھے اور دونوں نیکبخت آدمی تھے مگر محتاج اور غریب تھے فقط ایک دوکان کندی کی چلتی تھی اس میں جو کچھ ملتا تھا اسی پر گذر تی تھی اب کی بار سفر حج میں حضرت علیہ الرحمۃ بنارس کو تشریف لے گئے اور انھیں کے

محلہ کے قریب اُترے، انہیں روزوں ان کی بہن کا بیاہ مقرر ہوا اور تاریخ ٹہرائی گئی، رمضانی نے آکر عرض کی کہ حضرت میری بہن کا فلانے روز بیاہ ہے اُمید وار ہوں کہ آپ بھی کچھ آدمیوں سے میرے مکان میں قدم رنجہ فرماویں، آپ نے پوچھا کہ تمہارے یہاں شادی بیاہ میں کیا کیا رسمیں ہوتی ہیں، اُنہوں نے عرض کی کہ جو شہر میں اور غریب مسلمانوں کے یہاں دستور ہے وہی رسمیں ہمارے یہاں بھی ہوتی ہیں گانا بجانا ناچ وغیرہ آپ نے فرمایا کہ ایسی شادی بیاہ میں ہم نہ جاوینگے اگر موافق شریعت اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرو تو ہم چلیں ورنہ جو تمہارے یہاں کھانا پکے بھیجدینا ہم کھالینگے، رمضانی نے کہا کہ میں آپ کا فرماں بردار ہوں جیسا آپ فرماویں بجالاؤں، دولہ کی طرف میرا اختیار نہیں اس کا تدارک آپ جو فرماویں کیا جاوے، آپ نے ارشاد کیا کہ دولہ کے گھر والوں کو ہمارے پاس لاؤ تو ہم ان کو سمجھاویں اگر وہ مان لیویں تو بہتر ہے پھر وہ دولھا کے باپ بھائی چچا وغیرہ کو حضرت کے پاس لائے وہ سب حضرت کے مرید بھی تھے، آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری طرف بیاہ میں کسی طور کی بدعت اور خلاف شرع کام نہ ہونے پاوے موافق سنت کے نکاح کرلو تو ہم تمہاری برات میں چلینگے ورنہ ہم کو وہاں لیجانے کی تکلیف نہ دو، انہوں نے عرض کی کہ ہم آپ کو ضرور لے چلیں گے اور جیسا آپ ہم سے فرماوینگے انشاءاللہ تعالیٰ ہم ویسا ہی بجالاوینگے کسی امر میں کچھ فرق ہونے پاویگا

آپ یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب ہم ضرور چلیں گے پھر آپ نے جو جو
باتیں کرنے کی تھیں اور جو نہ کرنے کی تھیں سب ان کے آگے بیان کر دیں
پھر وہ رخصت ہو کر اپنے مکان کو گئے پھر رمضانی سے جو کہنا تھا کہہ دیا کہ یہ
بات کرنا اور یہ نہ کرنا پھر جیسا آپ نے رمضانی کو تعلیم کر دیا تھا بعینہٖ ویسا
ہی اپنے یہاں کیا نہ اپنی بہن کو مائیوں بٹھایا اور نہ اس کا اُبٹن لگوایا نہ کنگنا
نہ سہرا باندھوایا نہ ڈھول بجانے دیا یہاں تک کہ نہ کسی کو گانے دیا غرض کوئی
بدعت نہ ہونے دی دولھن نے آپ ہی نہایا اور آپ ہی اپنے بیاہ کے کپڑے پہنے فقط
سر کے بال تو دوسری عورت نے کنگھی کر کے گوندھ دیئے اور سب کام اس نے آپ
کئے پھر جب برات آئی تب حضرت سو سوا سو آدمیوں سے رمضانی کے مکان پر
تشریف لے گئے اور آپ کی اجازت سے مولانا عبدالحیٔ صاحب نے دولھا کا نکاح پڑھا
بعد اس کے اسی مجلس میں آپ نے رمضانی کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ جو کام موافق
حکم خدا و رسول کے ہوتا ہے اس میں خیر و برکت بہت ہوتی ہے دنیا اور آخرت
دونوں میں اور جو اس کے خلاف ہوتا ہے اس میں دنیا کی بھی خرابی ہوتی ہے
اور آخرت کی بھی اور اسی جگہ جہاں آپ بیٹھے تھے دو لکڑیاں کندی گردا
کی گری تھیں ان پر آپ نے ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ میاں رمضانی ہم نے تمہارے
لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے ابھی تو تمہاری یہ دو ہی لکڑیاں ہیں اور تمہیں کیلئے

کام کرتے ہو انشاء اللہ تعالی بعد چند روز کے جبتک ہم حج کرکے آویں تم دیکھیا کہ یہاں کتنی لکڑیاں گڑی ہونگی اور کتنے کاریگر اس مکان میں کام کرینگے کہ آدمیوں کو جگہ بیٹھنے کو نہ ملیگی اور اس محلہ کی سب دوکانوں سے تمہاری دکان نامی اور مشہور ہوجاویگی مگر جو کچھ تم کو فائدہ ہو اس میں سے ایک حصہ لیتے چھوٹے بھائی تاج محمد کو بھی دیا کرنا اسلئے کہ اس سے مشقت کا کام نہیں ہوتا ہے اور جو وہ تمہارے ساتھ کام کرے تو اس قدر حصہ دیا کرنا' یہ باتیں سن کر تعجب سا جان کر رمضانی ہنسنے لگے اور کہا حضرت میری یہی دکان چلی جاوے میں اسی کو غنیمت جانتا ہوں' آپ نے فرمایا کہ جو ہم کہتے ہیں انشاء اللہ تعالی یوں ہی ہوتا ہے تم اس بات سے خاطر جمع رکھو' انہوں نے عرض کی کہ الحمد للہ میں اور کیا چاہتا ہوں' تاج محمد تو میرا بھائی ہے اور آپ جو کچھ فرماویں دیا کرونگا القصہ پھر آخر کو ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ حج کرکے تشریف لائے اس وقت بیس کاریگر اس رمضانی کے مکان میں کام کرتے تھے اور رمضانی ہزاروں روپیوں کے آدمی ہوگئے اور تاج محمد بیس میں سوار ہوتے تھے اور تمام بنارس میں رمضانی کی دکان مشہور ہوگئی **حکایت** بنارس میں حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لے گئے اور قریب مسجد گندی گروں کے ایک مکان میں اترے

اس کے کئی روز کے بعد میں سخت بیمار رہا یہاں تک نوبت پہنچی کہ میں
بیہوش ہو گیا اور دانت بند ہو گئے کسی کو اُمید نہ تھی کہ یہ بچیگا حکیم
مغیث الدین صاحب قافلہ کے ہمراہ تھے، انہوں نے آ کر دیکھا اور کہا کہ دوا
تو بتا دیویں ہم مگر دانت بند ہیں پلائی کیونکر جاوے وہ اسی فکر میں تھے
اسی عرصہ میں میاں عبد اللہ نے حضرت کو خبر کی کہ دین محمد کا ایسا حال ہے
آپ اُسی وقت میرے پاس تشریف لائے اور میرا حال دیکھ کر فرمایا کہ اس
بیماری سے اللہ تعالیٰ ان کو نجات کر دیگا مریگا نہیں اب ایک دوا ہم بتاتے ہیں
وہ پلاؤ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جاویگا میاں عبد اللہ نے عرض کی کہ
حضرت ان کے دانت تو بند ہیں دوا پلائی کیونکر جاوے، آپ نے فرمایا کہ تم
دوا تو تیار کرو، اور ایک ماشہ جائے پھل اور اسی قدر جاوتری اور زعفران
منگا کر فرمایا کہ ان تینوں کو ایک دو پیسہ بھر پانی میں پیسکر دونوں ہونٹھ
کھول کر ڈلوا دیا نہ گرنے پاوے جہاں دانتوں میں دوا پہنچی انشاء اللہ تعالیٰ
اُسی وقت منہ کھل جاویگا اور وہ ہوش میں آجاویگا، میاں عبد اللہ نے
ویسا ہی کیا اُسی وقت منہ میرا کھل گیا اور دوا حلق میں اتر گئی اور میں
ہوش میں آگیا اور اپنے گرد لوگوں کا ہجوم دیکھا میاں عبد اللہ سے میں
نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اُنہوں نے سب حال بیان کیا پھر

پھر کئی روز میں اللہ تعالیٰ نے مجھکو تندرست کردیا اور جیسا تھا ویسا ہی
ہوگیا اور سب کا روبار کرنے لگا **حکایت** بنارس میں جو پرانی
ٹکسال مشہور تھی اُس میں انگریزوں نے اسپتال بنایا یعنی دارالشفا اور
اُسی کے قریب ایک دوسرا اسپتال بنایا ٹکسال کے اسپتال میں پچاس ساٹھ
مریض تھے اُنہوں نے حضرت کے پاس اپنا آدمی بھیجکر درخواست کی کہ
ہم لوگ تو معذور ہیں وہاں تک ہمارا آنا دشوار ہے اگر لِلّٰہ فی اللّٰہ یہاں
تشریف ارزانی فرماویں تو ہم بیعت کریں' آپ ایک روز چند لوگوں سے تشریف
لے گئے اور ان مریضوں سے بیعت لی اور آپ کے ہمراہ جو لوگ گئے تھے ان میں
تین شخصوں کے بدن میں برساتی پھنسیاں بہت تھیں اس میں ایک آدمی
دوسرے اسپتال کا آکر وہاں کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میاں تم اپنی پھنسیوں
کی دوا کرو تو ہم دیویں' حضرت نے اس سے پوچھا تم کہاں رہتے ہو اس نے
عرض کی کہ اس اسپتال میں رہتا ہوں' آپ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو کہا
اسی اسپتال کا کام کرتا ہوں' آپ نے فرمایا کہ جو دوا تمہارے پاس ہو ان کو دو
اُس نے تینوں آدمیوں کو تین پڑیاں دوا کی دیں اور کہا تین روز صبح کو
ایک ایک پڑیا کی دوا کھانا مگر ایک دن ناغہ کرکے اور تینوں روز تم کو
پانچ پانچ دست آوینگے اور پانچ ہی پانچ بار قے ہوگی پھلی قے کے بعد
آدھ پاؤ یا ڈیڑھ پاؤ دہی پی لینا' متلائی طبیعت کی موقوف ہوجایا کرے گی

خدا چاہیگا اسی دوا میں سب پھنسیاں خشک ہو کر اچھی ہو جائینگی پھر
حضرت وہاں سے مکان پر تشریف لائے اور تینوں شخصوں نے اسی ترکیب سے
وہ دوا کھائی ایک ہفتہ میں صاف چنگے ہو گئے' ایک روز اتفاقاً حضرت علیہ الرحمہ
چند لوگوں سے پھر اسی استپال کی طرف تشریف لے گئے اور وہی شخص آپ
کے پاس آیا اور جن کو دوا دی تھی ان کو دیکھ کہنے لگا کہ میاں صاحب پھنسیاں
تو آپ کی اچھی ہو گئیں' انہوں نے کہا ہاں وہ اچھی ہو گئیں' حضرت نے اس سے
پوچھا کہ تمہیں نے اس روز ان کو دوا دی تھی' اُس نے کہا ہاں حضرت ہمیں
نے دی تھی' آپ نے فرمایا کہ تشخیص تمہاری بہت خوب ہے اور تم اس فن میں
ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو' اُس نے عرض کی کہ حضرت سات روپے کا
میں نوکر ہوں اور خرچ گھر میں زیادہ ہے اس نوکری میں گذران کی صورت
نہیں معلوم ہوتی ہے' آپ میرے حق میں دعا کریں کہ مجھکو کھانے کپڑے کی فارغ البالی
ہو' آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اور تم کون لوگ ہو' اس نے کہا کہ میں تو چمار
ہوں اور نام میرا اچا تک ہے' آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے دعا کرینگے مگر
مگر اس شرط پر کہ جو غریب مسلمان مریض تمہارے استپال میں آویں اُن سے
نہ لینا ہاں جو مالدار ہوا اس سے لینا مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ
میں شفا دیگا کہ جس کی دوا کرو گے وہ اچھا ہو جائیگا اور دور دور تک تم
مشہور ہو جاؤ گے اور سیکڑوں آدمی تمہارے کاروبار میں رہینگے اور

باحنو بی اللہ تعالی تمہاری روزی میں کشائش کریگا' اُس نے عرض کی کہ
حضرت یہ بات کیا ہے اس کے سوا اور جو کچھ فرماویں وہ میں کیا کرونگا' پھر آپ
نے اُس کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ چند روز میں اس دعا کی خیر و برکت دکھنا
کہ کیسا تمہارا عروج ہوتا ہے' پھر وہاں سے جائے اقامت پر تشریف
لائے اور تکملہ اس قصہ کا یوں ہے کہ بعد واقعہ شریفہ بالاکوٹ کے ایک
بار حضرت علیہ الرحمۃ کے برادر زادہ سید محمد اسماعیل صاحب سلمہ اللہ تعالی
کے اس بلدۂ اسلام ٹونک سے میں غازی پور گیا اور وہاں شیخ فرزند علی
صاحب کے مکان میں اترا پھر کئی روز کے بعد سید صاحب ممدوح نے مجکو
وہاں سے عظیم آباد میں مولوی ولایت علی صاحب مرحوم کے پاس بھیجا ستائیسویں
تاریخ رمضان المبارک کی میں وہاں پہنچا' مولوی صاحب موصوف سے
ملا اور نماز عید بھی وہیں پڑھی اس کے اگلے روز میں مولوی صاحب کو ہمراہ
لے کر کئی روز میں پھر غازی پور میں آیا سید محمد اسماعیل صاحب میرے پیچھے
بنارس کو تشریف لے گئے تھے اس عرصہ میں میں بیمار ہو گیا اور بیماری یہ
تھی کہ پیشاب میرا مانند دہی کے جم جاتا تھا اور اس پر مکھیاں بیٹھتی تھیں
وہاں سے مولوی ولایت علی صاحب بنارس میں سید محمد اسماعیل صاحب کی
ملاقات کو گئے مگر وہاں بھی ملاقات نہ ہوئی سید صاحب ممدوح
اپنے مکان کو رائے بریلی میں چلے آئے تھے اور میں وہیں غازی پور

میں شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر رہا اور وہاں طبیبوں کی دوا کرتا رہا
مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، شیخ صاحب موصوف نے مجھ سے کہا کہ یہ بیماری سخت ہے یہاں
طبیبوں سے اس کی دوا نہ ہو گی تم بنارس کو جاؤ وہاں اسپتال میں اچانک نام
ایک چمار بڑا ہوشیار اور سید صاحب کے معتقدوں سے ہے اور بڑا صاحب اخلاق ہے
وہ اس مرض کی دوا کریگا اور انشاءاللہ تعالیٰ تم اچھے ہو جاؤ گے، میں نے کہا یہ
تو اس کے پاس نہ جاؤنگا نہ میں اس کو پہچانوں نہ وہ مجھکو جانے میں تو آپ
ہی کے مکان پر رہونگا اور جو کچھ دو ہو گی یہیں کرونگا، انہوں نے کہا کہ میں
اپنا ایک رقعہ لکھ دونگا اس کو جا کر دینا اور تم اس سے کہنا کہ میں سید صاحب
کا خادم ہوں وہ تمہاری بہت خاطر کریگا، آخر شش میں جانے پر راضی ہوا انہوں
نے ایک رقعہ لکھ دیا، پھر حضرت علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں ایک ناظر عدالت
انگریزی کے تھے نام ان کا یاد نہیں، انہوں نے ایک ٹٹا گھوڑا بہت عمدہ پیگو کا مجکو
دیا میں اس پر سوار ہو کر وہاں سے بنارس میں مرزا محمود بخت شاہزادہ کے
مکان پر آکر اُترا اگلے روز اسپتال میں اچانک کے پاس گیا اور وہاں ایک
فرش مکلف بچھا تھا اس پر میں بیٹھا اور اُس نے بغور کئی بار میری طرف
دیکھا پھر پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، میں نے کہا غازی پور سے
اُس نے کہا کہ غازی پور کی بولی تو تمہاری نہیں معلوم ہوتی اور میں تم کو کچھ
پہچانتا بھی ہوں، میں نے کہا کہ میں اکثر سفر میں رہتا ہوں کہیں تم نے مجکو دیکھا
ہوگا، اُس نے کہا مسافری میں تو نہیں مگر مجکو یاد پڑتا ہے کہ ایک بار رائے بریلی

کہ ایک سید صاحب حج کو جاتے تھے سو وہ چند روز اس شہر میں بھی اُتر رہے
ان کے ہمراہ ہم کو دیکھا اور اکثر آدمی تم سے اُنھیں کے گروہ کے ہوتے ہیں میں
نے کہا ہاں بیشک ایک بار سید صاحب اس ٹکسال میں تشریف لائے تھے میں بھی اُن کے
ہمراہ تھا یہ بات سُن کر وہ اٹھا اور بغلگیر ہو کر مجھ سے ملا پھر بڑی تعظیم سے مجکو
بٹھلا اور آپ بیٹھا پھر میں نے شیخ فرزند علی صاحب کا رقعہ دیا اس کو پڑھ کر
پھر اٹھا اور مجھ سے ملا اور حضرت علیہ الرحمۃ کا حال مجھ سے پوچھا میں نے مختصر
حال مناسب وقت کے بیان کیا وہ سُن کر بہت دیر تک روتا رہا اور افسوس
کیا کہ اب ایسے دیوتا آدمی کہاں پیدا ہیں اور مجھ سے کہا کہ تم کو یاد ہے جب
اسی بار سید صاحب نے میری کشائش روزی کے لئے دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ
اب چند روز میں دیکھنا کہ تمہارا کیسا عروج ہوتا ہے ان دنوں میں سات روپے
کا اسی اسپتال میں نوکر تھا بہت تنگی سے میری گذر ہوتی تھی پھر حضرت آپ
تو حج کو تشریف لے گئے بعد کئی مہینے کے میرا وہ مفلسی کا حال بدلنے لگا یہاں تک کہ
جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی میرا کارخانہ ہوا آپ کی دعا سے لکھ پتی میں ہو گیا ہوں اور
سیکڑوں آدمی میری تابعداری کرنے لگے اور جس مریض کی دوا کرتا ہوں سید صاحب
کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کو جھٹ پٹ اچھا کر دیتا ہے اور ایسے ایسے بیمار لوگ کہ بڑے
بڑے ڈاکٹروں کی دوا کر کے آ جاتے ہیں وہی میرے ہاتھوں چنگے ہو جاتے ہیں یہ
سید صاحب کی دعا کا اثر ہے پھر مجھ سے پوچھا کہ اپنی بیماری کا حال بتاؤ میں نے
جو کچھ تھا بیان کیا اُس نے کہا یہ بیماری تو خدا چاہیگا ایک دن میں جاتی رہیگی

مگر آپ کل سویرے تشریف لاویں میں آپ کی دوا کرونگا بلکہ وہاں جا کر کیا کروگے میں اپنے آدمی بھیجوں وہ تمہارا گھوڑا اور اسباب وہاں سے لے آویں تم اسی اسپتال میں رہو مسلمان باورچی کھانا پکاتے ہیں سب کچھ تمہارے لئے موجود ہے میں نے عذر کیا کہ مجکو وہیں آرام ہے یہ تکلیف مجکو تم نہ دو کئی بار اسنے کہا کئی بار میں نے انکار کیا آخر کو اسنے مانا کہ خیر تم کو اختیار ہے پھر میں وہاں سے وہیں گیا جہاں اُترا تھا دوسرے روز سویرے پھر میں اس کے پاس گیا اور بٹھا اسنے اپنے نوکر سے دوا کا ایک چھوٹا سا شیشہ منگایا کوئی عرق سا تھا اُس میں سے بقدر تین ماشہ کے مجکو پلایا اور کوئی چار قطرے وہی عرق میرے دونوں کانوں میں ڈالا اور اسی قدر ناک دونوں نتھنوں میں ڈالا اور ایک دوسرا روغن منگا کر میرے دونوں مونڈھوں پر ملا اور ایک دوا کی دو پڑیاں مجکو دیں اور کہا کہ ایک پڑیا کی دوا آج رات کو سوتے وقت کھا لینا اور دوسری پڑیا کی دوا کل صبح کو کھا کر میرے پاس آنا پھر میں وہاں سے اپنے مکان پر آیا اور ایک پڑیا کی دوا رات کو کھائی اور صبح کو دوسری پڑیا کی دوا کھا کر پھر میں اس کے پاس اسپتال میں گیا اُسنے کہا کہ میاں اب سچ سچ مجھ سے کہو کہ تمہارا کیا حال ہے میں نے کہا کہ آج صبح کو میرا پیشاب صاف ہوا جیسا قبل بیماری کے ہوتا تھا اُس نے کہا کہ آپ اچھے ہو گئے وہ بیماری اللہ تعالی نے دور کر دی اب خدا چاہیگا نہ ہو گی میں نے کہا کہ ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر ابھی دو روز تم یہیں اور کرو اُس نے کہا کہ خیر آپ کی خوشی دو روز اور کرونگا حاجت تو نہیں ہے پھر دو روز وہی دوا اسی طرح اس نے پھر کی میں بالکل

اچھا ہو گیا اس نے کہا کہ فضل الٰہی سے اب تو تم اچھے ہو گئے اب دس پندرہ روز میرے پاس رہو میں تمہاری خدمت کروں، میں نے عذر کیا کہ کئی کار ضروری مجھکو کرنے ہیں اور روز بہت لگ گئے اب میرا رہنا ہو گا چار پانچ دن میں جاؤنگا پھر کبھی جو اتفاق یہاں آنے کا ہو گا تو رہونگا اُس نے کہا نہ رہو گے تو ایک روز میرے مکان پر تشریف لے چلو وہاں کا کارخانہ میرا دیکھ لو میں نے کہا خیر مضائقہ نہیں جب چاہو لیچلو میں حاضر ہوں اور مکان اس کا ڈیڑھ کوس شہر کے باہر چھاؤنی میں تھا پھر اگلے روز مجھکو اپنے ساتھ بگھی پر سوار کر کے لے گیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ بڑا عالیشان مکان امیرانہ تھا اس کی عمارت میں پچاس ساٹھ ہزار روپے سے زیادہ صرف ہوئے ہونگے سات آٹھ بگھیاں اور گاڑیاں دروازہ پر کھڑی تھیں ا پینسیں دہری تھیں طویلے میں آٹھ دس عمدہ گھوڑے اور ٹانگھن بندھے تھے اور ہر ایک کارخانہ امیرانہ تھا نوکر چاکر خدمتگار وغیرہ سب تھے اسنے کہا اول میں تین ساٹھ روپے کا نوکر تھا اچھی طرح کھانا کپڑا میسر نہ تھا اور اب جو کچھ میرا کارخانہ امیرانہ دیکھیے ہو یہ سب سید صاحب کی دعا کی برکت سے ہے اور میں سید صاحب کا چیلہ ہوں ا افسوس ہے کہ ان کی خدمت مجھ سے نہ ہو سکی پھر دو اشرفیاں مجھکو دیں اور کہا تم نے میرے یہاں کھانا نہیں کھایا یہ تمہاری دعوت ہے اور جب کبھی اس شہر میں آنا تو میرے مکان پر اُترنا، پھر میں اُس سے رخصت ہو کر شاہزادہ محمود بخت کے مکان پر آیا، پھر بعد کئی روز کے وہاں سے چلا تکیہ شریفہ پر سید محمد اسماعیل صاحب کے پاس آیا

حکایت بنارس میں کندی گروں کی مسجد کا کنواں بہت گہرا ہے چالیس ہاتھ سے زیادہ رسی لگتی ہے اور کوئیں کے قریب سقا ہے رحمو نام ایک شخص تھا وہ سقائی میں وضو کے واسطے پانی بھرتا تھا جب سفر حج میں حضرت علیہ الرحمۃ وہاں تشریف لے گئے اور چند روز مسجد کے قریب ایک مکان میں رہے ایک روز تم لوگوں کے روبرو اس مسجد کے کئی نمازی اس رحمو کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ جب اول مرتبہ سید صاحب یہاں تشریف لائے تھے تب مسجد میں ایک نمازی بسی آتا تھا اور تمام خس و خاشاک مسجد میں بھرا رہتا تھا یہی رحمو بیمار سا ایک لنگوٹ باندھے اس سہ دری میں پڑا رہتا تھا اور نہایت لاغر تھا محنت مزدوری کرنے کی اس کو طاقت نہ تھی للہ فی اللہ جو کوئی روٹی دے جاتا تھا وہی یہ کھاتا تھا ایک روز سید صاحب نے یہاں آکر اس مسجد کو خس و خاشاک سے صاف کروایا اور پانی سے خوب دھلوایا پھر نماز جماعت کی اس میں ہونے لگی مگر وضو غسل کی تکلیف ہونے لگی بھرنے والا پانی کا کوئی نہیں ایک روز سید صاحب نے فرمایا کہ لوگوں کو وضو غسل کی تکلیف ہوتی ہے کوئی بھرنے والا لاؤ تو اس کو یہاں مقرر کردیں لوگوں نے عرض کی کہ کسی کو تلاش کرینگے اس وقت یہ رحمو اسی سہ دری میں لیٹا تھا سید صاحب نے فرمایا کہ یہ کون شخص ہے اسی کو پانی بھرنے کو مقرر کردو لوگوں نے کہا کہ یہ تو محتاج مریض سا ہے اس کو ایسی طاقت کہاں کہ پانی یا محنت کا کام کرے جو کوئی خدا کے واسطے روٹی دے جاتا ہے وہی یہ کھاتا ہے اور اسی جگہ پڑا رہتا ہے اس وقت سید صاحب مسجد کے اس صحن میں بیٹھے تھے فرمایا کہ اس کو ہمارے پاس بلا لاؤ

ہم نے اُس سے کہا وہ آپ کے پاس گیا، آپ نے پوچھا کہ تم کچھ کام کرو گے اس نے کہا حضرت کام کرنے کی مجھکو طاقت نہیں ہے، آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تم کو طاقت دیوے تب تو کرو گے اُس نے کہا ہاں کیوں نہ کرونگا، آپ نے فرمایا کہ اس مسجد کا پانی بھر اکرو تین روپے ماہواری اور روٹی تمہارے لئے مقرر کرادیں، اُس نے کہا ابھی تو اس قدر مجھ میں طاقت کہاں جو پانی بھروں، آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے دعا کریں گے اللہ تعالیٰ تم کو طاقت عنایت فرمائیگا پھر آپ نے دعا کی اور بعد اس کے ہم لوگوں سے فرمایا کہ آج ایک ڈولچی اور رسی لاؤ اور اس کوئیں کی چرخی بنواؤ پھر اسی روز دوپہر کے عرصہ میں سب سامان جو آپ نے فرمایا درست ہو گیا اور حضرت آپ کوئیں پر تشریف لیگئے اور چبوترہ اس کا سینہ تک اونچا تھا، آپ نے رحمو کو بلا کر اپنے پاس چڑھا لیا اور اسی چرخی پر کر کے کوئیں میں ڈول ڈالا اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ اس کو کھینچو پھر آپ بھی کھینچنے لگے اور رحمو بھی، اسی طور تین ڈول نکال کر رحمو سے پوچھا کہ تھکے تو نہیں اُس نے کہا کہ ہاں بہت تو نہیں تھکا ہوں، آپ نے اپنے ہاتھ سے اُس کی پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا کہ اسی طرح تم ہر روز پانی بھر اکرو انشاء اللہ تعالیٰ تم نہ تھکو گے پھر اس روز سے جتنا پانی اس مسجد میں خرچ ہوتا ہے یہی بھرتا ہے اور کوئیں کے قریب چند درخت لگے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ درخت توت انار نیبو نارنگی وغیرہ کے اس نے لگائے ہیں اور یہی ان کو پانی دیتا ہے اور ہم سب اس محلہ کے لوگ مل کر تین روپے ماہواری

اور ہر روز کی روٹی اس کو دیتے ہیں اب چین سے اس کی گذران ہوتی ہے بلکہ دو ایک آدمی کو ہر روز یہ آپ روٹی کھلاتا ہے **حکایت** کندی گروں کی مسجد میں کہ احاطہ امام بخش نام ایک آئینہ ساز رہتا تھا لال ٹین آئینہ وغیرہ بنایا کرتا تھا ایک روز ہم لوگوں کے سامنے کہا جب اول مرتبہ سید صاحب یہاں آئے تھے ان دنوں میں اکیلا اپنی دکان پر کام کیا کرتا تھا جو کچھ دو چار پیسے شام تک مل جاتے تھے وہ میرے ہی گھر کا خرچ تھا اس محلہ کے سب لوگوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی میں نے بھی کی، ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس محلہ میں بہ نسبت اوروں کے تم پر اس مسجد کا زیادہ حق ہے کیونکہ تم یہاں رہتے ہو اور مسجد کا حال یہ ہے کہ منوں خس و خاشاک اس میں پڑا ہے، نہ کوئی اس میں بوریا ہے نہ بدھنا تم اس کی خدمت کیا کرو میں نے عرض کی کہ حضرت میں خود اپنے کھانے کپڑے کو محتاج ہوں مجھ میں اتنی گنجائش کہاں کہ یہاں کی چراغ بتی بوریئے بدھنے وغیرہ کی خبر لوں ہاں میرے لئے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجکو فراغت دیوے اور روزی میں برکت کرے پھر البتہ میں موافق اپنے مقدور کے خدمت کیا کرونگا اس کام سے اور کیا بہتر ہے، پھر آپ نے اسی وقت میرے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ خبردار اس کی خدمت نہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ تمہاری کمائی میں برکت کریگا پھر آپ تو کئی روز میں اپنے وطن شریف کو تشریف لے گئے، پھر اس دن سے روز بروز مجکو

محلہ کو اپنی بہبودی اور فراخی کی صورت نظر آنے لگی یہاں تک کہ اب پانچ چھ کاریگر میرے نوکر ہیں اور با فراغت گذران ہوتی ہے اور یہ سب حضرت ہی کی دعا کا طفیل ہے اور خدمت اس مسجد کی میں نے اپنے ذمہ پر لازم کر لی ہے تیل بتی بورئے بدھنے وغیرہ میں جو اٹھتا ہے میں خرچ کرتا ہوں

حکایت

بنارس میں کندی گروں کی مسجد کے پاس جس مکان پختہ میں حضرت علیہ الرحمۃ کے اہل و عیال فروکش تھے اولتی اس کے کپریل کی صحن مسجد میں ٹپکتی تھی اور ان دنوں بارش کی کمال طغیانی تھی کہ پندرہ سولہ روز کی جھڑی رہی صحن مسجد کی دیوار دو جگہ سے پھٹ کر قدرے جھک گئی تمام عورتیں مکان کی گھبرائیں کہ اب دیوار گرنا چاہتی ہے، پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے عورتوں کو وہاں ایک اور مکان میں کر دیا اور آپ چند آدمیوں سے وہاں تشریف لے گئے ہر کوئی اپنی سمجھ کے موافق تدبیر بتلانے لگا کوئی کہتا تھا کہ اس کی چھت میں کئی جگہ ایک ٹیک لگا دی جاوے کوئی کہتا تھا کہ ایک ملبا شہتیر چھت میں لگا کر جا بجا ٹیکیں کھڑی کی جاویں کوئی کہتا تھا کہ یہ مکان ہی چھوڑ دینا مناسب ہے، حضرت علیہ الرحمۃ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کوئی تدبیر کام کی نہیں اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس کو اسی طور سے رہنے دو اور مکان اگر گر پڑے تو عجب نہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ گریگا برسوں اسی طرح رہیگا

اور اپنے ہاتھ سے ایک جگہ بسم اللہ کر کے ایک ٹیک کھڑی کر دی اور سب عورتوں سے
فرمایا کہ اب اس مکان میں آ کر رہو پھر سب لوگوں کو لے کر وہاں سے آپ باہر
تشریف لائے پھر سب عورتیں اس میں رہنے لگیں اور مینہ اسی طرح رات دن
برستا رہا اور تحملہ اس حکایت کا یہ ہے کہ بعد چند روز کے آپ وہاں سے بیت اللہ
شریف کو تشریف لیگئے اور وہاں سے مع الخیر سفر ہجرت کیا ولایت افغانستان
میں گئے اور وہاں سے مجکو طرف ہندوستان کے روانہ کیا اور میں غازی پور میں
شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر گیا اور سید ابو القاسم سلمہ اللہ تعالیٰ سید احمد علی
صاحب مرحوم کے بیٹے بھی میرے ساتھ تھے، پھر شیخ صاحب ممدوح کئی آدمیوں
سے ہم کو رخصت کرنے کو بنارس تک آئے اور اسی مکان میں اُترے اور قریب
ڈیڑھ مہینے کے رہے تب تک وہ دیوار بھیگی ہوئی اسی دستور سے قائم تھی اور
حضرت کی لگائی ہوئی وہ ٹیک ہی لگی تھی، میں نے یہ قصہ شیخ صاحب موصوف
سے بیان کیا اس وقت قصبہ جائس کے حکیم محمد والی صاحب اور خواجہ احسان اللہ
کشمیری شیخ صاحب کے کاروبار کل مختار بھی بیٹھے تھے یہ حال سُن کر ان کو تعجب
سا معلوم ہوا اور مجھ سے کہا کہ چلو ہم بھی اس مکان کی زیارت کریں پھر میں ان
کو معلوم ہوا اور دکھلایا وہ حضرت علیہ الرحمۃ کی محبت کے سبب اس ٹیک میں
لپٹ گئے اور اس کو سید صاحب نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا تب سے اس دیوار

کا حال نہیں معلوم کہ اب ہے یا نہیں انتہی **حکایت** حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو عید بنارس میں واسطے قربانی کے آپ نے مینڈھے اور بکرے بہت مول منگائے اور بہت وہاں کے امیروں نے جو آپ کے مرید تھے بطور نذر کے بھیجے جب روز عید کا آیا تب بعد نماز عید کے اسی حویلی میں جس میں آپ اترے تھے اور وہ ادہسان سنگھ بابو کی مشہور تھی بکروں کے ذبح کرنے کو چھریاں طلب کیں لوگوں نے کئی چھریاں حاضر کیں ان میں بہ نسبت اوروں کے ولایتی پولادی جوہردار بہت عمدہ تھی اسی کو آپنے لیا اور واسطے ذبح کے پسند کیا لوگوں نے بہت سے عرض کی کہ یہ چھری اس کام کی نہیں ناکاری ہو جاویگی اور چھری سے ذبح کیجئے آپنے فرمایا کہ ہمارے پاس یہ جتنے ہتھیار ہیں سب خدا کے واسطے ہیں اس کام سے اور کون سا کام بہتر ہوگا جس میں یہ چھری کام آئیگی اس میں تو اسکا شرف ہے پھر لوگوں نے عرض کی کہ تھوڑے جانور ذبح کیجئے اس لئے کہ بنانے والے کم ہیں فرمایا اس بات کا کچھ اندیشہ نہ کرو پھر اس چھری بیش قیمت سے آپنے دست شریف سے ان کو ذبح کرنا شروع کیا تھوڑی دیر میں آپنے سو جانوران میں سے ذبح کئے اور اس چھری کی آبداری بدستور ویسی ہی قائم رہی کہیں نہ چھری نہ مڑی پھر جانور بنائے گئے وہ تو اپنے لوگوں نے بنائے اور باقی یوں ہی بے بہت ان میں سے آپنے لے بنائے اسی طور ذبح کئے ہوئے لوگوں کو بانٹ دئے اور کچھ ان میں سے پڑے پڑے بھول گئے وہ بھی لوگ اٹھا لے گئے اور بنارس میں

ہندوں کا غلبہ ان روزوں زیادہ تھا مجال نہ تھی کہ کوئی شہر میں اس
طرح بے دھڑک جانور ذبح کرتا اور بلوہ نہ ہوتا بیدالہی سے کسی نے دم نہ مارا
اور نہ کچھ چون وچرا کیا یہ حضرت کا رعب ربانی اور دبدبہ رحمانی لوگوں پر چھا گیا حکایت
بنارس کی چھاونی میں ایک انگریزی عہدے کے ناظر رہتے تھے نام ان کا یاد نہیں ایک
روز حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان پر لے گئے اور آپ کے دست مبارک
پر انہوں نے بیعت کی اور بخشش علی نام ایک سید قصبہ بالس کے ان کے مکان پر ان کے
لڑکوں کو کلام اللہ شریف پڑھاتے تھے اور دونوں وقت کھانا کھاتے تھے اور سید صاحب
موصوف کے دو بیٹے تھے انہوں کے ساتھ تھے ان کا نام یاد نہیں اور سید بخشش علی صاحب
کو بہت روزوں سے بیماری فالج کی تھی آدھا بدن نیچے کا بالکل نکما ہو گیا تھا کہ
بیٹھے بیٹھے اور بعض وقت لیٹے لیٹے نماز پڑھتے تھے اور اسی جگہ دو تین قدم کے فاصلہ سے
پائخانہ کی چوکی لگی تھی سہلتی سہلتی اسی پر جا کر پیشاب اور قضائے حاجت کرتے
تھے حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کے پاس بیٹھ کر پوچھا کہ سید بھائی کیا حال آپ کا
ہے انہوں نے جو کچھ حال تھا بیان کیا اپنی بیماری کا اور اپنے بیٹوں کی بیماری کا اس
عرصہ میں ناظر موصوف نے اپنے زنانے مکان میں پردہ کروا کر اپنی عورتوں کو مرید
کروایا کو حضرت کو بلایا آپ نے سید بخشش علی صاحب سے فرمایا کہ اب تو ہم اندر
بیعت لینے کو جاتے ہیں وہاں سے آکر پھر آپ کا حال سنیں گے اور پھر آپ اندر

تشریف لے گئے اور وہاں سے عورتوں سے بیعت لے کر پھر باہر آئے اور
ان کے پاس بیٹھے اور کہا کہ سید بھائی اب اپنا باقی حال بیان کرو پھر انہوں نے
جو کچھ تمہ اعرض کیا اور کہا کہ حضرت آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجکو اس
مرض سے شفا دے یا ساتھ ایمان کے دنیا سے اُٹھالے اور میرے دونوں بیٹے
بیکار بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ کہیں ان کو روزی سے لگا دیوے نوکر ہو جاویں اور فکر
معاش سے فراغت پاویں آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہیگا تمہارے بیٹے بھی نوکر
ہو جاوینگے اور تم بھی اچھے ہو جاؤگے اور ہم اس مرض میں دعا بھی کرینگے اور اس تمہارے
مرض کے دفع ہونے کو دعا تو ہم کریں اور دوا اس کی تم کرو دوا اس کی تمہارے
پاس ہے تم اس کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ اچھا کر دے گا ایسے ہو جاؤگے کہ اپنے
پیروں جائے ضرور پیشاب کو ہو آؤگے مسجد میں نماز جماعت پڑھوگے انہوں نے عرض
کی کہ میرے پاس کونسی دوا ہے مجکو نہیں معلوم ارشاد ہو تو کروں، اس وقت وہ ناظر
بھی وہیں حاضر تھے، آپ نے بتانے میں کچھ تامل کیا مگر پھر فرمایا کہ وہ دوا یہ ہے
کہ تم ناظر صاحب کے لڑکوں کو کلام اللہ شریف پڑھاتے ہو اس کی مزدوری نہ لیا
کرو پھر دیکھو تو چند روز میں کیسے تندرست ہو جاتے ہو اور تمہارے بیٹے بھی اپنی روزی
سے لگ جاوینگے یہ بات سُن کر وہ خاموش ہو رہے، اس عرصہ میں وہ ناظر بھی
وہاں سے اُٹھ کر کہیں گئے اس وقت انہوں نے عرض کی کہ جو آپنے کلام اللہ شریف
پڑھانے کی مزدوری لینی منع فرمائی اگر میں نہ لوں تو کیا کروں اسی پر میرے
کھانے کپڑے کا مدار ہے، میں معذور آدمی اور کہیں سے کچھ آمدنی نہیں، آپ نے فرمایا

کہ روزی تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے تم اسی پر توکل کرکے چھوڑ دو وہ کسی اور صورت سے اس سے دوچند سہ چند بلکہ زیادہ روزی مقرر کر دیگا، پھر انھوں نے عرض کی کہ اگر یہی بات ہے تو آج سے یہ مزدوری لینی میں نے محض خدا کے واسطے چھوڑ دی انشاء اللہ تعالیٰ کسی سے کبھی نہ لونگا، آپ نے فرمایا خیر اب تو ہم حج کو جاوینگے ہمارے آتے آتے دیکھنا کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کیسی بہبودی کی صورت کرتا ہے، اُنہوں نے پھر عرض کی کہ حضرت آپ نے میرے مقدمہ میں کئی بار ارشاد کیا اور مجھکو بھی آپ کے فرمانے سے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریگا مگر ایک اور عرض میری آپ کی خدمت شریف میں یہ ہے کہ ہمارے ناظر صاحب بہت اچھے آدمی ہیں اور سرکار انگریزی میں بہت خوب معاملات سمجھ بوجھ کر کرتے ہیں اور انگریز لوگ بھی اُن سے خوش ہیں مگر اُن کی طبیعت بعض وقت معاملات کرنے میں تند ہو جاتی ہے غصہ کرنے لگتے ہیں اس سبب سے انگریز ان سے ناخوش ہو جاتا ہے اور بُرا بھلا کہنے لگتا ہے یہ بلا ان کی طبیعت سے کسی طور دُور ہو جاوے تو بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو ایک دم میں دور کر دے ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے، پھر ناظر جی نے عرض کی کہ حضرت کل سویرے دو سو آدمیوں سے آپ کی ضیافت ہے، آپ نے عذر کیا کہ مکان تمہارا دور بہت ہے ہمارے لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہوگی اس سے تو آپ معاف ہی کریں اُنہوں نے کسی طور سے نہ مانا آخرش آپ کو قبول ہی کرنا پڑا پھر آپ وہاں سے مکان پر

تشریف لائے پھر اگلے روز سویرے سو آدمیوں سے ناظر جی کے مکان پر گئے
اور ضیافت اُن کی کھائی مگر مجکو یہ یاد نہیں کہ ضیافت میں کیا کیا کھانا تھا
پھر جب آپ کھانا تناول فرما چکے اور کچھ کھانا آپ کی رکابی میں بچ رہا آپ
نے فرمایا کہ ناظر صاحب یہ حصہ تمہارا ہے تم کھانا اور جس کو چاہنا اس کو کھلانا
اُنھوں نے خوش ہو کر وہ رکابی اُٹھالی اور اپنے زنانے مکان میں لے گئے
اس میں سے کچھ ناظر جی نے کھایا اور باقی نوالہ نوالہ اپنے اہل وعیال کو تقسیم کر دیا
پھر بہت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر آپ وہاں سے اپنی جا اقامت
پر تشریف لائے تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ جب کئی سال کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ
نے ولایت افغانستان سے مجکو طرف ہندوستان کے اپنے کچھ کام کو روانہ فرمایا
اور میں جا بجا سے سیر سفر کرتے ہوئے شہر بنارس میں آیا اور ناظر جی کے مکان
پر گیا اور سید بخشش علی صاحب سے ملا اور اُن کو تندرست پایا تب میں نے اُن کا
حال پوچھا اُنہوں نے اول سے بیان کرنا شروع کیا کہ جب اس سال سفر حج
میں سید صاحب یہاں تشریف لائے تھے اور میرے لئے دعا کی تھی پھر بعد کئی روز
کے آپ تو بیت اللہ شریف کو تشریف لیگئے اور ادھر رفتہ رفتہ چند روز میں مجکو
اللہ تعالیٰ نے تندرست کر دیا اور جو میں نے کلام اللہ شریف کے پڑھانے کی نوکری
لینی ناظر جی سے موقوف کر دی ناظر جی نے کہا کہ پانچ روپے ماہواری پڑھانے
کے ہم تم کو دیا کرتے تھے تم نے اس کو صرف خدا کے واسطے چھوڑ دیا خیر بہتر کیا
اب آج سے ہم نے خدا ہی کے واسطے تمہارے دس روپے مقرر کئے تب سے آج تک
میں دس روپے ماہ بماہ پاتا ہوں اور دونوں وقت عمدہ کھانا اُن کے

خاصہ کا کھاتا ہوں اور اُنھیں روزوں دونوں بیٹے میرے محرروں میں بیس
بیس روپئے درماہی کے نوکر ہو گئے اس رزاق مطلق نے سید صاحب کی دعا
کی برکت سے روزی کی طرف سے باخوبی آسودہ کر دیا اور سید صاحب نے
جو پس خوردہ طعام اپنا ناظر جی کو عنایت کیا تھا وہ ناظر جی نے کھایا اور لقمہ
لقمہ اس میں سے اپنے اہل وعیال کو کھلایا مگر جس نے کھایا اس کا حال بدل گیا خصوصاً
ناظر جی کا حال تو عنایت الہٰی سے ایسا درست ہو گیا کہ وہ تندی اور بدمزاجی
طبیعت کی بالکل جاتی رہی اور کمال صلاحیت مزاج میں آگئی یہاں تک کہ
کئی بار انگریزوں نے پوچھا کہ ناظر جی اب تو تمہاری طبیعت بہت اچھی ہو گئی
پہلے کی سی ہرگز نہیں یہ کیا سبب ہے کچھ حال تو بیان کرو، اُنھوں نے کہا کہ
رائے بریلی کے جو ایک سید صاحب یہاں تشریف لائے تھے میں ان کا مرید
ہوا اور اپنے گھر والوں کو مرید کروایا اور اُن کی میں نے مہمانی کی اور اُن کے آگے
کا بچا ہوا کھانا میں نے کھایا اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرا یہ حال کر دیا یہ
سبب ہے اُنھوں نے کہا تم سچ کہتے ہو یہی سبب ہو گا وہ سید صاحب ایسے ہی
بزرگ اور خدا والے ہیں اور بہی اکثر حال عجیب وغریب اسی طور کے ہم نے شہر
والوں سے سنے ہیں وہیں بنارس میں بیلیا نالہ پر مولوی عبداللہ صاحب کی ملاقات
کو گیا اور اُن سے ملا اور اُن دنوں میرے پیٹ میں ایک عارضہ تھا کہ اکثر
اوقات درد رہا کرتا تھا اور جو کھاتا تھا وہ ہضم نہ ہوتا تھا یہ اپنا حال
میں نے مولوی صاحب ممدوح سے بیان کیا، اُنھوں نے کہا کہ یہاں شہر میں

فلانی جگہ ایک برہمن بید یعنی طبیب بھاؤ بھٹ کرکے مشہور ہے اور اُس
کی دوا اکثر لوگوں کو بہت فائدہ کرتی ہے ہمارے بھی لڑکے کو کچھ عارضہ ہے
ہم وہاں جاوینگے چاہو تم بھی چلو' میں نے کہا کہ میرے پاس کچھ چورن کی گولیاں
تھیلے میں پڑی رہتی ہیں جب بہت مجھکو خلل عارض ہوتا ہے تو وہی کھالیتا ہوں
کچھ فائدہ ہو جاتا ہے میری طبیعت نہیں چاہتی ہے کہ اس ہندو کے پاس جاؤں
اُنھوں نے کہا کہ تم چل کر ملاقات تو کرو وہ بڑا صاحب اخلاق ہے اور مرد آدمی
ہے اور وہ ہمارے سید صاحب کا کمال معتقد اور دعاگو اور مداح ہے اس سبب
سے اور بھی تمہاری خاطرداری اور خدمت گزاری کریگا اور کچھ دوا تم کو دیگا انشاء
اللہ تعالیٰ جھٹ پٹ تمہارا عارضہ دور ہو جاویگا' میں نے کہا خیر چلئے میں بھی چلونگا
پھر انہوں نے آدمی سے گاڑی منگوائی اور مجھکو اس پر بٹھایا اور محی الدین نام
ان کا سالا تھا وہ ان کے بیٹے کو لے کر بیٹھا اور وہ آپ سوار ہوئے اور اُس کے
پاس گئے اور بھی بہت مریض وہاں بیٹھے تھے' پھر مولوی صاحب نے میری طرف
اشارہ کرکے اس سے کہا کہ ان سے ملو وہ اٹھ کر مجھ سے ملا اور مولوی صاحب سے
کہا کہ ان کا حال بیان کریئے یہ صاحب کہاں سے تشریف لائے ہیں' مولوی صاحب
نے کہا کہ مختصر حال ان کا یہ ہے کہ ہمارے سید صاحب کے رفیق ہیں اور انھیں کے
بھیجے ہوئے آئے ہیں سو ان کو کچھ بیماری ہے اس لئے ہم ان کو تمہارے پاس لائے
ہیں یہ بات سن کر وہ کمال خوش ہوا اور نہایت اشتیاق سے حال حضرت
علیہ الرحمۃ کا مجھ سے پوچھنے لگا' میں نے بیان کیا اُس نے کہا تم میرا کارخانہ

دیکھتے ہو سید صاحب کی دعا کے سبب سے ہے اگرچہ میرے یہاں پشتوں سے
یہی پیشہ بیدائی کا ہوتا آیا ہے مگر ان میں کوئی نامی اور صاحب شہرت نہ ہوا اور میں
سید صاحب کی دعا سے منزلوں دور دور مشہور ہوں جب سید صاحب حج کو
جاتے تھے تب چند روز یہاں بھی ٹھہرے تھے اور میں اکثر بلکہ ہر روز ان کے پاس
جایا کرتا تھا ایک روز آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ہر روز ہمارے پاس
آتے ہو مگر کچھ اپنا مطلب ہم سے نہیں کہتے ہو جو کچھ مقصد ہو ہم سے کہو میں نے عرض
کی کہ حضرت میں اپنا کیا مطلب بیان کروں، بات یہ ہے کہ تم سا بزرگ آدمی کوئی
نہ کبھی میری یاد میں یہاں آیا ہے کہ میں اس کو دیکھتا اور نہ کہیں ہم کسی سے
سنا ہے جبتک ہر روز ایک بار میں آپ کے پاس نہیں آتا ہوں تب تک میرا
جی اپنے مکان میں نہیں لگتا، آپ نے فرمایا کہ شوق سے آیا کرو اور جو کچھ تمہارا
کام ہمارے لائق ہو اکرے ہم سے کہا کرو، میں نے عرض کی کہ حضرت میرے یہاں
پشتوں سے یہی پیشہ بیدائی یعنی طبیبی کا ہوتا چلا آیا ہے اور یہی میں بھی کرتا ہوں
مطلب میرا یہ ہے کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ میں شفا دے
اور لوگوں میں بسبب اس کے نیکنام ہوں، آپ نے فرمایا کہ خیر مطلب ہم کو معلوم ہوا
اس کے لئے ایک تدبیر کرنی چاہئیے وہ یہ ہے کہ تم ہمارے مسلمان بھائیوں
کی دوا اللہ فی اللہ کیا کرو اور ہندوں میں تم کو اختیار ہے اس کی برکت سے
اللہ تعالیٰ تمہارا مطلب پورا کریگا، میں نے حضرت کا فرمانا قبول کیا کہ ایسا ہی
کیا کرونگا، پھر حضرت تو حج کو تشریف لے گئے اور میں اسی روز سے دوا

علاج لوگوں کی موافق فرمانے حضرت کے کرنے لگا میری روزی میں ترقی اور
شہرت ہونے لگی اب طرح طرح کے امراض والے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور
حضرت کی دعا سے چنگے ہو جاتے ہیں جس کا معالجہ میں کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو
شفا دیتا ہے یہ اپنا حال بیان کرکے مولوی عبداللہ صاحب سے پوچھا کہ آپ
کے اس لڑکے کو کیا عارضہ ہے' انہوں نے کہا کہ پیٹ اس کا سخت ہو رہا ہے
معلوم نہیں کیا بیماری ہے' اُس نے لڑکے کی نبض دیکھ کر پوچھا کہ مولوی صاحب تم نے
اپنے گھر میں کوئی بکری تو نہیں پالی ہے' اُنھوں نے کہا ہاں ہمارے یہاں ہے
تو یہی کہا تو بس لڑکے کی بیماری کا سبب مجھکو معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ اس
کے آگے واسطے کھانے کے جو یا گیہوں کا چوکر دیا ہوگا اور یہ بھی وہیں کھیلتا ہوگا
اس میں سے تھوڑا بہت یہ بھی کھا گیا ہے اسی کے سبب پیٹ میں اسکے یہ خلل ہے یہ
بات سن کر مولوی عبداللہ صاحب ہنسنے لگے کہ دیکھا چاہئے شاید یوں ہی ہو
اُس نے کہا یہی بات ہے اور دو گولیاں اپنے پاس سے دیں کہ ایک اس کو آج کھلانا
اور ایک کل دو تین دست آجاویں گے یہ سختی پیٹ کی جاتی رہیگی اور جو ان گولیوں
سے آرام نہ ہو تو پھر تم میرے پاس آنا' پھر مجھ سے پوچھا کہ تم اپنا حال
بیان کرو' میں نے کہا اور تو سب طرح سے فضل الٰہی ہے مگر اکثر اوقات
میرے پیٹ میں تھوڑا تھوڑا درد رہتا ہے اور کھانا جلد ہضم نہیں ہوتا اس نے
کہا کہ تم نے جا بجا کا پانی پیا ہے اسی کے سبب سے یہ خلل ہے اور کوئی بیماری
نہیں معلوم ہوتی ہے ایک تھیلی منگائی اس میں کسی دوا کی چھوٹی چھوٹی مونگ
برابر گولیاں بھری تھیں اس میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھکو دیں اور

کہا ان میں سے سات دن تک پانچ پانچ گولیاں رات کو بعد کھانے کے
کھاؤ ہر روز دو تین دست آویں گے سبز پانی کے بس تم اچھے ہو جاؤگے
اور باقی گولیاں اپنے پاس رکھنا پھر کبھی کام آ دینگی بعد اس کے مولوی محمد اللہ
صاحب کے ساتھ ان کے مکان پر آیا اُنھوں نے اپنے لڑکے کی دوا کی اور
میں نے اپنی فی الحقیقت دوسرے دن اس کے دستوں میں صاف چھوکر کھا
گیا تھا سب نکلا، تب ان کو یقین ہوا کہ وہ بید سچ کہتا تھا پھر وہ لڑکا اچھا
ہو گیا اور مجکو بھی منزے سبز پانی کے دست آئے اور میں بھی چنگا ہو گیا پھر
میں ایک روز کندی گردں کی مسجد میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا تھا مرزا کریم اللہ
بیگ صاحب سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کا حال پوچھا میں
نے بیان کیا پھر انھوں نے کہا ہم نے ایک نیا مکان بنوایا ہے اس کو چل کر
دکھیو پھر میں ان کے ساتھ گیا دیکھا تو اس میں قفل پڑا تھا، میں نے
پوچھا کیا اس میں رہتے نہیں ہو کہا ڈیڑھ برس سے یوں ہی خالی پڑا ہے، میں نے
سبب پوچھا، اُنھوں نے اول سے اُس کا حال بیان کرنا شروع کیا کہ
جب سفر حج میں سید صاحب اس شہر میں تشریف فرما ہوئے تھے کچھ دنوں
اس سے بیشتر ہمارے والد مرحوم نے یہ زمین کئی شخصوں سے خریدی تھی
دو تین چھوٹے ٹوٹے مکان بھی یہاں بنے تھے ایک دن ہمارے والد سید
صاحب کو یہاں لائے اور یہ زمین دکھائی اور عرض کی کہ میں نے یہ زمین
مول لی ہے اب اس میں مکان بنانے کا ارادہ ہے سو آپ دعا کریں آپ
اُس وقت ادھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے والد کو کچھ جواب

نہ دیا کچھ دیر میں والد نے عرض کی کہ آپ کو کھڑے کھڑے تکلیف ہوتی ہے
آپ دعا کریں، آپ نے فرمایا کہ یہاں مکان نہ بناؤ یہ جگہ صدمہ کی ہے
والد نے کہا کہ میں نے تو مول لی ہے اور قیمت بھی دے چکا ہوں، آپ نے فرمایا
کیا مضائقہ ہے ابھی چند روز توقف کرو یہ فرما کر کئی روز میں آپ تو حج کو
تشریف لے گئے پھر بعد چند روز کے والد نے مکان کی نیو ڈالی بنوانا شروع
کیا اور سید صاحب کا منع کرنا خیال میں نہ لائے پھر مکان آہستہ آہستہ بنتا
رہا چند روز کے بعد والد نے انتقال کیا کئی مہینے تعمیر موقوف رہی پھر میں نے مزدور
لگائے جب یہ مکان بن کر درست ہوا ہماری والدہ اس میں آکر رہنے لگیں
ایک مہینہ تک تو کچھ نہ خلل واقع ہوا بعد اس کے رات کو کبھی کوئی چارپائی
الٹ دیتا کبھی کوئی چارپائی سے آدمی گرا دیتا کبھی گھر کے برتن توڑتا تھا یہی
حال ہر رات کو ہونے لگا پھر ہم نے لوگوں سے جہاں تک ہو سکا دعا تعویذ
کروائے کچھ فائدہ نہ کیا بلکہ اور زیادہ خرابی ہونے لگی یہاں تک کہ اس صدمہ
سے ہماری والدہ بھی قضا کر گئیں پھر یہی فساد دن کو ہونے لگا تب ہم نے
اس مکان کا رہنا موقوف کر دیا تب سے یہ مکان مقفل ہے یہ حال سن کر
چند روز میں میں ولایت کو حضرت کے پاس چلا گیا بعد چند مہینے پھر مجھکو حضرت
نے طرف ہندوستان کے بھیجا پھر میں بنارس میں آیا سنا کہ کئی مہینے ہوئے
کریم اللہ بیگ بھی مر گئے ان کے بیٹے مرزا ابراہیم بیگ تھے اُن سے میں نے
جا کر ملاقات کی اور اُن کے باپ کی تعزیت کی اور اس مکان مقفل کا

کا حال پوچھا، اُنہوں نے کہا وہ تب ہی سے بند پڑا ہے، میں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب میں کوئی اس کی راہ نکالتا ہوں، مولوی محمد علی صاحب مرحوم رامپوری چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد حیدر علی صاحب مغفور کے ان دنوں میں رونق افزا تھے میں اُن کے پاس گیا اور یہ حال مکان کا بیان کیا کہ آپ کوئی اس کی تدبیر کریں کہ وہ رہنے کے قابل ہو اور اس بلیات کے دفع کرنے کی حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ سے آپ کو اجازت بھی ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں ہے تو سہی مگر کیا تم معلوم نہیں ہے، میں نے کہا مجکو حضرت نے اس کی اجازت نہیں دی ہے آخر ش مولوی صاحب مرحوم کو میں وہاں سے لیکر کندی گروں کی مسجد میں آیا اور وہاں بٹھا کر مرزا ابراہیم بیگ کو بلا لایا اور بھی کئی آدمی اس محلہ کے حاضر تھے پھر مرزا صاحب موصوف مولوی صاحب کو اور ہم سب کو اُسی مکان پر لے گئے اور قفل کھولا ہم سب مولوی صاحب کے ہمراہ اندر گئے مولوی صاحب نے اِدہر اُدہر اس مکان کو دیکھا اور باآواز بلند فرمایا کہ میں امیرالمومنین امام المجاہدین سید احمد صاحب کا خلیفہ ہوں اور جو کچھ کام کرتا ہوں اُنہیں کی اجازت سے کرتا ہوں جو کوئی عالم جنات سے اس مکان میں رہتے ہو اگر تم اہل اسلام اور ہمارے حضرت ممدوح کے مریدوں سے ہو یا ان کے مریدوں کے مرید ہو تو تم کو لائق ہے کہ اس مکان کے مالک کو کسی طور کی ایذا اور تکلیف نہ دو اور خوشی یا خوشی اس مکان سے چلے جاؤ ہم اپنے حضرت کا سلام تم کو پہنچاتے ہیں یہ بات تم سے اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صاحب مکان بھی انہیں کے مریدوں اور معتقدوں سے ہے اور جو تم ہمارے حضرت ممدوح سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے ہو

اس میں اہل اسلام ہو یا اور کوئی تو بھی تم کو لازم ہے کہ کسی طرح کی تکلیف صاحب
مکان کو نہ دو اور یہاں سے چلے جاؤ اور جو تم نہ مانوگے تو خطا پاؤ گے اسی طرح
تین بار فرما کر دعائے خیر کی اور مرزا ابراہیم بیگ سے کہا کہ اب اس مکان میں چند روز
کسی کو رکھ دو تا کہ حال اس کا معلوم ہو جاوے ابھی آٹھ دس روز ہم بھی اس شہر
میں ہیں ہم کو بھی اس کا حال معلوم ہو پھر مولوی صاحب وہاں سے اپنے مقام پر گئے
اور مرزا ممدوح نے اس میں کسی کو بسا دیا وہ اچھی طرح سے رہنے لگا جب مرزا صاحب
کو یقین ہو گیا کہ اب اس میں کچھ خطرہ نہیں ہے تب اس کو نکال کر اپنے اہل و عیال اس
میں لائے پھر عنایت الٰہی سے کسی طور کا خلل اس مکان میں واقع نہ ہوا تیسے کئی بار
بنارس جانے کا مجھکو اتفاق ہوا اور اس مکان کا حال دریافت کیا سب طرح کی خیر تھی
بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ نے بنارس سے چلنے کی تیاری کی چار ناویں کرایہ پر مقرر
کر کے لوگوں کے لئے لیں اور ایک منزل بجرا اپنے واسطے لیا اور سب کو سوار کر کے
کوچ کیا اس روز کچھ دن رہے قصبہ زمانیہ کے کنارے ناویں لگیں اور اس دن دسویں
تاریخ محرم کی تھی لوگ تعزیوں کو گاڑ کر لوٹ چکے تھے کنارے دریا کے ریتی کا
صاف برابر میدان تھا اور قافلہ میں لڑکے بہت تھے سو وہ بعد نماز مغرب کے اس ریتی
میں کبڈی کھیلنے لگے ان کو دیکھ کر اکثر نوجوان بھی راغب ہوئے اور اس کی اجازت حضرت
علیہ الرحمۃ سے چاہی آپ نے فرمایا کہ مشاقی کرنی تو بہتر ہے خصوصاً مجاہدین کے لئے کفار کے
مقابلہ کی نیت سے پھر اکثر لوگ مستعد ہوئے اور آدھے ایک طرف ہو گئے اور آدھے دوسری
طرف اور کھیلنے لگے اس وقت اس بستی کے چند لوگ حضرت کے پاس حاضر تھے ان میں
سے کسی نے ذکر کیا کہ یہاں بستی کے باہر جنگل میں کئی سال سے ایک مجذوب برہنہ مادر زاد

رہتے ہیں اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے اور جو جاتا ہے اس کو اینٹ پتھر
مارتے ہیں یہ سُن کر سید صاحب نے فرمایا کہ ہم ان کی ملاقات کو جاوینگے
اور بیس پچیس آدمیوں سے آپ پیادہ تشریف لے چلے سو آپ کے ہمراہ ہیں
گیا مگر حضرت سید عبد الرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت کے خواہر زادے
گئے پھر جب وہاں سے آئے تب انھوں نے وہاں کا حال بیان کیا کہ ہم
سب حضرت کے ہمراہ گئے پھر جب کوئی بیس قدم کا فاصلہ رہا تب حضرت نے
ہم سب کو ہاتھوں سے اشارہ کیا پھر ہم سب وہیں ٹھہر گئے اور وہاں جابجا
جھاڑیاں بھی تھیں اور برابر زمین بھی تھی پھر آپ وہاں سے اکیلے آگے بڑھے چند
قدم آگے گئے ہونگے کہ وہ مجذوب صاحب آپ ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے
اور باواز بلند کمال خوش الحانی سے دیوان حافظ کی غزل کا یہ مطلع پڑھا
تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب ؛ کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب ؛ اور
آگے بڑھ کر سید صاحب سے بڑے تپاک سے دیر تک کیا اور اُسی میدان
میں ایک طرف دوزانو بیٹھ گئے اور کچھ فرق سے اُسی طرح سید صاحب
بیٹھ گئے پھر انہوں نے اُسی خوش الحانی سے وہ غزل تمام کی' پھر سید صاحب
سے پوچھا کہ ارادہ آپ کا کدھر جانے کا ہے سید صاحب نے کہا حرمین شریفین
کا' انہوں نے پوچھا کہ بیت المقدس اور کربلائے معلی اور بغداد شریف کا بھی
ارادہ ہے' آپ نے کہا کہ مجکو ایک اور کار ضروری درپیش ہے سو بعد ادائے
حج کے اس کی تدبیر کرنی ہے اس لئے اور کہیں کا ارادہ نہیں ہے بعد اس کے پھر

انہوں نے دوسری غزل اُسی دیوان کی اسی الحان سے پڑھنی شروع کی اور
تمام کرکے پھر کچھ دو چار کلام حضرت سے کئے بعد اس کے تیسری غزل اسی
دیوان کی پڑھی اور پھر حضرت سے کچھ باتیں کرنے لگے اسی طور پر پڑھ کر خدا جانے
کتنی غزلیں دیوان حافظ کی اُنھوں نے پڑھیں مگر ان میں کی کوئی بیت مجکو
یاد نہیں رہی اور میں ایک جھاڑی کی آڑ سے ان بزرگ کو دیکھتا تھا کہ وہ
اس وقت گھٹنوں تک تہبند باندھے تھے اور گورے خوبصورت تھے اور بڑی
بھاری گول داڑھی سپید تھی اور حضرت ان کے پاس پانچ چھ گھڑی ٹھہرے
پھر ہم سب کو لے کر وہاں سے ادھر آئے اور مجھ سے فرماتے تھے کہ وہ مجذوب
اچھے شخص ہیں انتہیٰ اور دو شب حضرت زمانیہ میں ٹھہرے مگر یہ یاد نہیں کہ وہاں
کسی نے ضیافت کی یا نہیں اور ایک رستم علی خاں نام حضرت کے وہاں آشنا
رہتے تھے مگر ان دنوں وہ بلدہ ٹونک میں نواب امیر الدولہ بہادر مرحوم کی
ملازمت میں حاضر تھے وہاں اُن کا ایک بیٹا تھا نام اسکا یاد نہیں وہ حضرت کو
اپنے مکان پر لے گیا اور وہاں بہت پٹھانوں نے حضرت سے بیعت کی پھر
تیسرے روز نادیں وہاں سے روانہ ہوئیں اور غازی پور گھاٹ پر قریب ایک
مسجد کے ٹھہریں اور وہاں آپ نے کئی مقام کئے اور کئی جگہ ضیافت ہوئی
ان میں سے ایک تو شاہ منصور عالم کے یہاں اور ایک منشی غلام ضامن کے یہاں
اور ایک قاضی محمد حسن کے یہاں اور ان سب نے اپنے اہل وعیال سمیت حضرت
کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے لئے حضرت سے دعا کروائی اور وہاں ایک بزرگ زادے

کسی گاؤں کے مستاجر بڑے مالدار اور امیر کبیر تھے ایک روز انھوں نے بھی دعوت
کی مگر شرف بیعت سے مشرف نہ ہوئے اور وہ بڑے بدعتیوں میں تھے مگر حضرت علیہ الرحمۃ
اُنھوں نے بیاہ شادی کے رسوم کی بابت میں بہت سی گفتگو بھی کی کہ سہرا کنگنا
باندھنا ناچ کروانا باجے بجوانا گیت گوانا آتشبازی چھوڑنا اور جو کچھ مزخرفات
بیہودہ ہیں اُن کے کرنے میں کچھ برائی نہیں ہے بڑے بڑے نامی بزرگ اپنے بیاہ
بیاہ شادی میں کرتے ہیں حضرت نے فرمایا یہ سب باتیں گناہ کی ہیں اور ان
کو چاہیئے کہ اچھا نہ جانے اگرچہ اپنے نفس کی شامت سے کوئی ان بلاؤں میں
مبتلا ہو گناہ کے کام کو گناہ جان کر کرنا فسق ہے اور بہتر جان کر کرنا کفر ہے تم
کو لازم ہے کہ ایسے عقیدہ سے توبہ کرو اور اپنے دل میں پشیمان ہو اُنھوں نے ایک
نہ مانی اپنی ہی بات پر اڑے رہے حضرت نے فرمایا کہ مجھکو خوف معلوم ہوتا ہے
کہ اس امر میں تم پر کہیں غضب الٰہی نہ نازل ہو پھر آپنے ان سے کلام نہ کیا تکملہ
اس حال کا یہ ہے کہ جب بعد کئی سال کے میرا اتفاق غازی پور میں جانے کا ہوا
اور شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر اترا انھیں روزوں ان پیرزادے صاحب
کی بیٹی کا بیاہ ہوا مولوی رحیم اللہ صاحب کے بیٹے کے ساتھ موضع جو کیا میں
غازی پور سے چار کوس تھا وہ حضرت علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور ان کا بیٹا
عبد الرحمن بھی جس کا بیاہ تھا اور شیخ فرزند علی صاحب ان کے بڑے بزرگ
اور گویا مربی تھے ایک روز شیخ صاحب نے مولوی رحیم اللہ صاحب کو اپنا آدمی

بھیج کر بلوایا اور بطور نصیحت کے فرمایا کہ عبدالرحمن کے بیاہ میں کچھ خلاف
شرع کام نہ کرنا میں نے بھی سید احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور تو نے
بھی والا مارے لاٹھیوں کے ہاتھ پیر تیرے توڑ ڈالوں گا اُنھوں نے کہا کہ
پیر مرشد میں تمہارا فرمانبردار ہوں اور میرا بیٹا بھی میں کب راضی ہوں کہ مال کا
مال خرچ کروں اور خدا اور رسول کا مخالف بنوں مجھہ سے کچھ کام نہیں تم آپ
عبدالرحمن کا بیاہ جس طرح چاہو کرو اور اس امر میں جو کچھ کہنا ہو دولھن کے
باپ سے کہو اور اس کو سمجھاؤ شیخ صاحب نے کہا سبحان اللہ وہ باعقول ہمارے
سید صاحب کے سمجھانے سے تو سمجھا ہی نہیں مجھہ سے کب سمجھیگا' اُنھوں نے کہا کہ پھر
میں اس امر میں ناچار ہوں' پھر مولوی رحیم اللہ صاحب اپنے مکان کو گئے آخرالامر
کچھہ بن نہ پڑا جو کچھ دولھن کے باپ نے کہا وہی اُنھوں نے مانا کئی ہزار روپے کی
تو آتشبازی مول لی اور خرافات واہیات کا تو کیا ذکر غازی پور کے باہر کوس
بھر سے دولھن کے دروازے تک دور ویہ آتش بازی کھڑی کی اور جس دن برات
آنے والی تھی اُس روز بعد نماز ظہر کے شیخ فرزند علی صاحب کے پاس بیٹھا تھا
اُنھوں نے مجھہ سے ان پیرزادے صاحب کا نام لیکر کہا کہ آج ان کے یہاں تمام
کو برات آوے گی سو چلو تو اس وقت ہم بھی دو گھڑی ان کے دروازے پر
بیٹھ کر چلے آویں' میں نے کہا شیخ صاحب وہاں جانا مناسب نہیں اس لئے تمام
کہ تمام بدعات خرافات کا کارخانہ وہاں آج ہوگا اُنھوں نے کہا کہ ہے
تو یہی بات جو تم کہتے ہو مگر نہ جاویں تو وہ اپنے دل میں ناخوش ہونگے

اس سے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آویں گے پھر رات کو نہ جاویں گے پھر وہ اسی وقت تیار ہوئے اور اپنے ساتھ مجکو بھی لے گئے اور ایک خیمہ میں جاکر بیٹھے ان پیرزادے صاحب نے بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ پان کھلایا عطر لگایا پھر وہاں سے اپنے دروازے پر لے گئے دروازے پر چھپر کا سائبان پڑا تھا اور اس کے پاس تک آتشبازی کھڑی تھی، میں نے چھپر کی طرف اشارہ کر کے شیخ صاحب موصوف سے کہا کہ یہاں آتشبازی کھڑی ہے ایسا نہ ہو کہ چھپر جل جاوے اُنھوں نے یہی حال پیرزادے صاحب سے کہا، اُنھوں نے کہا پیر و مرشد آپ سچ فرماتے ہیں مگر میں اس چھپر کو ابھی اتروا ڈالوں گا، پھر شیخ صاحب وہاں سے اپنے مکان پر آئے پھر یہ نہیں معلوم کہ انھوں نے وہ چھپر اتروایا یا نہیں اور جس گلی میں اُن کا مکان تھا ایسی تنگ تھی کہ ایک گاڑی جاتی ہو یا نہ جاتی ہو اور ان کے مکان کے قریب ہی تھوڑی دور پر گنگا بہتی تھی القصہ بعد نماز عشا کے بڑی دھوم دھام سے برات آئی ہاتھی گھوڑے گاڑی جھکڑے بینس ہوادار اور ہزاروں آدمیوں کی جمعیت تھی یہ نہیں معلوم کہ اپنی جگہ پر برات بیٹھی یا نہیں اور آتشبازی چھوٹنی شروع ہوئی اور اس گلی میں جا بجا مزدور ٹوکروں میں لئے کھڑے تھے اور آدمی کثرت سے بیٹھے ہوئے تھے اس عرصہ میں ایک مزدور کے ٹوکرے میں آگ لگ گئی اُس نے اپنے سر سے ٹوکرا پھینکدیا اوروں کے ٹوکروں میں آگ لگ گئی اور کسی طرف لوگوں کو بھاگنے کا رستہ نہیں اور تمام گلی میں آگ ہی آگ ہو گئی اور ایک شور و غوغا قیامت کا سا برپا ہوا قصہ کوتاہ دو سو آدمی تو جل کر مر گئے اور نیم سوختہ لوگوں کا شمار

نہ تھا اور خدا جانے کتنے آدمی گنگا میں جا کر گر پڑے اور ڈوب مرے تمام کارخانہ
اور سامان برات کا درہم برہم ہو گیا ہزاروں روپے کا مال جلنے کے سوا لٹ گیا
اور اس طور کی لے دے پڑی کہ نہ مجھکو تیری خبر اور نہ تجھکو میری اور جو دولھن کے باپ
نے براتیوں کے لئے صدہا من طرح طرح کا کھانا پکایا تھا ضائع ہوا کسی نہ کھایا
اگلے دن کچھ دن چڑھے دولھا کا نکاح ہوا اُسی وقت دولھن کو بہلیس میں سوار
کر کے چند آدمیوں سے وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا اب کوئی شخص مارے خوف کے
وہاں کا حال دریافت کرنے کہیں جاتا کہ مبادا گرفتار ہو جاویں اور اس نقصان کے
علاوہ سرکار انگریزی میں ہزار ہا روپیہ دولھن کے باپ کا صرف ہوا تب سمجھا چھوٹا
حضرت علیہ الرحمۃ کے منع کرنے اور اُن کے نہ ماننے کا یہ انجام ہوا پھر جب میں
اس کے بعد دوسرا کر غازی پور گیا تب وہاں لوگوں سے سنا کہ اب کی سال ان
پیرزادے صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر جو حضرت علیہ الرحمۃ کے
خلیفہ ہیں بیعت کی اور اُن کے سامنے درمیان مجلس کے مقر ہوئے کہ میں خطایر
تھا اور سید صاحب حق فرماتے تھے اور جو کچھ حادثہ میرے یہاں بیاہ میں پیش
آیا اسی کا عوض تھا انتہی **حکایت** غازی پور میں مرزا غلام محی الدین بیگ
کشمیری شیخ فرزند علی صاحب کے نوکر تھے ایک روپیہ روز پاتے تھے اور دسترخوان
پر کھانا کھاتے تھے اور اُن روزوں شیخ فرزند علی صاحب غازی پور میں
نہ تھے اپنے کسی علاقہ ستاجری پر تھے اور اُن کے تمام کاروبار کے
مختار وہی مرزا صاحب تھے پھر اُنھوں نے بھی حضرت علیہ الرحمۃ سے بیعت

کی اور اپنا حال عرض کیا کہ میرے یہاں آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ
سو آپ میرے لئے دعا کریں، آپ نے دعا بھی کی اور ایک روپیہ برکت کا
بھی دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے بہت خیر و برکت کرے گا پھر
مرزا صاحب نے اپنے سالے مرزا ابراہیم بیگ کا ہاتھ حضرت علیہ الرحمۃ کے
ہاتھ میں پکڑا دیا کہ انہیں بھی آپ بیت اللہ شریف کو لیجاویں، آپ نے ان کو
مولوی محمد یوسف صاحب کے سپرد کیا کہ ان کو اپنے ساتھ رکھو تکملہ اس
کا یہ ہے کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ حج کر کے پھر غازی پور میں آئے اس
وقت مرزا غلام محی الدین بیگ وکیل کمپنی تھے اور ہزاروں روپے کا امیرانہ
ٹھاٹھ اور ہزاروں روپے کی آمد تھی اور شیخ فرزند علی صاحب کی نوکری
اُنہوں نے موقوف کی مگر شیخ صاحب نے اپنی سرکار سے ان کے بیس روپے تو
موقوف کئے اور دس روپے جاری رکھے مرزا صاحب موصوف نے کئی بار
عذر بھی کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں مجکو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے مگر
شیخ صاحب نے وہ دس روپے موقوف نہ کئے اور مرزا صاحب کہتے تھے
کہ یہ سب ترقی اور عروج میرا حضرت ہی کی دعا کی برکت سے ہے انتہیٰ،
حکایت شیخ فرزند علی صاحب کا ایک مرغ باز تھا اور اُس کے بیٹے کو مرگی آتی
تھی کئی بار وہ گنگا میں گر پڑا پھر لوگوں نے نکالا ایک روز اس لڑکے کو حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس لایا اور اس کی بیماری کا حال بیان کیا آپ نے اُس لڑکے کو اپنے پاس بٹھا کر

اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کے باپ سے پوچھا کہ اس کو کتنے دنوں سے یہ عارضہ
ہے اس نے کہا کچھ کم چار برس سے' آپ نے فرمایا کہ ایک سبز مکھی کو پیس کر دو تین
بار اس کی ناک میں ڈال دو بطور ناس کے انشاء اللہ تعالیٰ عارضہ جاتا رہیگا اور
اس کی ہم دعا بھی کسی وقت کرینگے سبز مکھی کا اس کو ناس دیا دو یا تین بار بالکل
اس کی مرگی جاتی رہی **حکایت** حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے غازی پور میں
کئی مقام کر کے وہاں سے کوچ فرمایا ایک بستی پٹھانوں کی بارہی اس کے گھاٹ پر
ناویں جا لگیں دن زیادہ تھا' آپ نے آگے چلنے کا ارادہ کیا وہاں کے لوگوں نے
آپ کو ٹھہرالیا آگے نہ جانے دیا پھر آپ وہاں اترے اور وہ گاؤں شیخ فرزند علی
صاحب نے نیلام میں لیا تھا ان کا بیٹا محمد امیر بھی وہیں تھا پھر اس نے اور وہاں
کے اکثر شرفا اور غربا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں ایک شیخ علی جان
اور سردار خاں تھے ان کو آپ نے اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا اور اُن
سب نے مل کر آپ کی ضیافت کی اگلے روز ناویں وہاں سے روانہ ہوئیں'
موضع بلیا میں آدھا گاؤں وہ شیخ صاحب ممدوح نے نیلام میں لیا تھا
وہاں بھی بہت لوگ شرفا اور غربا آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اگلے
روز وہاں سے ناویں روانہ ہوئیں بکسر کے کنارے گئیں دن بہت تھا وہاں کے
قاضی صاحب نے نام ان کا یاد نہیں حضرت کو ٹھہرانے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا کہ
رہنے میں حرج ہوگی اور ابھی دن کئی کوس جانے کا ہے اگر اتنی اتنی دور پر اترنا
کریں تو اب کی سال بیت اللہ شریف تک پہنچنا دشوار ہو اور آپ کو منظور ہے
بیعت ہو نی سو اس کے لئے دو چار گھڑی ہم ٹھہر جاوینگے پھر اپنا بجرا آپ نے

ٹھہرا دیا اور کشتیوں کو روانہ کیا اور فرمایا کہ پیچھے سے ہم بھی انشاءاللہ تعالیٰ آتے ہیں
اور وہ قاضی صاحب پٹے سر پر ڈاڑھی منڈائے دھوتی گھٹنوں تک باندھے بعینہ
ہندو سے معلوم ہوتے تھے اور وہ قاضی صاحب کیا سب مسلمان وہاں کے یوں ہی
تھے قاضی صاحب تعزیہ بھی بناتے تھے امام باڑہ اور چبوترہ بھی اُن کے یہاں
تھا اور بھی بہت مسلمان بستی میں تعزیہ دار تھے پھر قاضی صاحب نے بیعت کی
آپ نے ایک روپیہ برکت کا ان کو دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور فرمایا کہ امام باڑہ اور
چبوترہ توڑ کر واسطے نماز کے مسجد بنانا پھر اور بستی کے شرفا حاضر ہوئے اور انگریزی
ٹپالس کے مسلمانوں نے آکر بیعت کی اور جلد کھانا پکوا کر حضرت کے لوگوں کو کھلایا
اور وہاں سے آگے نادیں بھی ٹھہر گئیں پس ایک دیگ پلاؤ گاڑی پر لدوا کر ان پہنچایا
پھر کچھ دیر کے بعد حضرت بھی تشریف لائے پھر اگلے روز وہاں سے نادیں روانہ ہوئیں
جب ان چھپرے میں ٹھہریں بہت شرفا حاضر ہوئے آپ کے لینے کو آئے ان میں فرحت علی نام
ایک شخص بڑے دیندار اور پرہیزگاروں میں تھے وہ سب مل کر حضرت
کو گھاٹ پر سے شہر میں لے گئے اور وہاں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع
کی بعد فراغ بیعت کے فرحت علی حضرت کو اپنے مکان پر لائے اور اپنے اہل
وعیال کو مرید کروایا اور حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ اس شہر میں تین چار
کسبیں بڑی نامی اور مالدار ہیں ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے میں ان کے
درپے ہوں کہ کسی طور وہ اپنے پیشہ ناپاک سے توبہ کریں اور راہ راست

شریعت پر آجاویں اور کسی نیکبخت پرہیزگار مرد سے نکاح کریں مگر قابو میں
نہیں آتی ہیں اور سو طرح کے عذر و حیلے لاتی ہیں بڑے بڑے دنیادار مالی
مرحوم خوار پیرزادوں نے ان کو بہکا رکھا ہے سال بھر میں کئی بار آتے ہیں اور
ان کی دعوتیں اور ضیافتیں کھاتے ہیں اور صدہا روپے نذرانہ لیجاتے ہیں نہ
کسی گناہ و خطا پر ان کو ٹوکتے نہ حرامکاری و زنا سے ان کو روکتے ہیں کہ
اس پیشہ میں کون سی برائی ہے یہ تو سنت کی کمائی ہے تمہارا تو یہی پیشہ ہے
غیروں کے واسطے البتہ حرام ہے ایسی ایسی باتیں اپنے مطلب کی اُن سے سُن کر حق
جانتی ہیں ہماری وعظ و نصیحت کو اپنی طبیعت کے خلاف جان کر ایک نہیں مانتی
ہیں سو میرا مقصد یہ ہے کہ آپ اس امر میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست پر لائے
اور ہدایت عطا فرما وے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بہتر بات کہتے ہو انشاء اللہ
تعالیٰ ہم کسی وقت دعا کرینگے اور قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے یہ فرما کر آپ
وہاں سے اپنے بجرے پر آئے اور نماز مغرب پڑھی پھر کچھ رات گئے بعد نماز عشاء کے
شہر کی طرف کئی لالٹینیں روشن نظر آنے لگیں اس عرصہ میں فرحت علی نے آکر حضرت
کو اطلاع کی کہ وہی تینوں چاروں کسبیں آپ سے بیعت کرنے کو آتی ہیں اور کچھ نذرانہ
بھی آپ کے لئے لاتی ہیں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا آنے دو جب آویں تو ان کو
سمجھانا جب وہ قریب آئیں تب بجرے سے لوگ اُتر گئے تین چار صاحب بیٹھے رہے
ان میں ایک مولوی وحید الدین پھلت والے تھے اور ایک ان کے بڑے بھائی حافظ
قطب الدین صاحب مرحوم، پھر انھوں نے ان کو اسی بجرے پر بلا لیا وہ

آکر بیٹھیں، پھر اندر سے حضرت علیہ الرحمۃ بھی وہیں تشریف لائے اُنھوں نے
آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو سلام کا جواب دیا پھر وہ ایک پیتل کی
تھالی میں جو روپے لائی تھیں تخمیناً معلوم ہوتے تھے کہ چار سو یا پانسو ہونگے
اور چند تھان بیش قیمت سوتی اور ریشمی آپ کے سامنے دھرے اور عرض کی
کہ یہ آپ کا نذرانہ ہے اور آپ ہم کو مرید کریں، آپ نے فرمایا کہ یہ نذر تمہاری
ہم نہ لینگے اور بیعت اگر چاہو تو کرو مگر اس کی شروط کے موافق والا ہم بیعت
نہ لینگے وہ تینوں چاروں آپس میں ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہنے لگیں کہ نذر شاید
کم سمجھ کر آپ نہیں لیتے ہیں، پھر انھوں نے مل کر عرض کی کہ آپ ہم کو مرید کرلیں ہم
اور بھی آپ کو زیادہ نذر دیویں گے، حضرت نے مولوی وحید الدین صاحب سے
فرمایا کہ تم ان کو سمجھا دو، پھر مولوی صاحب نے اُن سے فرمایا کہ یہ نذر تمہاری
حرام پیشہ کی کمائی سے ہے اس لئے سید صاحب لینے میں انکار کرتے ہیں اور ہرگز
نہ لینگے اس میں تم دلگیر اور ناخوش نہ ہو اور جو بیعت کرنی چاہتی ہو تو حال اس
کا یہ ہے کہ اگر تم کو اپنا یہ پیشہ جو کرتی ہو چھوڑ دینا منظور ہو تو آپ کے ہاتھ
پر بیعت کرلو والا یہ بھی کچھ ضرور نہیں اپنے گھر چلی جاؤ، یہ گفتگو سُن کر اُنہوں
نے کہا مولوی صاحب آپ یہ کیا فرماتے ہیں، بڑے بڑے نامی پیر زادے ہمارے
مکان پر تشریف لاتے ہیں اور دعوتیں کھاتے اور نذریں لیجاتے ہیں اور جو کچھ
تم کہتے ہو کہ تمہارا مال حرام پیشے کا ہے یہ تو آج تک ہم سے کسی نے نہ کہا اور ہم
بڑی تمنا تھی کہ ایسے پیر زادے نامی آئے ہیں کہ جن سے لاکھوں آدمیوں کو فائدہ
ہوا ہم کو بھی ہوگا مگر اس وقت سے ہماری اُمید منقطع ہوئی اسی طور کی باتیں

کرکے وہ چلی گئیں، پھر فرحت علی نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ مجکو بڑی امید تھی کہ یہ کسبیں آج آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی ہیں کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت ان کو فائدہ ہوجاویگا سو معلوم ہوا کہ اب اسی طرح یہ ہدایت سے بے نصیب رہینگی، آپ نے فرمایا کہ بھائی فرحت علی ہدایت خدا کے اختیار میں ہے جس کے ہاتھ چاہے کروادے ہم تم کو خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ بناویں گے اور ہم تو تخم بوئے جاتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے جانے کے بعد یہ سب تمہارے ہاتھ پر توبہ کرکے نیکی مسلمان دیندار اور پرہیزگار بن جاوینگی اور بعد توبہ کے اگر تم سے اپنے مال واسباب کا حکم پوچھیں کہ اب ہم اس کو کیا کریں اور کس خرچ میں لاویں سو تم سوا اس کے اور کچھ نہ کہنا کہ مال تمہارا حرام اور خبیث ہے تم جانو تمہارا مال جانے ہم نہیں جانتے تمہاری رہائی اسی میں ہے، پھر فرحت علی نے عرض کی خیر اُن کے لئے تو آپ نے یہ فرمایا اب میرے لئے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری روزی بابرکت کرے اور بے ریا اور بے اپنی رضامندی کے کام مجھ سے لے، پھر آپنے برکت کا ایک روپیہ ان کو دیا اور دعا کی اور کرتہ اور ٹوپی دے کر ان کو اپنا خلیفہ کیا اور وہاں کے اپنے مریدوں سے کہہ دیا کہ ان کو میری جگہ سمجھنا اور جو دین یا دنیا کا کام ہو ان سے پوچھ کر کرنا تکملہ اس کا یہ ہے کہ جب میں پہلی بار ولایت افغانستان سے حضرت علیہ الرحمۃ کا بھیجا ہوا دانا پور میں آیا اور وہاں شیخ علی جان کشتیبانوں کے چودھری اور صدرالدین بوچیڑ سے ملاقات ہوئی اور یہ دونوں حضرت کے بڑے مخلص صادق اور معتقد بے ریا

تھے اُنھوں نے کہا کہ جب سید صاحب اس سال جیران چھپرے ادہر ہوتے
ہوئے حج کو تشریف لے گئے شاید کہ کلکتہ تک پہونچے ہونگے یہاں ان تینوں
چاروں کسبیوں کی طبیعت میں بےچینی اور بیقراری پیدا ہوئی اور افسوس
کرنے لگیں کہ نہایت ہماری شامت اعمال اور بے نصیبی کمال تھی کہ جو ہم نے
سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اب کہاں ہم اور کہاں سید صاحب۔
پھر آخرالامر اُنھوں نے فرحت علی کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے پیشہ حرام کو چھوڑ
دیا اور فرحت علی سے مال واسباب وغیرہ کا حکم پوچھا اُنہوں نے وہی جواب
حضرت علیہ الرحمۃ کا دیا کہ مال تمہارا خبیث اور حرام ہے اسکے سوا اور ہم
نہیں جانتے' پھر انھوں نے اپنے چھوکروں سے کہا یہ مال واسباب ہمارے کام
کا نہیں تم جاؤ سو کرو اور فرحت علی سے اپنے نکاح کرنے کے لئے پوچھا کہ جس
کے ساتھ آپ فرماویں ہم اپنا نکاح کرلیں' اُنھوں نے کہا کہ اس بات کو تم
آپ خوب جانتے ہو جس کو پسند کرو اس کے ساتھ کرلو' انہوں نے کہا کہ تم
یہ بات ٹھیک کہتے ہو مگر اب ہماری پسند نہ چاہئے تم جس کو دیندار اور پرہیزگار
جانو اس کے ساتھ نکاح ہمارا کردو یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوئے بتیا کی
طرف کے کئی آدمی بڑے نیکبخت صالح اور زمیندار تھے ان سے ان کا نکاح
کر دیا بعد نکاح کے چند روز تو وہ جیران چھپرے میں رہے پھر ان کو بڑی
عزت اور حرمت سے اپنے وطن کو لے گئے اور اب وہ وہاں بہت خوش وخطوظ
ہیں اور جو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرحت علی کے واسطے دعا کی تھی اس کی
خیر و برکت کا ظہور یہ ہوا کہ وہ فرحت علی بعد رخصت ہونے حضرت علیہ الرحمۃ

کے ایسے الٰہی اور با خدا آدمی ہو گئے کہ جو کوئی دیندار و پرہیزگار واسطے کسی حاجت
ضروری کے ان سے سائل ہوتا ہے تو حتی الامکان اس کو محروم نہیں رکھتے اگر اپنے
پاس سے ہو سکتا ہے تو اس کو دیتے ہیں ورالا شہر کے امرا اور اغنیا سے للہ فی اللہ
کوشش کر کے حاجت اس کی پوری کرتے ہیں اور جو یہاں بھی خاطر خواہ مطلب
نہیں نکلتا تو اس کے لئے بنارس اور الٰہ آباد ملکہ اکبرآباد اور شاہجہاں آباد تک جاتے
ہیں اور ان کے لئے جو کچھ ملتا ہے لاتے ہیں اور ان کو دے کر رخصت کرتے ہیں اور
حضرت کے پیچھے حج بھی کر آئے ہیں اور صدہا آدمی اُن کی ذات سے شرک و بدعت
چھوڑ کر پکے موحد بن گئے انتہیٰ پھر اگلے روز حیران چھپرے سے ناویں روانہ ہوئیں
داناپور کے گھاٹ پر جا لگیں شیخ علی جان جو جلاہوں کے چودھری تھے حضرت
علیہ الرحمۃ کو بجرے سے اتار کر اپنے مکان پر لے گئے اور وہ بڑے خوشحال اور
صاحب مال تھے اور صورت ان کی یہ تھی کہ ہندوں کی طرح دھوتی باندھے سر
پر چٹیا داڑھی منڈی ہوئی کمر تک ایک مرزائی پہنے ہوئے مگر پردہ میرزائی
کا بائیں طرف تھا فقط اس سبب سے لوگ جانتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں سوا اس کے
اور کوئی نشان مسلمانی کا بظاہر ان میں نہ تھا اور علی جان کیا سب شرفا اور
غربا اسی ہیئت سے تھے، پھر انھوں نے سب قافلہ کی دعوت کی اور پلاؤ پکوایا
اور حضرت نے خود فرمایا تھا کہ ایک ہی کھانا پکوانا کہ کھلانے میں آسانی ہو بعد
کھلانے کھانا کے حضرت کو اپنے زنانے مکان میں لے گئے وہاں عورتوں اور لڑکوں
بالوں کو مرید کروایا پھر اور جو ان کے برادری کے خویش و اقربا تھے ان کو مرید
کروایا اور اُن کے گھروں میں لے جا کر ان کے اہل و عیال کو مرید کروایا جب ان

سے فارغ ہوئے تب حضرت سے عرض کی کہ حضرت میری گستاخی اور بے ادبی
میری معاف ہو بات صاف صاف میرے دل کی یہ ہے کہ یہاں میرے مکان
پر پیرزادے بہت آئے ہیں اور بہتیروں کے ہاتھ پر میں نے بیعت کی مگر جیسا
تھا ویسا ہی رہا کچھ میرا حال نہ بدلا اگر اسی صورت سے آپ کی بھی بیعت کا حال
ہے تو بیعت کرنی کچھ ضرور نہیں کئی بار کر چکا ہوں اور جو میرا حال مبدل ہو جائے
تو آپ مجھ سے بیعت لیں، آپ نے فرمایا شیخ بھائی حال بدل دینا تو اللہ تعالیٰ
کے قبضہ قدرت میں ہے مگر تم بسم اللہ کر کے بیعت کر لو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک
سے ہم کو اُمید تو یہی ہے کہ حال تمہارا ایسا تبدیل ہو جاویگا کہ تم جانوگے اور
دیکھنے والے تم کو دیکھ کر کہینگے کہ یہ شیخ علی جان وہی ہیں یا اور، یہ بات
سن کر اُنھوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ سے دعا چاہی
آپ نے دعا کی پھر اُنھوں نے کچھ روپے نذر کئے یاد نہیں کس قدر تھے، مگر یہ
یاد ہے کہ چھ سات کرسیاں حضرت کی نذر کو وہ لائے ان میں دو بہت بیش
قیمت تھیں ان پر کھارو ے کا غلاف چڑھا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہم تو مسافر
ہیں ہم ان کرسیوں کو کیا کریں اور کہاں اپنے ساتھ لادے پھریں یہ تمہارے
ہی کام کی ہیں تم ہی رکھو، اُنھوں نے کئی بار بتکرار عرض کی کہ آپ
قبول کریں، آخر الامر ان دونوں بیش قیمت کرسیوں میں سے آپ نے
ایک کرسی اُن کی خاطر سے لی باقی وہ اپنے مکان پر لے گئے اور
علی جان کے مکان کے قریب ان کا ایک تعزیہ رکھنے کا چبوترا اور

امام باڑہ تھا لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی آپ نے علی جان سے فرمایا کہ
اس چبوترہ کو کھود کر یہاں مسجد بنادو کہ محلہ کے لوگ اس میں نماز پڑھا
کریں اور امام باڑہ رہنے دو مہمانوں مسافروں کے رہنے کے کام آویگا شیخ
علی جان نے اُسی وقت وہ چبوترہ کھود ڈالا اور عرض کی کہ حضرت اپنے ہی
دست مبارک سے مسجد کی نیو ڈالیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نمازیوں
سے آباد رکھے، پھر آپ نے مسجد کی نیو ڈالی اور پلاؤ پکوا کر تمام قافلہ کی
دعوت کی اور جو کچھ علی جان کی بابت مذکور ہو چکی ہے ویسی ہی صدرالدین
کی تھی، پھر انھوں نے پہلے اپنے اہل وعیال عزیز واقربا کو مرید کروایا پھر ایک
ان کا احاطہ تھا جہاں اُن کے جانور ذبح ہوتے تھے اُس میں فرش بچھوایا
اور حضرت کو لیجا کر بٹھایا اور وہیں بیعت کی اور ایک پانچ چھ برس کا لڑکا،
عبدالرحیم نامی اُن کے پاس تھا عرض کی کہ میرے تو کوئی لڑکا بالا نہیں یہ
میرا بھتیجا ہے اور یتیم ہے، حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ
بھائی صدرالدین تم للہ فی اللہ اس اپنے بھتیجے کو بجائے بیٹے کے پرورش کرو
انشاءاللہ تعالیٰ دنیا میں بجائے بیٹے کے ہی تمہارے کام آویگا پھر آپ نے
صدرالدین کے لئے اور جہاں بیٹھے تھے اُس مکان کے لئے دعا کرنے لگے کہ
الٰہی تو اپنے فضل وکرم سے ان کو خوش وخورم رکھ اور شرک وبدعت سے اُن کو
بچا اور توحید وسنت پر ان کو ثابت قدم کر اور اس زمین کو سرسبز اور
آباد کر کہ یہاں مہمان ومسافر اُترا کریں اور یہ للہ فی اللہ ان کی خدمت

کیا کریں اور دنیا اور آخرت میں ان کو ساتھ حسرت کے رکھے تکملہ اس کے
حال کا یہ ہے کہ جب میں کئی سال کے ولایت افغانستان سے حضرت علیہ الرحمہ کا
بھیجا ہوا پہلی بار داناپور میں آیا اور شیخ علی جان صاحب کی مسجد میں اترا وہ بھی
وہیں تھے اور میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب سلام کا دیا اور مجھ سے
معانقہ اور مصافحہ کیا اور میں نے ہرگز ان کو نہ پہچانا کہ یہ شیخ علی جان ہیں اس لئے
کہ اول جب میں نے سفر حج میں ان کو دیکھا تھا تب اور ہی اُن کی صورت تھی
چنانچہ ذکر اس کا ذکر اول ہو چکا ہے اور اب جو دیکھا تو لمبی شرعی خوبصورت
داڑھی اور مونچھیں بڑی بڑی لبیں کتری ہوئی عمامہ باندھے کرتہ پہنے جیسے کوئی
بڑا عالم فاضل یا درویش کامل، اس میں میں نے ان کا نام پوچھا، اُنھوں نے کہا کہ
علی جان، اس وقت مجھکو خیال آیا کہ شیخ علی جان یہی ہیں، پھر میں نے دوبارہ ان سے
معانقہ اور مصافحہ کیا اور میرا حال اور نام اُنھوں نے پوچھا، میں نے بتایا وہ کمال
خوش ہوئے اور دیر تک حضرت کا حال پوچھتے رہے اور میں بیان کرتا گیا اور
ان دنوں ان کا حال یہ تھا کہ جو کچھ کاروبار تجارت اور کشتیوں کی چودھرائی
کا تھا سب اُنھوں نے اپنے اور بیٹوں کو سپرد کر کے مسجد میں رہنا اختیار کیا تھا
دن رات میں شاید کوئی پہر آدھ پہر گھر میں رہتے ہوں باقی مسجد میں رہتے تھے اور
لوگوں کو مسائل دین کی تعلیم و تلقین کیا کرتے تھے اور توحید و سنت کی خوبی اور
شرک و بدعت کی برائی کا زبانی وعظ لوگوں کو سنایا کرتے تھے اور جو ان کا
اول امام باڑہ تھا اس کو مسافر خانہ بنایا تھا دو چار دس پندرہ ہر روز

بیٹھے ہی رہتے تھے اور دونوں وقت ان کو کھانا کھلاتے تھے اور ان کے ساتھ
بیٹھ کر آپ بھی کھالیتے تھے اور مہمان و مسافر جس رتبہ کا ہوتا اسی قدر اُس
کو خرچ دے کر رخصت کرتے تھے دو آنے اور چار آنے اور ایک روپیا اور
دو روپے سے لیکر پانچسو روپے تک' اور اُسی مسجد کے دروازہ ایک باغ
لگایا تھا صرف مہمان و مسافروں کے میوہ کھانے کو' اور ہر روز بعد نماز فجر
کے ایک دیگ کھچڑی پک کر تیار ہو جاتی تھی کسی مسافر و مہمان کو بے کھلائے
نہیں جانے دیتے تھے' مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی صاحب تم نے پہلے اس زمانہ میں
بھی میرا حال دیکھا تھا یہ کچھ بھی کارخانہ نہ تھا اگرچہ تب بھی میں مالدار تھا
اور جواب دیکھتے ہو یہ صرف سید صاحب کی دعا کے سبب سے ہے" پھر ایک
دن اُن کے گھر کی عورتوں نے اُن سے درخواست کی کہ کسی وقت دین محمد
کو یہاں بلا لاؤ تو ہم اُن سے کچھ پوچھیں سید صاحب کے اہل و عیال کا حال
پھر وہ ایک وقت مجکو اپنے مکان میں لے گئے اور ایک پردہ ڈلوا دیا اُس طرف
عورتیں بیٹھیں اس طرف اپنے پاس مجکو بٹھایا' پھر انھوں نے پوچھا کہ بھائی صاحب
ہماری مرشد زادیاں اور پیر زادیاں اچھی ہیں' میں نے کہا فضل الٰہی سے سب ساتھ
خیریت کے ہیں' پھر پوچھا کہ ہمارے سید صاحب نے ان کو دینیات میں ان کو
کیا تعلیم فرمایا ہے اور وہ کیا کرتی ہیں' میں نے کہا جو تم کو سید صاحب نے تعلیم
و تلقین فرمایا تھا' انھوں نے کہا کہ ہم کو فرمایا تھا کہ پانچوں وقت فرض نماز پڑھا

کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو اور اگر ہو سکے روزے ایام بیض اور عرفہ اور عاشورے اور شش عید کے رکھا کرو اور شرک و بدعت کے کام اور کسی کی چغلی غیبت نہ کیا کرو سو ہم آج تک موافق فرمانے سید صاحب کے سب کچھ کرتے ہیں اور باقی دین کے کام جو ہمارے شیخ جی بتاتے ہیں وہ ہم کرتے ہیں، میں نے کہا کہ بس یہی باتیں سید صاحب نے تمہاری مرشد زادیوں کو تعلیم فرمائی ہیں دین تو ایک ہی ہے جن چیزوں کا خدا رسول کی طرف سے ان کو حکم ہے وہی تم کو ہے، اور علی جان بھائی تو سید صاحب کے خلیفہ ہیں ان کو تم اُس شخص کی جگہ جانو جو تم کو بتایا کریں وہی کیا کرو اس میں تمہارے لیے دین و دنیا کی بہتری ہے، پھر ان میں سے تین عورتیں دو دو اشرفیاں اور ایک ایک تھان سپید عمدہ قیمتی میرے پاس لائیں اور کہا کہ ہمارے پیر و مرشد کے لئے نذرانہ ہماری طرف سے لیتے جانا، پھر میں نے وہ چھ اشرفیاں تو اُٹھالیں اور اُن سے کہا کہ یہ تھان تم رہنے دو بسبب بوجھ کے نہیں لیجا سکتا ہوں، انھوں نے کئی بار تکرار کہا کہ یہ بھی لیتے جاؤ میں نے انکار ہی کیا اور ایک وہاں سے اٹھ کر باہر مکان میں آیا وہاں چھ سو روپے شیخ علی جان نے دئے پھر وہاں سے میں صدر الدین کے مکان پر گیا اور اُن سے ملاقات کی ان کی بھی صورت شرعی شیخ علی جان کی سی تھی اور وہ شخص قابل پڑھے لکھے تھے اور بعد سلام علیک کے اور پوچھنے خیر و عافیت کے مجھ سے اپنا حال اول سے بیان کرنا شروع کیا اور کہا بھائی

دین محمد جب سید صاحب میرے مکان پر تشریف فرما ہوئے تھے یہ اسی جگہ جہاں بیٹھا ہوں میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بعد بیعت کے آپ نے میرے لئے دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ انشاءاللہ تعالیٰ تمہارے واسطے ایسی ایسی ترقی اور بہبودی ہونگی اور حال تمہارا ساتھ صلاحیت کے ایسا بدل جاویگا کہ تم بھی جانوگے آپ کے فرمانے سے میرے دل میں اسی دم ایک اُمید قوی ہو گئی تھی کہ انشاءاللہ تعالیٰ یوں ہی ہوگا مگر اپنا حال خیال کرکے طبیعت میں گذرتا تھا کہ دیکھا چاہئے کیونکر ہوا اور جتنے میرے نوکر چاکر میرے تھے شکل وصورت لباس و پوشاک بات چیت میں ویسا ہی میں بھی تھا کچھ ان میں اور مجھ میں فرق نہ تھا پہچاننے والے تو البتہ جانتے تھے کہ یہ مالک ہے اور وہ نوکر پھر بعد تشریف لیجانے سید صاحب کے چند روز میں میرا حال تبدیل ہونے لگا اول میں روزہ و نماز وغیرہ امور دینیات سے بے خبر تھا کہ مجھ پر فرض ہے یا نہیں اور شرک و بدعت کا تو نام بھی معلوم نہ تھا پھر فضل الٰہی سے میرا یہ طور ہوا کہ جہاں نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی دل میں بے قراری اور بے چینی پیدا ہوئی جب تک نہ پڑھتا دل کا وہ خلجان نہ جاتا اور شادی غمی کی رسوم بدعت خرافات پر جو طبیعت مصر تھی وہ اصرار دل سے بالکل دور ہوگیا اس کا وہم وخیال بھی دل میں نہ رہا اب جو گھر میں لڑکے کا بیاہ ہوتا ہے تو وہی پرانے دھوئے کپڑے یا کوئی نیا جوڑا دولھا یا دلھن

کو بیاہ کر موافق سنت کے نکاح کر دیتا ہوں اور پیپے تکلف سو پچاس سلمان بھائیوں کو کھانا کھلا دیتا ہوں اور غمی میں بھی بلا قید روز اور تاریخ کے محتاجوں کو کچھ نقدی دیتا ہوں اور سوم دہم چہلم ششماہی برسی کچھ نہیں کرتا ہوں اور سید صاحب نے چلتے وقت مجھ سے فرمایا تھا کہ جو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے للہ فی اللہ مہمان و مسافروں کے لئے خرچ کروا دے تو اس مال کو اپنے مال سے علیحدہ رکھ دینا پھر اس میں سے خرچ نہ کرنا سو ویسا ہی کرتا ہوں اور اس کا حال یہ ہے کہ میں نے اپنی انداز سے جانتا ہوں کہ اتنے روزوں میں خرچ ہوگا یا اتنے اتنے لوگوں کو پہنچیگا پھر میں اتنے دنوں کے بعد اس برتن کو دیکھتا ہوں تو ویسا ہی معمور پاتا ہوں اور میرے رکھنے سے دو چند سہ چند بلکہ چہار چند خرچ ہوتا ہے اور پھر بھی کچھ باقی رہتا ہے یہ سب حضرت کی دعا کی برکت ہے اور اس زمین کی آبادی کے لئے بھی آپ نے دعا کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح سے آباد کیا جو تم دیکھتے ہو وہ کیا تھا ایک مسافر خانہ تھا اور ایک بنگلہ بکدرہ اس کے اندر تختوں کا فرش تھا اوس پر قالین یک لخت بچھے تھے اور دیواروں میں جابجا کئی شیشے کے قندیل لٹکے ہوئے غرض کہ بہت اچھا وہ مکان تھا اور باغیچے کے اندر تھا اس باغیچے میں تین پختہ کوئیں اور آم لیمو نارنگی امرود انار شریفہ جامن بیر وغیرہ کے درخت تھے، مجھ سے اُنھوں نے کہا کہ میں نے یہ باغیچہ صرف مہمانوں

مسافروں کے للّٰہ فی اللّٰہ لگایا ہے اس کا تمام میوہ وہی کھاتے ہیں یا
ان کے ساتھ کچھ میں کھالیتا ہوں میرے گھر میں ایک بھی نہیں جاتا اور
وہاں سے جانب مشرق بندوق کی گولی کی زد پیران کا گھر تھا وہاں مجکو لیگئے
وہاں پہلے ایک امام باڑہ اور ایک چبوترہ تعزیہ رکھنے کا تھا امام باڑے کا
انہوں نے تو دوسرا مسافرخانہ مقرر کیا تھا اور وہ چبوترہ کھود کر کچی مسجد بنوائی
تھی اور صدرالدین تو شب و روز اکثر اوقات اُسی باغیچہ مذکور میں رہا کرتے
تھے اور وہیں مہمانوں مسافروں کے ساتھ کھانا بھی کھاتے تھے اور یہاں مکان
پیران کا بھتیجا عبدالرحیم رہتا تھا اور اُس اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کرکے
مجھ سے کہا کہ یہ وہی لڑکا ہے کہ اس کی لئے سید صاحب نے دعا کرکے مجھ سے
فرمایا تھا کہ اس کو اچھی طرح سے پرورش کرو یہ تمہارے بیٹے کی جگہ ہوگا
مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے بھی اولاد ہوگی یا نہوگی ہم سب نے جانا کہ سید صاحب
یوں ہی پیار کی راہ سے فرماتے ہیں پھر آپ تونج کو تشریف لے گئے اور
وہاں سے مع الخیر آئے اور ہجرت کرکے ہندوستان سے ولایت میں تشریف
فرما ہوئے اس میں کئی برس کا عرصہ ہوگیا اور میری دو بیبیاں ہیں ان
میں سے کسی کے اولاد نہ ہوئی تب مجکو اور سب کو خیال ہوا کہ وہ جو سید صاحب
نے فرمایا تھا کہ اس اپنے بھتیجے کو اچھی طرح سے پرورش کرنا یہ تمہارے بیٹے
کی جگہ ہوگا واللّٰہ اعلم شاید کہ مراد اس سے یہی تھا کہ تمہارے اولاد نہوگی

اس لحاظ سے پھر میں اس کو اور پیار کرنے لگا اور اس کی تعلیم و تلقین میں بہت کوشش
اور جانفشانی کرنے لگا پھر چند روز میں میں نے اپنا تمام کاروبار اسی کو سپرد کر دیا کہ
تو جان اور تیرا کام جانے اور میں الگ ہو گیا اب یہی سب کارخانہ سنبھالے ہے مجھ
سے کچھ علاقہ نہیں اور فی الحقیقت وہ ان کا بھتیجا بہت صالح اور سعادتمند نکلا اور
دینداری اور پرہیزگاری میں صدر الدین سے بڑھ کر تھا انھیں روزوں ایک دن آٹھ
دس آدمیوں سے صدر الدین کھانا کھا رہے تھے ان میں میں تھا اور وہ لڑکا الگ کھڑا
تھا صدر الدین نے کہا اگر یہاں نہیں کھاتے ہو تو گھر سے کھانا لے کر مسافر خانے میں مسافروں
کے لئے لیجاؤ انھیں کے ساتھ بیٹھ کر تم بھی کھا لینا اور مجھ سے کہا کہ بھائی دین محمد تم
اس لڑکے کو نصیحت کر دو کہ یہ مسافر خانے کے ساتھ کھانا کھایا کرے اس کو عار نہ آنے
اور یہ سب خیر و برکت سید صاحب کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عنایت کی ہے کوئی
ایسی حرکت ناسپاسی کی ظہور میں نہ آوے کہ اس کی شامت سے یہ نعمت ہاتھ سے
جاوے پھر میں نے بطور نصیحت کے اس کو سمجھا دیا اور وہ خود دانا اور سعادتمند تھا
پھر وہ گھر سے کھانا لے کر مسافر خانے میں گیا اور وہیں اس نے بھی کھایا پھر جب سب
کھانا کھا کر فارغ ہوئے تب صدر الدین نے مجھ سے کہا کہ چلو محلہ کے دو چار گھروں
میں ہو آؤ سب عورتیں سید صاحب کی خیر خیریت کی اشتیاق مند ہیں ان کی بھی تسلی
کرا آؤ پھر مجھ کو لے گئے اور ایک مکان میں محلہ کی سب عورتوں کو جمع کیا پھر
انھوں نے مجھ سے حضرت کی خیر و عافیت پوچھی میں نے بیان کیا کہ فضل الٰہی

سے اچھے ہیں، پھر اُنھوں نے آپس میں ملکر چار سو روپے جمع کئے اور مجکو دئے
کہ یہ نذرانہ ہماری طرف سے سید صاحب کے واسطے لیتے جاؤ پھر میں وہ روپے لے
کر صدرالدین کے ساتھ وہاں سے ان کے مکان پر آیا وہاں تین سو روپے صدرالدین
نے دئے وہ میں نے لئے اور بارہ سو روپے کی ہنڈوی وہاں سے بنارس میں مرزا کریم اللہ
بیگ صاحب کے پاس میں نے ارسال کی اور باقی جو روپے بچے وہ میں نے اپنے
پاس رکھے اور ایک واقعہ صدرالدین نے مجھ سے یہ بیان کیا یعنی کئی مہینے ہوئے
کہ سرکار کمپنی نے میرے پاس حکم آیا کہ سرکاری بیل دانہ خوار جو تمہارے یہاں
میں ہیں گوشت ان کا ہماری سرکار میں آوے تو بیلوں کو ذبح نہ کروانا اس
لئے کہ خون نکل جانے سے گوشت کم ہو جاتا ہے چاہئے کہ بجائے ذبح کے موگری
سے سر ان کا کوٹا جاوے یہاں تک کہ ہلاک ہو اور تمام خون اسی کے بدن میں
رہے اور کئی موگریاں بھی میرے پاس بھیجدیں یہ حکم سن کر مجکو کمال تردد
ہوا کہ یہ تو بات بیدینی کی مجھ سے نہ ہوگی نوکری چاہے رہے یا نہ رہے پھر
تین رات میں نے جناب الٰہی ساتھ کمال گریہ وزاری اور عاجزی و انکساری
کی دعا کی کہ خداوندا میں نے سید احمد صاحب کے ہاتھ پر سب برے کاموں سے
توبہ کی ہے اور انھوں نے میری خیر و فلاح کے واسطے دعا کی ہے سو ان کی دعا کی
برکت سے اس بلا سے مجکو نجات دے سوائے مدد تیری کے کوئی صورت مخلصی کی
نہیں ہے پھر تیسری رات کو میں نے خواب دیکھا کہ گویا سید صاحب مجھ سے فرماتے
ہیں کہ صدرالدین کسی بات کا اندیشہ نہ کر اللہ تعالیٰ نے وہ بلا تیری

مجھ سے دفع کردی پھر میں جگ پڑا طبیعت بہت خوش ہوئی صبح کو یہ خواب میں
نے اپنے عزیزوں آشناؤں سے بیان کیا وہ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یوں
ہی کرے مگر کبھی دل میں وسوسہ گذرتا تھا کہ یہ خواب جو میں نے دیکھا ہے خدا
جانے سچ ہے یا یوں ہی خیال ہے اس کی دوسری شب کو پھر دعا کرکے میں سو رہا
اس نیت سے کہ الٰہی تو اپنی جناب پاک سے میری تسلی کر دے اس رات کو کیا دیکھتا ہوں
کہ ایک بزرگ اجنبی صورت پاکیزہ پوشاک پہنے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور
فرمایا کہ صدرالدین تو اپنے دل میں کیوں اندیشہ کرتا ہے وہ بلا تو اللہ تعالیٰ نے
تیرے سر سے دور کردی اب کچھ خطرہ نہیں بعد اسکے میری آنکھ کھل گئی اور جو کچھ
خطرہ اور وسوسہ طبیعت میں تھا وہ بھی جاتا رہا پھر آٹھ دس روز کے بعد سرکاری چپراسی
آیا اور یہ حکم لایا کہ فلانے صاحب وہ ہونگریاں بیل کے سر توڑنے کو جو بھیجی تھیں اور
ہیں اور کہا کہ یہ کام سر توڑنے کا تمہارے لائق نہیں ہے تم اپنا وہی کام کرتے
رہو یہ کام ہم اوروں سے لیوینگے پھر میں نے وہ ہونگریاں چپراسی کے حوالہ کردیں
وہ چلا گیا اور میں نے جناب الٰہی میں شکر ملنے کا سجدہ کیا کہ مفت اس بلا سے بچ گیا
انتہی پھر جب شہر دانا پور کے لوگ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تب انگریزی
چھاؤنی کے مسلمان سپاہی لوگ حضرت کو چھاؤنی میں لے گئے اور بے شمار لوگوں نے
وہاں بیعت کی اور وہاں سب مسلمان سپاہیوں کا ایک تعزیہ داری کا چبوترہ

اور امام باڑہ تھا بعد بیعت کے لوگوں نے حضرت سے چبوترہ اور امام باڑہ
کے مقدمہ میں عرض کی، آپ نے فرمایا کہ اب تو تم سب نے تمام شرک و بدعت
سے توبہ کیا تم کو لازم ہے کہ چبوترہ کو کھود ڈالو اور وہاں نماز پڑھنے کو مسجد
بنا لو سب نے عرض کی کہ اگر آپ کے روبرو کھد جاوے تو خوب ہو آپ
نے فرمایا کہ بہتر ہے ابھی کھود ڈالو پھر چبوترہ تو کئی آدمیوں نے مل کر اسی دم کھود
ڈالا اور امام باڑہ کے واسطے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس کو مسجد مقرر کر لو اس میں
نماز پڑھا کرو سب نے عرض کی کہ جب تک اس میں نماز پڑھا کریں گے مگر مسجد ا
انشاء اللہ تعالیٰ ہم پختہ بنوا دیں گے اور علاوہ اس کے دوسری عرض یہ ہے کہ ہم لوگوں
کو وردی کے پائجامے اس قدر تنگ ہیں کہ نماز پڑھنا ممکن نہیں اور تیسری عرض
یہ ہے کہ ہم لوگ داڑھی نہیں رکھ سکتے اس کی تشویش ہم کو کمال ہے مگر کچھ اپنا اختیار
نہیں سوا اس کے کہ نوکری چھوڑ دیں سو آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بلا سے
ہم لوگوں کو نجات دیوے آپ اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے اور سب
لوگ آمین کہنے لگے پھر بعد فراغ دعا کے آپ نے فرمایا کہ بھائیو جناب الٰہی سے امید
قوی ہے کہ بعد کچھ مدت کے یہ دونوں مرادیں تمہاری پوری ہوں تکملہ اس
حکایت کا یہ ہے کہ پھر حضرت بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے جب حج کر کے
مع الخیر دانا پور میں آئے اور اس چھاؤنی کے لوگوں کی کئی پلٹنیں آگے سے بدلی
ہو گئی تھی مگر شہر والوں کی زبانی سنا کہ حضرت جب بیت اللہ شریف کو
روانہ ہوئے اس کے پانچ یا چھ مہینے کے بعد آپ ہی آپ اون تمام پلٹن

ہندو مسلمانوں کے لئے حکم سرکاری آیا کہ یہ لوگ اس قدر کشادہ پائجامہ پہنیں کہ
بیٹھتے اٹھتے میں ان کو تکلیف نہو اور داڑھیاں بھی ہندو مسلمان رکھاویں مگر اس
صورت کی کہ سب کی داڑھیاں گول وضع اور ایک قطع کی ہوں اور وہ سب مسلمان
سید صاحب کی ملاقات کے کمال مشتاق تھے کہ پھر کسی طور ہماری ملاقات حضرت
سے ہوتی القصہ شہر دانا پور میں تین یا چار مقام ہوئے تھے پھر عظیم آباد کے لوگ
آئے آپ کے لینے کو پھر آپ نے کوچ کیا ناویں کھلیں اور جا بجا لوگ گھاٹ دکھلاتے
ہوئے چلے کہ جو گھاٹ پسند ہوں وہاں کشتیاں لگائی جاویں کوئی گھاٹ ایسا موقع
کا نہ پایا کہ اس کے کنارے میدان وسیع پاکیزہ قابل نماز جماعت کے ہوتا جاتے
جاتے عظیم آباد کے پرلے سرے پر ایک گھاٹ پسندیدہ ملا وہیں کشتیاں لگائی
گئیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کو لوگ پینس پر سوار کرکے شہر میں لے گئے وہاں جامع
مسجد میں جا کر آپ نے نماز ظہر پڑھی اور بیشمار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت
کی پھر آپ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ تم یہاں دو چار گھڑی مسجد میں
لوگوں کو وعظ سناؤ پھر مولانا صاحب تو وعظ کہنے لگے اور وہاں کے سید مولوی
مظہر علی صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کو پینس پر سوار کرکے اپنے مکان کو لے گئے اور
اپنے تمام اہل وعیال اور عزیز و اقربا اور اہل محلہ کو مرید کروایا اور حضرت سے عرض
کی کہ جیسا کہ اور مرید آپ کی توجہ سے فیضیاب ہوتے ہیں ہمارے لوگ بھی امیدوار

ہیں کہ ہم بھی اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوں' آپ نے فرمایا کہ بہت خوب! اور آپ
کے ہمراہ رکاب سید کا لڑکا دس گیارہ برس کا رہنے والا سہلٹ کا محمد حسین نام تھا
آپ نے اس کو توجہ دینا تعلیم کیا تھا سید مولوی مظہر علی سے فرمایا کہ اسے لڑکے کو لیجاؤ اور
جن کو چاہو توجہ دلواؤ پھر وہ اس لڑکے کو اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو مولوی
الٰہی بخش صاحب اپنے مکان پر لے گئے اور دیوان خانے میں بٹھایا بیشمار لوگوں نے وہاں آپ کے ہاتھ
پر بیعت کی پھر وہاں سے حضرت کو اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور تمام اہل و عیال کو مرید کروایا
پھر حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے گھاٹ پر تشریف لائے اور نماز مغرب پڑھی اور غول کے غول شرفا
اور غربا کے شہر سے دریں گھاٹ پر آنے لگے اور بیعت ہدایت کر کے جانے لگے عظیم آباد میں ایک
امیر بخشی بیان کر کے مشہور تھے اگلے روز وہ حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان کو لے گئے اور بیعت کی
پھر ایک شخص شاکر جان کشمیری تھے وہ حضرت علیہ الرحمۃ کو ایک مکان میں لے گئے وہاں اُن کی
بی بی اور ایک بیٹی تھی اور ایک بیٹا تھا پھر وہاں خود اُنھوں نے بیعت کی اور ان تینوں کو
بیعت کروایا حضرت علیہ الرحمۃ نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں اپنے اہل و عیال سے کیونکر آئے
تب اُنھوں نے اپنا حال بیان کیا کہ میں کئی مہینے ہوئے ملک کشمیر سے بارادہ حج آیا تھا مجھ
زاد راہ کی تنگی ہو گئی یہاں کئی آشنا وطن کے تھے اُنھوں نے ٹھہرا رکھا اور خرچ کا وعدہ
کیا ہے' حضرت نے فرمایا کہ خیر اب تم ہمارے ساتھ حج کو چلو جو ہمارا حال ہے وہ تمہارا حال
ہوگا اپنا اسباب اُٹھا لے چلو ہمارے لوگوں کے ساتھ کشتی پر رکھو وہ اس پر راضی ہوئے
اور اُسی مکان میں تو مسافر اور بھی تھے چھ مرد اور تین عورتیں حضرت علیہ الرحمۃ نے شاکر
جان سے پوچھا کہ یہ لوگ بھی تمہارے رفیقوں میں ہیں اُنھوں نے کہا رفیق تو نہیں مگر
تبت کے رہنے والے ہیں کسی کا پانچویں تبت میں گھر ہے اور کسی کا چھٹے میں مگر ان کا بھی بیت اللہ شریف کا ارادہ ہے

میرے سبب سے یہ بھی ٹھہر گئے پھر حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہوکر
ان کے ملک کے اہل اسلام کا حال پوچھا تب انھوں نے کہا کہ دوسرے
اور تیسرے تبت تک تو مسلمان بستیوں میں زیادہ ہیں اور کفار کم اور
باقی چار تبتوں میں مسلمان کم اور کفار زیادہ ہیں کوئی کوئی لوگ نماز
روزے سے واقف ہیں اور باقی لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں گور
پرستی اور پیر پرستی میں مبتلا ہیں پھر حضرت نے اُن سے پوچھا کہ حج بیت اللہ
شریف جانے کا ارادہ کرتے ہو کس قدر زادہ تمہارے پاس ہے اگر
اس قدر ہو کہ اپنے پاس سے کھاتے جاؤ گے اور کھاتے آؤ گے تو خیر جاؤ
انھوں نے عرض کی اتنا خرچ تو ہمارے پاس نہیں ہے مگر ہم نے سنا ہے
کہ آپ نے اذن عام دیا ہے کہ جو چاہے سو چلے ہم اس کو اپنے ساتھ لے چلینگے
سو ہم بھی اُمیدوار ہیں آپ نے فرمایا کہ بات تو سچ ہے کہ جن شرطوں کے
ساتھ ہم نے اذن دیا ہے اُن شرطوں کے ساتھ البتہ جو چاہے سو چلے مگر چونکہ
زادراہ تمہارے پاس کم ہے اس لئے حج تم پر فرض بھی نہیں ہے اور مراد
بیت اللہ شریف جانے کے یہ ہے کہ اللہ راضی ہو اگر تم سب صاحب مانو
تو ایک بات ہم بھی کہیں اس طرح کے حج کرنے سے ثواب دوچند بلکہ اس
سے بھی زیادہ ہو انھوں نے عرض کی کہ اس سے اور کیا بہتر بات ہے جو
کچھ ارشاد ہو ہم حاضر ہیں آپ نے فرمایا آؤ اور پہلے بسم اللہ کرکے ہمارے

ہاتھ پر بیعت کرو پھر ہم وہ بات تبلاویں پھر اُن سب نے آپ کے دست
مبارک پر بیعت کی پھر آپ نے فرمایا کہ تم سب کو خلافت نامہ دے کر
اپنا خلیفہ کرینگے اور جہاں ہم تم کو بھیجیں وہاں تم جاؤ انھوں نے عرض کی
ہم حاضر ہیں آپ جہاں بھیجیں فرمایا ہم تم کو تمہارے ہی ملکوں کو رخصت کرینگے
اور اعلام نامے لکھوا دینگے وہاں جاکر مسلمانوں کو احکام توحید اور سنت کے
سکھاؤ اور شرک و بدعت کے کاموں سے بچاؤ مگر ایک بات ضرور کرنا کہ
کوئی تم کو لکڑی پتھر لات گھونسا مارے تم اس پر صبر کرنا اور اُن کو کچھ نہ
کہنا اسی طور تعلیم و تلقین کئے جانا پھر عنایت الٰہی سے تھوڑی سی مدت میں دیکھنا
کہ کیسی دین اسلام کی وہاں ترقی ہوگی اور وہ سارے ایذا دینے والے خود
آخر کو آکر تم سے اپنی خطا معاف کروا دینگے یہ تمام گفتگو سن کر انھوں نے اپنا
عذر بیان کیا کہ ہم تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور وعظ و نصیحت کے لئے علم چاہئے
زبانی جو کچھ ہو سکے گا لوگوں سے کہینگے آپ نے فرمایا کہ تم کسی بات کا اندیشہ
نہ کرو دین اسلام اللہ تعالیٰ کا ہے وہ آپ مدد کریگا اور انشاء اللہ تعالیٰ
ہزاروں آدمی تمہارے ہاتھ سے ہدایت پاوینگے پھر آپ نے اُن سب کو
خلافت نامے دئے اور آٹھ آدمیوں میں چار روپے برکت کے عنایت کئے
یعنی دو دو شخصوں میں ایک ایک روپیہ اور فرمایا اپنے ملک میں جہاں جہاں وعظ
و نصیحت کے لئے جانا تو دو ہی دو جانا اور ایک آدمی کو سب کی راہ خرچ
کے لئے پچیس روپے دئے اور کئی ورقوں میں چند آیات و احادیث اور اُن کا

ترجمہ لکھوا دیا۔ بیچ بیان توحید و شرک بدعت کے اور ہر مرد کو ایک ایک کرتا
عمامہ اور ایک ایک تھان سوسی کا دیا اور تین عورتوں کو ایک ایک
سفید اور دو تھان سوسی کے دئے اور جس کو پچیس روپے سپرد کئے
سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی تم سب اپنے وطن کو باخوبی کھاتے پیتے
جاؤگے اور یہ روپے باقی رہینگے بلکہ اللہ تعالی اور بہت تم کو خرچ دیگا بعد اس
کے ان سب کو ان کی ولایت کو رخصت کیا اور تکملہ اس کا یہ ہے کہ جب
حضرت بیت اللہ کو تشریف لے گئے اور بعد ادائے حج کے مع الخیر کلکتہ
آئے اور وہاں اکثر ملکوں کے لوگ تجارت پیشہ رہتے ہیں انھوں نے آکر
حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں بہت لوگ چین اور تبت
کے بھی تھے اُن سے حضرت نے فرمایا کہ تم آج رات کو ہمارے پاس آنا آپ
سے کچھ باتیں پوچھنی ہیں پھر کئی آدمی بعد عشا کے آئے حضرت اُن سے ان کے
ملک کے مسلمانوں کا اور اُن کی دینداری کا حال پوچھا اُنھوں نے جو
کچھ کہ حال تھا بیان کیا اور کہا کہ جو طریق آپ دین اسلام کا لوگوں کو
بتاتے ہیں اور خوبی توحید وسنت کی اور بُرائی شرک وبدعت کی بیان کرتے
پھرتے ہیں ان میں سے تین شخصوں کو ہم نے بھی دیکھا ہے بہت لوگ اُن کے
مرید بھی ہوتے ہیں اور بہت لوگ ان کو ایذا بھی دیتے ہیں اور بھلا اور برا
بھی کہتے ہیں مگر وہ صبر کرتے ہیں اور لوگوں کو نیک راہ بتاتے ہیں یہ بہتر ہوا

کہ انھوں نے یہ طریقہ کس سے سیکھا یہ بات سُن کر حضرت نے فرمایا کہ
تبت کے نو آدمی ہمارے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت نامے لے گئے ہیں
اُن میں تین عورتیں بھی ہیں اور ان کا نشان وتیہ بھی بیان کیا تب انھوں
نے عرض کی کہ بیشک وہی لوگ ہیں اتنا حال مجملاً تو ان کا کلکتہ میں معلوم ہوا
بعد اس کے جب حضرت علیہ الرحمۃ ہندوستان سے ہجرت کر کے ولایت افغانستان
میں تشریف لے گئے اور وہاں سے مجھکو واسطے کسی کام کے طرف ہندوستان کے
روانہ کیا تب میں وہاں سے بلدۂ لکھنؤ آیا اور خیالی گنج میں داروغہ نمن خاں
کے مکان پر اُترا وہاں سے تھوڑی دور اسی گنج میں امام بخش نام ایک جراح
تھے اور وہ حضرت سے بیعت رکھتے تھے ایک میں ان کی ملاقات کو گیا اور اکثر
اوقات میں ان کے پاس جایا کرتا تھا سو وہ اس دن کہنے لگے کہ تین شخص تبت
کے چند روز سے اس شہر میں آئے ہیں ان میں دو مرد ہیں ایک عورت اور وہ
تینوں کہتے ہیں کہ ہم سید احمد صاحب کے مرید ہیں اور خلیفہ کر کے ہم کو سید صاحب
نے واسطے وعظ و نصیحت کے ہمارے ملک کو بھیجا تھا اور وہ تینوں کبھی کبھی ہمارے
پاس بھی آتے ہیں یہ بات سُن کر میں نے کہا کہ ہاں یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ تین
عورتیں اور چھ مردوں نے عظیم آباد میں حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سب
کو حضرت نے خلافت نامے دے کر اُن کے ملک کو بھیجا تھا مگر یہ نہیں معلوم کہ
یہ تینوں انھیں میں کے ہیں یا اور ہیں مجھکو ملیں تو معلوم ہو انھوں نے مجھ سے کہا

کہ ہم ان کو کسی وقت بلاوینگے تب اُن سے تم دریافت کرلینگے پھر میں وہاں سے
ممن خاں داروغہ کے مکان پر آیا اس کے تیسرے روز وہ تینوں شخص امام بخش
جراح کے یہاں آئے تب انھوں نے مجھکو بلایا میں گیا اور اُن کو دیکھا اور پہچانا اور
انہوں نے مجھکو پہچانا اور وہ بہت مال و اسباب لباس و پوشاک سے سواری وغیرہ
سے خوشحال تھے مینے ان سے پوچھا کہ تم تو نو شخص تھے اور تمھارے ساتھی کہاں
ہیں تب ایکنے اُن میں سے اپنا حال اول سے شروع کیا کہ جب ہم نو آدمی عظیم آباد
سے اپنی ولایت کو گئے اور جو تھی تبت میں پہنچے اور بموافق ارشاد فیض بنیاد حضرت
پیر و مُرشد کے وہاں کے لوگوں میں توحید و سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی
بُرائی کا بیان شروع کیا وہ تمام لوگ یکبارگی مخالف ہو گئے پھر ہم پر زور و
زیادتی اور مار دھاڑ کرنے لگے اور یہ حال ہم سے سید صاحب نے پہلے ہی فرما دیا
تھا کہ تم پر جو ایسا واقعہ ہو تو صبر ہی کرنا اور کلمۂ حق سے باز نہ رہنا ہم نے
ویسا ہی کیا اور جو نہ کرتے تو بہت ایذا اٹھاتے یا اپنا ملک چھوڑ کر اور کہیں بھاگ جاتے
مگر بعد چند روز کے کچھ ایسی تائید الٰہی ہوئی کہ دو دو چار چار اچھے لوگوں میں سے
ٹوٹ ٹوٹ کر ہم سے ملنے لگے اور یہی طریقۂ حق قبول کرنے لگے اور اس ملک کے اکثر
طالب علموں اور مولویوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کا نصیحت نامہ ہم نے دکھلایا بعضوں نے
تو اسے دیکھ کر کہا کہ طریق اسلام کا یہی ہے تم شوق سے لوگوں کو تعلیم کرو ہم راضی
ہیں اور بعضے اُسے دیکھ کر ناخوش ہوئے اور کہنے لگے کہ کسی نے یہ نیا طریقہ ایجاد
کیا ہے لوگوں کے بہکانے کو غرضکہ وہاں دو گروہ ہو گئے موافق لوگ جدے اور

مخالف جدے اور ہزاروں آدمی فضل الہٰی سے راہ ہدایت پر آگئے پھر ہم نو شخصوں نے آپس میں مشورت کی کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے راہ ہدایت کی جاری کر دی اب ہم کو ایک جگہ رہنا نہ چاہیئے پھر چار آدمی ہم میں سے ملک چین کو گئے اور دو شخص چھٹے اور ساتویں تبت کی طرف اور تین ہم اس طرف آئے اور ہم سب کا آپس میں عہد و پیمان ہے کہ ایک بار اور سید صاحب سے ملاقات کر لینگے مگر جو ہم یہاں آئے تو سُنا کہ سید صاحب بیت اللہ شریف حج کرکے اپنے وطن شریف کو آئے بھی اور ہجرت کرکے ولایت افغانستان کو گئے سو اگر ہمارے باقی لوگ آجاویں تو ہم سب مل کر وہیں حضرت کی قدمبوسی حاصل کریں پھیر کئی برس کے بعد جب واقعہ بالاکوٹ کا گذرا ان دنوں میں دہلی میں مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور کے پاس مدرسہ میں اُترا ہوا تھا اور اُس واقعہ جانگداز کا حال پُرملال سُن کر دل میرا بہت گھبرایا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں اس عرصے میں ملک سندھ سے ایک خط حضرت علیہ الرحمۃ کی بی بی صاحبہ مکرمہ معظمہ کا مولانا صاحب ممدوح کے پاس میرے نام آیا کہ اگر دین محمد وہاں دہلی میں تمہارے پاس یا اور کہیں ہو تو یہاں بھیج دو اور اس سے کہہ دو کہ ایک بار ہم سے کسی طور یہاں آکر ملاقات کر جاوے یہ خبر سُن کر پچاس روپے کی ایک اونٹنی مول لی اور ان روزوں جو حضرت کے مریدوں نے ولایت میں بھیجنے کو روپے دئے تھے سو میرے پاس قریب چوبیس ہزار کے جمع تھے ان میں سے ڈھائی ہزار کی ہنڈوی میں نے کروائی اور سندھ کو روانہ ہوا اور وہاں جاکر وہ ہنڈوی بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ

موصوفہ کو دی اور چند روز وہاں رہ کر پھر میں بلدۂ اسلام ٹونک میں آیا اور
وہاں سے دہلی روانہ ہوا جب جاتے جاتے بھابری اور کوٹ پوتلی کے بیچ میں پڑگ پورا
ہے وہاں پہنچا اور ایک تالاب کے کنارے اُترا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھا اس
عرصہ میں دہلی کی طرف سے چار آدمی دو اونٹوں پر سوار آئے اور میرے ہی قریب
وہ بھی اُتر کر بیٹھے اور تمام لباس اُن کا سوسی کا تھا عمامہ بھی اور کرتا بھی اور
پائجامہ بھی بلکہ اونٹوں کی گدی بھی سوسی کی تھی اور وہ چاروں شخص سپید رنگ
اور پست بینی تھے میں نے ان کو سلام کیا اُنھوں نے جواب سلام کا دیا اور مجھ سے
پوچھا تم کہاں سے آتے ہو اور کہاں جاؤگے میں نے کہا کہ اب تو میں ٹونک سے
آتا ہوں اور دہلی کو جاؤنگا پھر میں نے ان سے پوچھا انھوں نے کہا ہم تبت سے آتے
ہیں اور حج کو جاتے ہیں میں نے جانا کہ شاید یہ اجمیر کو جاتے ہیں کہ اکثر گور پرست
پیر پرست لوگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت
کو برابر حج کے جانتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ جو کوئی سات مرتبہ واسطے زیارت
کے اجمیر جاوے تو ایک حج کا ثواب پاوے اسی خیال سے میں نے اُن سے کہا کہ اب
تو تم قریب آپہنچے چھ روز کا رستہ ہے اُنھوں نے کہا کہ یہ کیسی بات ہے ابھی
تو بیت اللہ شریف کئی مہینے کا رستہ ہے میں نے کہا کہ اجمیر یہاں سے قریب ہے
مجھے یہی خیال ہوا کہ آپ وہیں جاوینگے لوگ وہاں کی زیارت کو حج کہتے ہیں
یہ بات سُن کر وہ بہت ناخوش ہوئے اور ناخوشی کا اثر ان کے چہرے پر

پر ظاہر ہوا مگر زبان سے کچھ نیک و بد انھوں نے نہیں کہا مجھکو معلوم ہوا کہ
میری بات ان کو ناگوار ہوئی شاید کہ یہ کچھ شرک و بدعت توحید و سنت سے
واقف ہیں پھر میں نے کہا کہ تم میری بات سے ناخوش ہوئے اُنھوں نے کہا
ہم مسافر ہیں ناخوش کیوں ہونگے لوگ جیسا جانتے ہیں ویسا ہی کہتے ہیں پھر
میں نے اُن سے اپنا عذر بیان کیا کہ جو بات میں نے کہی تھی سو فقط اس خیال سے
کہ تمہارے ملک کے اکثر لوگ ہر کہیں کے یہاں اجمیر میں عُرس کے دن آتے ہیں اور
خواجہ صاحب سے اپنی حاجتیں و مرادیں مانگتے ہیں اور نذریں نیازیں چڑھاتے
ہیں اور اس میں بڑا ثواب جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے حج کیا میں نے
اپنے دل میں جانا کہ تم بھی شاید انھیں میں ہو انھوں نے کہا کہ ہمارا خاص وطن جہاں
ہے وہاں سے کوئی شاذ و نادر آتا ہوگا اس لئے کہ مُلک دُور ہے اور رستہ
دُشوار اس میں گذر آدمی کا بسبب تکلیفات کے بہت کم ہے مگر ہمارے ورے
جو ملک ہے اس کے البتہ لوگ بہت آتے ہیں اور جیسا تم کہتے ہو سو ویسا ہی اُن
لوگوں کا حال ہے اور اول ہمارا بھی یہی حال تھا بلکہ ہمارے باپ دادے
اور ہمارے مُلک کا یہی حال تھا بلکہ اب تک بہتیروں کا ہے مگر چند مدت
سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور اکثر ہمارے مُلک کے لوگوں کو اس بلا سے نجات
دی ہے اور ہدایت کی ہے جو کچھ تم نے بیان کیا وہ عقیدہ مشرکوں اور
بدعتیوں کا ہے اس میں کوئی شخص ہو وہ مُشرک اور بدعتی ہے اس کو

لازم ہے کہ توبہ کرے اگر تمہارا بھی ویسا ہی عقیدہ ہے تو تم بھی توبہ کرو
میں نے کہا جزاکم اللہ تم اچھے لوگ ہو اور میرا تو ویسا ہی نہیں عقیدہ ہے اور جو
نادانستہ کوئی بُری بات مجھ میں ہو ویں تے اس سے توبہ کی مگر اب یہ بات
مجھ کو بتاؤ کہ یہ طریق توحید و سنت کا کس سے پایا اور تم کو کس نے سکھلایا
انھوں نے کہا کہ یہ قصہ بہت طویل ہے اس کے بیان کو بہت دیر چاہئے
مگر مختصر ہم تم سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خاص وطن کے کئی آدمی
بہ ارادۂ حج اپنے وطن سے نکلے تھے جب وہ آتے آتے پوربیہ کے شہروں
میں عظیم آباد ہے وہاں پہنچے اور چند روز اُس شہر میں ٹھہرے انھیں دنوں
تمہارے ہندوستان کے ایک سید صاحب ایک بڑا قافلہ کئی سو آدمیوں
کا کشتیوں پر سوار لے کر آئے اور اُسی شہر میں اُترے اور وہ بیت اللہ
شریف کو جاتے تھے اور اس شہر کے بیشمار آدمیوں نے اُن سے بیعت کی
اور راہ خدا سیکھی اور اُن کا یہ اذن عام تھا کہ جو کوئی چاہے ہمارے
ساتھ حج کو چلے کسی کو ہم نہیں روکتے یہ خبر زبانی لوگوں کے ستی وہ
ہمارے وطن کے لوگ بھی اُن حضرت کے پاس جاکر حاضر ہوئے اور اُن
اُن کے دست مبارک پر بیعت کی اور اُن کے لوگوں سے توجہ لی اور
اپنا ارادہ بھی بیت اللہ شریف جانے کا اظہار کیا کہ ہم بھی آپ کے
ہمراہ رکاب چلینگے انھوں نے اُن سے پوچھا کہ تم کس ملک کے رہنے

والے ہو انھوں نے یہ عرض کی کہ ہم تبت کے ہیں پھر آپ نے ان سے
تبت کے مسلمانوں کا حال پوچھا انھوں نے جو کچھ تھا گذارش کیا آپ نے
ان سے فرمایا کہ ہم تو تم کو حج کو لے چلتے مگر تم محتاج لوگ ہو حج
تم پر فرض نہیں اور تم کو وہاں جانے سے تو تب ہی تو غرض ہے سو ہم
تم کو ایک اور تدبیر بتاویں کہ حج سے زیادہ ثواب تم کو حاصل ہو اور
اپنے وطن ہی میں رہو وہ اس پر راضی ہوئے کہ سبحان اللہ اس سے
کیا بہتر ہے تب ان سید صاحب نے ایک ایک خلافت نامہ دیا اور
اپنا خلیفہ کیا اور آیتوں وحدیثوں سے مدلل کر کے ایک نصیحت نامہ
ان کو عطا فرمایا کہ اس میں توحید وسنت کی خوبی اور شرک وبدعت کی برائی
کا بیان تھا اور اُن کو فرمایا کہ تم اپنے ملک میں جاؤ اور وہاں کے مسلمان
بھائیوں کو راہ حق بتاؤ اس میں تم کو دین ودنیا دونوں کا فائدہ ہوگا
اور یہ بھی اُن سے فرما دیا کہ تم کو اول وہاں لوگ ایذا وتکلیف بھی دینگے
اور بُرا بھی کہینگے مگر تم صبر ہی کرنا اور کلمہ حق سے باز نہ رہنا انشاء اللہ
تعالیٰ پھر آخر کو وہی لوگ راہ حق پر آکر تمہارے دوست ہو جاوینگے
پھر وے وہاں سے اپنے وطن کو آئے اور وہی نصیحت نامہ ان لوگوں کو
سُنانا شروع کیا اول تو ایک مدت اُن کا وہی حال رہا کہ جدھر
جا۔ تے تھے ادھر ان پر مار دھاڑ ہوتی تھی کہ یہ کہیں سے نئے دین کی کتاب

لائے ہیں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں پھر آخر کو ان میں بعضے بعضے سمجھنے
لگے اور اپنی خطا سے توبہ کرنے لگے رفتہ رفتہ چند روز ہزاروں لوگ
راہ راست پر آکر یکے دیندار ہو گئے اور انھیں کے ہاتھوں پر انھوں نے
بیعت کی اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں کی بدولت یہ راہ توحید و
سنت کی عطا فرمائی اور یہ تمام قصہ جو ہم نے تم سے بیان کیا یہ سب انھیں
کی زبانی سُنا تھا کہ وہ اپنی ہدایت پانے کا حال بیان کرتے تھے اور
وہ دو آدمی تھے لیکن وہ کہتے تھے کہ ہم تو آدمی سید صاحب سے بیعت
کر کے خلافت نامے لائے تھے تین عورتیں اور چھ مرد جب بعد ایک مدت
کے عنایت الٰہی سے ہدایت ہونے لگی تب چار شخص ہم میں سے ملک چین
کے دار السلطنت میں گئے واسطے ہدایت لوگوں کے اور تین شخص اور چین کے
شہروں میں گئے اور دو ان میں سے ہم ہیں ہماری ہدایت پانے کا حال
یہ ہے جو ہم نے بیان کیا اب تم اپنا حال ہم سے بیان کرو کہ تمہارا
کیا طریق ہے اور کہاں سے خاص آئے ہو اور کہاں کو خاص جاؤ گے
میں نے اُن سے کہا کہ میں اپنا حال کیا تم سے بتاؤں اُنھوں نے کہا تم
نے ہمارا حال جو پوچھا ہم نے بیان کیا اب تم بھی کچھ مختصر اپنا حال بتاؤ
میں نے کہا خیر بہتر ہے میرا حال تو یہ ہے کہ میں انھیں سید صاحب
کا مرید اور خادم ہوں اور ہمیشہ انھیں کی کفش برداری میں رہا حتیٰ

سید صاحب کا تم نے حال بیان کیا مگر جب سے جنگ بالاکوٹ میں
ان کا کارخانہ جہاد فی سبیل اللہ کا درہم برہم ہو گیا تب سے میں حیران
و پریشان ادھر سے اُدھر پھرتا ہوں نہ میرا کہیں گھر بار ہے نہ کوئی
شہر و دیار ہے بقول سعدی علیہ الرحمۃ کے: درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے
اوست۔ جب یہ حال انھوں نے مجھ سے سنا تب وہ چاروں آدمی
اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ سے معانقہ و مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ کبھی
اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور کبھی اپنے سینے پر پھیرتے تھے اور سید صاحب
کے غم سے روتے تھے پھر وہ بیٹھے اور میں بھی بیٹھا پھر انھوں نے مجھ سے
پوچھا کہ اب تم کہاں سے آتے ہو اور کہاں جاؤ گے میں نے کہا کہ
سید صاحب کے اہل و عیال اور بھانجے بھتیجے ملک سندھ میں ہیں اُن کی
ملاقات کو گیا تھا سو اب وہیں سے آتا ہوں یہاں شہر ٹونک میں سید
صاحب کے بھانجے سید حمید الدین صاحب ہیں وہاں سے آکر قریب دو
ہفتے کے میں اُن کے مکان پر رہا اس عرصہ میں پانچ چار ملاقاتیں
وہاں کے نواب صاحب سے ہوئیں پھر وہاں سے میں یہاں آیا تم صاحبوں
سے ملاقات ہوئی اب یہاں سے شاہجہان آباد کو جاؤنگا پھر وہاں سے
دیکھا چاہئے کہ کدھر کو جانا ہو بغیر سید صاحب کے یہ ہی سرگردانی میرے
واسطے ہے پھر میں نے اُن سے کہا کہ اب تم بھی سوار ہو اور اپنی منزل
پر جاکر اُترو اور میں بھی اپنی منزل پر پہنچوں اور میں نے تمہیں خدا

کے سپرد کیا اور تم مجھ کو خدا کے سپرد کرو انھوں نے کہا کہ ہم تو
آج اسی پوراگ پوری میں رہینگے اور تم کو بھی یہیں رکھینگے پھر
وہیں سرا میں جا کر سب اُترے اور ایک بکرا مول لائے اس کو
ذبح کیا اور انھیں نے پلاؤ پکایا اور پراٹے پکائے اور کچھ شہد
اور کچھ میوے کی مٹھائی بہت عمدہ بنی ہوئی اُن کے پاس تھی وہ
انھوں نے نکال لی پھر جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے پھر وہ
سید صاحب کا حال مجھ سے پوچھنے لگے اور میں بیان کرنے لگا تمام رات
یہی گفتگو رہی پھر وہ بعد نماز صبح کے سوار ہو کر طرف بیت اللہ کے
روانہ ہوئے اور میں طرف شاہجہان آباد کے انتہیٰ اب یہاں سے
پھر بیان ہوتا ہے حال عظیم آباد کا کہ حضرت علیہ الرحمۃ خواجہ جان کشتیر
کی کشتیوں میں سوار ہو کر اپنے قافلہ میں تشریف لے گئے اور رات کو وہیں
رہے شام کو مولوی الٰہی بخش صاحب نے اپنا آدمی بھیجا وہ آکر حضرت
سے کہہ گیا کہ صبح کو مولوی الٰہی بخش صاحب کے یہاں آپ سب لوگوں
کی مہمانی ہے پھر اگلے روز کئی گھڑی دن چڑھے ڈھائی تین سو آدمیوں کے
حضرت ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں دیوانخانہ میں فرش
کیا گیا تھا اس میں آپ بیٹھے تھے اور وہ مکان بہت وسیع تھا
اور آدمیوں کی اس قدر وہاں کثرت ہوئی کہ آٹھ نو سو آدمیوں کے

کے قریب ہونگے وہ مکان بھر گیا اور جگہ نہ رہی مولوی الٰہی بخش
صاحب متردد تھے کہ آدمی بہت ہیں کھانا تھوڑا اگر لوگ حضرت سے
ملاقات کر کے چلے جاویں تو اس وقت کھانا کھلائیں اس عرصہ میں
کچھ کچھ لوگ وہاں سے باہر نکلنے لگے یہ حال حضرت کو معلوم ہوا تب آپ
نے اپنے آدمیوں سے فرمایا کہ حاضرین لوگوں سے پکار کر کہہ دو کہ کوئی
ہم سے بغیر ملے اپنے مکان کو نہ جاوے جو بھائی گئے ہیں ان کو بلا لو
کہ یہاں اندر ہمارے پاس آویں اُن سے ہم ملاقات کر لیویں پھر جو
لوگ گئے تھے وے آنے لگے اُس وقت مولوی الٰہی بخش اپنے بھائیوں
سے مشورہ کرنے لگے کہ قریب چھ سو آدمیوں کے حضرت کے ہمراہ
ہیں یہاں اور وہاں ملا کر اور کچھ کم و زیادہ تین سو ہماری طرف کے
ہیں اور ہزار آدمی کا کھانا ہم نے تیار کیا ہے سو اس کھانے میں اتنے
لوگ بافراغت کھا لیوینگے اور اس کے علاوہ چھ سات سو اسی شہر کے
ہیں ان کو بھی کھلانا ضرور ہے سو یہ تدبیر کی جاوے کہ جو ہمارے
تین سو آدمی ہیں ان کو ابھی رہنے دیویں اور جو باقی موجود ہیں
ان کو بٹھا کر حضرت کے ساتھ کھلاویں اور جو اپنے لوگ اور کشتیوں
پر حضرت کے لوگ باقی رہے ان کے واسطے یا تو میٹھے چاول پکائے
جاویں یا شکرانہ کا طور کر لیا جائے یہی مشورہ وہ آپس میں کر رہے
تھے کہ اس عرصے میں سید صاحب نے مولوی محمد یوسف صاحب اور

عنایت اللہ اور میاں عبد اللہ اور مجھکو مولوی الٰہی بخش صاحب کے پاس بھیجا کہ اُن سے جا کر کہو کہ کھانا تمہارے یہاں تیار رہے جو ہمارے حصے کا ہے وہ ہمارے حوالے کردو ہم آپ سب مل کر کھالیویں اور جو مولوی صاحب موصوف کچھ اس میں عذر کریں تو ان کو ہمارے پاس بلالاؤ پھر ہم چلدوں شخص نے جا کر یہی حال مولوی الٰہی بخش صاحب سے کہا اُنھوں نے کہا کھانا ایک قسم کا ہے تو ہے ہیں جو تم کو حوالہ کردیں یہاں کھانا پلاؤ بھی ہے اب تم کو کیا کیا چیز حوالے کردیں ہم نے کہا تو آپ پھر حضرت کے پاس تشریف لے چلیں جو کچھ عذر کرنا ہو آپ وہیں چل کر عذر کریں پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمارے ساتھ حضرت کے پاس آئے حضرت نے اُن سے فرمایا کہ ہمارے حصے کا کھانا ہم کو دیدو اور کسی بات کا اندیشہ نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ اور کھانا پکانا نہ پڑیگا اس میں اللہ تعالیٰ برکت کریگا اور سب لوگ با فراغت کھا چکینگے مولوی صاحب نے اقبال کیا کہ بہت خوب کھانا حاضر ہے آپ نے فرمایا کہ کھانے کے برتن ڈھکے رہنے دینا اور بعد اس کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کرکے رکابیوں میں نکالنا اور ہمارے آدمی بھی نکالیں اور تمہارے بھی پھر یوں ہی ہوا دو یا تین آدمی حضرت کے بھی نکالنے میں شریک ہوئے پھر کھانا رکابیوں میں ہر قسم کا آنے لگا رکابیاں یہو بج گئیں اور با خوبی سب لوگ کھا کر آسودہ ہوئے اور ہمارے لوگ جو کشتیوں میں تھے اُن کو بھی پہنچ گیا اور جو لوگ اُن کے تھے وہ بھی با فراغت کھا کر شکم سیر

ہوئے اور کھانا بچ رہا اور یہی عرض مولوی صاحب نے آکر حضرت سے کی
آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے پھیر مولوی فتح علی
صاحب کے والد سے مولوی شاہ محمد حسین صاحب اور مولوی الٰہی بخش حبیب تما
کہنے لگے کہ سید صاحب کے فضائل جو غائبانہ زبانی لوگوں کے سُنے تھے اُن سے
بڑھ کر پائے اور جو حالات و فضائل کمال و تمام اُن کو اللہ تعالیٰ نے عطا کئے
ہونگے اُن کا معلوم کرنا بہت دُشوار ہے اور بیعت تو اُن کے ہاتھ پر کر لی
ہے مگر اب بجز خوشامد اور چاپلوسی کچھ حاصل کیا چاہیئے پھر ایسا وقت دیکھا چاہیئے
ہاتھ لگے یا نہ لگے انھوں نے درجواب اس کے کہا کہ بات تو تم نے خوب
کہی اب ان کو اپنے زنانے مکان میں لے چلئے اور دعا کر والیئے اس سے کیا
بہتر ہے پھیر وہ سب صاحب حضرت کو مولوی الٰہی بخش صاحب کے زنانے
مکان میں لے گئے اور وہاں حضرت کے بہت فضائل و کمالات بیان کرنے
لگے اور اپنی عاجزی و انکساری اور بعد اس کے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ
نعمت عظمیٰ ہم کو گھر بیٹھے عطا کی جو آپ کو یہاں لایا ہماری یہ تمنا ہے کہ آپ
ہمارے اور ہمارے سب اہل و عیال کے واسطے دعائے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ
اپنی رضامندی کے کاروبار میں ثابت قدم اور چست و چالاک رکھے اور دنیا
کی محبت ہم سے دُور کرے اور مولوی فتح علی صاحب نے عرض کی کہ ایک
بیٹا میرا ولایت علی نام یہاں ہے نہیں وہ لکھنؤ میں طالب علمی کرتا ہے
اور وہ بہت بے راہ اور بد چلن ہے اس کے لئے بھی آپ دعا کریں اور ایک

ایک لڑکا احمد علی نام میرے عزیزوں میں ہے وہ بھی وہیں ہے اس کے ساتھ اُس کے لئے بھی دعا کریں یہ سوال سن کر آپ نے فرمایا کہ بہت خوب ہم دعا کرینگے اور اس دعا میں جو حاضر ہیں اور جو غائب اللہ تعالی سب کے لئے کفایت کریگا اور انشاء اللہ تعالی جو جیسا بدراہ بدچلن ہوگا وہ ویسا ہی سیدھا اور نیک چلن ہو جاویگا پھر آپ نے بہت دیر تک جناب الہی میں ساتھ کمال عجز و زاری کے دعا کی اور فرمایا کہ اس وقت دعا تو ہم نے عطا کی مگر ظہور اس کی خیر و برکت کا آپ چند روز کے بعد دیکھینگے کہ انشاء اللہ تعالی جدا جدا ہر ایک کا نیک حال ہدایت کا ہوتا ہے پھر وہاں سے باہر دیوانخانہ میں تشریف لائے اور بیٹھے اور ان تینوں صاحبوں کو خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا انھوں نے عذر کیا کہ ہم لائق خلافت کے نہیں ہیں ہم سے یہ بار گراں کب اٹھیگا کہ یہاں سے کہیں جاویں اور خلق اللہ کو حکم خدا اور رسول سناویں اور ان کو راہ ہدایت پر لاویں آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کا پس و پیش نہ کرو دیکھو اللہ تعالی یہیں سے بیٹھے بیٹھے کیسی راہ ہدایت نکالتا ہے کہ تم کو کہیں جانے کی حاجت نہ پڑیگی اور تم بہت خوش ہو گے اور ایک حال شہر عظیم آباد کا یہ ہے کہ ان دنوں وہاں رافضیوں کی بہت کثرت تھی اور اب بھی ہے ان لوگوں نے جو سنیوں کی رجوع سید صاحب کی طرف بہت دیکھی

کہ ہزاروں آدمی بیعت کرتے ہیں عداوت مذہب سے ان میں سے
چند ناکسوں نے وہاں کے بڑے انگریز سے جا کر کہا کہ یہ سید صاحب
جو یہاں شہر میں اتنے لوگوں سے آئے ہیں ہم نے سنا ہے کہ ان کی نیت جہاد
کی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کرینگے اور اُن کو مارینگے اور
یہ حال ہم آپ سے از روئے خیر خواہی کے کہتے ہیں وہ انگریز بڑا دانا اور
عاقل تھا اُس نے جانا یہ رافضی لوگ بڑے مفسد ہیں اور فتنہ انگیز یہ
بات سنیوں کی عداوت سے کہتے ہیں کہ کسی طور ان کو ذلت دیویں اُن
کو تو کچھ جواب نہ دیا اپنے منشی سے کہنے لگا کہ ان کا کیا دین ہے اس نے
کہا یہ بھی مسلمان لوگ ہیں اُس نے کہا کہ اگر یہ مسلمان دیندار ہوتے
تو ہم سے ایسی بات اپنے دین کی بدخواہی کی ہرگز نہ کہتے ہم لوگوں سے جہاد
کرنا کیا یہ اپنے دین میں درست نہیں جانتے ہیں جو ہم سے اپنی خیرخواہی
جتلاتے ہیں یہ لوگ تو بے دین اور مفسد معلوم ہوتے ہیں اور یہ جن کا حال
کہتے ہیں وہ پادری صاحب تو بہت نیک بخت حقانی شخص ہیں اس لئے
کہ جاسوس اُن کے حال کی تلاش میں رہتے ہیں ہم سے کسی نے یہ بات
اب تک نہیں کہی جو یہ کہتے ہیں اور وہ پادری صاحب تو حج کو جاتے ہیں
اُن کے ساتھ لڑکے بالے عورتیں جوان بوڑھے غریب غربا ہر قسم کے
لوگ ہیں اور جنگی سامان تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور ان سے
کہہ دو کہ خبردار اب بار دگر ایسی فساد کی بات ہم سے نہ کہیں اور اپنے

گھر کو جاویں اور اپنی طرف سے وہاں کے کوتوال کو لکھا کہ اپنے تھانیدار
کو کہلا بھیجو کہ یہاں کے رافضی لوگ مفسد ہیں تم گھاٹ پر جاکر جو
پادری صاحب حج کو جاتے ہیں اُن سے کہہ دو کہ تم جب تک چاہو
یہاں رہو اور اپنے مسلمانوں کو وعظ ونصیحت کرو اور ہتیار باندھے
دن کو رات کو جہاں چاہو وہاں جاؤ تمہارے لوگوں سے کوئی
مزاحم نہ ہوگا اور یہاں کے رافضی لوگ تم سے جو کچھ شرارت اور
فتنہ انگیزی کرینگے تو اپنی سزا کو پہونچینگے تم کسی بات کا اندیشہ نہ
کرنا پھر اس کوتوال نے بھی حکم اپنے تھانیدار کو سُنا کر سید صاحب کے
پاس بھیجا وہ وہاں سے کئی برقنداز اپنے ہمراہ لے کر گھاٹ پر
آیا اور سید صاحب کے بجرے پر گیا اور سید صاحب سے ملاقات
کی اور وہی حکم سرکاری آپ کو سُنایا اور چلا گیا اس عرصے میں
وہاں کے سنیوں نے جو سید صاحب کے مُرید ہوئے تھے اپنے اپنے
تعزیوں کے چبوترے کھود ڈالے اور تعزئے توڑ ڈالے اور چند رافضیوں
نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر آکر توبہ کی اور ہدایت ازلی سے پکے
سنی ہوگئے یہ حال دیکھ کر پھر ان مفسدوں نے جاکر اسی انگریز کے
پاس جاکر نالش کی کہ ہم نے پہلے آکر اطلاعاً عرض کی تھی کہ سید صاحب
اس ارادے کے شخص ہیں آپ نے کچھ خیال وتدارک اس کا نہ
کیا اب دیکھئے وہ تعزیوں کے چبوتروں کو بھی کھود دیتے ہیں اور

تعزیوں کو توڑتے ہیں اور ہمارے بھی بہت ہم مذہبوں کو اپنے
مذہب میں کر لیا اور صد ہا بلوائی ان کے ساتھ ہیں اس انگریز
نے پوچھا کہ وہ پادری صاحب جو چبوترہ کھودتے ہیں اور
تعزئے توڑتے ہیں یہ کام اپنے زور سے کرتے ہیں یا ان تعزیہ
داروں کی خوشی اور نصیحت کر کے انھیں سے یہ کام کراتے ہیں اور
تمہارے ہم مذہبوں کو وہ اپنے زور سے اپنے مذہب میں لاتے ہیں
یا وہ لوگ بخوشی ان کا مذہب قبول کرتے ہیں اس کے جواب میں انہوں
نے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تو نہیں چبوترے کھودتے اور نہ تعزیہ
توڑتے ہیں انھیں تعزیہ داروں کو ایسی بات سکھاتے ہیں کہ وہ
اپنے ہاتھ سے یہ کام کرتے ہیں اور اسی طور ہمارے لوگوں کو بھی
ایسی باتیں سناتے ہیں کہ وہ خود بخود ان کے مذہب میں جاتے ہیں ۔
اس انگریز نے کہا کہ اس امر میں تو ان پر کوئی الزام کی صورت نہیں
اگر وہ زور و زیادتی سے یہ کام کرتے تو ہم اس کا تدارک کرتے
اور ان کو روکتے اور وہ تو موافق اپنے دین کے لوگوں کو وعظ و
نصیحت کرتے اور سمجھاتے ہیں اس میں جس کا جی چاہے وہ مانے اور اس
پر عمل کرے اور دل میں نہ آوے نہ مانے مختار ہے اس امر میں ہم
ان کو خلاف قانون کے روک نہیں سکتے اور تم اب ایسی فتنہ انگیز
باتیں ہم سے نہ کرنا ورنہ تم پر جرمانہ سنگین ہوگا یہ جھڑکی انگریز

کی سن کر ان مفسدوں کے دل تو ٹوٹ گئے اور اپنے دلوں میں بہت
پشیمان ہوئے اور اپنی شرارت سے باز رہے اور عظیم آباد میں ۳ شخص رافضی
مذہب بڑے نامی جاگیر دار تھے ان میں سے تین شخصوں نے حضرت
علیہ الرحمۃ کو پیام دیا کہ ہمارے لوگوں سے بڑا قصور ہوا جو انگریز کے پاس
جا کر آپ پر نالش کی اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر برے
کاموں سے اور اپنے مذہب سے توبہ کریں اگر آپ یہاں قدم رنجہ فرماویں
عین ہماری سرفرازی ہے اور آپ کی بندہ نوازی ہے والا ارشاد ہو تو
ہم وہیں آ کر حاضر ہوں آپ نے اُن کے آدمی سے فرمایا کہ ان صاحبوں سے
کہنا کہ خدا کے کام میں ہم کو کسی طرح عار اور انکار نہیں ہے آپ کا آنا
کچھ ضرورت نہیں آپ جس وقت ہم کو بلاوینگے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بے تکلف
چلے آوینگے جب اُن کا آدمی یہ جواب پا کر چلا گیا تب شہر کے جو ذی عزت
لوگ حضرت کے پاس حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ ان کے یہاں تو
ہرگز جانے کا ارادہ نہ کریں یہ رافضی لوگ بڑے مکار اور دغاباز ہوتے
ہیں اُن کی بات کا کچھ اعتماد نہیں اس لئے کہ تقیہ ان کے مذہب میں فرض
ہے پھر ان کی توبہ کرنے اور سنی ہونے کا کیا ٹھکانا جب چاہیں توبہ
کر کے سنی بن جاویں اور جب چاہیں پھر شیعہ ہو جاویں آپ نے اُن سے
فرمایا تم جو کہتے ہو یہ سب باتیں ہم جانتے ہیں کہ یوں ہی ہیں مگر جب
کوئی شخص سنی ہو یا شیعہ توبہ کرنے کا ارادہ کرے تو ان سب

تقریروں کو اٹھا رکھے اور اس کی توبہ کرانے میں توقف نہ کرے
توبہ کرا کے اس کو نصیحت کر دے کہ یہ کام کرنا اور یہ نہ کرنا اور ہدایت
اللہ تعالی کے اختیار میں ہے یہ کلام کر کے آپ نے مہربان خاں کے بھائی
شمشیر خاں سے کہ وہ بجرے کے پہرے پر مقرر تھے فرمایا کہ ہم تو
اب بجرے میں جاتے ہیں شاید کوئی آوے ان نواب زادوں میں
کا تو ہم کو خبر کر دینا یہ فرما کر آپ بجرے میں تشریف لے گئے اور
ان تینوں نواب زادوں میں ایک شخص قطب الدین خاں نہاری کر کے
مشہور تھے درمیان ظہر اور عصر کے پینس لے کر ان کا آدمی آپ کے
لینے کو آیا شمشیر خاں نے آپ کو اطلاع کی آپ تشریف لائے اور
اس پینس میں سوار ہو کر ان کے مکان پر گئے اور کوئی سو آدمی ،
قافلہ کا آپ کے ہمراہ تھا اور جا کر اُن کے دیوانخانے میں بیٹھے اس وقت
نواب قطب الدین خاں اپنے زنانے مکان کے کچھ پردوں کی درستی ،
کر رہے تھے کہ حضرت کو وہاں بٹھالیں پھر باہر حضرت کے پاس آئے
اور معانقہ و مصافحہ کیا عافیت مزاج کی پوچھی اور آپ کے پاس بیٹھے
حضرت نے اُن سے پوچھا کہ فرمائیے آپ کا کیا ارادہ ہے عرض کی آپ
کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور اندر بھی قدم رنجہ فرمانا ہوگا وہاں عورتیں
بھی بیعت کریں گی حضرت نے فرمایا آپ تو یہاں بیعت کر لیں پھر
اندر چلیں گے انھوں نے عرض کی کہ بہتر ہے حاضر ہوں پھر اول حضرت

نے ان کے مذہب کی برائی اور اپنے مذہب کی خوبی میں بیان،
فرمایا اور اُن سے بیعت لی اور سب بری باتوں سے توبہ کرائی بعد
اس کے انھوں نے عرض کی کہ اب آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
مجھکو اس توبہ پر ثابت قدم رکھے پھر آپ نے دیر تک اُن کے واسطے
ننگے سر ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ تم نے اس وقت توبہ کی اللہ تعالیٰ تم
کو اس توبہ پر راسخ اور ثابت قدم رکھے انشاءاللہ تعالیٰ چند روز کے
بعد تم اس کی خوبی اور برکت دیکھو گے پھر وہ اپنے زنانے مکان میں
حضرت کو لے گئے وہاں اُن کی عورتوں سے توبہ کرائی اور بیعت لی اور
حضرت اندر ہی تھے کہ نواب قطب الدین خاں نے ایک سینی میں پانسو
روپے اور ایک سرخ دوشالہ اور ایک بوٹے دار رومال اور کئی
تھان سپید اور کئی تھان گلبدن اور مشروع کے اپنے آدمی کے ہاتھ
بھیجے اور ایک سینی میں پان اور دو شیشیاں عطر کی دوسرا آدمی لایا اور
ایک ٹوکرا بھر شیرینی تیسرا آدمی لایا پھر کئی آدمی ہم میں سے اُٹھے
اور اس شیرینی کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک شیشی عطر اور وہ پان
بھی بانٹ دئے اور باقی اسباب اور روپے رکھ لئے اس عرصے
میں حضرت بھی اندر سے تشریف لائے اور دیوانخانہ میں بیٹھے
اس وقت جو لوگ نواب قطب الدین خاں کے نوکر چاکر خدمتگار
حاضر تھے اُن کو نواب ممدوح نے حکم دیا کہ تم بھی حضرت کے ہاتھ پر

بیعت کر لو پھر ان سب نے بیعت کی جب بیعت سے حضرت فارغ
ہوئے اس وقت نواب ممدوح ایک تلوار گجراتی پرانی بیش قیمت
روپہلی قبضے کی کہ اس میں سنہری دھاریاں تھیں اور ایک سپر بہت عمدہ
ولایتی قبہ دار اور ایک فرد پستول انگریزی اور ایک بندوق نہایت
عمدہ اور دو کمانیں اور دو ترکش تیروں میں ناوک کے تیروں کا
تھا آپ کے سامنے واسطے نذر کے لاکر رکھا حضرت نے فرمایا کہ اب
توجہ کو جاتے ہیں ان ہتھیاروں کو کہاں لئے پھریں ان کو تم اپنے
پاس رہنے دو انشاء اللہ تعالیٰ اُدھر سے آکر لیوینگے نواب ممدوح
نے عرض کی کہ میں تو آپ کی نذر کر چکا اب میں اپنے یہاں نہ رکھونگا،
موت پیچھے لگی ہے کیا خبر کس وقت آوے یہ ہتھیار آپ ہی لیتے
جاویں اس میں کئی بار جانبین میں تکرار ہوئی آخر کو حضرت نے وہ
سب ہتھیار لئے اور وہاں سے رخصت ہو کر چلے دوسرے نواب
زادے کے آدمی آپ کو لینے کو آئے تھے پھر وہ مل گئے اور اُن کے
دیوانخانے میں بٹھایا اور اس نواب زادہ نے آکر حضرت سے معانقہ
اور مصافحہ کیا اور واسطے بیعت کے حضرت سے عرض کی آپ نے اول
نصیحت کرنی شروع کی کہ بیعت کہتے ہیں اللہ سے عہد کرنے کو کہ میں
نے سب بُرے کاموں سے توبہ کی کہ آیندہ نہ کرونگا سو جس نے سچے
دل سے توبہ کی اور اس کے اوپر قائم رہا اس کے لئے دنیا میں بہتری ہے

اور آخرت میں ثواب پاویگا اور جس نے دغابازی سے توبہ کی اور
دل میں اس کے کچھ اور ہے تو اس نے گویا اللہ تعالی کے بندوں کو فریب
دیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے فریب کیا اور عذاب الہی اپنے سر پر لیا اور اپنی
عاقبت کو تباہ کیا اور اگر دنیا میں بھی اُس کی خرابی اور تباہی ہوجاوے
تو بھی کچھ عجب نہیں اور بہت سی نصیحت اس صورت کی آپ نے کی وہ
تمام و کمال کلام ہدایت التیام جو آپ نے فرمائے تھے مجھ سے کہاں
بیان ہو سکتے ہیں یہ وعظ و نصیحت سُن کر انھوں نے عرض کی کہ سچے
دل سے خدا ہی کے واسطے توبہ کرتا ہوں اور میری کچھ غرض نہیں آپ نے
فرمایا بسم اللہ اس سے اور کیا بہتر ہے اور ان سے توبہ کرائی اور
بیعت لی پھر وہ حضرت کو زنانے مکان میں لے گئے اور عورتوں کو مرید
کروایا اور پھر وہاں سے لاکر حضرت کو دیوانخانہ میں بٹھلایا پیچھے اُن کا
آدمی ایک سینی میں سو روپے اور سات اشرفی اور پانچ تھان سپید
قیمتی اور دو بنارسی دوپٹے لایا حضرت نے اس کو قبول فرمایا پھر
ہم لوگوں میں کسی نے وہ نقد و اسباب سب لے لیا پھر ایک ٹوکرے
میں شیرینی آئی وہ بھی ہم نے رکھ لی اور جو پان تھے وہ تقسیم کردئے
پھر حضرت کو وہاں سے تیسرے نواب زادے کے آدمی لے گئے وہاں
بھی اول وعظ و نصیحت کا طور اسی طرح ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
ہے پھر اس نواب زادے نے بیعت کی اور اپنے زنانے مکان میں لیجاکر

عورتوں کو مرید کرایا اور پھر وہاں سے لاکر اپنے دیوانخانہ میں بٹھایا
اور چار توڑے پچاس پچاس روپے اور ایک تھان کمخواب کا اور
ایک بنارسی دوپٹہ اور ایک پیش قبض فولادی ولایتی اور چار پانچ تھان
سفید لاکر حضرت کی نذر کئے اور ایک ٹوکرا شیرینی آئی اور پان آئے
پھر شیرینی کا ٹوکرا اسم لوگوں نے رکھ لیا اور پان تقسیم کر دئے پھر وہاں
سے سید صاحب کشتیوں کے قریب آئے اور اُسی روز ظہر و عصر کے
درمیان ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اُس کی بیٹی پندرہ سولہ
برس کی تھی اور دو لڑکے ایک تو کوئی تیرہ چودہ برس کا اور دوسرا
اٹھارہ انیس برس کا تھا بڑے کا نام عنایت اللہ اور چھوٹے کا نام
ہدایت اللہ تھا پھر عورت نے حضرت سے عرض کی کہ میں ڈومنی ہوں اور
گانے بجانے کا پیشہ کرتی ہوں سو میرا کئی مہینے پیشتر سے ارادہ تھا کہ
میں اس اپنے پیشہ حرام سے توبہ کروں مگر شرارت نفس سے باز رہی سو
اب اس نیت سے آپ کے پاس آئی ہوں حضرت نے خوش ہو کر فرمایا
کہ ہم تم کو مرید بھی کرینگے اور جو تم ہمارے ساتھ چلو تو حج بھی کرا لائیں
یہ بات سن کر وہ کمال خوش ہوئی پھر حضرت نے اس سے اور اس کی
بیٹی اور دونوں بیٹوں سے بیعت لی اور اس سے فرمایا کہ تمہارے یہاں
جو کچھ ساتھ لینے کا اسباب ہو آج ہی یہاں لاکر کشتی میں چڑھا دو
پرسوں یہاں سے کوچ ہے پھر اس نے اُسی روز شام کو اپنا اسباب

لاکر تاؤ پر چڑھا دیا پھر اگلے روز صبح کو رحیم خاں افغان سوداگر کے یہاں سے حضرت کے لئے بینس آئی کوئی سو آدمی سے وہاں تشریف لے گئے اور ان کے بنگلے میں جاکر بیٹھے اول رحیم خاں نے بیعت کی پھر ان کے بھائی بھتیجے داماد امیر خاں نے بیعت کی پھر وہ اپنے اندر زنانے مکان میں حضرت کو لے گئے وہاں اپنے اہل و عیال کو مرید کروایا بعد اس کے پھر وہاں سے حضرت بنگلے میں آئے اور آپ کے ساتھ ہی رحیم خاں کے بھائی نذرانہ لائے اور ایک تانبے کے طباق میں کھلے ہوئے روپے تھے کوئی سو ہوں یا پچاس اور کوئی سو روپے ایک رومال میں بندھے ہوئے وہ اس طباق میں دھرے تھے اور سات یا آٹھ تھان سپید اور رنگین وشروع کے تھے حضرت نے اپنے لوگوں سے اشارہ کیا پھر طباق جس میں روپے تھے مولوی محمد یوسف صاحب نے لے لیا اور تھان عبدالرحیم کا نذہلے والے نے لے لئے پھر حضرت نے رحیم خاں سے پوچھا کہ تمہارے یہاں کیا شغل و کاروبار رہتا ہے انھوں نے عرض کی میں ادنےٰ آدمی ہوں کوئی دس ہزار روپے کے چمڑے کی تجارت کرتا ہوں اور ان کے مکان میں ایک بڑا انبار چمڑے کا لگا تھا اس کی طرف اشارہ کیا اور حضرت کی تعریف بیان کر کے کہنے لگے کہ اب مجھکو کس چیز کی کمی ہے کہ آپ سا شخص میرے یہاں تشریف لایا اور آپ کی خدمت میں قدرت

میری غرض یہ ہے کہ عاقبت میری اور میرے اہل وعیال کی بخیر ہو اور دنیا میں عزت و آبرو سے رہوں اور میرے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فائدہ پہونچاوے سوا سی مطلب کے واسطے آپ دعا کریں پھر حضرت نے اُن کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ حج سے آتے ہوئے پھر ہم تم سے ملاقات کرینگے اور آپ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے واسطے وعظ کہنے کے فرمایا انھوں نے وعظ کہنا شروع کیا اور حضرت وہاں سے کہ دوسرے سوداگر تھے عبدالرحمن خاں اُن کے مکان پر تشریف لے گئے عبدالرحمن خاں نے بیعت کی اور زنانے مکان میں لے جاکر اپنے اہل وعیال سے بیعت کرائی اور دوسو روپے اور کئی تھان سپید اور چند پارچہ دریائی کے انھوں نے نذر کئے جب حضرت مردانے مکان میں آکر بیٹھے تب انھوں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم لوگوں کی قسمت سے لایا ورنہ ایسے بزرگوں خدا والوں کا دیدار ہم کو کہاں نصیب ہوتا آرزو ہماری یہ ہے کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت بخیر کرے اور دنیا میں ہم سے اپنی رضامندی کے کام کرائے اور ساتھ آبرو و عزت کے رکھے اور جو باتیں دین اسلام کی ہم نے آپ کی زبان ہدایت بیان سے سنیں وہ اپنی عمر میں کسی عالم اور پیرزادے سے نہیں سنیں اور حق یہی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل نصیب کرے پھر حضرت نے ان کے لئے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اور فرمایا کہ اپنے مال سے ہر سال حساب کر کے موافق حکم خدا و رسول کے زکوٰۃ نکالا کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر فرض ہے اور یہ زکوٰۃ اپنے خویش اقربا اور اپنے ہمسائے میں جو

محتاج ہوں ان کو دینا اوراس کے سوا جو تم سے ہو سکے اپنے مال سے مسکین اور
مسافروں کی خدمت کیا کرنا اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں خیر و
برکت کریگا اور اس دعا کی برکت کا حال انشاء اللہ تعالیٰ بعد چند روز کے
تم کو معلوم ہو گا اور اب تو ہم حج کو جاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے اس طرف
لائے گا تو پھر ہم تم سے ملاقات کرینگے پھر آپ وہاں سے کشتیوں کے پاس
آئے اس میں رحیم خاں کے آدمی آئے اور عرض کی کہ آج شام کو آپ کی اور تمام
قافلے کی ضیافت ہے جو آپ کے ساتھ چلینگے وہ وہاں کھاوینگے اور باقی لوگوں
کو یہاں کھانا آویگا یہ کہہ کر وہ آدمی اپنے مکان کو گئے اور جب کشتیاں عظیم آباد
کے گھاٹ پر لگی تھیں تب حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد یوسف صاحب کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہاں سات آٹھ مقام ہونگے اور ہمارے پاس سامان کم
ہے اگر اس عرصے میں بان سات پال اور دو تین چھپر تیار ہو سکیں تو بنا لو اور لگے
چل کر یہاں سے چل کر کلکتہ میں دیکھا چاہئے کہاں اترنے کا اتفاق ہو تو لڑکے بالوں
کو تکلیف ہو گی اگر یہ سامان یہاں بن جاویگا تو وہاں لوگوں کو آرام ہو گا پھر اگلے
روز ہم اور رحیم بخش خیاط اور میاں ظہیر اللہ اور شیخ باقر اور سہدی والے یہاں
کے بازار میں گئے کہ دیکھیں یہاں کیا کیا سودا بکتا ہے وہاں جا کر جو دیکھا تو
ٹاٹ بہت کثرت سے تھا اور ارزاں بکتا تھا کہ ٹاٹ کے دہرے تھیلے جن
میں درست جنس سماوے وہ ڈیڑھ آنے کا ایک تھیلا بکتا تھا ہم چاروں
شخصوں نے از روے خوش طبعی کے آپس میں کہا کہ ٹاٹ تو یہاں ارزاں ہے اگر
بن سکتا تو اسی کے پال اور اسی کے چھپرے بنا لیتے پھر رحیم بخش کے خیال میں

یہ بات جم گئی اور وہیں ایک ٹاٹ والے کی دوکان پر بیٹھ گئے اور حساب لگایا
کہ لتنے ٹاٹ میں اس قدر ریلیے چوڑے پال تیار ہونگے اور کہا کہ سائے سے غرض
ہے ٹاٹ ہو یا کپڑا اگر اس کے پال بنالئے جاویں تو بن سکتے ہیں پھر ہم سب سے
صلاح کرکے پانچ پالوں کا ٹاٹ انھوں نے واسطے حضرت کے خریدا اور وہیں سے
اس کی رسیاں اور بانسے اور سُتلی واسطے سینے کے خریدی اور وہیں سینے والوں کو
بلاکر اور دو آنے پال اُن کی مزدوری مقرر کرکے وہیں ان کو سب اسباب
سپرد کردیا کہ آج ہی پانچوں پالیں تیار کرکے ہمارے وہاں گھاٹ پر پہنچادو اور
کھڑے کرکے ہم کو دکھادو پھر ہم چاروں شخص وہاں سے گھاٹ پر چلے آئے پھر
اسی روز دوپہر کو وہ مزدور پانچوں پالیں لے کر اور درست کرکے ہمارے پاس
لائے اور وہیں گنگا کے کنارے سب کو کھڑا کردیا اور وہ چلے گئے بعد نماز ظہر
کے ہم نے حضرت سے عرض کی کہ پالیں کھڑی ہیں چل کر ملاحظہ فرمائیے آپ نے
فرمایا پالیں تیار ہوگئیں ہم نے عرض کی کہ ہاں تیار ہوگئیں پھر آپ وہاں تشریف
لے گئے اور ملاحظہ فرماکر کمال خوش ہوئے کہ تم نے خوب اچھی پالیں بنوائیں اور
یہ عیالداروں کے واسطے بہت خوب ہیں اور پوچھا کہ ہر ایک پال کتنے کو
تیار ہوئی رحیم بخش خیاط نے عرض کی کہ مع دونوں طرف کے پردے
اور زمین کا فرش بانس رسیاں اور میخیں سب ملاکر چھ چھ آنے
اور ایک ایک روپے میں ہر ایک پال تیار ہوئی ہے یہ بات سُن
کر حضرت اور نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہر ایک شخص بی بی
والے کے لئے ایک ایک پال بنواکر حوالے کردو پھر ان کو اختیار ہے

جب چاہیں کھڑی کریں اور اپنے ہی قبضے میں رکھیں پھر قریب ساٹھ
بالوں کے ہم نے دو روز میں تیار کرائیں اس میں بعضے صاحبوں نے اپنے
پاس سے قیمت دی اور باقی بالوں کی قیمت حضرت نے مرمت فرمائی
اور ایک ایک سب کو تقسیم کر دی اور فرمایا اور اسباب ضروری کھانے
پکانے وغیرہ کا جن کے پاس نہ ہو چنانچہ توے لوہے کے چولھے لوہے
کے پرایتں یعنی طاش اور کڑاہی وغیرہ مول لے لو دو دو اور ایک
ایک انگیٹھی بھی مول لے کر ہر کشتی میں دھر دو پھر یہ سب اسباب
مذکورہ خرید کر حضرت کے روبرو لائے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ پہلے
پہلے جس کو حاجت ہو تقسیم کر دو پھر موافق فرمانے آپ کے ہم نے
اس کو بانٹ دیا اب باقی رہا حال رحیم خاں کی دعوت کا سو وہ یہ ہے کہ
شام کو ان کے مکان پر (حضرت) تشریف لے گئے اور کھانا پلاؤ تھا اور
گوشت روٹی پھر جو سید صاحب کے ہمراہ تھے انھوں نے وہاں کھایا
اور جو باقی لوگ کشتیوں پر تھے ان کا کھانا وہاں گیا پھر حضرت نے دعا
کی اور مولوی سید مظہر علی صاحب کو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا پھر
وہاں سے اپنے بجرے پر تشریف لائے پھر اگلے روز صبح کو ناویں کھلیں
عظیم آباد سے کوچ ہوا وہاں سے سولہ کوس قصبہ باڑہ ہے بعد دوپہر کے
اس کے کنارے ناویں لگیں قصبہ مذکور کے صدہا شرفا غربا نے آ کر
واسطے بیعت کے ہجوم کیا اور حضرت کی آمد سن کر اس اطراف کی
بستیوں کے لوگ بہت پہلے سے آئے تھے انھوں نے بیعت کی اور

وہاں کے شرفاء نامی سے ایک خواجہ مولا بخش اور خواجہ افضل علی اور
شیخ سوہن اور واحد علی خاں اور اکرام الحق تھے اور سب کے بڑی بڑی
شرعی ڈاڑھیاں تھیں اور ان میں دو صاحب نمازی بھی تھے ایک تو خواجہ
مولا بخش اور دوسرے خواجہ افضل علی اور ایک وہاں کے نامی رئیسوں میں
شاہ گھسیٹا تھے یہ سب صاحب مل کر شاہ ممدوح کے پاس گئے اور ان
سے کہا کہ آج ایک سید صاحب رائے بریلی کے کشتیوں پر قافلہ بڑا بھاری
لے کر آئے ہیں تمام لوگ شرفا و غربا ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں سو
آؤ چل کر ان سے ملاقات کریں اور دیکھیں تو وہ کیسے شخص ہیں شاہ
گھسیٹا نے ان سے کہا از روے طعن کے تم لوگ متشرع داڑھی والے
ہو تم جاؤ اور میں تو ان کے سامنے نہ جاؤنگا اس لئے میری وضع چال
ڈھال تم سب دیکھتے ہو داڑھی میں منڈاتا ہوں ٹوپی انگرکھے پاجامہ
میں دوپٹے میں گوٹا لگا ہے بھنگ تاڑی دربھرہ شراب میں پیتا ہوں
فاحشہ رنڈیاں ہر روز میرے پاس حاضر رہتی ہیں اور علاوہ اس کے
کمشنری کا میں نائب ہوں کہ وہاں حلال و حرام میں کچھ امتیاز نہیں جو
کچھ ہاتھ آیا نوش ہے سو وہاں مجھ سے ناکارہ آدمیوں کا کیا کام پھر
شاہ گھسیٹا تو نہ گئے وہی سب صاحب حضرت کی ملاقات کو گئے وہاں
گنگا کے کنارے پر ایک بڑی جاجم بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھے ہوئے حضرت

لوگوں سے بیعت لے رہے تھے جو لوگ وہاں کھڑے تھے ان صاحب
کو دیکھ کر ادہر اُدہر ہٹ گئے حضرت نے ان کو دیکھتے ہی کہا السلام علیکم
اُن سب نے اس کے جواب میں موافق دستور اس زمانے کے کہا بندگی
آداب پھر حضرت نے واسطے مصافحہ کرنے کے اُن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا
اُن سب نے مصافحہ کیا اور اسی جاجم پر بیٹھے حضرت نے خواجہ مولابخش
کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بجائے سلام علیکم کے یا وعلیکم السلام کے
آداب اور بندگی کہنا نہ چاہئے یہ بُری عادت ہے لڑکا ہو یا بوڑھا
غریب ہو یا امیر سب کے واسطے السلام علیکم وعلیکم السلام ہے اس
کلام کے سنتے ہی کچھ ایسا اثر ان کے دل میں ہو گیا کہ خود بخود خواجہ مولابخش
نے عرض کی کہ حضرت میں بھی آپ سے بیعت کرونگا حضرت نے فرمایا
بسم اللہ ہاتھ لائیے انھوں نے اپنے نوکر سے کہا کہ دو روپے کے خرمے
بازار سے جلد جا کر لا حضرت نے فرمایا کہ بیعت کرنے کے واسطے خرمے
شیرینی وغیرہ کچھ ضرورت نہیں تم بیعت کر لو اور بیعت کیا ہے اپنے
اللہ تعالیٰ سے عہد کرنا ہے کہ ہم کوئی بُرے کام نہ کرینگے پھر خواجہ
مولابخش صاحب نے بیعت کی اُن کے بعد اور جو صاحب تھے انھوں نے
بھی بیعت کی پھر ان میں سے کسی صاحب نے حضرت شاہ گھسیٹا صاحب
کا ذکر کیا کہ وہ یہاں کے نامی سرداروں میں ہیں اگر وہ آپکے دست
مبارک پر بیعت کر لیتے تو ان کے سبب سے اور بہت لوگوں کو

فائدہ ہوتا حضرت نے یہ گفتگو سن کر کچھ جواب یہ دیا سکوت میں
رہ گئے بعد اس کے کچھ تھوڑی ہی دیر گذری ہو گی کہ شاہ گھسیٹا
بھی خدا جانے اپنے دل میں کیا سمجھ کر منہ لپیٹے ہوئے اُسی مجمع میں آکر
کھڑے ہوئے خواجہ مولا بخش ان کو دیکھ کر اٹھے اور ان کا ہاتھ
پکڑ لائے اور حضرت کے پاس بٹھلایا انھوں نے بے تامل یہی عرض
کی کہ میں بھی بیعت کرونگا آپ نے ان سے بھی بیعت لی پھر انھوں نے
پانچ روپے کے چھوہارے منگا کر حضرت کے آگے رکھے آپ نے حاضرین
لوگوں کو تقسیم کروائے اور پھر ان سب صاحبوں نے پوچھا کہ ابھی
تو دو تین مقام آپ یہاں کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ہم کو یہاں
رہنے کی فرصت نہیں ہے انشاءاللہ تعالیٰ کل یہاں سے کوچ
کرینگے انھوں نے عرض کی کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کر جائیں کہ ہم لوگوں
کو دین اسلام کی تعلیم کیا کریں آپ نے یہ سوال ان کا سن کر تھوڑی
دیر سکوت فرمایا بعد اس کے فرمایا کہ تم نے بہتر بات کہی اور ہم نے
تمہارے درمیان شاہ گھسیٹا کو اپنا خلیفہ کیا یہ تم کو خدا و
رسول کی باتیں تعلیم کیا کرینگے شاہ صاحب کا نام سن کر تمام،
حاضرین لوگ ایک تعجب میں خاموش رہ گئے اور ایک دوسرے
سے چپکے چپکے کہنے لگے کہ شاہ صاحب ہم لوگوں کو کیا تعلیم کرینگے
دین اسلام کی جو یہ خود یہ حال رکھتے ہیں مگر ہاں جیسی ان

کی چال ڈھال ہے وہ البتہ دوسرے کو تعلیم کرینگے حضرت نے
ان لوگوں کا عندیہ معلوم کیا کہ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی پھر آپ
نے ایک تاج اور ایک کرتا شاہ صاحب کو عنایت کیا اور
خلافت نامہ دیا اور ان کے لئے دعا کی اور لوگوں کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ بھائی چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ دیکھنا کہ شاہ
گھسیٹا کا ایسا حال ہوگا کہ تم لوگ کہو گے کہ یہ شاہ گھسیٹا ہی
ہیں یا کوئی اور ہیں پھر شاہ صاحب موصوف نے حضرت سے عرض
کی کہ کل آپ کا یہاں سے کوچ ہے مگر میرے غریب خانے سے ناشتہ
کر کے کوچ کیجئے حضرت نے قبول فرمایا پھر شاہ صاحب حضرت سے
رخصت ہو کر اپنے مکان گئے پھر اگلے روز کچھ دن چڑھے شاہ
گھسیٹا اور خواجہ مولابخش اور خواجہ افضل علی اور شیخ سوہن اور اکرام الحق
اور واحد علی خاں حضرت کے پاس آئے اور عرض کی کہ کھانا تیار
ہے تشریف لے چلئے اور اسی قصبہ میں ایک رنڈی فاحشہ بخشن نام
بڑی نامی اور ناچنے گانے میں طاق اور حسن و جمال میں شہرۂ آفاق
تھی کہ اکثر عیاش لوگ اس پر مبتلا تھے اس روز اپنے چند آشناؤں
سے از روئے تمسخر کے اپنے مکان پر کہتی تھی کہ کل یہاں گھاٹ پر
جو ایک پیر زادے صاحب اترے ہیں اس بستی کے بہت لوگ

مُرید ہوئے ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ شاہ گھسیٹا بھی اُن
کے مرید ہوئے ہیں وہی مثل ہے کہ نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی اور
آج اُنھوں نے اپنے پیر کی دعوت کی ہے اور چند لوگوں سے ان کو
لینے گئے ہیں سو میرا دل چاہتا ہے کہ اب وہ پیر جی شاہ صاحب کے
مکان پر دعوت کھانے جاوینگے میں بھی کہیں راستے میں کھڑے ہو کر اُن
کو دیکھوں کہ وہ کیسے پیر ہیں جنھوں نے شاہ گھسیٹا کو مُرید کیا یہ کہہ کر
اپنے مکان سے باہر نکلے جانو نام ایک نائی تھا اس کے چوترے پر
جا کر بیٹھے اور وہی حضرت علیہ الرحمۃ کے آنے کا رستہ تھا پھر حضرت
دریا سے شاہ گھسیٹا کے مکان پر چلے اور آپ کے ساتھ کئی سو آدمیو
کا ہجوم تھا جب حضرت جاتے جاتے جانو کے مکان کے قریب پہنچے تب
وہ چوترے سے اٹھ کر رستہ میں حضرت کے سامنے آئے اور اپنا حال
عرض کیا کہ میرا یہ پیشہ ہے سو میں اس پیشہ حرام سے توبہ کرتی ہوں آپ
مجھکو مُرید کریں حضرت نے فرمایا واہ سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہے اور
وہیں رستے میں کھڑے اس سے بیعت لی اور اُسی کے لئے دعا کی اور
شاہ گھسیٹا سے فرمایا کہ یہ تمہاری دینی بہن ہے اس کو تم دین اسلام
کی باتیں سکھلانا یہ فرما کر آگے چلے اور شاہ صاحب کے مکان میں داخل
ہوئے وہاں فرش بچھے تھے حضرت بیٹھے اور جو ہمرکاب تھے وہ سب بیٹھے

اور کھانا نان گوشت پلاؤ اور دہی تھا یہ سب کے ہاتھ دھلا کر کھانا
سب کے آگے دھرا گیا پھر سب نے کھانا شروع کیا اور حضرت کے آگے
بہت کھانا افراط سے کئی رکابیوں میں دھر اگیا جب حضرت اور تمام
لوگ تناول فرما چکے حضرت نے دعا کی اور لوگ برتن اٹھانے لگے تب
حضرت نے شاہ گھسیٹا سے فرمایا کہ ہمارے آگے کی رکابیاں تم اپنے
گھر لیجاؤ یہ تم کھانا اور جس کو چاہو کھلانا پھر شاہ صاحب وہ
رکابیاں اٹھالے گئے اور شاہ صاحب ممدوح کے یہاں ایک چوبین
کشتی دیگ سے کھانا نکالنے کو سوا گز کی لمبی اور دس گرہ کی چوڑی
تھی اور اس میں دونوں طرف اٹھانے کے دستے تراشے ہوئے تھے
جب حضرت وہاں سے اُٹھے اور رخصت ہو کر چلے تب وہ کشتی آپ کی
نگاہ پڑی اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہ برتن بہت خوب ہے ۔
شاہ صاحب نے کہا کہ یہ آپ کی نذر ہے آپ نے فرمایا اپنے آدمی سے
اس کو دریا پر پہنچا آؤ پھر حضرت وہاں سے گھاٹ پر تشریف لائے اور
شاہ گھسیٹا حضرت کو پہونچانے آئے اور حضرت کے قافلے میں محمد حسین
ایک نابالغ نو دس برس کا پھلت کا رہنے والا ایک لڑکا تھا حضرت
نے اس کو توجہ دینا تعلیم کیا تھا اُس وقت آپ نے شاہ گھسیٹا سے
فرمایا کہ محمد حسین کو اس عورت کے پاس جس نے آج رستے میں
بعیت کی تھی لے جاؤ اور اس کو توجہ دلاؤ پھر شاہ صاحب ۔

محمد حسین کو اس عورت کے پاس لے گئے انھوں نے بٹھا کر ایک مکان
میں اُس کو توجہ دی ایک جلسہ میں لطائف ستہ اس کے جاری
ہو گئے اور سلطان الذکر بھی جاری ہو گیا اور بعد اس کے حالت نفی
کی اُس پر واقع ہوئی پھر بعد اس کے جب وہ ہوش میں آئی تب
محمد حسین نے اس سے حال پوچھا اُس نے اپنے بدن پر ہر لطیفہ کی
جگہ پر ہاتھ رکھا اور کہا اول تو ان جگہوں سے اللہ کا ذکر مجھکو معلوم
ہوا اور ہر لطیفہ کے نور کا جدا جدا رنگ اُن سے بیان کیا اور کہا بعد اس
کے تمام بدن کے بند بند سے وہی ذکر جاری ہوا اور پھر کچھ دیر کے بعد
میں سو گئی پھر مجھکو نہیں معلوم کہ کیا ہوا یہ سُن کر محمد حسین اور شاہ
گھسیٹا حضرت کے پاس آئے اور یہ سب حال اس کا حضرت سے عرض
کیا حضرت نے فرمایا اس کو تو بڑا بزرگ بنانا ہے ابھی ایک بار جا کر
اس کو اور توجہ دو پھر اسی وقت محمد حسین اور شاہ گھسیٹا اس کے مکان
پر گئے اور محمد حسین نے اس کو توجہ دی اور بعد فراغ توجہ کے اس سے
پوچھا اس نے عجیب عجیب حالات اور معاملات جو اس نے دیکھے تھے
بیان کئے خدا جانے کئی مقام اس توجہ میں اس کے طے ہو گئے اور
کہا اس کے بعد جو کچھ اور حال میں نے دیکھا وہ زبان سے بیان نہیں
کیا جاتا ہے پھر محمد حسین اور شاہ گھسیٹا حضرت کے پاس آئے اور
محمد حسین نے تمام وہ کیفیت کشف و شہود کی اس کی عرض کی بعد

اس کے شاہ گھسیٹا نے عرض کی کہ حضرت یہ توجہ کا کیا معاملہ ہے ہم
تو آپ کی اس نعمت سے محروم ہیں آپ کے خلیفہ کس بات کے ہوئے
ہم کو بھی اس نعمت سے آپ مشرف کریں آپ نے فرمایا اب تو ہم بر سر
سفر ہیں کشتیاں کھلنی چاہتی ہیں اگر تم کو اس بات کی آرزو ہے تو
دو چار منزل ہمارے ساتھ چلو اگر اللہ چاہیگا تو تم کو بھی یہ دولت حاصل
ہو جاویگی یہ بشارت فیض اشارت سن کر شاہ صاحب بھی گئے اور
اپنے یاروں دوستوں سے آپ کے ہمراہ چلنے کو مستعد ہوئے پھر اس روز
بعد نماز ظہر کے کشتیاں کھلیں اور حضرت نے کوچ کیا وہاں سے چار
پانچ پر ایک بستی تھی نام اس کا یاد نہیں اس روز شام کو وہاں کشتیاں
ٹھہریں اور چند غربا نے بیعت کی اگلے روز وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں
اور ایک بستی کے کنارے ٹھہریں وہاں چند لوگوں نے حضرت سے بیعت
کی پھر اگلے روز کشتیاں مونگیر کے کنارے لگیں وہاں بھی غربا لوگوں
نے بیعت کی اگلے روز کشتیاں بھاگلپور کے کنارے لگیں اگلے روز راج
محل کو گئیں وہاں بھی غربا لوگوں نے بیعت کی اپنے قافلے میں محمدی نام
ایک شخص تھے ان کو حضرت انصاری بھائی کہا کرتے تھے انھوں نے
حضرت سے عرض کی کہ میرا غریب خانہ یہاں سے دس گیارہ کوس
ہے مجھکو کیا ارشاد ہے آپ نے فرمایا جاؤ ہم کلکتہ میں جا کر ٹھہرینگے
وہاں بیس پچیس روز میں آجانا اور جو کوئی تمہارے ساتھ آوے اس

کو بھی لیتے آنا انھوں نے عرض کی کہ میں تو بغیر آپ کے نہ جاؤنگا
وہاں جو میرے بھائی عزیز واقربا ہیں وہ بیعت کرینگے حضرت نے فرمایا
کہ خیر ہم کو تمہاری خاطر منظور ہے چلینگے پھر اگلے روز محمدی بستی سے کہار
لائے اور حضرت کی بینس کشتی میں تھی پھر حضرت سوار ہوکر تیس چالیس
آدمیوں سے اُن کے ساتھ گئے اور ایک رات وہاں رہے محمدی کے
والد منشی رؤف الدین اور اُن کے عزیزوں میں منشی مخدوم بخش اور
منشی حسن علی اور منشی عزیز الرحمن نے بیعت کی سوا ان کے اور بہت مرد
اور فضل الرحمن
وعورتوں نے بیعت کی پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت سے آکر عرض کی
کہ آپ تین چار دن یہاں تشریف رکھیں تو یہاں کے کئی شخص آپ کے
ہمراہ حج کو چلینگے آپ نے فرمایا رہنا تو ہمارا نہ ہوگا جن صاحبوں کو چلنا
ہو ہمارے ساتھ چلیں یا پیچھے سے کلکتے میں ہم سے آملیں پھر محمدی کے
والد اور منشی فضل الرحمن حضرت کے ساتھ آئے اور اگلے روز کشتیاں روانہ
ہوئیں مرشدآباد کے کنارے جاکر ٹھہریں اور اس وقت قریب ڈیڑھ
پہر کے دن رہا ہوگا اور حضرت کے تشریف لانے کی خبر شہر کے مسلمانوں
کو ہوئی اور وہاں مسلمانوں کے دو گروہ تھے ایک گروہ سنیوں کا دوسرا
رافضیوں کا مگر وہاں کے سنی بھی رافضیوں میں ملے جلے رہتے تھے بظاہر
شکل وصورت اور لباس وپوشاک اور اقوال وافعال میں ان کے
اور ان کے کچھ فرق نہ تھا اور وہاں کا جو نواب تھا وہ بھی رافضی
تھا اور غلبہ بھی انہی کا پھر شہر کے غربا لوگ کنارے دریا کے

آنے لگے وہاں سے کوئی دو سو قدم پر جانب مشرق ایک بہت بلند اور
وسیع مسجد وہاں کے نواب کی پختہ تھی چند غربا نے درخواست کی کہ
آپ اس مسجد میں تشریف لے چلیں وہاں اور بھی غربا لوگ مرید ہونگے
اور وہیں نماز کو بھی آرام ہے اس میں کسی نے انھیں میں سے کہا کہ وہ
مسجد یہاں کے نواب کی ہے اور وہ رافضی ہے ایسا نہ ہو کہ کچھ فساد
ہو حضرت نے یہ دونوں باتیں سنیں اور جواب کسی کو نہ دیا اور بہت دیر
تک سکوت میں رہے اسی عرصے میں وہاں کے ایک رئیس نے پینس
حضرت کے لینے کو بھیجی اور وہ رئیس وہاں کے مسلمانوں کی نسبت بڑا
دیندار اور پرہیزگار تھا اور عربی و فارسی کا کچھ علم بھی رکھتا تھا
اور وہ وہاں کے نواب کے نوکر بھی تھے مگر یہ یاد نہیں ہے کہ ان کو
کیا عہدہ تھا اور نام بھی اُن کا یاد نہیں پھر حضرت سوار ہو کر سوا
سو آدمیوں سے ان کے مکان پر گئے اور سب ہمراہی حضرت کے
سلاح بند تھے انھوں نے اپنے دیوانخانے میں حضرت کو بٹھایا
اور انھوں نے بیعت کی اور بعد اس کے حضرت کے کان میں آہستہ
سے کہا کہ یہاں کے سنی اور رافضی ایک سے ہیں کسی میں کچھ امتیاز
نہیں ہے اور سب آپ کی ملاقات کو آوینگے پھر لوگ شہر کے آنے
لگے اور بیعت کرنے لگے اور ان میں سنی و رافضی دو قسم کے لوگ
تھے اور حضرت کو اپنے اپنے مکان پر لے جانے لگے مگر حضرت کو بھی

تردد ہوا کہ ان میں سنی کون ہے رافضی کون ہے پھر حضرت نے
مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ یہاں لوگ سنی اور شیعہ آپس
میں الے ملے ہیں نہ یہ ان کو بُرا جانتے ہیں نہ وہ اُن کو بلکہ جانتے
ہیں کہ دونوں مذہب دُرست ہیں جیسے حنفی اور شافعی اور ہم کو
یہ اپنے گھروں میں لے جاتے ہیں اور ہم بھی نہیں پہچانتے ہیں کہ ان
میں کون سنی ہے اور کون رافضی سو آپ وعظ کہئے اور اہل سنت
والجماعت کے مذہب کی خوبی اور رافضیوں کے مذہب کی بُرائی
صاف صاف بیان کیجئے تا دونوں فرقوں کے لوگوں کو ظاہر ہو جائے
کہ یہ مذہب حق ہے اور یہ باطل پھر مولانا صاحب نے خوب کھول
کر بیان کیا کہ دونوں قسم کے لوگ سُن کر ایک تعجب میں ہو گئے کہ
یہ کیسا معاملہ ہے اور دونوں فرقوں میں تفرقہ پڑ گیا سنی لوگ
کہنے لگے کہ ہم تو سید صاحب کے طفیل سے آج مسلمان ہوئے اور یہ
حال سُن کر رافضی لوگ بھی حضرت کے ہاتھ پر اپنے مذہب سے آکر
توبہ کرنے لگے اور یہ غربا رافضیوں کا حال تھا اور تعزیوں کے
صدہا چبوترے کھُدنے لگے یہ معاملہ دیکھ کر جو رافضی اپنے گھر سے آسودہ
تھے اُنھوں نے جاکر وہاں کے نواب سے نالش کی اور وہ نواب کوئی
کم عمر چودہ پندرہ برس کا تھا سو اس نے اپنے یہاں کے اجنٹ کو
لکھا کہ یہاں ایک سید کئی سو آدمیوں سے سلاح بند سے آئے ہیں اور

انھوں نے ہمارے مذہب کے لوگوں میں تفرقہ اور فساد ڈالا ہے
ایسا نہ ہو کہ بلوہ ہو جاوے اس فرنگی نے اپنے تھانیدار کو کہلا
بھیجا کہ یہاں جو قافلہ لے کر سید صاحب آئے ہیں اور لوگ یہاں
کے اُن پر بلوے کا گمان رکھتے ہیں سو وہ غلطی پر ہیں شاید کہ نواب
صاحب کو اُن کے حال سے خبر نہیں ہے ہم کو پہلے سے کئی اخباروں میں
خبر آ چکی ہے کہ وہ اچھے شخص اور بے شر آدمی ہیں لوگوں کو نیک
راہ موافق اپنے دین کے تعلیم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے لوگوں
کو منع کرتے ہیں اور جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے آدمی ہتھیار باندھے
پھرتے ہیں سو اپنا جمعدار اُن کے پاس بھیج دو کہ سید صاحب سے جاکر
کہہ دے کہ یہاں شہر میں ہتھیار باندھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اپنے
آدمیوں کے ہتھیار رکھوا دیویں اور بے خطرہ جہاں چاہیں وہاں
شہر میں جاویں اور اگر آپ کے لوگ ہتھیار باندھینگے تو بھی ہم کو
کچھ ضرورت نہیں اور غرض نہیں اور تمہاری محافظت کے لئے ہمارا
جمعدار تمہارے ساتھ رہیگا جو کوئی تمہارے لوگوں سے مزاحم
ہوگا اس کو تعزیر ہوگی اور جو کوئی امیر کچھ فساد کریگا اس پر
سنگین جرمانہ ہوگا پھر اس جمعدار نے آکر حضرت سے یہی حال عرض
کیا پھر حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ ہتھیار کھول رکھیں جن
کے مکان پر حضرت تشریف رکھتے تھے انھوں نے عرض کی کہ حضرت

ہتھیار آپ ہرگز نہ کھلوادیں والا آپ کے جانے کے بعد یہاں کے
رافضی کہینگے کہ ہم نے سید صاحب کے لوگوں کے ہتھیار کھلوا ڈالے
اور وہ لیتے نواب کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ نے اجنٹ کے
یہاں کیا کہلا بھیجا ہے انھوں نے کہا کہ ہم سے شہر کے لوگوں نے آکر
کہا کہ یہاں کوئی سید صاحب کئی سو آدمیوں سلاح بند سے آئے ہیں اور شہر کے
لوگوں کو بہکا کر اپنے مذہب میں لاتے ہیں یہی ہم نے اجنٹ کو کہلا
بھیجا کہ کہیں شہر میں بلوہ نہ ہو وہ اس کا بند وبست کریں انھوں
نے عرض کی کہ یہ وہی سید صاحب ہیں جن کی خبر پہلے کئی بار اخبار میں آ
چکی ہے کہ وہ قافلہ لئے ہوئے حج کو جاتے ہیں اور مسلمانوں کو وعظ و
نصیحت کرتے ہیں کہ برے کام چھوڑ دو اور اچھے کام کیا کرو جس سے
خدا راضی ہو اور عاقبت بخیر ہو یہ سن کر اس نواب نے کہا کہ ہم سے تو
لوگوں نے اس تفصیل کے ساتھ ان کا حال نہیں بیان کیا اگر وہ شخص
صاحب ہدایت ہیں تو شوق سے وعظ و نصیحت کریں اور ان سے تو
ہمارا بھی سلام عرض کرنا اور ہمارے واسطے اُن سے دعا کروانا پھر انھوں
نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے نواب کا سلام عرض کیا اور جو نواب سے
وہاں کلام ہوا وہ سب بیان کیا اور اُن کے واسطے حضرت سے دعا کرائی
جب نواب کے یہاں کا یہ معاملہ وہاں کی رعایا نے سنا تب اور صدہا لوگ
دونوں فرقوں کے آکر حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور انھوں نے
حضرت سے واسطے توجہ کے عرض کی حضرت نے اپنے لوگوں میں سے کئی

آدمیوں کو واسطے توجہ دینے کے مقرر کیا وہ دس دس بارہ بارہ
آدمیوں کو بٹھاکر توجہ دینے لگے اور اکثر رافضیوں کو حضرت مرتضیٰ
علی اور امامین ہمامین رضی اللہ عنہم کی زیارت ہوئی اس سبب سے
اور زیادہ لوگ معتقد ہوئے اور کہنے لگے عمر بھر ہم نے تعزیہ داری
کی اور صدہا روپیہ اس میں برباد کیا مگر یہ نعمت ہم کو کبھی نہ حاصل
ہوئی جو سید صاحب کی بیعت میں حاصل ہوئی بعد تعزیہ توڑنے اور
چبوترے کھودنے کے بیشک انہی کا مذہب حق ہے اور یہ حقانی شخص
ہیں پھر جن کے مکان پر حضرت تشریف رکھتے تھے اُنھوں نے حضرت
سے عرض کی کہ آپ کسی شخص کو ہم لوگوں میں سے مقرر کردیں کہ بعد
آپ کے وہ لوگوں کو تعلیم کیا کریں یہ سوال سُن کر حضرت نے انہی
کو اپنا خلیفہ کیا بلکہ انھوں نے کئی بار انکار کیا کہ میں تو لائق خلافت کے
نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے تم ہی کو اپنا خلیفہ کیا اب تم کو
اجازت ہے اپنی طرف سے جس کو چاہو خلیفہ کردو اور چاہو نہ کرو پھر
وہاں سے حضرت گھاٹ پر آئے اور آپ نے مرشدآباد میں چار یا
پانچ مقام کئے پھر کوچ ہوا کشتیاں کھلیں ایک بستی کنواہے وہاں
اس کے کنارے کشتیاں جا لگیں ایک شب وہاں رہے اگلے روز وہاں
سے کوچ ہوا کئی روز کے بعد قصبہ ہوگلی کے کنارے ناویں لگیں اگلے
روز صبح کو ناویں روانہ ہوئیں تین یا چار کوس پر وہاں سے پرسٹھا

جب اس کے مقابل ناویں گئیں تب وہاں نقارہ بجا ملاحوں نے کہا
پرمٹ والے ناویں ٹھہرانے کو نقارہ بجاتے ہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے
فرمایا کہ ناویں رُوک دو پھیر دیں ملاحوں نے لنگر کرکے ناویں ٹھہرادیں
حضرت قاضی احمد اللہ میرٹھی اور قاضی عبدالستار گڑھ مکتسری کو،
پرمٹ والوں کے پاس بھیجا وہ وہاں سے محصول کا فیصلہ کرکے آئے
اس عرصے میں کلکتہ کی طرف ایک ناؤ جس کو بینس کہتے ہیں معلوم
ہوئی کہ مانند تیر کے تیز چلی آتی ہے جب کچھ قریب آ گئی تب معلوم
ہوا کہ اس پر ایک شخص جامہ پہنے اور گولے پر کی پگڑی باندھے
اس پر سوار ہیں پھر جب بہت قریب وہ کشتی آ گئی تب انہی صاحب
نے پکار کر پوچھا کہ یہی قافلہ حج کو جانے والا ہے ہم لوگوں میں سے کسی
نے جواب دیا کہ ہاں یہی قافلہ حج کو جاتا ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں
انھوں نے کہا میں کلکتہ سے آیا ہوں اور نام میرا امیرالدین ہے ہمارے
اکثر لوگوں نے بسبب خط و کتابت کے ان کا نام سُن رکھا تھا معلوم
کیا کہ کلکتہ میں میر منشی ہیں پھر انھوں نے پوچھا حضرت جی کہاں تشریف
رکھتے ہیں لوگوں نے بجرے کی طرف اشارہ کیا انھوں نے اپنی ناؤ
لے جا کر بجرے سے لگادی اور بجرے پر گئے اور حضرت سے کمال تپاک
کے اور اشتیاق کے ملے اور بعد پوچھنے عافیت مزاج کے حضرت سے
کہنے لگے کہ جب آپ نے اپنے وطن شریف رائے بریلی سے مجھ کو

[illegible]

سرفراز نامہ بھیجا تھا کہ ابکے سال ہمارا ارادہ ہجرت کا ہے
تمہاری طرف ہمارا آنا نہ ہو سکے گا جن صاحبوں کو اشتیاق ،
ہماری بیعت کا ہو وہ ایک مجلس کسی جگہ مقرر کریں اور اپنے
سچے عقیدے سے سب شرک و بدعت اور فسق و فجور سے توبہ
کریں اور سچے دل سے جناب الٰہی میں ساتھ عجز وانکساری کے دعا
کریں کہ خداوندا ہم کو اس توبہ پر ثابت قدم رکھ اور کچھ خرچ نے
یا شیرینی لوگوں میں تقسیم کر دیں اس لئے کہ لوگوں کو خبر ہو جائے
کہ فلانے فلانے شخص نے برے کاموں سے توبہ کی ہے سو ہم لوگ
اس امر کی تجویز میں تھے اسی عرصے میں آپکا دوسرا عنایت نامہ وارد
ہوا اس مضمون ہدایت مشحون کا ابھی ہم نے سفر ہجرت کا موقوف
کیا پہلے ہمارا ارادہ حج کا ہے اور قریب پانسو آدمیوں سے ہم
آتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ تم صاحبوں سے ملاقات ہوگی سو
ہم لوگوں کو کمال خوشی ہوئی کہ اب اللہ تعالیٰ ہماری مرادیں پوری کریگا
پھر خبر اور الطاف نامہ اسی مضمون کا بلدۂ بنارس سے ہم لوگوں ،
کے نام آیا تب ہر ایک کو اشتیاق ہوا کہ آپ کے اُتارنے کو کوئی ،
مکان وسیع تلاش کریں پھر اکثر صاحبوں نے موافق اپنے حوصلہ
کے مکان تلاش کئے اور مول لئے میں نے بھی ارادہ کیا کہ کوئی
مکان اندر شہر کے ملے تو بہتر ہے تو موافق خواہش کے ایک باغ

وسیع سایہ دار اور میوہ دار جھکو مل گیا وہ میں نے خرید لیا اس
میں میٹھے پانی کے تین تالاب ہیں اور ایک کوٹھی مردوں کے رہنے کو
اور بہت زنانے مکان ہیں کہ اس میں عیالدار لوگ اُتریں سو حاصل اس
کا یہ ہے کہ سب سے پہلے میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا ہوں
اور بہت لوگ میرے پیچھے چلے آتے ہیں میرا حق آپ پر ثابت ہو چکا
ہے آپ میرے ہی باغ میں مع قافلہ چل کر رونق افروز ہوں صرف
اسی واسطے میں آیا ہوں سید صاحب نے فرمایا کہ بیشک آپ ہی پہلے
آئے ہیں اور آپ ہی کا حق ہم پر ثابت ہے انشاءاللہ تعالیٰ آپ جمع
خاطر رکھیں ہم آپ ہی کے باغ میں چل کر اُتریں گے پھر انھوں نے وہیں
حضرت کے پاس مولانا عبدالحئی صاحب سے ملاقات کی اور اُن سے
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو پوچھا کہ وہ کہاں ہیں مولانا عبدالحئی صاحب
نے دوسری ناؤ پر آدمی بھیج کر ان کو بلوایا وہ اسی طرح سفری کپڑے
میلے کچیلے پہنے اپنی ناؤ سے خشکی میں آئے اور بجرے کی طرف چلے لوگوں
نے منشی امین الدین سے کہا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب آتے ہیں انھوں نے
اس طرف دیکھ کر پوچھا کہ کہاں آتے ہیں لوگوں نے ان کی طرف اشارہ
کیا کہ وہ آتے ہیں منشی صاحب نے جانا کہ یہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب
کوئی اور ہونگے کہا اُن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو پوچھتا ہوں
جو مولانا مرشدنا شاہ عبدالعزیز صاحب کے برادرزادہ ہیں لوگوں

نے کہا ہاں وہ بھی ہیں منشی جی آبدیدہ ہوکر تعجب میں ہوگئے اور بجرے سے
خشکی میں اُترے دو چار قدم استقبال کرکے ملے اور معانقہ و مصافحہ
کیا اور خیر و عافیت مزاج کی پوچھی پھر مولانا صاحب کو بجرے پر لائے
اور حضرت سے یہ عرض کی کہ ایک بات میں یہ چاہتا ہوں کہ جس دن کوئی
بھائی آپ کی دعوت کرے آپ اس کے مکان پر تشریف لیجائیں اور
جس روز کہیں دعوت نہ ہو اس روز آپ میرے یہاں کھائیں اور کلکتہ
سے کشتیوں پر اور لوگ حضرت کی ملاقات کو اس وقت آتے تھے اُن کی
طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ لوگ آتے ہیں جمع ہوجاویگا فرصت نہ ملیگی
آپ جلد میرے سوال کا جواب دیویں میں رخصت ہوؤں حضرت نے فرمایا
اس کا اقرار تو ہم نہ کرینگے اس کو یوں ہی اللہ تعالیٰ پر رہنے دو انھوں نے
کہا یہ بھی تو اللہ ہی کی طرف سے ہے آپ مانیں یا نہ مانیں میں یوں ہی کرونگا
اس عرصے میں وہ لوگ بھی آپہنچے اور حضرت سے ملے اور اپنے اپنے مکان
پر اُتارنے کے لئے کہنے لگے کوئی کہتا تھا کہ میں نے اس قیمت کو آپ کے لئے
مکان مول لیا ہے اب آپ جیسا مناسب جانیں ویسا فرمائیں حضرت نے
فرمایا تم سب آپس میں صلاح کرکے اتفاق کر لو ہم تو سب بھائیوں
کے مہمان ہیں جو کوئی ہم کو لیجاویگا اس کے یہاں جاوینگے اور اس کی
مہمانی کھاوینگے ایک شخص کا نام رمضانی تھا اس سے منشی امین الدین
نے کہا کہ میں حضرت سے اول تم سے عرض کر چکا ہوں کہ میں اپنے مکان

پر اتارونگا اور جس دن کہیں دعوت نہ ہو گی میں کھانا بھیجونگا اب
تم سب صاحب کو اختیار ہے شوق سے حضرت کی دعوت کرو میں اس
میں راضی ہوں اور اب تم حضرت سے بیٹھ کر باتیں کرو میں اپنے مکان
کو چلتا ہوں یہ کہہ کر منشی جی رخصت ہوئے اور وہ لوگ حضرت
کے روبرو آپس میں کہنے لگے کہ حضرت کا منشی جی کے مکان پر اترنا
ایک بات کے لئے تو بہتر ہوا کہ منشی جی براہ راست پر آجاوینگے اور
اُن کے سیدھے ہونے سے اور بہت لوگ ہدایت پاوینگے پھر اُن سب
نے حضرت سے عرض کی کہ ہم رخصت ہوتے ہیں اب آپ کی کشتیاں
کھلنے کا بھی وقت قریب ہے یہ کہہ کر وہ سب اپنی اپنی ناؤ پر سوار
ہو کر روانہ ہوئے اس میں ہمارے لوگ حضرت کے سامنے آپس میں
کہنے لگے اتنے لوگ آئے اور گئے بھی مگر یہ ذکر کسی سے نہیں کیا گیا کہ
وہاں کلکتہ میں گھاٹ پر چل کر اسباب اور ہتھیاروں کی تلاش کا
کیا حال ہوگا یہاں کلکتہ میں کوئی چھری بلکہ لاٹھی تک باندھ کر نہیں جانے
پاتا ہے اور یہاں ہم لوگوں کے پاس تھوڑی اسباب بھی ہے اور ہتھیار بھی
ہیں حضرت نے فرمایا کہ بات تو تم نے اچھی کہی اور وہ لوگ چلے گئے
اب یہاں اللہ تعالیٰ ہے اس سے دعا کرنی چاہیے اس نے اپنے فضل و
کرم سے ہم سب کو یہاں تک پہونچایا اور وہی ہماری سب مشکلیں
آسان کردیگا یہ فرماکر آپ سر برہنہ جناب باری میں ساتھ کمال

الحاح وزاری و عجز و انکساری کے دعا کرنے لگے اور بہت دیر تک دعا
کی پھر بعد فراغ دعا کے آپنے فرمایا کہ اس سفر میں ایک جگہ اس بات
کا مجھے خیال آیا کہ لوگوں سے سنتے ہیں کہ کلکتہ میں میٹھے پانی کی قلت
بہت ہے سو مجھکو تو شاید لوگ پیر سمجھکر کہیں نہ کہیں سے میٹھا پانی لادینگے
مگر اتنے بھائی مسلمان جو میرے ساتھ ہیں ان کو کیونکر ملیگا اس تشویش
میں تھا کہ جناب الہی سے الہام ہوا کہ ہم تو تجھ سے پہلے پہلے ہی کہہ چکے ہیں
کہ یہ سب لوگ تیرے ہمراہی ہمارے مہمان ہیں جس طرح آرام سے ان کو
لئے جاتے ہیں اُسی طرح ساتھ آرام کے لے آوینگے پھر تو کیوں اس کا فکر و
تردد کیا کرتا ہے اور جس چیز کی تو ان کے لئے تشویش کرتا ہے
سو اس کے لئے وہاں تو انھیں کا محتاج ہوگا سو یہی بات ظہور میں
آئی کہ منشی امین الدین نے آتے ہی پہلے ہی خوشخبری سنائی کہ میرے
باغ میں تین تالاب میٹھے پانی کے ہیں سو فی الحقیقت میں اُن کا محتاج
ہونگا اس لئے کہ وہی لوگ تالاب سے لاکر مجھکو پلاوینگے اس عرصے
میں اور بہت سے لوگ کشتیوں پر سوار ہوکر آپہنچے اور کہنے لگے
حضرت ناویں کھلوائیے بھاٹا شروع ہوگیا وہاں دریا کا رات دن
میں دو حال رہتا ہے ایک بار جوار یعنی پانی بڑھنا اور بھاٹا
یعنی کم ہونا پانی کا اس کو عربی میں مد اور جزر کہتے ہیں پھر کشتیاں

کھل کر روانہ ہوئیں کلکتہ میں جو بابو گھاٹ مشہور ہے کچھ دن رہے وہاں
ناویں جا لگیں پھر رات بھر وہیں گھاٹ مذکور پر سب لوگ رہے
صبح کو سویرے منشی امین الدین اپنے لوگوں سے طرح طرح کی سواریاں
لے کر حاضر ہوئے خدا جانے کتنی بینسیں اور ڈولیاں اور گاڑیاں
اور کھڑکھڑیاں اور بگھیاں اور کرانچیاں تھیں چھکڑے تامدان اور
ہوادار تھے اور صدہا مزدور پھر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو خبر
ہوئی کہ منشی امین الدین صاحب سواریاں مزدور باردار لے کر حاضر
ہیں یہ سن کر پھر حضرت بجرے سے اتر کر ایک بڑی سطرنجی دریا کے
کنارے بچھوا دی اور اس پر سب کو آپ نے بٹھایا پھر منشی جی نے عرض
کی کہ ہر قسم کی سواریاں زنانی اور مردانی حاضر ہیں جیسا ارشاد ہو ویسا
کیا جاوے پھر حضرت نے ہر کشتی کے سرگروہ کو بلایا اور اون سے فرمایا
کہ ہر کشتی کے سامنے تین تین چار چار ڈولیاں بینس وغیرہ بلوالو اور
بجائے قناتوں کے جاجمیں پکڑ کر کھڑے ہو جاویں اور عورتیں ڈولیوں،
بینسوں میں سوار ہونے لگیں پھر منشی جی نے عرض کی کہ جو بھاری اسباب
ہیں اون کے اٹھانے کی آپ تشویش نہ کریں وہ ہمارے لوگوں کو آپ
دکھلا دیویں پھر اسی طرح سے باغ میں جا کر آپ کے لوگ پہچان،
کر لے لیوینگے ایک ذرہ کسی کے اسباب میں انشاء اللہ تعالیٰ فرق

فرق نہ پڑیگا پھر جب زنانی سواریوں سے کشتیاں خالی
ہوگئیں تب ہر کشتی پر چار چار یا پانچ پانچ آدمی واسطے محافظت
اسباب کے رہ گئے اور باقی سب حضرت کے ہمراہ باغ کو روانہ
ہوئے تسپر بھی بشمار سواریاں بچ رہیں اور خالی پھر گئیں پھر
منشی کے لوگوں نے واسطے اسباب اُٹھانے کے کشتیوں پر ایک
ہلہ کیا کہ تھوڑے عرصے میں سب اسباب اٹھا کر کراچیوں پر
رکھ دیا اور کشتیاں خالی ہوگئیں اور کراچیاں باغ کو روانہ
ہوئیں اور وہاں سے باغ کم یا زیادہ دُو کوس تھا اور
میں گھاٹ پر واسطے حساب و کتاب اجرت اور انعام ملاحوں
کے رہ گیا اور سب کے پیچھے ملاحوں کو لے کر باغ میں گیا اور اپنے
لوگوں سے میں نے پوچھا کہ وہاں سے یہاں تک کسی جگہ اسباب یا
ہتھیاروں کی بابت روک ٹوک تو نہیں ہوئی تھی انھوں نے کہا
کہ گھاٹ سے یہاں تک دو رویہ بازار سے تھے اور ہر قسم
کے لوگ ہند و مسلمان یہود و لفاری وغیرہ تھے اور اکثر،
ان میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں اور
کہاں سے آئے ہیں اور ہتھیار بھی کھلے ہوئے کراچیوں میں
لئے جاتے ہیں اور مال و اسباب بھی بعض کہتے تھے کہ ڈاکو تو نہیں

ہیں یہ لوگ تو اشراف و اچھے معلوم ہوتے ہیں اگر کہیں کا
راجہ کسی الزام سے پکڑ آیا ہو تو عجب نہیں اور جن کو خبر
پہونچ گئی تھی وہ کہتے تھے یہ پیرزادے ہیں قافلہ لئے حج
کو جاتے ہیں یہ حال تھا جب ہم لوگ باغ میں داخل ہوئے تو
سب عورتیں ایک مکان میں اُتاری گئیں اور تمام مکانوں میں
فرش اور اسباب ضروری کی تیاری ہو رہی تھی سوا ب حضرت علیہ الرحمۃ
کی تجویز سے عورتیں جُدے جدے مکان میں اُتاری جاوینگی پھر
میں کئی آدمیوں کو لے کر اُن مکانوں کو دیکھنے گیا کسی مکان میں
پلنگ بچھا تھا کسی میں شطرنجی کسی میں جاجم کسی میں چٹائی بچھی تھی
اور اسباب ضروری گھڑے بدھنے جھاڑو چراغ بتی وغیرہ ہر مکان
میں موجود تھی پھر وہاں سے مردانے مکانوں میں گیا وہاں بھی
چٹائیوں کے فرش بچھے ہوئے تھے اور سولہ پائخانے اور چار
غسل خانے مردانے تھے اور زنانے ہر مکان میں پائخانہ و غسلخانہ
جدا تھا پھر اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ نے جاکر وہ ہر ایک زنانے
مکان اور مردانے مکان دیکھے اور جس کے لئے جو مکان مناسب
جانا اس میں اس کو اتارا اور جو کوٹھی سے ملا ہوا ایک احاطہ تھا
اس کے اندر حضرت نے اپنے اہل وعیال اور عزیز و اقربا اُتارے
اور بی بی رقیہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی ہمشیرہ بھی اسی احاطہ میں

اُتریں اور جو پندرہ بیس آدمی رہ گئے اُن کو مکان نہ ملے انھوں
نے اسی باغ میں اپنی ٹاٹ کی پالیں کھڑی کرلیں اور ان میں اُترے
اور جس روز سے حضرت اس باغ میں تشریف لائے تب سے تین
دن تک دونوں وقت منشی امین الدین کے یہاں سے کھانا آیا
اور سب قافلے کے لوگوں نے کھایا اس میں دونوں وقت بہت
نفیس اور مکلف کھانا کئی طرح کا آیا قورمہ بھی تھا اور شیرمال
بھی تھی باقرخانی بھی تھی اور زردہ ماہی پلاؤ اور بکری کے
گوشت کا پلاؤ اور کئی قسم کے مربے اور اچار تھے اور حضرت کے
لئے اس سے بھی مکلف خوانوں میں آتا تھا اور حضرت کے زنانے
مکان میں جاتا تھا اور حضرت وہیں تناول فرماتے تھے پھر ایک
روز حضرت نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ کھانے کا کیا حال ہے ہم لوگو
نے عرض کی کہ کھانا بہت افراط سے اور بہت عمدہ آتا ہے مگر طرح
طرح کا آتا ہے تقسیم کرنے میں مشکل ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ منشی
جی کے آدمی جو کھانا لاتے ہیں اُن سے اب کی بار کہہ دو کہ تم ایک
قسم کا کھانا ہمارے یہاں لایا کرو طرح طرح کا تکلفی کھانا لانا
کیا ضرور اول تو ہم لوگ تکلف والے ہیں نہیں اور دوسرے تقسیم
کرنے میں ہم کو مشکل ہوتی ہے پھر یہی بات ہم نے اُن کے آدمیوں
سے کہی انھوں نے جاکر منشی جی سے عرض کی کہ سید صاحب کے لوگ

اس طرح کہتے ہیں وہ اپنے دل میں سمجھے کہ شاید ہمارے باورچی
کچھ کھانے کے تکلف میں کچھ قصور کرتے ہیں سو سید صاحب کے
لوگوں نے اس کو اس تقریر سے کہا پھر وہ اپنے داروغہ سے خفا
ہوکر کہنے لگے کہ تم کیسا کھانا سید صاحب کے لوگوں کو بھیجتے ہو
جو وہ اس طرح کہتے ہیں خبردار بہت عمدہ اور مکلف کھانا بھیجا کرو
اور کسی امر میں قصور نہ ہونے پاوے پھر اس روز شام کو اور بھی تکلف
کرکے طرح طرح کا کھانا وہ لوگ لائے ہم نے اُن سے کہا کہ بھائیو
یہ تم اسی طرح کا کھانا لائے ہم نے تم سے کہا تھا کہ ہر ایک قسم کا
کھانا لایا کرو ہم کو بانٹنے میں حیرانی ہوتی ہے انھوں نے کہا کہ ہم نے اسی
طرح سے آپ کا پیام منشی جی سے کہا تھا مگر وہ اُلٹا سمجھے اور اپنے
داروغہ پر خفا ہوئے اور تاکید اُن سے کہا کہ بہت عمدہ اور مکلف کھانے
وہاں بھیجا کرو سو انھوں نے موافق فرمانے اُن کے یہ کھانے بھیجے ہم تو نوکر
ہیں ہماری اس میں کیا خطا پھر ہم نے جاکر یہی ماجرا حضرت سے عرض کیا
آپ نے فرمایا خیر کیا مضائقہ اب تو تم اسی طرح تقسیم کردو انشاء اللہ
تعالیٰ کل ہم خود جاکر منشی صاحب کے مکان پر اُن کو سمجھا دینگے پھر ہم
کھانے کے پاس آئے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت نے کیا فرمایا ہم
نے حضرت کا کہنا اُن سے بیان کیا منشی جی کے لوگ بھی وہیں حاضر تھے یہ
سُن کر انھوں نے جاکر منشی جی سے کہا کہ وہاں اس وقت کھانے کی بابت

یہ گفتگو ہوئی سو کل اسی لئے سید صاحب آپ کے پاس آویںگے یہ خبر
سن کر منشی جی کو تردد ہوا اور اگلے روز سورج کے نکلتے ہی حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت سے دیر تک اور اور
باتیں کرتے رہے پھر حضرت نے کہا آپ کھانے میں بہت تکلف کرتے
ہیں ایسا نہ چاہئے ہم لوگ تو ماش کی دال کی کھچڑی یا ماش کی دال
چاول کھانے والے ہیں انھوں نے عرض کی کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں ہم
کس لایق ہیں جو آپکے لایق مکلف کھانا پکوائیں آپکے واسطے
تو جس قدر کسی سے کھانے میں اور خدمت گاری میں ہو سکے وہ تھوڑا
ہے اور ہم نے تو اپنی اس عمر میں سب طرح کے کھانے کھائے بھی اور
کھلائے بھی ہیں لوگوں کو اور سب طرح کے آدمیوں سے ملاقات کی
ہے مگر آپ سے حقانی ربانی خدا پرست بے ریا نہ اپنی آنکھوں کبھی دیکھے
اور نہ کسی سے ہم نے سنے آپ اسی طرح رہنے دیویں جو کچھ دال دلیا آتا
ہے اس کو قبول فرماویں اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ طرح
طرح کی خدمتگذاری سے تو یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالی کی رضامندی حاصل
ہو سو وہ کام آدمی کرے کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور اسراف
اور ریا اور نمود سے پاک ہو تب وہ کام لایق رضامندی کے ہو اور
یہ جو آدمی کے پاس روپیہ پیسا و اسباب ہوتا ہے یہ سب اللہ تعالی
ہی کو ایک دن اس کا حساب دینا ہوگا اس کو بیجا برباد کرنا نہ چاہئے
اسی کے فرمانے کے موافق اس کو صرف کرنا چاہئے سو حاصل کلام

یہ ہے کہ اس کی راہ ہم تم کو بتا دیں وہ یہ ہے غرض تو کھانے سے
پیٹ بھرنا ہے سو آپ ہم لوگوں کے واسطے ایک قسم کا کھانا جیسا
چاہیں ویسا بھیجا کریں اور طرح طرح کے کھانوں کا تکلف کچھ ضرور
نہیں ہے اور ہم آپ کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرینگے اللہ تعالیٰ
تمہارے یہاں خیر و برکت کرے منشی جی نے عرض کی کہ مجھکو آپ کا
فرمانا منظور ہے پھر حضرت نے اُن کے واسطے دعا کی اور فرمایا ہم دعا
تو تمہارے لئے بہت کرینگے مگر انشاء اللہ تعالیٰ خاص اس دعا کا اثر
تم اپنے اندر دیکھ لینا اور بعد چار پانچ روز کے تم چالیس پچاس اپنے
شہر کے اچھے اچھے مسلمان ایک جگہ جمع کرنا ہم کچھ خدا اور رسول کا ذکر
بیان کرینگے تمہارے سبب سے وہ بھی سُن لیوینگے تم کو اور اُن کو
سب کو دین و دنیا دونوں کا فایدہ ہوگا پھر یہ اس کے تین وقت
اور اُنھوں نے دعوت کی کسی وقت تو پلاؤ آتا تھا کسی وقت زردہ
فقط اور ایک روز کچھ دن چڑھے منشی جی باغ میں حضرت کے پاس
آئے اور دیر تک حضرت سے باتیں کیا کئے اس میں حضرت نے اُن سے
فرمایا کہ منشی بھائی رستے میں ہم سنتے تھے کلکتہ میں میٹھے پانی کی
بڑی قلت ہے اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے ہم لوگوں کو اچھے
کشادہ مکان میں اُتارا جہاں تین تالاب عنایت الٰہی سے بھرے
ہیں منشی جی نے عرض کی کہ حضرت ان تینوں تالابوں کا یہ معاملہ ہے
کہ کوٹھی کی جانب شمال جو تالاب ہے جس کی سیڑھیاں کوٹھی کی

بجانب شمال جو تالاب ہے جس کی سیڑھیاں کوٹھی کی دیوار سے پانی
کے اندر تک ہیں وہ تو صرف پینے کے لئے ہے اور یہ تالاب چشمہ دار ہے
اور دوسرا تالاب کوٹھی سے جنوب طرف گاڑی بھر فاصلے پر ہے وہ
فقط کپڑے دھونے کا ہے اور یہ چشمہ دار نہیں ہے اور جو تالاب شرقی
اور شمالی کونے پر ہے وہ غسل اور وضو کے لئے ہے مگر آپ کو اختیار
ہے جیسا چاہیں ویسا کریں، اور اس باغ کے میوے آپ کی نذر ہیں،
جس کو چاہیں آپ کھلاویں اور اس باغ کا یہ حال تھا کہ قسم قسم کے
اس میں میوے دار درخت خوبصورتی کے ساتھ موقع موقع پر لگے
تھے نارنگی لیمو چکوترے سنترے انجیر انار توت امرود ناریل کیلہ،
سپاری آم اناناس انگور وغیرہ اور منشی صاحب کی یہ پروانگی
حضرت کے لوگوں کے لئے تھی کہ جو میوہ چاہیں درخت سے توڑ کر
کھاویں کوئی باغبان ان کو نہ روکے مگر ان لوگوں کو یہ احتیاط،
تھی کہ درخت کا گرا ہوا میوہ بھی زمین سے نہ اٹھاتے تھے درخت،
سے توڑنے کا تو کیا ذکر جو ڈالیوں میں لگ کر حضرت کے پاس میوہ اکثر
آیا کرتا تھا آپ اس کو تقسیم کرتے تھے وہ تو البتہ لوگ کھاتے تھے
اور کچھ نہیں پھر جب منشی جی اپنے مکان کو چلنے لگے تب انھوں نے
حضرت سے عرض کی کہ آپ کو میرے غریب خانے تشریف لے جانا
ہوگا وہاں میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرونگا اور میرے
اہل وعیال بھی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ جس وقت کہو ہم حاضر ہیں
چلینگے پھر منشی جی اپنے مکان کو گئے اور بیعت جاری تھی ہر روز سیکڑوں

آدمی شہر کے آتے تھے اور بیعت کرتے چلے جاتے تھے پھر اس کے
اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ نماز فجر کی پڑھ کر سورج نکلے کوٹھی کی
چھت پر سائبان کے آگے چھوٹی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے بہت،
بشاش لیٹے تھے اور مولانا عبدالحئی صاحب اور مولوی محمد یوسف صاحب
اور حاجی عبدالرحیم صاحب اور یہاں سات ہم لوگ بھی وہیں حاضر تھے
حضرت کو بشاش دیکھ کر ہم لوگ آپس میں کہنے لگے کہ حضرت کے چہرۂ
مبارک پر اس وقت بشاشت بہت معلوم ہوتی ہے شاید کچھ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام یا اشارہ کسی طور سے ہوا ہے یا کچھ اللہ
و رسول کا کلام ہم لوگوں کو سنایا چاہتے ہیں اس میں مولوی محمد یوسف
صاحب نے حاجی عبدالرحیم صاحب سے آہستہ سے کہا کہ اس وقت سید
صاحب بہت بشاش بیٹھے ہیں کوئی بات پوچھو کہ آپ اس کا بیان
کریں اس عرصے میں سید صاحب نے خود مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا
کہ مولانا صاحب آپ کو لکھنؤ کی بات یاد ہے انھوں نے عرض کی کہ ارشاد
کیجئے تو معلوم ہو فرمایا وہ جو آپ نے کہا تھا کہ یہ لاکھوں آدمیوں کا شہر
ہے اور عجب ہے کہ لوگوں کو ہدایت جیسا کہ چاہئے نہیں ہوتی ہے اس کے
جواب میں میں نے آپ سے تین بار کہا تھا کہ آپ کا دل بہت چاہتا ہے
کہ لوگوں کو ہدایت ہو آپ نے تینوں بار یہی فرمایا تھا کہ ہاں میرا دل،
بہت چاہتا ہے اور یہ پورا قصہ حالات لکھنؤ میں لکھا گیا ہے یہ سن کر
مولانا عبدالحئی صاحب نے عرض کی کہ ہاں اب یاد ہوا آپ نے فرمایا خیر جو

وہاں ہدایت خلایق کا جو کچھ حال ہوا تھا سو وہ تم نے دیکھا ہی تھا مگر
اب ہم اپنے تکیہ پر آئے تب یہ بات اپنے دل میں سوچتے تھے کہ ہمارے پاس زادراہ
کو تو ایک حبہ نہیں سو اگر کوئی صورت خرچ کی ہو گئی تو حج کو اب کے سال
چلے جاوینگے ورالا محنت مزدوری کرینگے اس میں جا ہو برس گذریں جب یا خوبی
خرچ جمع ہو گا تب حج کے لئے جہاز پر سوار ہونگے بلکہ یہی بات ہم نے سب اپنے
ہمراہیوں سے کہہ دی تھی کہ راہ سفر میں جب خرچ کی ضرورت ہو گی تب اس
کے واسطے محنت مزدوری بھی کرنا ہو گی اور چکی بھی پیسنی ہو گی اور گھاس بھی
چھیلنی پڑیگی اور ہر طرح کی مزدوری جو جس سے ہو سکے گی کرنی پڑیگی میرے
پاس کچھ خرچ نہیں ہے اسی اقرار پر اتنے لوگ ہمارے ہمراہ آئے سو یہاں آکر
اللہ تعالی نے کچھ اور ہی معاملہ اس کے خلاف بدل دیا اور وہ خیال ہمارا سب
غلط ہو گیا اور اس معاملہ سے اللہ تعالی نے مجھکو آگاہ کر دیا ہے انشاء اللہ
تعالی اب دیکھنا کس طرح سے باب ہدایت کا کھلتا ہے اور کس طرح سے
فراغت اللہ تعالی ہم لوگوں کے لئے کرتا ہے کہ اس کا بیان ہم سے نہیں ہو سکتا
ہم تو بیعت لیتے لیتے لوگوں سے تھک جاوینگے اور تم وعظ کہتے کہتے تھک جاؤ گے
اور لوگوں کی کثرت کم نہ ہو گی انتہیٰ پھر ایک روز بعد صبح کے منشی امین الدین
باغ میں آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو پینس میں سوار کرکے اپنے یہاں لے گئے اور
وہاں حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور
اپنے اہل و عیال سے بیعت کرائی پھر وہاں سے حضرت مردانے مکان میں تشریف
لائے اور جو کچھ منشی جی کو نصیحت کرنی تھی وہ کی اور منشی جی کا ظاہر یہ

حال تھا کہ جو کچھ فسق و فجور کے سب افعال ہیں سب میں مبتلا تھے اور مذہب سنت والجماعت کا ایسا جانتے تھے جیسا کہ اور روافض خوارج اور نواصب وغیرہم کا ہے نہ کچھ اس مذہب کی خوبی کو جانتے تھے اور نہ اس مذہب مخالف کی برائی اپنے عقیدے سے یہ جانتے تھے جیسے اور ہیں ویسا یہ بھی سنیوں کا مذہب ہے پھر منشی جی نے حضرت سے عرض کی کہ میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت تو کر لی مگر میں ہر ایک فسق و فجور میں گرفتار ہوں اپنے آپ کو ایسا نہیں پاتا ہوں کہ جن برائیوں سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی ہے اُن سے باز رہوں آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اس توبہ پر ثابت قدم رکھے بغیر تائید الٰہی کے کوئی صورت میرے بچنے کی نہیں ہے پھر حضرت نے سر کھول کر ان کے واسطے دیر تک ساتھ کمال وزاری اور عجز و انکساری کے دعا کی اور فرمایا کہ منشی بھائی اس فسق و فجور کے ترک کرنے پر کمر ہمت کی باندھو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تم بچاویگا اور فرمایا کہ اس دن جو ہم نے تم سے کہا تھا کہ ایک روز تم لوگوں کو جمع کرو تو ہم تم کو اور اُن کو ذکر اللہ اور وعظ ونصیحت سناویں سو اب کسی دن یہ کام کرو انھوں نے عرض کی کہ جس روز ارشاد ہو میں لوگوں کو جمع کروں آپ نے فرمایا کل سویرے سورج نکلے سب کو ہمارے وہاں باغ میں لاؤ انھوں نے اس بات کا اقرار کیا پھر حضرت وہاں باغ میں تشریف لائے پھر اگلے روز سورج نکلے منشی جی ڈھائی تین سو آدمیوں سے باغ میں سید صاحب کے پاس آئے اور کوٹھی میں بیٹھے

پھر پہلے سید صاحب نے دعا کی کہ الہٰی جو کچھ میں جانتا ہوں وہ بیان کرونگا
اور ہدایت بندوں کی تیرے اختیار میں ہے تو محض اپنے فضل وکرم سے ان
بھائیوں کو ہدایت دے کر اور شرک وبدعت سے اور فسق وفجور سے
ان کو محفوظ رکھ اور سنت وتوحید پر ان کو قایم رکھ اسی طور کے اور طرح
طرح کے الفاظ فرمانے کے بعد فراغ دعا کے وعظ سورہ فاتحہ کا شروع
کیا اور انواع انواع حکمتوں وقدرتوں اور نعمتوں الہٰی کے سے بیان
کرنے لگے اور لوگ سنتے تھے بلکہ بعضے بعضے بیہوش ہو جاتے تھے اس روز کوئی
تین گھڑی تک حضرت نے وعظ فرمایا اور بعد وعظ کے آپ نے دعا کی اور
سب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا جن بھائیوں کا دل چاہے وہ اسی وقت
روز تشریف لایا کریں اور خدا ورسول کا ذکر سن کر چلے جایا کریں بعد
اس کے اکثر لوگوں نے حاضرین میں سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر رخصت
ہوکر سب اپنے اپنے مکان کو گئے اور اسی طرح بعد نماز فجر کے سید صاحب نے
پندرہ بیس روز تک وعظ فرمایا اور دو دو ہزار سے زیادہ علما ودرویش
ہر روز آتے تھے اور غربا لوگوں کا تو کچھ شمار نہ تھا اور اکثر لوگ ہر روز سید
صاحب کے روبرو کہتے تھے کہ حضرت ہم تو سوائے نام مسلمانی کے اور کوئی
بات اسلام کی نہیں جانتے تھے اسلام کا حال آج ہم نے آپ کی زبان
ہدایت نشان سے سنا اور گویا آج ہی مسلمان ہوئے اور اکثر کم علم آدمی
آپس میں کہتے تھے امام مہدی یہی ہیں یہ بات سن کر عالم لوگ کہتے کہ اس

طرح نہ کہو یہ کہو کہ نائب رسول اللہ ہیں پھر بعد آٹھ دس روز
کے وہاں کثرت بیعت کا یہ حال ہوا کہ صبح سے پہر رات تک مردوں
عورتوں کا ہجوم رہتا حضرت علیہ الرحمۃ کو سوائے نماز پڑھنے اور
کھانا کھاتے اور جائے ضرور پیشاب جانے کے کچھ فرصت نہیں ملتی تھی
تمام دن واسطے بیعت کے ہزاروں مرد وزن کی کثرت رہتی تھی اور
رات کو عورتوں کا ہجوم ہوتا کوٹھی کے زنانے مکان کے متصل کا کمرہ
تین چار سو عورتوں سے بھرا جاتا اور سید صاحب کمرے کے دروازے
پر تشریف لاتے اور دو تین پگڑیاں اُن میں پھیلوا دیتے اور فرماتے
کہ ان کو سب مل کر پکڑو جب وہ پکڑتیں تب آپ اُن سے الفاظ
بیعت فرماتے اور کھلواتے پھر کمرہ اُن سے خالی کرا کے اور عورتوں
سے بھرتے اسی طور ان سے بیعت لیتے ہر شب کو آٹھ دس بار عورتوں سے
وہ کمرہ بھرا جاتا اور خالی کیا جاتا تھا اور عورتوں کے پاس تھالی یا کسی
اور برتن میں کچھ مٹھائی اور بتاسے چونی یا اٹھنی یا روپیہ ضرور ہوتا کئی
آدمی اُن سے مٹھائی وغیرہ لے کر کمرے کے ایک کونے میں ڈالتے جاتے تھے
اور ہر ایک عورت ایک بتاسہ لے کر آتی اور حضرت سے عرض کرتی کہ
آپ اس میں اپنے لب مبارک لگائیے سو وہ بتاسوں میں لب لگاتے
لگاتے ہونٹوں میں چھالا پڑ گیا تھا جس روز سے حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ منشی امین الدین صاحب وکیل کمپنی کے باغ
میں مع قافلہ فروکش ہوئے اسی روز سے بُلاکیز نام ایک انگریز

کلکتے کا کوتوال آپ کے پاس حاضر ہوا اور جو کچھ حضرت آپ یا مولانا
عبدالحئی صاحب وعظ ونصیحت مسلمانوں کو فرماتے تھے سب کے ساتھ
مودب کھڑا ہو کر وہ بھی سنا کرتا تھا اور بعد دو چار گھڑی کے پھیر
واسطے بند وبست شہر کے چلا جاتا تھا پھر اپنے کار ضروری سے فراغت
کر کے آتا تھا اور حاضر رہتا تھا اسی طور چار یا پانچ بار ہر روز اُس
کے آنے کا معمول تھا اور کمال محبت واخلاص آپ کے ساتھ رکھتا تھا
حضرت کو وہاں اُترے کم وزیادہ ایک ہفتہ ہوا ہو گا اسی عرصے
میں ادہر فرخ آباد کے رافضیوں نے ایک بڑا بھاری محضر کوئی ڈیڑھ
سو مہروں اور گواہیوں کا وہاں کے لاٹ کے پاس بھیجا اظہار اُس
میں یہ تھا کہ ایک شخص سید احمد نام نواب وزیر خان ڈاکو کے لشکر کا
نشان بردار کہ ہمیشہ ہمراہ لشکر نواب ممدوح کے تمام شہروں اور
بستیوں کو لوٹا مارا کرتا تھا جب نواب صاحب موصوف سرکار کمپنی سے
مل گیا اور اپنی جاگیر سرکار کمپنی سے لے کر لوٹنے مارنے سے کنارہ گیر ہوا
تب اس شخص مذکور نے پیری ومریدی کا ڈول ڈالا لاکھوں شرفا
اور غربا ہندوستانی اس کے مرید ہوئے ہیں اور ہر روز ہوتے جاتے
ہیں اور یہ شخص محض امی بے علم ہے مگر دو عالم متبحر مولوی عبدالحئی صاحب
اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نام اس کے ہمراہ ہیں جو کچھ لوگوں سے
فتوحات حاصل ہوتا ہے وہ آپس میں جو جو اس کے شریک ہیں ،

تقسیم کر لیتے ہیں یہی پیشہ اپنے معاش کا اُن سید نے مقرر کیا ہے
اور ارادہ اُن کا یہ ہے کہ ہم کلکتہ میں جا کر کمپنی سے جہاد کرینگے اور
ان کو مار کر ملک پر ہم قابض اور متصرف ہونگے سو ہم نے سرکار کمپنی
کی خیر خواہی سمجھ کر یہ محضر ارسال کیا ہے کہ سرکار سے اس کا تدارک
کیا جاوے انتہی اور یہ محضر کلکتہ کے لاٹ کے پاس بھیجا اُس نے
بلا کر کوتوال کو دکھایا اور فرمایا کہ جلد از جلد اس کا تدارک کرو
وہ کوتوال حضرت علیہ الرحمۃ کا بڑا مخلص اور آپ کے حال سے بہت
واقف تھا اور جانا کہ یہ حاسدوں اور مفسدوں کا افترا ہے اُس لاٹ
سے کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے دو فرقے ہیں ایک سنی اور ایک
شیعہ جن کو رافضی بھی کہتے ہیں اور دونوں میں عداوت دینی ہے سو یہ سید
صاحب اور اُن کے سب رفیق سنی ہیں اور جنھوں نے یہ محضر بھیجا ہے
وہ رافضی ہیں صرف عداوت دینی سے یہ تہمت ان پر کی ہے ان کا
ذمہ دار میں ہوں جب تک یہ سید صاحب یہاں رہینگے اگر کسی
طور کا شر و فساد اُن سے یا ان کے لوگوں سے ظہور میں آوے اس کی
جوابدہی سرکار کمپنی میں میں کرونگا اور اس امر کا ضمانت نامہ
لکھ کر اس لاٹ کو حوالے کیا اور سید صاحب سے اس کو اس قدر محبت
تھی کہ تیس چالیس چپراسی اس نے صرف اس لئے باغ میں مقرر کر دیے تھے کہ جو
سودا سید صاحب کے لوگوں کو حاجت ہو تم لا دیا کرو اور ہر قسم کے سودے کے دکاندار کو باغ

کے دروازے پر بازار لگوادی کہ کسی بات کا کسی کو حرج ہو اور جو اہل شہر
مسلمان سید صاحب کے مرید ہوئے ان کو شجرے کی خواہش ہوئی سو جتنے شخص
قافلہ میں لکھنا جانتے تھے لکھنے لگے اور شجرے دو قسم کے تھے ایک مختصر تھا اور دوسرا
مفصل اور طویل تھا تحقیق شجرہ تو لوگ آٹھ آنہ کا لیتے تھے اور مفصل ایک روپے
کا صدہا روپے لوگوں نے کمائے یہ خبر وہاں کے کتاب چھاپنے والوں
کو ہوئی کہ شجرے اس قیمت بکتے ہیں اُنھوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں شجرے
چھاپ ڈالے اور اُن کے آدمیوں نے باغ کے دروازے پر شجروں کی دکانیں
لگائیں پہلے تو انھوں نے بھی روپے روپے کا شجرہ بیچا پھر کئی دن کے بعد
بارہ آنہ کا شجرہ لگا دیا پھر آٹھ آنے پھر چار آنے شجرہ پھر دو آنے شجرہ ہو گیا
(حکایت)
جتنے علما اور فضلا اور مولوی اور مدرس کلکتہ کے تھے سب نے آکر حضرت علیہ الرحمہ کے
دست مبارک پر بیعت کی الا مولوی غلام سبحان مدرس کہ وہ بڑے منطقی اور
فلسفی اور عالم متبحر تھے اُنھوں نے بیعت نہ کی اور حضرت علیہ الرحمہ کے معتقد ہوئے
اکثر علما ان کے درپے ہوئی کہ تم کو کس بات کا انکار رہے جو تم نے بیعت نہ
کی اُنہوں نے جواب دیا کہ میں تو بیعت نہ کرونگا اور کسی کو بیعت کرنے سے
منع بھی نہیں کرتا ہوں جس کی طبیعت میں آوے وہ بیعت کرے یہ بات میری
فہم میں نہیں آتی ہے کہ تمام لوگ بھیڑیا دھسان بیعت کرتے چلے جاتے
ہیں یہ کیا معاملہ ہے بلکہ ایک بار اپنے دل میں مشکل مسئلہ پوچھنے کے ارادہ

سے کئی عالموں کو ساتھ لے کر رات کو باغ میں حضرت کے پاس آئے اور کچھ
ایسا رعب الٰہی ان پر چھا گیا کہ جو مسئلہ پوچھنے آئے تھے وہ تو نہ پوچھا گھبرا کر تقدیر
کا مسئلہ پوچھ بیٹھے ان کے ساتھ جو اور مولوی تھے اُنھوں نے کہا کہ مولوی صاحب
آپ کیا سوال کرتے ہیں، حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے یہ بھی کام کی
بات ہے جو کچھ پوچھیں پوچھنے دو پھر جو سوال ان کو کرنے تھے جب کر چکے تب
حضرت علیہ الرحمہ نے ایک مختصر جواب اُن کے سب سوالوں کا ایسا دیا کہ وہ
بالکل بند اور لاجواب ہو گئے اور ندامت زدہ حضرت سے رخصت ہو کر مدرسہ
میں تشریف لیگئے اور تمام علما کے نزدیک اُن کی بہت سُبکی ہوئی اس کے اگلے روز
ایک مدرس مولوی کبیر نام کہ وہ حضرت محبوب ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
کی اولاد امجاد سے تھے اُنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ مدرسہ
کے ہم سب عالم مولوی غلام سبحان صاحب سے امر بیعت میں طرح طرح کی تقریر کرتے
ہیں ولیکن وہ اپنے اُسی انکار پر جمے ہوئے ہیں اور نہیں معقول ہوئے ہیں اگر آپ
کسی روز مدرسہ میں تشریف فرما ہوں تو خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ سمجھ کر
مان جاویں، آپ نے فرمایا کیا مضائقہ جس دن کہو ہم حاضر ہیں پھر وہ دن مقرر
کر کے تشریف لے گئے پھر اس وعدہ پر حضرت علیہ الرحمۃ کو لیتے آئے گھڑی
دو گھڑی دن باقی ہوگا حضرت مدرسہ میں تشریف لے گئے مولانا عبد الحیٔ اور
مولانا محمد اسماعیل اور مولوی وحید الدین اور مولوی محمد یوسف اور حضرت سید عبد الرحمٰن

اور حضرت محمد یعقوب اور شیخ ولی محمد صاحب اور بہت علمائے کلکتہ اور بہت لوگ
اپنے قافلہ کے یہ سب حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھے اور وہ مدرسہ دو درجہ
کا تھا سب لوگ اوپر ہی کے درجہ پر گئے اور وہاں بیٹھے پھر جو علما تھے وہ
حضرت علیہ الرحمۃ کو لے کر جدے مکان میں جا بیٹھے وہیں مولوی غلام سبحان
بھی تھے پھر وہاں دیر تک کچھ علمی گفتگو حضرت علیہ الرحمت سے ہونے لگی مگر ہم کو نہیں
معلوم کہ وہ کیا تقریر اور گفتگو تھی اور کس امر میں بحث تھا بعد فراغ گفتگو کے حضرت
باغ میں تشریف لائے وہاں مدرسہ میں تو ہم کو کچھ حال معلوم ہوا مگر یہاں باغ
میں زبانی لوگوں کے سنا کہ مولوی غلام سبحان نے آخر کو عالموں کے سمجھانے سے یہ اقرار
کیا کہ سید صاحب کے ہاتھ پر میں تنہائی میں پوشیدہ بیعت کرونگا پھر اسی شب
کو خدا جانے ان پر کیا حادثہ گذرا کہ آدہی رات سے اُنھوں نے آہ و نالہ اور
گریہ و زاری شروع کی کہ غلام سبحان تو کافر ہو گیا جو اس نے سید صاحب کی بیعت
سے انکار کیا پھر بعد نماز صبح کے مولوی غلام سبحان صاحب بہت علما اور طلبہ ساتھ
لے کر باغ میں سید صاحب کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت مجھ سے کمال خطا اور
بیوقوفی ہوئی اور نفس و شیطان نے مجکو بڑا فریب دیا جو آج تک آپ کی بیعت
سے میں محروم رہا اور آخر کو دل میں آیا تو خیال فاسد آیا کہ تنہائی میں پوشیدہ
بیعت کروں نعوذ باللہ من ذالک بیعت میں تو یہی بات ہے کہ الٰہی میں نے سب
گناہوں اور برے کاموں سے توبہ کی اور خداوندا سب خطائیں میری معاف

کر سو کون سی یہ بات بڑی ہے جو بیعت نہ کروں اسی طور اور بہت سی اپنی خطا کی باتیں
بیان کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اب مجکو ہدایت کی اور یہ خیال دل میں آیا کہ علی الاعلان
جم غفیر اور مجمع کثیر میں چل کر بیعت کر پھر انھوں نے بیعت کی اور کئی خوان شیرینی لائے
تھے بعد بیعت کے وہ تقسیم ہوئے پھر جتنے لوگ وہی ان کے میل کے تھے سب نے
بیعت کی کوئی باقی نہ رہا **حکایت** سید حمزہ نام ایک شخص ملک بیگو سے کلکتہ میں
ان روزوں سونا بیچنے آئے تھے حال اس کا یہ ہے کہ ملک بیگو میں سونے کی کھان ہے
اور وہاں کے راجہ کے تحت تصرف میں ہے اور سید حمزہ اس راجہ کے بڑے معتمد اور
معزز نوکروں میں تھے اور اس کان کے کھودنے میں ہمیشہ مدد جاری رہتی تھی جب
سونا کھد کر بہت جمع ہوتا تب سال بھر میں ایک بار وہ راجہ سونا بیچنے کو کلکتہ میں
ان کو بھیجتا تھا چنانچہ اس سال اسی کام کو آئے تھے اور سید صاحب بھی وہیں تھے اور
بیعت کرنے والوں کی کثرت تھی کہ ہزاروں آدمی ہر روز آکر بیعت کرتے تھے ایک
روز سید حمزہ نے بھی آکر بیعت کی اور کمال سید صاحب کے معتقد ہوئے اور ہر روز
توجہ لینے آنے لگے اور چند روز میں بہت سے مقامات طے کئے اور سید صاحب سے بہت فیض
ان کو حاصل ہوا پھر جب وہ اپنا سونا بیچکر فارغ ہوئے اور بیگو کے چلنے کی تیاری
کی تب سید صاحب نے ان کو خلافت نامہ لکھوا کر دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور ایک کرتا
اور عمامہ ان کو عطا فرمایا اور سید صاحب سے رخصت ہونے لگے اس وقت حضرت
سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جناب سید صاحب سے عرض کی کہ آپ
نے سید حمزہ صاحب کے داڑھی بھی دیکھی ہے یہ بات ظرافت کے سے آپ ناخوش

معلوم ہوئے اور فرمایا کہ داڑہی کا دیکھنا کیسا جو ہے سب دیکھتے ہیں، اُنھوں نے پھر عرض کی کہ حضرت یہ داڑہی ان کی تو سب دیکھتے ہیں ایک داڑہی ان کی اس داڑہی میں اور بھی ہے، یہ سُن کر آپ نے سید حمزہ سے فرمایا کہ سید بھائی یہ کیا کہتے ہیں، اُنھوں نے عرض کی کہ ہاں یہ بجا فرماتے ہیں تب سید صاحب نے پوچھا کہ وہ داڑہی کیسی ہے دکھلاؤ وہ داڑہی لپٹی ہوئی ان کی داڑہی کے نیچے دبی تھی انھوں نے کھولی اور پھیلائی تو گھٹنوں کے نیچے تک آئی سید صاحب بھی اور تمام لوگ تعجب میں رہگئے کہ سبحان اللہ فی الحقیقۃ ہم نے ایسی داڑہی کبھی نہیں دیکھی ہے سید حمزہ صاحب نے عرض کی کہ میں ایسی داڑہی کے سبب سے راجہ کے یہاں نوکر ہوا تھا اس ملک میں کسی آدمی کے بالکل داڑہی نہیں جمتی ہے سب بے داڑہی ہوتے ہیں اور میں رہنے والا وہاں کا نہیں ہوں میرا وطن ہندوستان میں ہے اور اپنے شہر کا نام لیا مگر مجھکو یاد نہیں رہا پھر ان کی داڑہی ناپی گئی تو کچھ زیادہ دو ہاتھ کی ہوئی پھر وہ سید صاحب سے رخصت ہو کر ملک پیگو کو تشریف لے گئے **حکایت** مولوی عبدالمجید صاحب رہنے والے چاٹگام کے کلکتہ کے قاضی تھے اور تحصیل علم کی انھوں نے تکیہ شریف پر مولوی عبدالسبحان صاحب مرحوم و مغفور سے کی تھی جب حضرت علیہ الرحمۃ منشی امین الدین صاحب کے باغ میں مع قافلہ فروکش ہوئے اور غربا اور امرا شہر کے بیعت کو آنے لگے ایک قاضی صاحب بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی ملاقات بسرت آیات کو آئے اور حضرت سے ملے اور اپنا حال اُنھوں نے حضرت سے بیان کیا حضرت نے

پہچانا اور عافیت مزاج کی پوچھی پھر قاضی صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ کے
یہاں کی مستورات کے نام بنام خیر و عافیت پوچھی، حضرت نے فرمایا کہ ہماری
والدہ شریفہ تو انتقال کر گئیں باقی سب بعافیت ہیں اور ہمارے ہمراہ ہیں۔
انھوں نے عرض کی کہ میں بھی ان کو سلام کرا آتا، آپ نے فرمایا کہ فلانے مکان
میں سب ہیں وہاں جائیے پھر وہ اپنی پینس پر سوار ہو کر زنانی ڈیوڑھی پر آئے
وہاں کہاروں نے پینس رکھ دی وہ اس سے باہر نکلے حضرت سید عبد الرحمن صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ اس وقت ڈیوڑھی پر کھڑے تھے قاضی صاحب نے سلام علیک
کی، انھوں نے جواب دیا قاضی صاحب نے پوچھا کہ آپ کا بھی مکان تکیہ پر ہے
اُنھوں نے کہا ہاں میں وہیں مکان ہے پوچھا کہ تمہارے والد کا کیا نام ہے انھوں
نے کہا مولوی سید عبد السبحان، یہ سن کر وہ بڑے تپاک اور اشتیاق سے ان
کے لپٹ گئے اور کہا تم سید عبد السبحان صاحب کے بیٹے ہو اور نام لے کر اُن کی
والدہ کا پوچھا کہ وہ اچھی ہیں اور سب بیبیوں کے نام لے لے کر پوچھنے لگے فلانی
اچھی ہیں فلانی اچھی ہیں اُنھوں نے کہا سب فضل الٰہی سے بخیر و عافیت ہیں مگر
ان کو کمال تعجب ہوا کہ یہ کون صاحب ہیں جو ہمارے گھرانے کی سب عورتوں
کے نام سے واقف ہیں، پھر قاضی صاحب نے کہا کہ اپنی والدہ صاحبہ سے اور سب
بیبیوں سے جا کر کہو کہ عبد الحمید طالب العلم چاٹگام کا رہنے والا جو تمہارے
یہاں رہتا تھا وہ ڈیوڑھی پر حاضر ہے اور تم سب کو اُس نے سلام کہا ہے

پھر وہ سب آپ مجکو پہچان جاوینگی پھر انھوں نے جاکر اپنی والدہ صاحبہ سے کہا
کہ ایک شخص بڈھے لپستہ قد جامہ پہنے پگڑی باندھے اور جاٹ گام کے رہنے والے عبدالحمید
ان کا نام ہے وہ تم کو سلام کہتے ہیں اور گھر بھر کی سب عورتوں کو سلام کہا ہے اور
سب کے نام وہ جانتے ہیں، ان کی والدہ شریفہ نے سب بیبیوں کو بلا کر ان کا سلام
کہا سب کو قاضی صاحب کا نام سُن کر کے کمال تعجب ہوا، حضرت سید عبدالرحمن صاحب
نے اپنی والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ یہ صاحب کس زمانہ میں ہمارے یہاں پڑہتے تھے
اُنھوں نے کہا کہ کوئی پچاس برس ہوئے ہونگے تب یہ ہمارے یہاں آتے تھے اس
زمانہ میں ان کی آٹھ نو برس کی عمر تھی ہم نے ان کے لئے ایک کھٹولا بنوا دیا تھا
اسی پر یہ ہمارے یہاں زنانے مکان میں رہتے تھے اور کھانا کھاتے تھے اور دن کو
پھرا کرتے تھے پھر جب سیانے گیارہ بارہ برس کے ہوئے تب باہر مردانے مکان میں
رہنے لگے پھر کئی سال میں جب پڑہ کر مولوی ہوئے تب اپنے وطن کو گئے تب سے
ان کا حال ہم کو نہیں معلوم کہ کہاں رہے آج تم سے ان کا نام سنا پھر وہ بیبیوں
کو لے کر ڈیوڑہی میں آکر کھڑی ہوئیں حضرت سید عبدالرحمن صاحب نے ان سے کہا
کہ جن کو آپ نے سلام کہا تھا وہ سب ڈیوڑہی میں آئی ہیں، انھوں نے سب
کو سلام کہا اور سب کی خیر وعافیت پوچھی اور سب نے ان کی خیر وعافیت پوچھی
پھر سید عبدالرحمن صاحب ممدوح کی والدہ ماجدہ نے پوچھا کہ عبدالحمید تم جب
سے ہمارے یہاں سے پڑہ کر وطن کو آئے تب سے تم کہاں رہے انھوں نے
کہا، وہاں سے آئے مجکو چالیس برس ہوئے تب سے میں اسی کلکتہ کا

قاضی ہوں اور کہیں میں نے نوکری نہیں کی پھر سب سے رخصت ہو کر گھر کو
سوار ہو گئے اور سب اہل وعیال ان کے کلکتہ میں تھے اور جبتک حضرت علیہ الرحمۃ
کلکتہ میں مقیم رہے تب تک قاضی صاحب نے کوئی پندرہ سولہ بار حضرت کی
دعوت کی مگر سب قافلہ کی نہیں فقط پچیس چھبیس بتیس تیس آدمیوں کی اور
ہر دعوت میں بہت اقسام مکلف کھانا ہوتا تھا آخیر دعوت میں انھوں نے
آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ اپنی ایک ضیافت آپ کی ہم اپنے دیس کی سی کرینگے
اور یہیں باغ میں کھانا لاویں گے اور ہم بھی یہیں کھاویں گے پھر اس دعوت میں بھی
بہت مکلف اور نفیس طرح طرح کے کھانے پلاؤ زردہ متنجن فرنی شیرمال قورمہ
کباب وغیرہ پکواکر اور خوانوں میں لگا کر پیچھے پیچھے لوگوں کے سر پر خوان اور
آگے آگے بنفس نفیس قاضی صاحب آپ باغ میں حضرت کے پاس آئے مگر کھانا اُسی
قدر پچیس تیس آدمیوں کا تھا اور قاضی صاحب نے اپنے ہی ہاتوں سب کے آگے کھانا
رکھا بلکہ جتنے دن دعوت قاضی صاحب کے یہاں ہوا کی ہر دعوت میں کھانا اپنے
ہاتوں سے قاضی صاحب ہر ایک کے آگے رکھا کرتے اور آپ کھڑے رہتے
بعد کھانا کھانے کے برتن آگے سے اُٹھالے جاتے تب قاضی صاحب کھانا حضرت
کے آگے کا اپنے ہاتھ سے اُٹھا کے بہت احتیاط سے اندر گھر کے لیجاتے اور تاکید
کر کے باحتیاط رکھ آتے کسی خدمتگار کو بھی وہ رکابی نہ دیتے کہ شاید کالی
ملا نہ دے بعد فراغت کے گھر میں جاتے اور وہی کھانا حضرت کے آگے کا منگوا
کے آپ بھی کھاتے اور گھر والوں کو بھی تقسیم کرتے کہ یہ اولش حضرت علیہ الرحمۃ
کے آگے کا ہے جس وقت کھانا روبرو لاتے شیرمال گرم گرم پکتی جاتی

اور قاضی صاحب اپنے ہاتھ سے ہر ایک کے آگے رکھتے جاتے اور اس کو اپنی سعادت دارین جانتے بلکہ حضرت نے قاضی صاحب سے فرمایا ہمارے لوگ کھلاوینگے آپ تکلیف نہ کریں اُنھوں نے کہا سبحان اللہ ایسا بھی کوئی دن ملیگا کہ عبدالحمید آپ کی خدمت کرے پھر جب سب صاحب کھا چکے اور رکابیاں اُٹھائی گئیں اور ہاتھ دہولائے گئے تب قاضی صاحب نے سب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ صاحبو تم نے پہچانا یہ کھانا کیسا تھا سب نے کہا کہ کھانا تو بہت نفیس اور لذیذ تھا سوا اس کے اور تو ہم کو اس کا حال نہیں معلوم تب انھوں نے کہا کہ یہ تمام کھانا تیل میں پکا تھا گھی کا اس میں نشان نہ تھا اور یہ تیل ہمارے دلیس میں صاف کیا جاتا ہے وہاں بجائے گھی کے تیل ہی کھاتے ہیں یہ بات سن کر سب کو کمال تعجب ہوا کہ ہم نے ایسا نفیس کھانا تیل کا پکا نہیں کھایا ہے تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ جب کلکتہ سے حضرت بیت اللہ شریف کو تشریف لے چلے قاضی صاحب ممدوح نے اپنے بیٹے عبدالباری کو آپ کے ساتھ کردیا حضرت کے ساتھ وہ بھی حج کر آئے اور جب قاضی صاحب نے وفات پائی تب ان کے عہدہ قضا پر عبدالباری ہوئے اور اب تک کہ سن بارہ سو چہتر ہجری ہے اُسی عہدہ پر قائم ہیں انتہی

حکایت ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ منشی امین الدین صاحب کے باغ کی کوٹھی میں جہاں فروکش تھے بیٹھے تھے اور لوگ بیشمار آپ کے حضور ہدایت ظہور میں حاضر تھے محمد قاسم نام ایک خواجہ سرا آیا اور بعد سلام کے اس نے عرض کی کہ یہاں شہر میں جو شاہزادے سلطان ٹیپو کے خاندان کے

بطور بند کے رہتے تھے اُنھوں نے جب سنا کہ تکیہ شریف کے ایک پیرزادے
صاحب منشی امین الدین کے باغ میں اُترے ہیں اور ہزاروں آدمی ہر روز
جاکر ان سے بیعت کرتے ہیں تب مجھ سے اُنھوں نے فرمایا کہ تو جاکر حال ان
کا دریافت کر وہ کن کی اولاد امجاد ہیں چنانچہ ابو سعید اور سید ابواللیث صاحب
مرحوم و مغفور جو ہمارے خاندان کے مرشدوں میں ہیں ان کا بھی وہیں مکان
ہدایت نشان ہے اگر اسی خاندان والا شان سے کوئی صاحب ہیں تو ہم بھی
ان کی قدمبوسی سے شرفیاب ہوں، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سید ابواللیث
صاحب تو ہمارے حقیقی نانا اور سید ابواللیث صاحب ماموں تھے یہ بات سُن
کر وہ قاسم خواجہ سرا آپ سے رخصت ہو کر چلا گیا اور ادہر کلکتہ کے بعض معتمد
لوگوں نے حضرت سے بیان کیا کہ ان شاہزادوں کے مکان میں عبدالرحیم نام ایک بڑا
منطقی اور فلسفی دہری رہتا ہے اُسی کے وہ سب معتقد ہیں اس شیطان نے ایمان سے ان
سب کو مرتد اور کافر کر ڈالا ہے نہ وہ خدا کو خدا جانتے ہیں اور نہ رسول کو رسول وہ
کہتے ہیں کہ نہ تمام مخلوقات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ کوئی مارنے والا ہمیشہ سے
اس عالم کا یہی خاصہ ہے کہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوتی ہیں اور پھر خود بخود فنا ہو جاتی
ہیں، یہ اُن سب کا عقیدہ ہے، آپ نے یہ حال سُن کر کچھ دیر سکوت کیا اور فرمایا کہ
انشاء اللہ تعالیٰ دو چار ملاقات میں وہ سب دُرست ہو کر راہ راست پر آجاوینگے
پھر دوسری بار اسی دن یا اگلے روز وہ محمد قاسم خواجہ سرا پھر آیا اور اُن شاہزادوں کا
پیام حضرت کے پاس لایا کہ شاہزادوں نے آداب و تسلیمات کے بعد عرض کی ہے کہ
آپ تو ہمارے خاندان کے پیر و مرشد ہیں بڑی ہم لوگوں کی بے نصیبی ہے کہ تمام

اہل شہر آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور ہم اب تک اس نعمت عظمی
رہیا آپ صرف ہمارے غریب خانہ میں آویں اور اپنے دیدار فیض آثار
کو مخلوظ فرماویں آپ نے فرمایا کہ بہتر ہم چلیں گے پھر پینس پر سوار ہو کر مجھ
کے ساتھ تشریف لیچلے اور مولانا عبدالحیٔ صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب اون
کے خواہر زادے سید احمد علی صاحب علاوہ ان کے اور بھی کوئی دو ڈھائی سو آدمی
ہمراہ رکاب ہوئے اور باغ سے ان شاہزادوں کا مکان کوئی دو کوس تھا اور نام اسکا
رسانگلا تھا اور باغ سے وہاں جاتے ہوئے عبدالرحیم دہری کا مکان رستے میں بائیں ہاتھ
تھا مگر سر راہ سے کچھ دور الگ تھا جب حضرت کی سواری برابر اس مکان کے پہنچی
تب آپ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ تم عبدالرحیم کے پاس جاؤ اور دیکھو تو اس
کا کیا حال ہے اگر جیسا کہ لوگ اس کو کہتے ہیں یوں ہی ہے تو اس کو سمجھا کر معقول کرونگا
ایک آدمی اور ساتھ لے لو پھر سید احمد علی صاحب اُن کے ساتھ گئے اور اس سے جا کر
ملاقات کی اور مولانا صاحب کا وہ قدیم سے آشنا تھا جب وہ دلی میں مولانا شاہ عبدالعزیز
قدس سرہ العزیز کے پاس پڑھتا تھا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی اس زمانہ میں
پڑھتے تھے پھر مولانا صاحب نے اُس سے گفتگو کرنی شروع کی جو کچھ وہ اعتراض
کرتا تھا اس کا جواب مولانا صاحب دیتے تھے اور گفتگو خیاب باری عز اسمہ کی الوہیت کے
باب میں تھی اس کو محض اس کا انکار تھا اور وہ معقولی نامعقول کسی طور معقول نہ ہوتا
تھا طرح طرح کے اشکال اور شکوک پیش کرتا تھا آخر الامر چار پانچ گھڑی کی گفتگو
میں وہ مغلوب اور معقول ہوا اور کوئی جواب اس کو نہ آیا اور تقریر میں بند ہوا

پھیر مولانا صاحب اور سید احمد علی صاحب وہاں سے حضرت کے پاس گئے اور اُس کے
مغلوب کرنے کا حال عرض کیا' یہ خبر سلطان ٹیپو کے شاہزادوں کو پہنچی کہ آج تمہارا
پیر و مرشد عبدالرحیم مولانا محمد اسماعیل صاحب سے تقریر میں بند ہو گیا اُن کو یہ بات سُن
کر بہت ندامت ہوئی اور اُمنیں جو بڑا شاہزادہ تھا وہ اس ابلیس پر تلبیس دہری کا
بڑا شاگرد رشید تھا اور کچھ عربی فارسی انگریزی علم بھی رکھتا تھا اور ہر ایک شاہزادے
کا ایک ایک جدا بنگلہ بہت نفیس و مکلف بنا تھا جس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کے آنے کی
خبر بڑے شاہزادے کو پہنچی اسی وقت اُس نے اپنے بنگلہ کا دروازہ بند کروا لیا اور
سلام کو بھی نہ آیا اور محمد قاسم خواجہ سرا نے حضرت کو ایک بنگلہ میں جا کر بٹھایا اور ہر
ایک شاہزادہ کو وہیں بلا لایا اور ہر ایک کا نام لے کر بتلانے لگا کہ یہ فلانا شاہزادہ
ہے اور یہ فلانا پھیر جو دس دس بارہ بارہ برس کے شاہزادے تھے ان کو محمد قاسم
حضرت کے پاس لاکر بٹھایا اور حضرت نے اُن سے بیعت لی پھیر محمد قاسم حضرت کو
شاہزادوں کے دو یا تین زنانے مکانوں میں لے گیا وہاں بیگموں نے بیعت کی اور
چند تھان نذر کئے پھیر حضرت علیہ الرحمۃ نے محمد قاسم کی تسلی کی کہ انشاء اللہ تعالیٰ
تین چار بار کے آنے میں تمام شاہزادے درست ہو جاویں گے پھیر آپ وہاں سے
باغ میں تشریف لائے اور محمد قاسم بھی ساتھ آئے اور وہ تمام دن حضرت ہی
کی خدمت میں رہتے تھے اور دونوں وقت کھانا اپنے مکان سے منگا کر یہیں کھاتے
تھے اور نماز عشا کی پڑھ کر ہر روز جاتے تھے اور صبح کو آکر پھیر حاضر ہوتے تھے

اور وہ تین سو روپے کے نوکر تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے جن دونوں چھوٹے
شاہزادوں نے بیعت کی تھی ان کو توجہ دینے کو حاجی احمد صاحب لقب ولایتی
افغانستان ساکن دیہہ بجکائی ملک سم کو اور شیخ سعدالدین شیخ ولی محمد صاحب
کے بھانجے کو مقرر کر آئے تھے پھر جب دوسری بار ایک روز حضرت وہاں تشریف
لے گئے اور اسی بنگلہ میں بیٹھے جس میں پہلے روز بیٹھے تھے وہیں اور شاہزادے آکر
حاضر ہوئے اور حاجی صاحب مذکور نے حضرت سے عرض کی کہ اب آپ ان شاہزادوں
توجہ کا حال پوچھیئے آپنے اُن سے پوچھا تو وہ ہر ایک عجیب وغریب حالات
اور مکاشفات بیان کرنے لگے کہ تمام لوگ سننے والے حیران تھے کہ یہ کیا خواب
کے سے حالات بیان کرتے ہیں اور جن شاہزادوں نے نہیں بیعت کی تھی ان کو
بھی کمال اشتیاق ہوا کہ ہم بھی بیعت کر کے اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوں
پھر ان شاہزادوں نے بیعت کی مگر جو سب میں بڑے شاہزادے تھے اُنھوں
نے اب تک بھی ملاقات نہ کی پھر محمد قاسم خواجہ سرا کئی شاہزادوں کو لے کر
ان کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آپ سید صاحب سے چل کر ملاقات تو
کرلیویں اس میں آپ کا کیا نقصان ہے اور بیعت میں آپ کو اختیار
ہے خواہیں کریں یا نہ کریں پھر ان کو راضی کر کے وہاں سے آئے اور حضرت
علیہ الرحمۃ کو ان کی کوٹھی میں لے گئے وہ کوٹھی کے دروازے تک واسطے
استقبال کے آئے اور حضرت کو اندر کوٹھی کے لے گئے دو یا تین آدمی ہمارے
آپ کے ساتھ گئے اور باقی ہم سب باہر کھڑے رہے پھر حضرت سے

انھوں نے چند اعتراض اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر کئے حضرت نے مختصر ان کو ایسا جواب دیا کہ وہ لاجواب اور بہت نادم ہوگئے سوائے اقرار کرنے کے کچھ نہ بن پڑا پھر وہاں سے حضرت باہر آئے اور محمد قاسم آپ کو بیگمات میں لے گئے اس لئے کہ ٹیپو سلطان کے جو بیٹے تھے اُس نے آپ کو بلایا تھا اور عرض کی کہ ہمارے بڑے بھائی صاحب نے آپ سے ملاقات کی الحمدللہ ہم کو کمال خوشی حاصل ہوئی ہم کو بہ اُمیدان کا خیال کرکے ہرگز نہ تھی سواے خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ بیعت بھی وہ کرینگے پھر اُس نے اور بیگموں کو وہاں بلایا اور سب سے بیعت کروائی اور اُس نے بیعت کی اور حضرت سے عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے بھائی صاحب کو ہدایت نصیب کرے کہ راہ راست پر آجاویں پھر آپ نے اُن سب کے لئے دعا کی پھر ان بیگموں نے کوئی چالیس پچاس چھوٹی چھوٹی تشتریوں میں اقسام اقسام کی شیرینی آپ کی پیش کی کسی تشتری میں مٹھائی کی الائچیاں تھیں اور کسی میں شیرینی کے جائے پھل اور بادام اور کسی میں شیرینی اور میوے تھے اور وہ تشتریاں بھی رنگا رنگ آبگینے کی تھیں کوئی سبز کوئی زرد کوئی گلابی کوئی نیلی کوئی سپید شفاف اور کوئی منقش چینی کی پھر وہ سب تشتریاں حضرت نے باہر لوگوں کو بھیجدیں وہ شیرینی تھوڑی تھوڑی سب لوگوں میں تقسیم ہوئی پھر حضرت وہاں سے باہر نکلے اور سوار ہوکر باغ میں تشریف لائے پھر اس کے کئی روز کے بعد محمد قاسم خواجہ سرا آئے اور حضرت سے عرض کی کہ کل آپ کی اور تمام قافلہ کی بڑے شاہزادے کے یہاں دعوت ہے پھر اگلے روز سویرے شاہزادے کے یہاں سے بہت سواریاں طرح طرح کی آئیں کوئی چھ گھڑی دن چڑھے حضرت باغ سے سوار ہوئے اور کوئی تین سو آدمی

قافلہ کے آپ کے ہمراہ رکاب ہوئے، شیخ ولی محمد صاحب پھلتی سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ
میں حضرت کی پینس کے داہنی طرف بائیں ہاتھ سے پینس پکڑے تھا باغ سے
چالیس پچاس قدم سواری گئی ہو گی اس وقت حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ پینس
کے دروازے بند کرلو جب اترنے کی جگہ نزدیک رہے تب تختہ پینس کا بجا کر ہم
کو اطلاع کر دینا پھر میں نے اپنی طرف کا دروازہ بند کرلیا اور دوسری طرف
والے نے دوسرا دروازہ بند کر لیا میں نے اپنے دل میں جانا کہ آپ نے شاید سونے
کے لئے دروازے کروائے مگر بعض صاحبوں نے کہاروں سے سنا کہ پینس ہلکی
معلوم ہوتی ہے جیسے کہ خالی ہو پھر جاتے جاتے جب شاہزادوں کا مکان قریب
آیا تب میں نے موافق فرمانے آپ کے پینس کا تختہ کھٹکھٹایا آپ نے اندر سے پوچھا
کیا آ پہنچے میں نے عرض کی کہ ہاں آ پہنچے فرمایا دروازے کھول دو میں نے اپنی طرف
کا کھول دیا پھر قریب بنگلہ کے پینس رکھی گئی آپ اُتر کر بنگلہ میں تشریف لے
گئے اور بیٹھے سب شاہزادے جمع ہو کر آپ کو بڑے شاہزادے کی کوٹھی میں
لے گئے وہاں بڑے شاہزادے نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر کئی من شیرینی
انگریزی بھی اور ہندوستانی بھی رنگا رنگ کی باہر لوگوں میں تقسیم کروائی ہر شخص
کو اس قدر ملی کہ اس وقت کے ناشتہ سے فراغت ہوئی پھر وہ شاہزادہ حضرت
کو اپنے زنانے محل لیگیا وہاں عورتوں نے بیعت کی قریب دوپہر کے آپ وہاں
سے باہر تشریف لائے اور قدرے طعام تناول کر کے سو رہے مگر ہم لوگوں میں
سے کسی نے کھایا پھر وقت ظہر کے آپ نے اٹھ کر وضو کیا نماز پڑھی بعد

اس نے بیٹھ کر دو چار گھڑی وعظ فرمایا اس عرصہ میں محمد قاسم خواجہ سرا نے آکر عرض کی کہ ایک بیگم صاحبہ کا محل باقی ہے وہاں چلئے آپ ان کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے وہاں کی تمام عورتوں نے بیعت کی قریب عصر کے آپ وہاں سے باہر آئے اور اس بیگم نے بھی بہت شیرینی بھیجی وہ تقسیم کی گئی پھر حضرت نے نماز عصر کی پڑھائی اس کے دو تین گھڑی کے بعد ہم سب نے کھانا کھایا پھر حضرت نے نماز مغرب بھی وہیں پڑھی اور عشا بھی وہیں پڑھی بعد اس کے آپ نے کھانا تناول فرمایا پھر سب شاہزادے چھوٹے بڑے جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہم تو گویا آج از سر نو مسلمان ہوئے اور آج ہی قدر دین اسلام کی جانی اب آپ ہمارے سب کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تا حین حیات اسی صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور ہر ایک شیطان بے ایمان کے مکر فریب سے محفوظ رکھے پھر آپ نے ان کے لئے بہت دیر تک جناب باری میں کمال الحاح وزاری اور عجز و انکساری سے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اب شیطان کو تمہارے یہاں سے دفع کر دیا اور بعد چند روز کے تم دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے یہاں کیسی خیر و برکت کرے گا اور ان شاہزادوں نے اپنے نوکروں سے بتاکید کہہ دیا کہ خبردار عبد الرحیم دہریہ ہمارے یہاں نہ آنے پاوے پھر ان سے رخصت ہو کر آپ باغ میں تشریف لائے یہاں بھی ہزاروں آدمی آپ کے منتظر تھے ان سے آپ نے ملاقات کی اور بیعت لی پھر

قریب آدھی رات کے سب رخصت ہو کر اپنے اپنے مکان کو گئے اور
حضرت بھی سو رہے صبح کو بعد نماز کے حضرت کوٹھے اوپر مکان میں بیٹھے تھے
مولانا عبدالحئی اور مولانا محمد اسماعیل اور مولوی محمد یوسف اور حافظ قطب الدین
اور شیخ سعدالدین اور شیخ عبدالرؤف اور شیخ ضیاء الدین علاوہ ان کے
اور بھی کئی صاحب حاضر تھے اور میں وہیں تھا کہ اس میں منشی امین الدین صاحب
گھبرائے ہوئے سے آئے اور پہرے والے سے پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں اُس
نے کہا کوٹھے کے اوپر بیٹھے ہیں کہا میری عرض کردو کہ امین حاضر ہے اُس
نے حضرت کو جا کر اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ نیچے وہیں بیٹھو
ہم بھی وہیں آتے ہیں اُس شخص نے آکر اسی طرح کہا منشی صاحب نے کہا کہ
تم جا کر کہو کہ وہ عرض کرتے ہیں کہ مجھکو وہیں آپ بلا دیں کچھ عرض کرنی
ضرور ہے اُس نے اسی طرح جا کر عرض کی، آپ نے فرمایا کہ خیر یہیں بلالاؤ پھر
اُس نے جا کر کہا منشی صاحب حضرت کے پاس گئے اور کچھ دیر بیٹھ کر عرض
کی کہ سب صاحب یہاں سے تشریف لیجاویں تو میں تنہائی میں عرض
کروں، آپ نے سب سے فرمایا کہ نیچے تشریف لیجاؤ سب اُٹھ کر چلے
گئے فقط شیخ ولی محمد صاحب کہتے ہیں کہ میں وہیں کھڑا رہا اور میں کچھ
دور حضرت سے کھڑا رہا اُنھوں نے حضرت سے عرض کی کہ ان کو
بھی آپ رخصت کر دیں تو میں کچھ عرض کروں، آپ نے فرمایا کہ ان

کو رہنے دو یہ ہمارے ہمراز ہیں اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی آؤ میں جاکر آپ
کے پاس بیٹھا پھر منشی صاحب نے عرض کی کہ حضرت ایک عجیب و غریب مجموعہ گذرا کہ میں
اس کا بیان نہیں کر سکتا ہوں کہ وہ کیا معاملہ تھا آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ
بیان کرو انھوں نے عرض کی کہ کل چھ گھڑی دن چڑھے جب آپ محلہ
بر سا بگلے میں شاہزادوں کے یہاں تشریف لے گئے اس وقت نفس و شیطان
ز محکو ورغلانا میں نے اپنے مکان میں ایک کنچنی بلائی اور کئی بوتل شراب منگائی
اور سب اپنے پہرے داروں سے بتاکید شدید کہہ دیا کہ شاید اگر سید صاحب
یہاں تشریف لاویں تو مجکو پہلے تم اطلاع کردینا خبردار اس میں فرق نہ
پڑنے پاوے پھر میں اس کنچنی کے پاس اپنی کوٹھی میں گیا اور گلاس میں شراب
ڈالنے لگا اس عرصہ میں ایک طرف مکان سے ایک سونٹا ہاتھ میں لئے ہوئے
آپ بڑے غصہ سے آئے اور مجکو بہت سخت وسست فرمایا کہ تو یہ ہمارے
ہاتھ پر بیعت کر کے کیا نامعقول حرکت کرتا ہے میں آپ کو دیکھ کر بدحواس
ہو گیا وہ گلاس میرے ہاتھ سے گر پڑا شراب گر گئی اور وہ کنچنی مارے خوف
کے پلنگ کے نیچے دبک گئی پھر آپ بھی مجکو وہاں نظر نہ آئے پھر میں چوکیداروں
کے پاس گیا اور اُن پر غصہ کیا کہ سید صاحب مکان کے اندر چلے آئے اور
تم میں سے کسی نے مجکو اطلاع نہ کی، انھوں نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں سید صاحب
یہاں کب آئے اور سید صاحب جب آتے ہیں تو ڈیڑھ دو سو آدمی
ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور سید صاحب بالفرض اکیلے بھی آتے تو اسی

ہو کر جاتے ہم کو یہ بات نہیں معلوم ہے سو عرض خدمت عالی میں یہ ہے
کہ واقع میں یہ کیا معاملہ تھا' آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات یوں ہی
ہے جب میں بینس میں سوار اساگلا کو جاتا تھا اس وقت مجکو جناب
الہٰی سے الہام ہوا کہ تیرا مرید اس وقت ایسی حرکت بیجا کرنے پر ہے جلد
جاکر اس کی خبر لے اور اس کو روک' تب میں وہاں گیا اور تم کو روکا'
جب آپ نے یہ بات فرمائی تب مجکو یاد آیا کہ کل جو آپ نے بینس کے
دروازے بند کروا لئے تھے اس کا یہی سبب تھا انتہیٰ **حکایت**
جب حضرت علیہ الرحمۃ کلکتہ میں مع قافلہ کے پہنچے اور منشی امین الدین صاحب
کے باغ میں اُترے اسکے چند روز کے بعد شیخ ہیبت اللہ مولانا عبد الحیٔ صاحب
کے والد کئی روز بیمار ہو کر فوت ہو گئے پھر جب غسل دے کر اور کفنا کر اُن کا
جنازہ تیار ہوا تب حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارا دوہر جنازہ پر
اڑھا دو پھر وہ دوہر ڈالا گیا پھر جب ان کو دفن کر چکے اسکے اگلے
روز حضرت نے فرمایا کہ مجکو جناب الہٰی سے الہام ہوا کہ جس مردے پر
یہ دوہر ڈالا جائیگا اس کو میں کفایت کروں گا سو اس دوہر کو نظر احتیاط
تمام رکھنا جس کے جنازے پر ڈالا جاویگا اللہ تعالیٰ اس کو کفایت
کریگا پھر وہ دوہر حضرت کے سامان اور اسباب میں رکھ دیا گیا اور
باقی حال اس کا یوں ہے کہ جب حضرت مع الخیر مکہ معظمہ میں پہنچے تب
اس دوہر کو آب زمزم سے تر کروا کر خشک کروایا پھر ایک روز

وہاں پانی بہت برسا اس وقت حضرت میزاب رحمت کے تلے نہا رہے
تھے یاد کرکے اس دوہر کو منگوایا اور میزاب رحمت کے پانی میں بھگایا
پھر خشک کرکے رکھوا دیا جو کوئی اپنے ہمراہیوں اور قافلہ کا مرتا تھا اس
کے جنازے پر ڈال دیتے تھے پھر جب حضرت بیت اللہ شریف سے شہر غازی پور
میں آئے اور فرزند علی صاحب نے لوگوں سے اس دوہر کا حال سنا تب انھوں
نے اس کے لئے عرض کی کہ اس میں سے کچھ مجکو عنایت ہو میں اپنے یہاں رکھونگا
حضرت نے ہاتھ بھر کا لمبا اور چوڑا ایک ٹکڑا اس میں سے پھاڑ کر ان کو
عنایت کیا پھر جب وہاں سے الہ آباد میں تشریف لائے تب شیخ غلام علی
صاحب نے یہ حال سنا انھوں نے اپنے یہاں کے لئے حضرت سے عرض کی آپ
نے اس میں سے ایک طرف کا تو رکھ لیا اور ایک طرف کا جس میں سے شیخ فرزند
علی صاحب کو دیا تھا وہ ان کو عطا فرمایا پھر جب وہاں سے تکیہ شریف میں
داخل ہوئے پھر اس ایک طرف کے دوہر کو اپنی بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ والدہ سید
محمد اسماعیل صاحب کے پاس رکھوا دیا سو وہ فضل الہی سے اب تک یہاں
بلدہ اسلام ٹونک میں حضرت سید محمد اسماعیل صاحب کے یہاں موجود
ہے اور جو کوئی قافلہ وغیرہ سے مرتا ہے اس کے جنازے پر ڈالا جاتا ہے انتہی

حکایت حضرت علیہ الرحمۃ کلکتہ میں کچھ کم تین مہینے رہے تھے اور جس دن سے
مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم ومغفور نے وعظ کہنا شروع کیا اور تمام شرک
وبدعت اور فسق وفجور اور منہیات شرعیہ کا بیان کرنے لگے تب سے یہ حال

ہوا کہ وہاں کے اکثر بے علم مسلمانوں میں نکاح اور ختنہ کرنے کے کا رواج نہ تھا اور شراب تاڑی اور بنگ وچرس مدک وغیرہ مسکرات کا برا نہیں جانتے تھے جب لوگوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولوی صاحب کا وعظ سنا تب انھوں نے حضرت سے اپنا اپنا حال بیان کرنے لگے اور باوجودیکہ لڑکے بالے ہمارے موجود ہیں مگر نکاح ہمارا نہیں ہوا، آپنے فرمایا کہ یہ تو صریح زنا کاری اور حرام ہے اور اکثر لوگ آکر کہتے کہ ہمارا ختنہ نہیں ہوا پھر حضرت نے اپنے قافلہ سے چند لوگ واسطے نکاح پڑہنے کے مقرر فرمائے کہ جو بھائی مسلمان آویں ان کا نکاح کر دیا کریں چنانچہ نکاح پڑہنے والوں میں ایک مولوی عبدالحق صاحب نیوتنی والے بھی تھے اور دوسرے مولوی محمد علی صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے خواہر زادے اور تیسرے مولوی عبدالرحمن سندیلوی، ہر ایک رات کو چالیس پچاس بلکہ ساٹھ ساٹھ شخص اپنی عورتوں کو ساتھ لاتے اور نکاح کروا کر چلے جاتے، کوئی کہتا کہ میرے چار بیٹیاں ہیں کوئی کہتا دو ہیں یا تین ہیں مگر نکاح نہیں ہوا یوں ہی عورت کو گھر میں رکھ لیا تھا الغرض ہر شب کو پچاس ساٹھ نکاح ہوتے تھے اور ہر روز اسی قدر ختنے ہوتے تھے باغ کی دیوار پر دور تک چھپر پڑے تھے انھیں کے تلے کوئی پچاس ساٹھ چارپائیاں پڑی تھیں جو لوگ شہر کے ہوتے وہ تو ختنہ کروا کر اپنے گھر چلے جاتے تھے اور جو مسافر دیہاتی ہوتے وہ ختنہ کروا کر ان چارپائیوں پر رہتے تھے کھانا اور دوا اور خدمت ان کی حضرت کے یہاں سے مقرر

تھی جو لوگ آٹھ دس روز میں چنگے ہوتے جاتے تھے وہ اپنے گھروں کو چلے
جاتے ان کی جگہ اہنیں چارپائیوں پر اور آتے ہی تار تھا اور وہاں شراب
کی دوکانوں کا یہ حال تھا کہ یک لخت شراب بکتی موقوف ہوگئی دوکانداروں
نے جاکر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلا عذر
ادا کرتے ہیں اور دکانیں ہماری بند ہیں وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ بند ہونے
دوکانوں کا کیا سبب کس نے بند کرادیں اُنھوں نے کہا کہ جب سے ایک
پیرزادے صاحب مع قافلہ اس شہر میں آئے ہیں تمام مسلمان شہر اور دیہات
کے ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں اُنھوں نے شراب تاڑی
اور کل مسکرات سے توبہ کی اب کوئی ہماری دکانوں کی طرف ہو کر بھی نہیں
نکلتے مول لینا تو دوسری بات ہے اُنھوں نے کہا کہ اگر کسی نے تم پر زور زیادتی
کرکے دکانیں بند کروائی ہوں تو ہم اس کا تدارک کرتے اور اس بات کو ہم
کیا کریں کہ تمہاری شراب بکتی نہیں تم جانو تمہارا کام پھر وہ لوگ ناامید
ہو کر بیٹھ رہے **حکایت** کلکتہ سے کئی منزل سُرنیا نام ایک بستی ہے
وہاں کا ایک بُرا نامی مہاجن ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت
میں واسطے مسلمان ہونے کے آیا اور اپنا حال اُس نے بیان کیا کہ اپنے مکان
میں ایک رات میں سوتا تھا حالت نوم میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیڑھی زمین
سے آسمان تک کھڑی ہے میں اس پر چڑھ کر قریب آسمان کے پہونچا اس
میں ایک دروازہ دیکھا میں اس کے اندر گیا تھوڑی دور چل کر کیا دیکھتا

کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک کرسی نہایت خوبصورت زرین جواہر
نگار بچھی ہے اور اُس پر ایک شخص نہایت حسین و جمیل کہ اوصاف اس کے
سے زبان قاصر ہے بیٹھا تھا، میں نے نزدیک جاکر عرض کی کہ اسم شریف
حضرت کا کیا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ نام ہمارا آدم صفی اللہ ہے اسی عرصہ
میں دو دروازے میری نگاہ پڑے ایک ان کی داہنی طرف اور ایک بائیں
جانب جو دروازہ بائیں سمت تھا اس کے اندر دھواں اور آگ کے شعلے
نہایت ہولناک معلوم ہوتے تھے اور لوگ اس میں واویلا نالہ و فریاد کر رہے
تھے ان کا حال دیکھ کر مرغ ہوش میرے کا آشیانۂ دماغ سے پرواز کر گیا کہ
الہٰی یہ کیا معاملہ ہے اور بیہوش ہو کر گر پڑا انھیں صاحب نے جو کرسی پر جلوہ
فرما تھے ایک اپنے خادم سے فرمایا کہ اس شخص کو داہنی طرف کے دروازہ
میں لیجاؤ اور وہاں کا حال اس کو دکھلاؤ پھر وہ شخص مجکو اٹھا کر وہاں سے
داہنی طرف کے دروازہ میں لے گیا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عجیب و غریب
باغ سایہ دار اور خوش بہار ہے اور درختوں میں طرح طرح کے میوے لگے
اور قسم قسم کے گل کھلے ہیں کہ ان کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں
سرور آیا پھر وہ حال دیکھ کر میں اس کرسی نشین کے پاس آیا اور التماس کیا
کہ ان دونوں مکانوں کا کیا نام ہے فرمایا کہ اس داہنی طرف کے مکان کا
نام بہشت ہے مسلمانوں کے رہنے کی جگہ ہے اور اس بائیں طرف کے مکان

کا نام دوزخ ہے کافروں اور مشرکوں کا ٹھکانا ہے اور تو زمرۂ کفار اشرار
اور فرقہ مشرکین بیدین سے ہے مگر ابھی عالم اختیار میں تو ہو دو باتیں رکھتا ہے
اپنے کو اس مکان ذلت نشان سے محفوظ اور مامون رکھ اگر کسی روز فرشتہ موت
کا آویگا تیری جان لے جاویگا پھر اس وقت نالہ و زاری او عجز و انکساری کچھ کام
نہ آویگی اور اسی مکان ہیبت نشان میں محبوس ہوگا اور کبھی نجات نہ پاویگا علیہذا
اس دین باطل کو چھوڑ کر اور اس طریقہ ضلالت سے منہ موڑ کر بیچ دین حق اہل اسلام
کے داخل ہو تاکہ لائق اور سزاوار اس باغ ہمیشہ بہار کا ہو یہ تمام کلام ہدایت التیام
سن کر میں نے اُن سے عرض کی کہ خدا کے واسطے مجکو اس آتش خونخوار اور شعلہ پر
شرار سے بچاؤ اور اس سے نجات کی راہ بتاؤ، انہوں نے فرمایا کہ ایک بزرگ ولی اللہ ایک
قافلہ لئے ہوئے واسطے حج بیت اللہ کے حج جاتے ہیں اور ان روزوں کلکتہ میں مقیم ہیں
تو ان کے پاس جا اسلام لا اسی میں تیری صورت رہائی اور نجات کی ہے پھر یکایک میں
جگ پڑا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ خواب سچا ہے اور باقی رات مارے خوف کے
مجکو نیند نہ پڑی صبح کو میں نے سامان سفر کا درست کیا اور سوار ہو کر چلا تاکہ دیکھوں
تو جا کر کلکتہ میں کوئی شخص نو وارد ایسا ہے یا نہیں اگر کوئی ہے تو میرا خواب ٹھیک ہے
والا خدا جانے کیا بات ہے آخر الامر آتے آتے جب چند کوس کلکتہ باقی رہا اور میں نے
اودھر سے جانے والوں سے پوچھا کہ کلکتہ میں کہیں سے کوئی بزرگ آئے ہیں اور وہ حج
کو جانے والے ہیں، انہوں نے آپ کا تمام حال بیان کیا پھر مجکو یقین کامل ہوا کہ خواب
میرا سچا ہے پھر میں پوچھتے پوچھتے یہاں آپ کے پاس آ کر حاضر ہوا یہ میری سرگذشت
ہے یہ واقعہ عجیب و غریب سن کر تمام لوگوں کو کمال تعجب ہوا پھر حضرت علیہ الرحمۃ

نے اسی وقت کلمہ شہادت کا پڑھا کر اس کو مسلمان کیا اور نام اس کا احمداللہ
رکھا اور اس کا ختنہ کردایا اور کئی آدمی اس کی خدمت کو مقرر کردئے جب چند
روز میں زخم ختنہ کا اچھا ہو گیا تب حضرت نے اس سے بیعت لی اور لوگوں کو فرمایا
کہ ان کو مسائل ضروری نماز و روزے وضو غسل وغیرہ کی سکھاویں اور برائی
شرک و بدعت کی اور خوبی توحید و سنت کی بتادیویں پھر چند روز میں لوگوں نے
تعلیم کر کے ان کو پکا کردیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے چاہا کہ کچھ خرچ زاد راہ
ان کو رخصت کریں کہ اپنے وطن کو جاویں، اُنھوں نے عرض کی کہ میں تو وہاں
ہرگز نہ جاؤنگا کہیں مجھکو کھلا پلا کر ہندو نہ بناڈالیں میں تو آپکے ہمراہ حج کو چلونگا
حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہم تم کو اپنے ساتھ لے چلیں گے تمہ اس
قصہ کا یہ ہے کہ پھر وہ قافلہ میں رہنے لگے اور سب کے ساتھ حج کو گئے اور حج کرکے ہم
کے ساتھ پھر کلکتہ میں آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ اب مجھکو کیا ارشاد
ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو اُنھوں نے کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ میں اپنی
بستی میرنیا کو جاؤں اور جو میرے گھر میں مال و اسباب ہے اس میں سے اپنا حصہ لوں آپنے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو کفر سے نکال کر مسلمان کیا اب تم ہمارے ساتھ چلو وہاں سے ہجرت
کرکے جہاد کو چلیں گے اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتحیاب کیا تو بیشمار مال و اسباب تم کو ملیگا اور
جو کہیں تم شہید ہوئے تو تمام ملک و مال ابدی جنت میں تم کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیگا،
اب اس مال کو درگزر جانے دو اُنہوں نے عرض کی کہ میں آپ ہمراہ چلنے کو حاضر ہوں
ولیکن اگر کچھ مال ملجاوے تو کیا برا ہے اور مسلمان بھائیوں کے کام آویگا آپ
نے فرمایا کہ خیر تم جاؤ مگر جب تک ہم یہاں کلکتہ میں ہیں تب تک تم کو نہیں رخصت کرینگے جب

یہاں سے چلیں گے تب رستہ میں تم کو بھی رخصت کر دینگے پھر جب حضرت کلکتہ سے
طرف اپنے وطن شریف کے روانہ ہوئے اور مرشد آباد یا کسی اور جگہ پہنچے وہاں
بیرنیاں کی مسلمان رانی کا آدمی خط لے کر حضرت کے پاس آیا خلاصہ مضمون اس کے
کا بعد القاب و آداب کے یہ تھا کہ اول مرتبہ جب آپ اس اس رستہ سے بیت اللہ
شریف کو تشریف لے گئے میں آپ کی قدمبوسی سے محروم رہی اور اب کی بار جو
آپ تشریف لائے ہیں اگر اس طرف قدم رنجہ فرماتے جاویں تو عین سرفرازی
اور غربا نوازی ہو یہاں ہزاروں آدمی آپ کی ذات بابرکات سے ہدایت
پاویں گے اور جو ادھر آپ کا آنا نہ ہو سکے تو ارشاد ہو تو میں وا کر دوں میں
حاضر ہوں فقط اس کے جواب میں حضرت نے اس رانی کو یہ لکھا کہ تم اس
طرف آنے کا ہرگز ارادہ نہ کرنا ہم آپ ہی تمہارے پاس وہاں آئینگے
مگر یہ بات ہے کہ جب ہماری کشتیاں تمہاری بستی کے مقابل پہنچیں تب
کسی اپنے آدمی کو ہمارے پاس بھیج دینا فقط اور پھر آپ نے میاں
احمد اللہ سے فرمایا کہ اب ہم تم کو اپنے ساتھ تمہاری بستی کو لے چلیں گے
اور تم کو وہاں کی رانی کے سپرد کر دینگے وہاں تم اپنا معاملہ جس طرح
چاہنا کر لینا پھر جب آپ بیرنیا کو تشریف لے چلے تو میاں احمد اللہ

کو بھی ہمراہ لے گئے وہاں اس رانی نے اور ہزاروں آدمیوں نے بیعت
کی پھر احمد اللہ کو اس رانی کے سپرد کیا اس نے ان کی خوراک وپوشاک
کے لئے دس روپے مہینہ مقرر کردئے میاں احمد اللہ وہاں رہے اور حضرت
اپنے وطن شریف کو چلے آئے بہت سے پھر میاں احمد اللہ کا حال ہم کو نہ معلوم
ہوا کہ کہاں ہیں اور کیا ہوئے انتہیٰ **حکایت** ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ
منشی صاحب کے باغ میں لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اس میں اور ایک شخص آئے
اور سب کے ساتھ اُنہوں نے بیعت کی پھر کچھ دیر میں فرصت پاکر اُنہوں نے
حضرت سے عرض کی کہ میں بھی آپ کے وطن شریف کے ضلع کا رہنے والا ہوں
اور اپنی بستی کا نام بتایا مگر مجھکو یاد نہ رہا اور کہا کہ میں نے سنا کہ کوئی پیرزادے
صاحب رائے بریلی سے تشریف لائے ہیں اور لوگ اُن سے بیعت کرتے ہیں
مجھکو خیال ہوا کہ چل کر دیکھوں تو کہ کوئی صاحب حضرت شاہ علیم اللہ صاحب
کے خاندان سے تو نہیں ہیں پھر میں یہاں آپ کی ملاقات کو آیا سو لوگوں سے
معلوم ہوا کہ آپ اُسی خاندان ہدایت نشان کے ہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے
ان سے پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کتنے آدمی ہو اس شہر میں کتنی مدت سے رہتے
ہو اُنہوں نے عرض کی کہ ایک میں ہوں اور ایک لڑکا اور ایک میری
بی بی ہے فقط اور میں بیس بائیس برس سے یہاں ہوں اور اپنی

تنگدستی اور مفلسی کا حال بیان کیا اور کہا کہ حضرت کچھ میری تقدیر کی بات
ہے کہ جو پیشہ یا مزدوری کرتا ہوں کچھ خیر و برکت نظر نہیں آتی اور تنگدستی
نہیں جاتی ہے اور یہ شہر ایسا ہے کہ اس میں ہر کوئی آسودہ حال اور روزی
سے فارغ البال ہے میں اپنے خیال سے جانتا ہوں کہ مجھ سا مفلس کوئی اس
شہر میں کم ہوگا اور اسی طور بہت باتیں اُنھوں نے کیں آپ نے ان سے پوچھا
کہ تم کیا چاہتے ہو اُنھوں نے عرض کی کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے
واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری روزی میں برکت کرے اور عاقبت بخیر
ہو آپ نے فرمایا کہ تم تو ہمارے وطن کے قریب کے نکلے اب تم یہاں ہر روز
آیا کرو یہ لوگ سب تمہارے بھائی ہیں کسی روز ہم تم سے کچھ کہہ دینگے
پھر وہ اس روز سے آنے لگے اور کھانا بھی اکثر اوقات ہم لوگوں کے ساتھ
کھانے لگے پھر ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے پوچھا کہو بھائی صاحب
اب کیا چاہتے ہو اُنھوں نے پھر وہی اول کا حال عرض کیا آپ نے فرمایا
کہ اس وقت ہم تم کو دوا بتاتے ہیں تو وہ دوا موتیا بند کی فقط مگر انشاء
اللہ تعالیٰ آنکھ کے ہر مرض کو فائدہ کرے گی اور اس دوا کو سونے کے
برابر تول کر دینا اور لینے والے کو کہنا کہ اگر بسبب فائدہ نہ کرے تو
اپنا سونا ہم سے پھر لیجانا اور جو اللہ تعالیٰ بسبب اس دوا کے تم کو

فراغت دیوے تو مہمانوں مسافروں کی خدمت للہ فی اللہ کیا کرنا ان کو اپنے افلاس پر خیال کرکے اس بات پر تعجب معلوم ہوا کہ حضرت جب میرے گھر کے اخراجات سے بچیگا تب میں للہ فی اللہ ان کی خدمت کرونگا، آپ نے ان کی تسلی کی اور فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے جانے کے بعد چند روز میں تم دیکھ لینا کہ کس طرح خیر و برکت اور ہر چیز کی فراغت تمہارے گھر میں ہوگی پھر آپ نے اس دوا کے اجزا ان کو بتلا دئے اور جناب الٰہی میں خوب ان کے لئے دعا کی پھر وہ اپنے مکان کو گئے **حکایت** جب حضرت حج کرکے پھر کلکتہ میں مع الخیر آئے تب تک مع الخیر آئے تب تک وہ اُسی دوا کی بدولت اس قدر خوشحال اور صاحب مال ہو گئے کہ کوئی دو ہزار روپے کی ایک حویلی اُنھوں نے بنائی اور ایک امیرانہ کارخانہ کارخانہ ہو گیا نوکر چاکر گھر لوں میں وہ ہی دوائیں رہے ہیں اور صدہا خریدار آتے ہیں اور سونے کے برابر تلوا کر لیجاتے ہیں اور تمام شہر میں اُن کی دوا کی شہرت ہو رہی ہے اور حضرت علیہ الرحمۃ غلام حسین کے بیٹے عبداللہ کے باغ کی کوٹھی میں اترے پھر حال پوچھا اُنہوں نے اول سے آخر تک اپنی روزی کی کشائش کا بیان کیا اور واسطے دعوت کے عرض کی، آپ نے ان سے عذر کیا کہ یہ تکلیف معاف رکھو انھوں نے

نہ مانا پھر حضرت کوئی دو سو آدمیوں سے ان کے یہاں گئے اور دعوت کھائی اور انھوں نے ایک دیگ پلاؤ وہاں سے باغ میں بھیجا اور کوئی دو مہینے حضرت اس باغ میں رہے تب تک ہر روز وہ حضرت ہی کے پاس کھانا کھایا کئے اور بہت حضرت کے شکر گذار ہوئے اور بارہا کہتے تھے کہ حضرت یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے یہ سب آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہے انتہی

حکایت کلکتہ میں ایک شخص قطب الدین نام چٹائیوں کی سوداگری کیا کرتے تھے سو ایک روز آکر انھوں نے بھی بیعت کی اور ہر روز توجہ لینے کو آنے لگے اور کئی بار اپنا حال ہم لوگوں سے بیان کیا کہ میرے پاس فقط سو روپے راس المال ہیں انھیں روپوں کی چٹائیاں لے کر بیچتا ہوں ہر روز دو چار آنے نفع کے ملتے ہیں ان سے میں اپنی گذران کرتا ہوں شہر کا خرچ ہے اس سبب سے پورا نہیں پڑتا ہے مشکل اوقات بسری ہوتی ہے ہم لوگوں نے ان سے کہا کہ تم اپنا حال حضرت سے عرض کرو یقین ہے کہ وہ تمہارے لئے یا تو دعا کرینگے یا کچھ تم کو بتا دینگے پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے کوئی صورت بہبودی کی ہو جاویگی پھر انھوں نے یہ حال اپنا حضرت

سے عرض کیا، آپ نے فرمایا بہت خوب مگر تم ہر روز ہمارے یہاں آیا
کرو اور ہم کو یاد اس کی دلایا کرو کسی روز جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا
تمہارے واسطے ہو جاویگا پھر اس دن سے بلاناغہ ہر روز آنے لگے بعد
دس بارہ روز کے ایک وقت انھوں نے پھر ہم لوگوں سے کہا اور اس وقت
حضرت کوٹھی کے کمرہ میں پوشاک بدلنے کو تشریف لے گئے تھے وہیں ہم
لوگ ان کو لے گئے اور عرض کی کہ فلانے صاحب حاضر ہیں، آپنے اُن سے
فرمایا کہ خیر اب تم جاؤ پنجشنبہ کی رات کو اللہ چاہیگا تو ہم تمہارے لئے دعا
کرینگے یا کہیں کچھ بتا دیوینگے مگر اس دن ہم کو کوئی یاد دلا دیوے یہ بات سُن
کر وہ تو اپنے مکان کو گئے پھر اس کے دوسرے یا تیسرے دن پنجشنبہ کی
رات ہوئی کسی نے آپ کو یاد دلا دیا پھر آپ نے اُس شب کو اُن کے
لئے دعا کی پھر اس کے اگلے روز جب وہ حضرت کے پاس آئے تب آپ نے
ان سے فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لئے جناب الٰہی میں دعا کی سو
اب چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ تم آپ دیکھ لینا کہ اسی پیشہ میں تمہارے
اللہ تعالیٰ کیسی کشائش اور خیر و برکت کرتا ہے اور اب تو کچھ روزوں میں
ہم بیت اللہ کو جاوینگے پھر انشاء اللہ تعالیٰ جب آوینگے تب تمہارا
حال دیکھینگے **حکایت** کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ حج کر کے

بیت اللہ شریف سے پھر کلکتہ میں آئے اور غلام حسین سوداگر کے بیٹے
عبداللہ کے باغ کی کوٹھی میں اُترے اور باغ کے ایک کونے کی طرف
جانب شمال زنانہ مکان تھا اس میں حضرت کے اہل وعیال فروکش
ہوئے اور باقی اور مکانوں میں باغ کے اور صاحبوں کی عورتیں اُتریں
جن مکانوں میں پردے نہ تھے اُن کے پردوں کی لوگوں کو خواہش تھی
اور واسطے کار ضروری کے عبداللہ نے ایک داروغہ کو اور کئی آدمی اور (اپنے)
مزدور مقرر کر دئے تھے اس میں وہ جو سوداگر چٹائیوں کے تھے ایک
روز بہت سی چٹائیاں اور بانس مزدوروں کے سروں پر لا کر اُنھوں نے
باغ میں ڈلوا دئے مزدوروں نے جانا کہ شاید عبداللہ نے یہ اسباب پردوں
کا منگوایا ہے اُنھوں نے اُن چٹائیوں کے پردے جہاں جہاں حاجت تھی لگا دئے
اور چند زنانے پاخانہ اُنھیں چٹائیوں کے بنا دئے پھر ایک روز اُن صاحب
نے آ کر داروغہ سے کہا کہ اگر کچھ اور بانس چٹائیاں درکار ہوں حاضر کروں
داروغہ نے پوچھا کہ یہ اسباب تم ہماری سرکار سے لاتے ہو اُنھوں نے
کہا کہ سید صاحب کا میں خادم ہوں سو اپنی دکان سے للّٰہ فی اللہ
لا کر حاضر کیا کہ میں تو اب میں داخل ہوں داروغہ نے کہا کہ حق تو اس
عبداللہ پر تھا تم کیوں بے پوچھے اپنے یہاں سے لائے اُنھوں نے

کہا للّٰہ فی اللہ بزرگوں کی خدمت کے واسطے کسی سے پوچھنے کی کیا
حاجت ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ خدمت کرے پھر داروغہ
نے جاکر اس کا شکوہ حضرت سے کیا، آپ نے ان صاحب کو بلایا
اور فرمایا کہ ہم تو عبداللہ کے باغ میں اُترے ہیں اس خدمت کا حق
انھیں پر تھا اور جو تم نے للّٰہ فی اللہ جان کر یہ کام کیا ہے تو بھی
کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو مسافر ہیں جو للّٰہ فی اللہ ہم لوگوں کی
خدمت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دیگا پھر ان صاحب نے آکر حضرت
سے عرض کی کہ میرے یہاں آپ کی اور تمام آپ کے قافلہ کی دعوت
ہے، حضرت نے کئی بار عذر کیا کہ تم یہ تکلیف نہ کرو اُنھوں نے کسی طرح
نہ مانا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے بہت کچھ مجھکو دیا ہے میں
آپ کی دعوت ضرور کرونگا، آپ نے فرمایا کہ خیر تمہاری خوشی
پھر اس کے اگلے روز اُنھوں نے دعوت کی، حضرت علیہ الرحمۃ ڈھائی
تین سو آدمیوں سے ان کے مکان پر تشریف لے گئے نان گوشت اور
پلاؤ اُنھوں نے پکوایا تھا پھر سب کو کھلایا اور جو لوگ باغ میں
تھے ان کو کھانا پہنچایا پھر حضرت نے ان کو خلافت نامہ دیا اور
اپنا خلیفہ کیا اور حضرت سے اُنھوں نے اپنی کشائش اور فراخی

کا بیان کیا کہ پہلے اس مکان کی دُکان میں چٹائیاں رکھ کر بیچتا تھا
اور تین روپیے مہینہ کرایہ دیتا تھا اور اب میں نے تلے اوپر تینوں دکانیں
مع حویلی بیع کرلی ہیں اور با خوبی گذران ہوتی ہے آپ یہ سن کر بہت
خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اور تم کو دیوے پھر
وہ کوئی دو سو روپیے نقد اور کوئی سو روپیے کا کپڑا اور ایک جوڑی سرخ
ٹٹو کی واسطے نذر کے لائے، حضرت نے قبول کیا، پھر انھوں نے عرض
کی کہ آپ نے جو مجکو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا ہے اب میں یہ
چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری زبان میں اثر دیوے
کہ جس کو میں للہ فی اللہ کچھ دین کی بات تعلیم کروں وہ قبول کرے پھر
حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن کے لئے دعا کی انتہیٰ اور دوسرا حال انھیں
صاحب کا یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب برادر خرد حضرت مولانا محمد حیدر
علی صاحب مرحوم و مغفور رامپوری کے مجھہ سے بلدۂ الہ باد میں نقل کرتے
تھے کہ جب ہم مدراس سے کلکتہ میں آئے اور اپنی خوشدامن کے باغ میں
اُترے اور شہر کے لوگوں سے ملاقات ہونے لگی وہ چٹائیوں کے
سوداگر بھی ایک روز میری ملاقات کو آئے اور مصافحہ اور معانقہ
کیا جو لوگ اور میری ملاقات کو آئے تھے اُنھوں نے مجھہ سے

کہا کہ یہ صاحب بھی حضرت سید صاحب کے خلیفہ ہیں اور حضرت نے
ان کے لئے دعا کی تھی یہ بڑے متبرک شخص ہیں لوگوں کو توجہ بھی
دیتے ہیں اکثر لوگوں کو ان سے فائدہ ہوتا ہے، پھر انھوں نے میری
دعوت کی اور ایک دن اپنے مکان پر مجکو لے گئے اور کھانا کھلایا پھر
میں نے لوگوں کے کہنے سے کچھ دیر وہاں وعظ کہا بعد فراغ وعظ کے
ان صاحب نے دو قصے عجیب وغریب مجھ سے نقل کئے ان میں سے ایک یہ ہے
کہ انھوں نے کہا کہ یہاں شہر میں ایک شخص کوئی دو برس سے بیمار تھا
کوئی تو کہتا تھا کہ اس کو جنون ہے اور کوئی کہتا تھا اس پر کوئی جن
ہے اور اس کو رات دن گھر میں قید رکھتے تھے اور باہر گھر سے نہیں
نکلنے دیتے تھے کہ مبادا کسی کو اینٹ پتھر مارے یا کسی کا کچھ نقصان کرے
اور ننگا مادر زاد رہتا تھا اور جو کچھ اس کے وارثوں سے دوا اور
دعا کروانے میں ہو سکا سب کچھ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر ان میں
سے ایک شخص میرے پاس ایک روز آیا اور اس کا حال بیان
کیا اور مجھ سے کہا کہ تم بھی چلو شاید کچھ اللہ تعالیٰ تمہارے ہی چلنے
سے اس کو اچھا کر دے، میں نے اس سے عذر کیا کہ تم نے اس میں
بہت کچھ کوشش کی ہے اور کچھ فائدہ نہ ہوا میں وہاں جا کر کیا بنا ؤنگا
اور مجکو کیا آتا ہے اس نے کسی طور نہ مانا آخر ش مجکو لے گیا اور

میں رستے میں دعا کرتا جاتا تھا کہ الہیٰ مجکو تو کچھ آتا نہیں ہے اور شفا تیرے قبضہ قدرت میں ہے، میں نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان کی دعا کی برکت سے اگر جنون ہو یا جن ہو دور کر دے پھر میں جب اُس کے دروازہ کے قریب پہنچا اور وہ شخص بیمار کوٹھری میں بند تھا اُس نے اپنے گھر والوں سے پکار کر کہا کہ دروازہ کھول دو میرا پیر بھائی آتا ہے اُنھوں نے گھر کا پردہ کروایا گیا اور میں اندر مکان کے پھر جب میں دروازے پر گیا تب پردہ کروایا گیا اور میں اندر مکان کے گیا اُس شخص نے خود بخود کہا السلام علیکم آؤ بھائی صاحب قطب الدین، میں نے جواب سلام کا دیا گھر والوں نے یہ سن کر مجھ سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ تو آج تم سے اچھی طرح باتیں کرتا ہے، میں نے کہا خیر یہ حال تم کو نہیں معلوم ہے اب تم دروازہ کھول دو، پھر انھوں نے قفل کھول کر دروازہ کھولا وہ تہبند ایک کپڑے کا باندھ کر کوٹھری سے باہر نکل آیا اور مجھ سے پوچھا کہ بھائی صاحب آپ کا یہاں آنا کیونکر ہوا میں نے کہا کہ انہوں نے مجھ سے جاکر کہا کہ ہمارا بھائی بیمار ہے سو تم چل کر ان کو دیکھو میں ان کے ساتھ چلا آیا پھر میں نے پوچھا کہ تم یہاں کیونکر آئے اُنھوں نے کہا کہ یہ جو صحن میں درخت شہتوت کا لگا ہے ایک روز میں اس کی ٹہنی پر بیٹھا تھا اِس شخص نے درخت پر چڑھ کر ٹہنی ہلائی میں دوسری ٹہنی پر جا بیٹھا اس نے اس کو بھی ہلایا

میں تیسری ٹہنی پر جا بیٹھا اس نے اس کو بھی جا کر ہلایا غرضکہ مجکو
کمال تکلیف ہوئی اُس دن سے میں اسکے اوپر ہوں اور میرا قصور اس نے
کچھ نہیں کیا اور یہ بھی میرا پیر بھائی ہے اسنے بھی سید صاحب کے ہاتھ
پر بیعت کی ہے اور میں نے بھی سو یہ تو قصور مجھ سے ضرور ہوا کہ اتنے دنوں
میں نے اس کو ایذا دی اور آپ سید صاحب کے خلیفہ ہیں آج جو یہاں تشریف
لائے خوب ہوا اب میں بھی جاتا ہوں آج سے انشاء اللہ تعالی اس کو ایذا
نہ دونگا اور اب آپ بھی تشریف لیجائیے" پھر وہ شخص اسی وقت ہوش
میں ہو گیا' پھر میں بھی وہاں سے اپنے مکان پر چلا آیا اور تیسرا قصہ یہ ہے
کہ اس شہر میں ایک شخص کا آدھا بدن نیچے کا بیکار ہو گیا تھا کہ وہ
بیٹھے بیٹھے چلتا تھا جب اس جن والے کا قصہ مشہور ہوا کہ قطب الدین کے جانے
سے وہ جن دفع ہو گیا' اس لنجے نے بھی سنا اُس جن والے سے کہا کہ
اللہ تعالی نے ان کے سبب سے تم کو اچھا کر دیا مجکو بھی ان کے پاس
لے چلو شاید کہ اللہ تعالی مجکو بھی صحت نصیب کرے پھر وہ شخص اس
کو میرے پاس ایک روز لایا اس کا حال بیان کیا اور کہا اس کے لئے
بھی آپ کچھ تدبیر کریں' میں نے کہا بھائی صاحب یہ تو مرض ہے

ان کو کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ ایسے مرضوں کی دوا وہی
لوگ کیا کرتے ہیں، اس نے کہا تم سید صاحب کے خلیفہ ہو تمہارے لئے سید
صاحب نے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان میں برکت دی ہے تم
میرے لئے دعا کرو اور طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بہتیری دوا علاج میں
نے کی کچھ فائدہ نہ ہوا میں نے کہا خیر جو کچھ مجکو آتا ہے میں قصور نہ کرونگا
تم کسی کے ہاتھ ایک آبخورے میں ہر روز پانی بھیجا کرنا میں دم کر دیا
کرونگا اس میں سے کچھ پیا کرنا اور کچھ اپنے بدن میں لگایا کرنا اللہ تعالیٰ
چاہیگا تم اچھے ہو جاوگے، پھر اُس نے ویسا ہی کیا کوئی چھ سات روز
کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عنایت کی وہ کھڑے ہو کر چلنے لگا ا
انتہیٰ **حکایت** منشی امین الدین صاحب کے باغ میں ایک روز نماز ظہر
یا عصر کا حضرت علیہ الرحمۃ وضو کر رہے تھے اور حضرت سید عبد الرحمٰن
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ لاٹھی ٹیکے ہوئے سامنے کھڑے تھے اس عرصہ میں
ایک شخص نے آکر حضرت سے عرض کی کہ فلانے امیر نے پانسو روپے
آپ کو واسطے دعوت کے بھیجے ہیں، آپ نے سید عبد الرحمٰن صاحب سے
فرمایا کہ روپے ان سے لیکر رکھ آؤ پھر نماز پڑھو، سید صاحب
ممدوح نے اس سے روپے لے لئے اور دو شخص شہر کے اپنے اپنے لڑکے

گود میں لئے کھڑے تھے اور ان لڑکوں کو کچھ بیماری تھی جب حضرت علیہ الرحمۃ
داہنا پائوں دھونے لگے تب ایک نے ان دو شخصوں سے حضرت کے پیر کے
نیچے ہاتھ کر کے اپنے چلو میں پانی لیا، مولوی محمد یوسف صاحب بھی وہیں کھڑے
تھے اس سے کہنے لگے کہ یہ کیا کرتے ہو حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے لینے دو اللہ
تعالیٰ سے اُمید ہے کہ جو بیمار یہ پانی پیویگا اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیویگا پھر وہ
پانی اپنے لڑکے کو پلادیا پھر جب بایاں پائوں دھونے لگے تب اس دوسرے شخص
نے پانی اپنے چلو میں لے کر اپنے لڑکے کو پلایا پھر وے دونوں چلے گئے دوسرے
روز اسی وقت ان لڑکوں کو لے کر دونوں شخص وہ آئے اور تین شخص اور بھی
ایک ایک لڑکا گود میں لئے ہوئے ان کے ساتھ آئے اور ان دونوں نے حضرت
سے عرض کی کہ ہم نے آپ کے وضو کا پانی ان کو پلایا اللہ تعالیٰ نے بہت فائدہ
کیا سو اسی لئے یہ تین شخص اور بھی آئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو
بھی شفا دیگا اور اس دن وہ کٹورا لائے پھر جب حضرت وضو کرنے لگے اور
پائوں دھونے کی نوبت آئی تب وہ کٹورے میں پانی لینے کو جھکے آپ نے فرمایا
کہ ابھی رہ جاؤ وہ ٹھہر گئے جب آپ پائوں دھو چکے تب ان سے کہا کہ ہاں اب
کٹورا نیچے کرو اُنھوں نے کٹورا نیچے کیا اور پانی اپنے پائوں پر ڈالا اور
کٹورے میں گرا پھر انھوں نے تھوڑا تھوڑا پانی پانچوں لڑکوں کو پلایا
اور اپنے گھر گئے اگلے روز پانچوں شخص وہ آئے اور دو بیماروں کو دو چارپائیوں

پر ڈال کر لائے اور حضرت سے عرض کی کہ ہمارے لڑکوں کو تو اللہ تعالیٰ نے
شفا دی اب ان کے لئے آپ دعا کریں، ایک بیمار ان میں کا چارپائی پر رسّی
سے بندھا تھا اور اس کے پیروں میں بیکڑی بھی پڑی تھی یہ نہیں یاد ہے کہ اس
کو جنون تھا یا کوئی اور مرض تھا اور دوسرا نہایت لاغر تھا کہ فقط ہڈی اور
چمڑا نظر آتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ کھول دو، انھوں نے رسّی کھول دی، پھر آپ
نے وضو کیا اور ایک باتوں کا پانی ان پانچوں لڑکوں کو ملوایا اور دوسرے باتوں
کا ان دونوں بیماروں کو، اور فرمایا کہ گھر میں جا کر اس کی بیکڑی کٹوا دینا
اور اگر کل یہ شخص ہمارے پاس آنے کا ارادہ کرے تو آنے دینا اور
اس دوسرے کو نہ تکلیف دینا اس کے واسطے پانی یہاں سے لیجانا پھر وے
سب اپنے اپنے مکانوں کو گئے اگلے روز وہ بیکڑوں والا سپید پوشاک
پہن کر اپنے پیروں حضرت کے پاس آیا اور آپ سے مصافحہ کیا آپ
نے اس سے پوچھا کہ اب تمہارا کیا حال ہے اُس نے کہا فضل الٰہی ہے اب میں اچھا
ہوں مگر پانی مجھکو اور عنایت ہو، آپ نے پانی آبخورے میں منگوا کر کچھ
آپ نے پیا اور باقی اس کو دیا اس نے پیا اور عرض کی کہ دوسرا آدمی بھی
چارپائی پر کوٹھی کے دروازہ حاضر ہے، آپ نے دوسرا آبخورہ پانی کا
منگایا اور تھوڑا سا پانی اس میں سے پی لیا اور باقی اس کو دیا اور

فرمایا کہ تھوڑا اس میں سے اس کو ابھی پلا دینا اور باقی گھر اس کے
لیجانا اور اب اس کو یہاں نہ لانا خدا چاہیگا تو اس کو آرام ہو جاویگا
پھر کئی روز کے بعد اس کے وارثوں میں سے کوئی شخص حضرت کے پاس
آیا اور عرض کی کہ اب اس کو آرام ہے مگر طاقت چلنے پھرنے کی ابھی نہیں ہے
آپنے فرمایا کہ وہ تو بیمار تھا جب رفتہ رفتہ طاقت آوگی تب چلنے
پھرنے لگیگا یہ سنکر وہ چلا گیا **حکایت** جب حضرت علیہ الرحمۃ نے
تکیہ شریف سے تیاری سفر حج کی کی اور جابجا شہروں میں واسطے بلانے
لوگوں کے خط روانہ کئے لہاری میں حاجی حمزہ علی خاں جو رئیسوں میں تھے
ان کو بھی خط بھیجا کہ ہم واسطے حج کے تیاری کرتے ہیں تم بھی آؤ اور
اپنے بڑے بھائی مضب علی خاں کو بھی لیتے آؤ اور جو کہ مسلمان بھائی حج
کا ارادہ رکھتے ہوں ان کو بھی ساتھ لاؤ اور ان دنوں حاجی حمزہ علی
خاں کے ساق پا میں ایک مرض تھا کہ اس کا زخم کوئی بالشت بھر کا لمبا
اور ڈھائی انگل چوڑا تھا لسبب اس کے وہ چلنے پھرنے سے معذور تھے اور
وہ مرض ان کے کئی برس سے تھا سو انھوں نے اپنے عارضہ کا تمام حال
لکھ کر حضرت کے پاس روانہ کیا کہ میرا سبب اس عذر کے آنا نہیں ہو سکتا
ہے جب یہ جواب خط کا حضرت کو پہنچا اور پڑھا پھر اس کے جواب میں

آپ نے دوسرا خط ان کو اس مضمون کا بھیجا کہ تمہارا خط ہم کو پہنچا اور
حال اس کا معلوم ہوا کہ تمہارے پانوں میں عارضہ ہے سو تم اس بات
کا اپنے دل میں کچھ اندیشہ نہ کرو جس طرح ہو سکے یہاں آ و اللہ تعالیٰ
سے مجکو امید ہے کہ اسی سفر میں انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا پانوں اچھا ہو جاویگا
پھر جب یہ خط ان کو پہنچا تب وہ اور لوگوں کے ساتھ حضرت کے
پاس حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ ہوئے کلکتہ تک وہ زخم اسی
دستور رہا کہ زرد آب اور لہو پیپ اس میں جاری تھا ایک روز وہ منشی
امین الدین صاحب کی کوٹھی میں جہاں حضرت علیہ الرحمۃ فروکش تھے
چارپائی پر لیٹے تھے اور موسم جاڑے کا شروع تھا کسی شخص نے ایک
لبادہ لاکر حضرت کی نذر کیا سرخ دریائی کی اس میں سنجاف تھی اور
آبی اس کی زمین تھی بوٹی دار سو حضرت نے وہ لبادہ کسی کے ہاتھ
حاجی حمزہ علی خاں کو بھیجا کہ وہ اوڑھا کریں، اُنھوں نے دو یا تین روز
اس کو اوڑھ کر کسی کی زبانی حضرت کو کہلا بھیجا کہ آپ یہ لبادہ اور کسی
کو عنایت کریں میرے پاس یہ ناپاک ہو جاویگا میرے زخم میں ہر وقت
پیپ لہو بہا کرتا ہے سوتے میں مجھ سے احتیاط ہونی دشوار ہے مجکو
تو ایسا کپڑا چاہئے کہ اگر ناپاک ہو جاوے تو دھو کر اس کو پاک کر لوں
حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو کہلا بھیجا کہ اس کو بھی اوڑھا کرو اس میں

دو تین بار انھوں نے وہی عذر کہلا بھیجا اور حضرت نے وہی فرمایا کہ
کہ ہمیں اپنے پاس رکھو، جب حاجی صاحب ممدوح نے نہ مانا تب حضرت اس دن
بعد نماز عصر کے ان کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ حاجی صاحب کیا
چاہتے ہو انھوں نے وہی عذر مذکور بیان کیا وہ عذر ان کا سن کر وہاں آپ
بیٹھ گئے اور ان کے زخم پر تین چار بار اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ لیاؤ
تم اور پڑھے رہو انشاء اللہ تعالیٰ پانی تو تمہارے زخم کا جو بہتا ہے وہ آج
ہی سے بند ہو جاویگا اور باقی زخم چند روز میں وہ بھی چنگا ہو جاویگا انھوں
نے عرض کی کہ حضرت میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ زخم میرا چنگا ہو جاوے پھر
وہاں سے حضرت اپنی جگہ پر تشریف لائے اور حاجی صاحب کے زخم کا پانی
بہنا تو اسی وقت سے بند ہو گیا اور رفتہ رفتہ وہ زخم خشک ہونے لگا چند
روز میں بالکل اچھا ہو گیا اور وہ اچھی طرح چلنے پھرنے لگے **حکایت**
حاجی عبدالرحیم صاحب جو خادم حاجی محمد عمر ولایتی تھے ان کو اکثر اوقات بیماری
ناف کا خلل رہتا تھا اور یہ مرض ان کو برسوں سے تھا چنانچہ کلکتہ میں بھی
بسبب عارضہ کے ان کو دست آتے تھے اور مارے درد کے بیتاب پڑے تھے
جب حضرت علیہ الرحمۃ حاجی حمزہ علی خاں کے پاس گئے جس کا اوپر کی حکایت
میں بیان ہو چکا ہے تب حاجی محمد عمر نے حاجی عبدالرحیم صاحب سے

کہاکہ سید صاحب حاجی حمزہ علی خاں کے پاس تشریف لائے ہیں
میرا حال بھی آپ ان سے عرض کردیں حاجی عبدالرحیم صاحب نے جاکر عرض
کی کہ حضرت جب حاجی حمزہ علی خاں کے پاس سے اُٹھے تب حاجی محمد عمر
صاحب کے پاس گئے اور پوچھا کہ حاجی عمر تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے
وہی اپنی ناف کا عارضہ بیان کیا حضرت ان کے پاس بیٹھ گئے اوران کی
ناف پر اپنے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت رکھی اور کچھ پڑھ کر دم کیا اور
فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ اب یہ عارضہ دفع ہو جاویگا اور پھر کبھی نہوگا پھر
اُس روز سے جب تک وہ زندہ رہے پھر کبھی وہ عارضہ ان کو نہ ہوا

حکایت حافظ نبی بخش نابینا سہارنپوری جو سفر حج میں ہمراہ حضرت کے
تھے ان کو بھی حاجی محمد عمر کی طرح چند سال سے درد ناف کا خلل تھا میاں
جی دُونرے جو ضلع سہارنپور کے تھے وہ حضرت کے پاس آئے اور حافظ نبی بخش
کے درد ناف کا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے پاس لاؤ میاں
جی صاحب ان کو پکڑ لائے حضرت نے پوچھا کہ حافظ صاحب یہ عارضہ
تم کو کب سے ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ اتنے برسوں سے ہے پھر آپ نے
ان کی ناف پر انگلی شہادت کی رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کر دیا اور کہا کہ
حافظ صاحب اللہ تعالیٰ سے مجکو اُمید ہے کہ پھر کبھی تم کو یہ عارضہ نہوگا

اور جو کبھی ہو تو پھر تم ہم سے کہنا مگر عنایت الٰہی سے پیران کو خلل نہ ہوا

حکایت ایک روز کلکتہ میں حافظ عبدالرب سہارنپوری نے حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ ضامن علی نام ایک شخص ہماری بستی کے کہ ہمارے ساتھ ہیں اُن کو خدا جانے کئی سال سے کیا بیماری ہے کہ فقط ہڈی اور چمڑا باقی ہے اور گوشت ان کے بدن پر نہیں چڑھتا ہے اور وہ سپاہی آدمی ہیں اور جہاد کا بھی ان کو اشتیاق ہے مگر کیا کریں بیماری سے ناچار رہیں آپنے فرمایا کہ وہ تو ہمارے کام کے آدمی ہیں ان کو ہمارے پاس لاؤ ہم اُن کے لئے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اچھے ہو جاوینگے پھر حافظ عبدالرب صاحب ان کو لانے کو تیار ہوئے، آپنے فرمایا کہ اب تو اس وقت موقوف کرو اور کسی وقت لانا پھر اسی روز بعد فراغ نماز مغرب کے حافظ عبدالرب نے حضرت سے عرض کی کہ ضامن علی حاضر ہیں فرمایا کہ لاؤ وہ آکر آپ کے روبرو کھڑے ہوئے اس وقت حضرت بھی کھڑے تھے، پھر آپنے ایک ہاتھ اپنا حافظ عبدالرب کے کندھے پر رکھا اور دوسرا ضامن علی کے کندھے پر اور پوچھا کہ بھائی ضامن علی تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے کہا الحمد للہ اچھا ہوں مگر کئی سال سے میرا یہ حال ہے کہ روز بروز لاغر ہوتا چلا جاتا ہوں اور کبھی کبھی بخار بھی آجاتا ہے اور میری نیت جہاد کی بھی ہے کہ آپ کے ساتھ چلوں، آپ نے فرمایا کہ بلم انشاء اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں جہاد کو لے چلیں گے اور ہم تمہارے واسطے دعا کرینگے انشاء

اللہ تعالیٰ تم خوب موٹے ہو جاؤگے مگر سیر بھر کھانا کھایا کرنا انہوں نے عرض کی کہ کھانا تو مجکو ہضم نہیں ہوتا کیونکر میں سیر بھر کھاؤں آپنے فرمایا کہ تم کو خوب ہضم ہوگا اور تم خوب کھانا کھایا کرو اور آج سے ہم نے تمہارے سوائے جنس مقرر کی پھر آپ نے انکے لئے دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف پہنچتے پہنچتے تم اپنا حال دیکھنا کہ کیسے موٹے ہوتے ہو اور تتمہ اس قصہ کا یہ ہے کہ پھر بیت اللہ شریف تک جاتے جاتے وہ خوب موٹے تازے ہوگئے اور بیت اللہ شریف میں حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ کہو بھائی قاضی ضامن علی کیا حال ہے اُنھوں نے عرض کی کہ اب تو فضل الٰہی سے اچھا ہوں **حکایت**

جب حضرت علیہ الرحمۃ مع الخیر کلکتہ میں پہنچے اور منشی امین الدین صاحب کے باغ کی کوٹھی میں اُترے اس کے کئی روز کے بعد مولوی امام الدین صاحب سے فرمایا کہ جب تک ہم اس شہر میں ہیں تب تک تم اپنی والدہ کو دیکھ آؤ اور اگر واسطے حج کے تمہارے ساتھ آویں تو ان کو بھی اپنے ساتھ لانا ورنہ تم ہی چلے آنا اور بستی ان کی کلکتہ سے جانب مشرق نو دس منزل تھی اور نام اس کا حاجی پور تھا اور ایک دوسری بستی وہاں سے قریب دو کوس کے سودا آرام نام ہے وہاں بھی ان کا گھر تھا پھر وہ حضرت علیہ الرحمۃ سے رخصت لے کر اپنے گھر کو گئے جو راہ میں دوست آشنا مسلمان لوگ ملتے تھے ان سے حضرت علیہ الرحمۃ کا حال خیر مآل بیان کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ ہمارے سید صاحب

ایسے بزرگ اور صاحب کرامات ہیں اور حج کے ارادہ سے قافلہ لے کر آئے ہیں، جس کو بیعت اور راہ خدا کی سیکھنی منظور ہو وہ کلکتہ میں جاوے پھر جب اپنے مکان کو پہنچے وہاں سے اپنے پرگنہ اور ڈھاکے اور سلہٹ کے مسلمانوں کو خط لکھ کر بھیجے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے حال سے مطلع کیا اور اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ تم بھی میرے ہمراہ کلکتہ کو چلو اور حضرت سے بیعت کرو مگر انھوں نے عذر کیا کہ میرا چلنا تو نہ ہوگا پھر بعد چند روز کے مولوی صاحب ممدوح اپنی والدہ صاحبہ سے رخصت ہو کر اور کوئی چالیس پچاس آدمیوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آکر حاضر ہوئے اور اُن سب سے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کروائی پھر کئی روز کے بعد کچھ لوگ ڈھاکے کے آئے اور ان کو کلکتہ کے رئیسوں نے خطوط بھیج کر بلوایا تھا پھر انھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور مولانا عبدالحئی صاحب کا وعظ سنا اور جنھوں نے ان کو خطوط بھیج کر بلوایا تھا بعض کے مکانوں پر وے اُترے تھے ان سے جا کر بیان کیا کہ ہم لوگ تو جانتے تھے کہ تعزیہ بنانا نشان کھڑے کرنا پیروں شہیدوں کی نذر و نیاز کرنی اور اُن سے مراد مانگنی اور شادی اور غمی میں طرح طرح کی خرافاتیں کرنی یہی کام دینداری کے ہیں سو اب وعظ کے سننے سے معلوم ہوا کہ وہ سب کام بُرے ہیں اور کرنے والا

صاحب ممدوح نے ان سب کو حضرت کے پاس لاکر حاضر کیا، آپنے
ان سب سے بیعت لی، اس عرصہ میں سلہٹ اور چاٹ گانون اور ملک
آشام وغیرہ کے لوگ کشتیوں پر سوار ہوکر کلکتہ میں آئے اور وہاں کے لوگوں سے
ملاقات کرکے حضرت کی خدمت فیضدرجت میں آئے اور ان کے ہمراہ عورتیں
بھی تھیں اور سب نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی پھر بعد فراغ بیعت کے جو
لوگ ان میں ہوشیار تھے اُنھوں نے مولوی امام الدین صاحب سے اطلاع کرکے
حضرت سے عرض کی کہ جو ڈھاکے کے لوگوں نے اپنا حال بیان کیا ہے یہی
حال جیسہ تمام ملک بنگالے کے مسلمانوں کا ہے اور نہ کوئی کبھی نماز پڑھتا ہے
اور نہ کوئی روزہ رکھتا ہے بعد اس کے سلہٹ اور چاٹ گانوں کے کئی
شخصوں نے یہ حال بیان کیا کہ ہمارے یہاں جو شادی اور غمی میں واسطے برادری
کے کھانا پکتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ مٹی کے برتن تو کم ہوتے ہیں مگر اکثر کیلو
کے پتوں میں لوگوں کو کھلاتے ہیں اور بعد کھانے کے جو کھانا برتنوں اور
پتوں میں بچتا ہے اس کو پھینک دیتے ہیں وہ کوے کتے کھاتے ہیں
پھر سوداآم اور ملک آشام کے لوگوں نے عرض کی کہ کھانا تو کیلے کے پتوں
کھاتے ہی ہیں علاوہ اس کے بنگالے میں طرح طرح کی اور بھی بہت بلائیں

ہیں ان میں سے یہ ہے کہ گوشت بکری کا تو کھاتے ہیں اور بکرے کا گوشت
حرام جان کر نہیں کھاتے ہیں اور ہندو ان کے برعکس بکرا کھاتے ہیں بکری
نہیں کھاتے، پھر جاٹ گانوں کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ دستور ہے
کہ ہر روز عورتیں ہندوں کی طرح برتن مانجتی ہیں اور گوبر سے لیپ کر اور
چوکا دے کر کھانا پکاتی ہیں اور مجال نہیں کہ ان کے چوکے میں دوسرا شخص کوئی
جاوے، پھر جب کھانا تیار ہوا تب کھانے والے آئے اور اپنی اپنی تھالی یا رکابی
دھو کر چوکے کے قریب لائے اور الگ بیٹھے بعضے تو ننگے سر اور بعضے کچھ کپڑا سر میں
باندھ کر پھر اُس عورت پکانے والی نے جو کھانا ان کے برتنوں میں الگ سے رکھ دیا
وہ انھوں نے کھالیا اور جو کھانا برتن میں بچ رہا اس کو اُنھوں نے موافق
اپنے ملک کی رسم کے ایک جگہ ڈال دیا اور اس برتن کو راکھ سے دھو مانج
کر چوکے میں رکھ دیا اور یہ رسم ہمارے یہاں بزرگوں سے چلی آتی ہے
اور ایک دستور ہمارے یہاں یہ ہے کہ جو لوگ عیدوں کے تو ہار کرتے ہیں وے
اپنے کو بڑا مسلمان جانتے ہیں اور بعضے لوگ عیدین اور محرم بھی کرتے ہیں اور
ہولی دیوالی دسہرا بھی کرتے ہیں اور بھوانی کا پوجا بھی کرتے ہیں اور پیروں
شہیدوں کی نذر و نیاز بھی کرتے ہیں اور ایک یہ بھی رسم ہمارے
بزرگوں سے چلی آتی ہے کہ عورتوں سے نکاح بھی کرتے ہیں اور بے نکاحی

عورتیں بھی گھر میں ڈال لیتے ہیں اور اُن سے جو لڑکے بالے پیدا ہوتے ہیں
ان کو کوئی بُرا نہیں جانتا پھر جب یہ حال اپنے اپنے دیس کا بیان کر چکے
تب جو لوگ ان میں رئیس اور نامی تھے اُنھوں نے عرض کی کہ یا حضرت
جس طرح ہو سکے آپ ہمارے ملک میں تشریف شریف ارزانی فرماویں
تو ہم لوگوں کو گویا از سر نو مسلمان بنا دیں اس کے جواب میں آپ نے
ارشاد فرمایا کہ یہ ملک بہت وسیع ہے اگر برس دو برس ہمارا رہنا ہوتا
تو تمہارے ملکوں کا دورہ کرتے اور اب موسم جہاز کھلنے کا قریب آیا
اب بہت ٹھہرنا نہیں ہو سکتا ہے مگر مولوی امام الدین صاحب کو جو سودرام
کے رہنے والے ہیں اور صوفی نور محمد صاحب سلہٹی کو جو اب کلکتہ میں رہتے ہیں
اور تمہارے قریب الوطن ہیں سوان ہیں سے کہہ دیوینگے وے تم سب کو مسائل
دینی ضروری تعلیم کیا کرینگے جو مسئلہ تم کو حاجت ہوا کرے اُن سے
پوچھ لیا کرنا خواہ خط بھیج کر خواہ آپ آکر پھر کئی دن کے بعد ان
دونوں صاحبوں سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی بعد فراغ حج کے فرصت ہوگی
تمہارے ملک کو چلیں گے اور جو دس بیس آدمی ہوشیار ہوشیار ان صاحبوں
میں ہوں ان کو تم توجہ دیا کرو اور مسائل ضروری بھی سکھلاؤ پھر ہم
ان کو خلافت نامہ دے کر رخصت کرینگے پھر مولوی امام الدین صاحب

ان کا شرک اور بدعتی ہے ہم لوگ آج تک بڑی غلطی پر تھے انہوں نے
کہا کہ تم کیا خود ہم بھی یوں ہی جانتے تھے سید صاحب کے سبب سے اللہ تعالیٰ
نے ہم کو ہدایت کی اور ہم تو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اب
تم بھی چل کر بیعت کرو پھر ان کو حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لائے اور
ان کا حال عرض کیا کہ یہ لوگ ڈھاکہ سے واسطے بیعت کے آئے ہیں پھر
آپ نے ان سے بیعت لی پھر بعد فراغ بیعت کے اُنھوں نے اپنی تعزیہ داری
اور پیر پرستی وغیرہ شرک وبدعت کا حال حضرت سے عرض کیا اور کہا
کہ ہم لوگ آج تک اس کو دینداری جانتے تھے سو یہاں وعظ کے سننے سے
معلوم ہوا کہ یہ سب کام بُرے ہیں اور ان کے کرنے والے مشرک اور
مبتدع ہیں اور ایک خط وے اپنے شہر سے لائے وہ حضرت کو دیا اور عرض
کی کہ ہمارے شہر کے تمام شرفا اور غربا آپ کے دیدار فرحت آثار کے
مشتاق ہیں اگر وہاں آپ تشریف شریف ارزانی فرماویں تو ہزاروں غریب
وامیر مسلمان راہ راست پر آجاویں اور آپ کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم اور
ثواب جسیم عطا فرماوے گا آپ نے وہ خط دیکھ کر اور اُن کی عرض
سُن کر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا جواب تم کو کسی اور وقت
دیوینگے اور جو لوگ مولوی امام الدین صاحب کے ہمراہ آئے تھے مولوی

اور صوفی نور محمد صاحب نے ان لوگوں میں سے چوبیس یا پچیس آدمی
ہوشیار ہوشیار انتخاب کئے اور موافق ارشاد ہدایت بنیاد حضرت
علیہ الرحمۃ کے ان کو توجہ دینے لگے اور طرح طرح کے معاملات عجیبہ اور
غریبہ مراقبہ میں مشاہدہ کر کے وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا معاملات
ہیں ہم تو حضرت کے ساتھ نہ چھوڑیں گے اور اب معلوم ہوا کہ ہم لوگ
مسلمان ہوئے پھر مولوی امام الدین صاحب اور صوفی نور محمد صاحب اُن
لوگوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں لائے اور عرض کی
کہ جو حالات ان پر گذرے ہیں آپ ان سے پوچھیں پھر آپ نے ان سے
فرمایا کہ بھائیو جو کچھ دیکھا ہو بیان کرو پھر جدا جدا سب نے اپنا اپنا حال
بیان کیا' آپ نے خوش ہو کر ان کے واسطے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ
تم پر اپنا فضل کرے' پھر انھوں نے عرض کی کہ حضرت ہم تو آپ ہی کی خدمت
میں رہینگے اور اپنے گھر نہ جاویں گے' آپ نے ان کو سمجھا کر فرمایا کہ جہاں ہم
تم کو بھیجیں وہاں جاؤ وہاں کا جانا گویا ہمارے ہی ساتھ کا رہنا ہے اُنھوں
نے کہا کہ ہم فرماں بردار ہیں جو ارشاد ہو بلا عذر حاضر ہیں پھر سب کو ایک
ایک خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور سب کو کرتا دیا اور کسی کو عمامہ
عنایت کیا اور کسی کو فقط تاج عطا فرمایا اور دعا کر کے ان کو ان کے

ملکوں کو رخصت کیا اور ہر ایک سے کہہ دیا کہ جا بجا سیر و دورہ کرتے
رہنا اور جو یہاں تم نے توحید و سنت کا مضمون سیکھا ہے وہی لوگوں
کو سکھانا اور ان سے شرک و بدعت کے کام چھوڑانا اور جو کوئی تم کو
مارے کوئی رنج و ایذا دیوے صبر کرنا اور وعظ و نصیحت سے باز نہ
رہنا اور ہم تمہارے بعد پھر بھی جناب الٰہی میں دعا کرینگے اور اللہ تعالیٰ
سے امید قوی ہے کہ تمہارے ہاتھوں سے بہت لوگوں کو ہدایت ہوگی اور
جو کوئی زندہ رہیگا چند مدت میں اس ملک بنگالے کا حال دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ
کس طرح ہدایت عام کرتا ہے اور لوگ اپنے دل میں کہینگے کہ یہ وہی ملک
بنگالہ ہے اور یہ وہی آدمی ہیں کہ کوئی توحید و سنت کا نام بھی نہ جانتا
تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ کرم اور فضل کیا پھر وے سب اپنے اپنے شہر
کو گئے اور جو لوگ کلکتہ کے اطراف کے کشتیوں میں سوار ہوکر آئے تھے اور
حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کو
ہم نے اپنا خلیفہ کیا ہے اور خلافت نامہ لکھ دیا ہے اگر تمہاری بستیوں میں
میں جاویں جس کسی کو اللہ پاک کا نام سیکھنا منظور ہو ان سے سیکھ لیوے
اور جو لوگ ملک جاوے سے آئے تھے انھوں نے حضرت سے ملاقات کی اور
اپنا حال عرض کیا کہ ہم نے اپنے ملک میں فلانا فلانا خواب دیکھا اور
اکثروں نے اپنا اپنا خواب روبرو حضرت کے بیان کیا وہ حال مجھکو یاد

نہیں ہے کہ کیا بیان کیا پھر حضرت نے ان سے بیعت لی اور انھیں بھی واسطے
توجہ کے مولوی امام الدین صاحب اور صوفی نور محمد صاحب کو سپرد کیا کئی
روز تک اُنھوں نے توجہ دی اور تعلیم کی پھر دو آدمیوں کو ان میں سے
حضرت نے اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ ان کو دیا اور وے دونوں کچھ علم بھی
رکھتے تھے اور خوبی توحید و سنت کی اور برائی شرک و بدعت کی خوب ان
کو سمجھا دی پھر ان کو رخصت کیا **حکایت** ایک روز چار آدمی آدمی کلکتہ
کے حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکانوں پر لے گئے اور اپنی عورتوں کو مرید کروایا
اور ان کے متصل ناریل اور سپاری کے باغ تھے وہاں حضرت کو بٹھایا اور
اپنے اپنے درختوں سے کچے ناریل حضرت کے سامنے رکھے جو آپ کے ہمراہ آدمی
گئے تھے وے ایک ایک دو دو توڑ کر کھانے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے
ناریل اور سپاری کے درختوں کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ درخت تو پتلے ہیں ان پر
کیونکر چڑھتے ہونگے، انھوں نے ایک آدمی کو ایک سپاری کے درخت پر چڑھایا
اور حضرت سے عرض کی کہ آپ ملاحظہ فرماویں وہ آدمی ایک درخت پر چڑھا
اور اس کو ہلایا وہ جھک کر دوسرے درخت میں جا لگا وہ آدمی اس پر
سے دوسرے درخت پر ہو رہا اسی طور سے سب درختوں پر گیا یہ حال
دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے پھر ان درختوں کے مالکوں نے حضرت
سے عرض کی کہ انھیں درختوں کی آمدنی سے ہماری روزی ہے مگر سال

تنگی کے گذر ہوتی ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر روزی کی
کشائش کرے یہ سن کر حضرت اُٹھے اور اُن کے ہر باغ میں بطریق
سیر کے تشریف لے گئے اور ہر باغ میں ایک جگہ بیٹھ کے آپ نے دعا کی
اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو بہت کشائش روزی کی ہوگی پھر
وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے **حکایت** کہ جب حضرت بیت اللہ
کو تشریف لے گئے اور حج کر کے مع الخیر کلکتہ میں آئے اور شیخ غلام حسین
خاں فخر التجار کے بیٹے شیخ عبد اللہ کے باغ میں اُترے اور وہی باغوں والے
آپ کی ملاقات کو آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ وہی باغوں والے ہیں کہ
ہمارے لئے آپ نے دعا کی تھی سو اب آپ ہمارے یہاں تشریف لے
چلیں اور اُن باغوں کو دیکھیں پھر اس کے اگلے روز حضرت بہت لوگوں
سے ان کے مکان پر گئے ہر ایک نے آپ کو نذر دی اور انھیں باغوں
میں آپ کو لے گئے اور عرض کی کہ حضرت یہ وہی باغ ہیں کہ اول
آپ یہاں تشریف لائے تھے اب آپ کی دعا کی برکت سے ان باغوں
کا یہ حال ہے کہ خوب ہی پھلتے ہیں اور باخوبی ہم لوگوں کو فائدہ ہوتا
ہے اور آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بہت آسودہ
حال اور فارغ البال کیا ہے یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے پھر
وہاں سے اپنے مکان پر آئے **حکایت** ایک روز منشی امین الدین

صاحب کے باغ میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس سیاہ فام نو یا دس
آدمی آئے اور اُن کے تمام بدن میں پھوڑوں کے سے داغ تھے حضرت
نے ان کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ کیا سبب ہے کہ ہر
کسی کے تمام بدن میں ایک ہی انداز کے داغ ہیں مگر کچھ پوچھا نہیں
پھر ان میں سے ایک آدمی آپ ہی کہنے لگا کہ حضرت جو آپ ہم لوگوں کے
بدن پر یہ داغ دیکھتے ہیں سبب اس کا یہ ہے کہ ہم لوگ ملک آشام
کے رہنے والے ہیں اور تجارت پیشہ ہیں اور ہمارے ملک میں عملداری کافر
کی ہے نہ وہاں اذان کوئی کہنے پاتا ہے اور نہ گائے ذبح ہونے پاتی ہے
اور ہم لوگ وہاں سے ایک ملک واسطے سوداگری کے اکثر جایا کرتے ہیں
سو وہاں دو بلائیں ہیں ایک تو جنگلی جونکیں موٹی موٹی اور وے اُچھل
اُچھل کر آدمی کو لپٹ جاتی ہیں اور خون پی لیتی ہیں اور بہت مشکل سے چھوٹتی
ہیں اور دوسری بلا مچھر کہ ٹڈی سے بھی بڑے ہوتے ہیں اور آدمیوں
کو کاٹتے ہیں سو اسی کے ہمارے بدن میں یہ داغ ہیں سو اب ہم یہ چاہتے
ہیں کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بچاوے
آپ نے فرمایا کہ اب تم ہمارے ہاتھ پر بیعت تو کر لو پھر ہم تمہارے
لئے دعا بھی کرینگے پھر ان سب نے بیعت کی پھر بعد فراغ بیعت کے
آپ نے ہر ایک کے بدن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا کہ

انشاءاللہ تعالیٰ اب تمہارے کسی کے نہ وے جونکیں کاٹیں گی اور
نہ وے بچھر اور اگر شاید کسی کے کاٹیں گے تو اثر ہو گا پھر آپ نے ان
میں سے دو شخصوں کو خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور توحید و
سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی کے مسائل ان کو خوب سے
سمجھا دئے اور فرمایا کہ تم جب تک اس شہر میں ہو تب تک ہر روز یہاں
ہمارے پاس آیا کرو ہم تم کو توجہ دیا کرینگے اور جب اپنے ملک کو جانا
تب وہاں لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیا کرنا اور لوگوں سے بیعت لیا کرنا
اوران کو توجہ دینا پھر آپ نے ان کے لئے دعا کی اور
کہ چند روز میں وے بھی حضرت سے رخصت ہو کر اپنے ملک کو گئے اور
حضرت علیہ الرحمۃ سے بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے ان لوگوں کا
حال ہم کو معلوم ہوا مگر جب حضرت بیت اللہ شریف سے آکر اور
ہجرت کا ارادہ کرکے ولایت افغانستان میں گئے اور وہاں سے مجکو
واسطے کام کے طرف ہندوستان کے روانہ فرمایا اور میں وہاں سے
غازی پور میں شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر آکر چند روز
رہا انھیں دنوں ایک روز شیخ فرزند علی صاحب اوران کے
بھتیجے شیخ سلامت علی اوراُن کے یہاں کے کل مختار خواجہ احسن اللہ

اپنے مکان میں تخت پر بیٹھے تھے اور میں بھی ان کے پاس تھا اس
عرصہ میں ان کے ایک متصدی نے آکر سلام کیا اور عرض کی کہ چاولوں
کی کشتی ملک آشام سے سوداگر لوگ لائے ہیں سو وہ گولہ گھاٹ پر
لگی ہے، شیخ صاحب نے خواجہ احسن اللہ سے کہا کہ دیکھا چاہئے وہ چاول
کیسے ہیں یہی باتیں کر رہے تھے کہ انھیں کشتی والوں میں سے تین آدمی آکر
حاضر ہوئے اور سلام کیا، شیخ صاحب نے مونڈھے بچھوا دئے وہ ان
پر بیٹھے ان میں سے ایک نے ایک ٹوکری شیخ صاحب کے آگے دھری
اس میں دس اننّاس تھے اور دوسرے نے ایک ٹوکری دھری اس میں
بیس کیولے تھے اور تیسرے نے چار ستیل پٹیاں رکھیں، شیخ صاحب نے
ان سے اس اسباب کی قیمت پوچھی اُنھوں نے عرض کی کہ یہ تو آپ
کی نذر کو لائے ہیں، شیخ صاحب نے کہا کہ نذر جو لائے ہو تو کیا مضائقہ
مگر قیمت ضرور چاہئے اس میں خواجہ احسن اللہ نے کہا کہ قیمت تو ان سب
چیزوں کی کھلی ہوئی ہے کہ ایک روپے کے چار اننّاس اور چار ہی کیولے
بکتے ہیں اور اس قسم کی ستیل پاٹی چار روپے کی بھی آتی ہے اور پانچ
کی بھی، پھر شیخ صاحب اُن تینوں سے باتیں کرنے لگے اور ان کے
بدن میں وہی چوکوں اور مچھروں کے داغ تھے ان کے بدن کو دیکھ کر
پوچھا کہ تمہارے بدن میں یہ کیسے داغ ہیں کیا تم سب کے سب کہیں

جل گئے ہو یا کچھ اور سبب ہے اُنھوں نے وہی قصہ مچھروں کا جو
آگے مذکور ہو چکا ہے بیان کیا اور کہا کہ کلکتہ میں ہندوستان سے
جو ایک سید صاحب قافلہ لے کر بارادۂ حج تشریف لائے تھے سو
ہم ان کی ملاقات کو گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اُنھوں نے بھی اسی
طرح ہم سے پوچھا تھا ہم نے یہی بیان کیا، پھر انھوں نے ہمارے واسطے
دعا کی پھر جو ہم اس ملک میں گئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بلا سے مامون
اور محفوظ رکھا اور یہ داغ جو ہیں سو اول کے ہیں بلکہ اس ملک کے رہنے والے
ہم سے کہتے تھے کہ شاید تم کو کوئی جادو آتا ہے جو تم مچھروں اور جونکوں
کی بلا سے محفوظ رہتے ہو اگر ہم کو بھی وہ جادو بتلا دو تو تمہارا بڑا
احسان ہے، ہم نے کہا کہ ہم کو تو نہ کوئی جادو آتا ہے اور نہ کوئی منتر
یہ ہمارے پیر کی دعا کا سبب ہے یہ تمام قصہ سن کر شیخ فرزند علی صاحب
نے کہا کہ ہم بھی انھیں سید صاحب کے مرید ہیں اور تم ہمارے پیر بھائی
ہو پھر اٹھ کر ان سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور کہا کہ جب تک تم اس
شہر میں رہو ہمارے مہمان ہو اور جو کچھ وے نذر لائے تھے اُس
کی قیمت دی اور پچاس روپے کا ان سے چاول لئے اور سو روپے

ان کو دئے، پھر انھوں نے اس میں سے پچیس روپے شیخ صاحب
کے آگے دھر دئے اور کہا کہ جب تم سید صاحب کو کچھ نذر بھیجنا
اسی کے ساتھ یہ بھی بھیجدینا اور ہمارا پتہ لکھدینا کہ یہ نذران،
لوگوں کی ہے جن کے لئے آپ نے کلکتہ میں دعا کی تھی اور اب وے
آپ کی دعا سے بہت خوشحال ہیں انتہی **حکایت** سید احمد نام
ایک بغداد کے پیرزادے منشی امیر کے مکان پر اترے تھے
اور وہ منشی بڑا مالدار اور صاحب اعتبار تھا اور وہ پیرزادے
صاحب بھی حج کے ارادہ سے آئے تھے اور جہازوں کی روانگی
کے موسم کے منتظر تھے اور ان کو دعوی اپنی درویشی اور بزرگی
کا بھی تھا اور وہ منشی ان کی خدمتگزاری کرتا تھا اور ان
کا مرید بھی تھا سو ان کو شدت نفسانیت سے یہ خیال ہوا کہ
حضرت علیہ الرحمۃ کسی طور پہلے میری ملاقات کو آویں اس میں
اس میں میری عزت وعظمت لوگوں کے دل میں زیادہ ہوگی
پھر پیچھے سے میں بھی ان کی ملاقات کو جاؤنگا، اس لئے انھوں
نے زبانی ایک شخص کے حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ میں بسبب
بیماری کے آپ کی ملاقات کو نہیں آسکتا ہوں اور آپ سے

ملنے کو دل بہت چاہتا ہے' اس کے جواب میں حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا
کہ عیادت بیمار کی کرنی سنت ہے ہم ہی ان کی ملاقات کو چلینگے ان سے
کہنا کہ وہ یہاں آنے کی تکلیف نہ کریں' پھر آپ نے مولوی محمد علی صاحب
سے جو بھائی مولانا حیدر علی صاحب کے تھے رہنے والے رامپور کے فرمایا کہ آج
بعد نماز مغرب کے ہم کو یاد دلانا ہم سید احمد بغدادی کی ملاقات کو جاوینگے
پھر موافق فرمانے آپ کے مولوی صاحب ممدوح نے بعد نماز مغرب کے یاد دلائی
پھر آپ چند آدمیوں سے تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات کی اور عافیت
مزاج کی پوچھی اور کچھ باتیں کیں اس میں انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ
یہ قافلہ لے کر بارادۂ حج تشریف لائے ہیں اس جم غفیر اور جماعت کثیر
سے آپ کو مناسب نہ تھا اتنے لوگوں کو کون جہاز پر بٹھاویگا اور کھانے
کپڑے کا خرچ کہاں سے آویگا' حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے فرمایا کہ ہم
تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر حاکم انگریز چاہے تو ہزار دو ہزار آدمی جہاز پر سوار
کر کے حج کو یا اور کسی ملک کو پہنچاوے تو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ انھوں نے
کہا ہزار دو ہزار کی کیا حقیقت ہے اگر وہ چاہے دس یا پانچ ہزار آدمیوں
کو جہاز پر سوار کر کے جہاں چاہے وہاں پہنچا دیوے' حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ
حاکم انگریز مخلوق جو ہر امر میں محتاج جناب باری تعالیٰ کا ہے اس کو تو یہ مقدور
کہ ہزاروں آدمی جہازوں پر چڑھا کر جہاں چاہے وہاں پہنچا دیوے اور

وہ شاہنشاہ عالم پناہ پروردگار جہان کا کہ اس کے آگے حاکم انگریز
ادنی فقیر سے محتاج تر ہے اتنا مقدور نہ رکھے کہ ہم چھ سات سو غربا
کو مکہ میں پہنچا دے یہ آپ کا عجیب عقیدہ ہے یہ تقریر پر تاثیر سن کر وہ
اپنے دل میں نہایت پشیمان اور شرمندہ ہوئے اور کچھ نہ بولے پھر حضرت
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم سن لوگے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں جہازوں کا کرایہ
دے کر اور سب بھائیوں کو ہمراہ لے کر جاؤنگا اور حج کر کے مع الخیر پھر
آؤنگا اور خیراتی جہازوں پر نہ آپ سوار ہونگا نہ اوروں کو سوار کراؤنگا
پھر عنایت الٰہی سے ایسا ہی ہوا کہ سب جانتے ہیں حاجت بیان کی نہیں اور ان
سید احمد بغدادی کا یہ حال ہوا کہ باوجودیکہ وہ منشی امیر اکثر ناخداؤں سے
تعارف رکھتا تھا اور صاحب مقدور تھا اگر وہ دو چار آدمیوں کو اپنے پاس
سے کرایہ دے کر جہاز پر سوار کروا دیتا تو کچھ مشکل نہ تھا مگر ہر چند سعی اور
کوشش کی کوئی جہاز نہ پایا کہ سید بغدادی کو سوار کرواتا جب حضرت علیہ الرحمۃ
تا ملے کر بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے اس کے چند روز کے بعد ایک ناخدا
آشنا منشی امیر کا بمبئی کو جاتا تھا منشی امیر نے سید بغدادی کو اس کے جہاز
پر سوار کروا دیا اور ایک مغل کی جورو اس ناخدا سے آشنائی رکھتی تھی وہ
بھی ناخدا کے جہاز پر سوار ہو گئی اور وہ جہاز کلکتہ سے روانہ ہوا دوسرے
روز اس مغل کو خبر ہوئی اس نے عدالت میں جا کر اس ناخدا پر نالش کی

عدالت سے واسطے پھیرلانے جہاز کے حکم ہوا کہ وہ جہاز جانے نہ پاوے پھر
کئی دن کے بعد کلکتہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سید احمد قافلہ لے کر حج کو گئے
ہیں وہ پکڑے گئے جو حضرت علیہ الرحمۃ کے مخلص اور معتقد لوگ تھے یہ خبر
وحشت اثر سن کر اگرچہ یقین نہ تھا مگر پھر بھی اپنے دل میں ملول ہوئے اور معاندین
سفاہت قرین خوش ہونے لگے پھر جب وہ جہاز پھر کر کلکتہ میں آیا تب
معلوم ہوا کہ اس جہاز میں سید احمد بغدادی ہیں اس وقت معاندین
بد آئین کے منہ میں خاک پڑی اس ماجرے میں عجیب کرامت حضرت علیہ الرحمۃ
کی ظاہر ہوئی اول تو تقریر حضرت علیہ الرحمۃ کی اور سید احمد بغدادی
کی خیال کرنی چاہیئے کہ حضرت موافق ارشاد ہدایت بنیاد کے ساڑھے
سات سو آدمیوں سے کرایہ جہازوں کا دے کر اور جہازوں پر سوار ہو کر
بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کو گئے اور حج کر کے اور پھر کرایہ جہازوں
کا دے کر سوار ہوئے اور مع الخیر پھر کلکتہ میں آئے اور سید احمد بغدادی باوجود یکہ
تن تنہا تھے اور مریدان کا منشی امیر بڑا مالدار اور ذی اقتدار تھا اس
سال حج میسر نہ ہوا اور دوسری یہ بات کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے جہازوں
پر سوار ہونے سے بیشتر خبر دی تھی کہ ہمارے جانے کے بعد معاندین مخالفین
جھوٹی خبریں اڑاویں گے سو ویسا ہی ظہور میں آیا **حکایت** مولوی خیرالدین
صاحب شیرکوٹی فرماتے ہیں کہ جب دس جہاز کرایہ دے کر ٹھیر گئے اور

اسباب جہازوں پر چڑھایا جانے لگا اس میں روز جمعہ کا آیا حضرت علیہ الرحمۃ نے آپ خطبہ جمعہ کا پڑھا اور آپ ہی نے نماز پڑھائی اور دعا کی پھر کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج جتنے نمازی ہمارے اس جمعہ میں تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے سب کے گناہ بخشدئے اور جس دن حضرت علیہ الرحمۃ آپ جہاز پر سوار ہونے والے تھے اس دن کا حال یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب رامپوری کے بھائی مولانا حیدر علی صاحب کے نے مجھ سے کہا کہ خیر الدین آج سید صاحب نماز ظہر کی امین الدین خاں کے مکان پر پڑھینگے چلو آگے سے منشی صاحب موصوف کے مکان میں بیٹھیں پھر جگہ اُس وقت ملنی دشوار ہوگی میں نے کہا کہ چلئے پھر ہم دونوں چلے رستے میں سعد الدین ناخدا اور ایک کوئی اور صاحب ملے وے بھی اسی ارادہ سے جاتے تھے کہ آگے سے چل کر بیٹھیں پھر جگہ نہ ملیگی پھر ہم چاروں شخص متفق ہو کر چلے اور منشی صاحب ممدوح کے مکان پر پہنچے اس وقت منشی صاحب ایک سنار سے زیور تلوا رہے تھے بعد سلام علیک کے ہم چاروں شخص وہیں بیٹھ گئے سعد الدین ناخدا نے پوچھا کہ منشی صاحب یہ زیور کیسا ہے اُنھوں نے ہنس کر کہا کہ سید صاحب کی کرامت نے ظہور کیا سعد الدین نے پوچھا کہ بیان کرئے کونسی کرامت نے ظہور کیا منشی صاحب نے کہا کہ جب سید صاحب اس شہر میں آئے اور میرے باغ میں اُترے اور ہزاروں شرفا اور غربا آپ کے دست مبارک

پر بیعت کرنے لگے اور میں بیعت کرنے سے پس وپیش کرتا تھا اس واسطے
کہ مجھ میں تین عیب سخت تھے ایک تو شراب پینا دوسرے نماز نہ پڑھنا
تیسرے عشق سبحانی رنڈی کا سو جس وقت میں اپنے دل سے مشورہ کرتا اور کہتا
کہ اے دل میں سید صاحب سے بیعت کرونگا تجکو یہ تینوں عیب چھوڑنے پڑینگے
دل کہتا تھا کہ شراب چھوڑونگا نماز پانچوں وقت پڑھونگا مگر عشق اس رنڈی
کا نہ چھوڑونگا تب میں یہ سوچتا تھا کہ اگر یہ بلا نہ چھوٹی تو پھر بیعت کرنے
سے کیا فائدہ اور وہ رنڈی مجھ سے نکاح کرنا منظور نہیں کرتی تھی پھر ایک
روز سید صاحب نے آپ بیعت کے لئے مجھ سے فرمایا، میں نے یہی تقریر آپ کے سامنے
بیان کی، آپ نے فرمایا کہ بیعت تو کر لو انشاء اللہ تعالیٰ دو کاموں میں ایک
کام ضرور ہو رہے گا یا تو وہ رنڈی زناکاری سے توبہ کر کے تمہارے نکاح
میں آجاویگی یا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسی عورت خوبصورت تمہارے نکاح میں
لاویگا کہ وہ رنڈی فاحشہ اس کے سامنے چڑیل سے بدتر معلوم ہوگی
اور اس کے پانوں کی ایڑی کی بھی برابری نہ کر سکیگی اور تمہارے دل میں
خود بخود اس رنڈی کی طرف سے نفرت آجاویگی، پھر میں نے بموجب
آپ کے فرمانے کے خدا پر توکل کر کے بیعت کر لی سو بعد چند روز کے
سید صاحب کا فرمانا سچ ہوا کہ ایک مرزا سوداگر ہیں ان کی بیٹی سے

میں نے نکاح کیا اور جب اس کی صورت میں نے دیکھی تو فی الحقیقت وہ
رنڈی مردار نابکار میری نگاہ میں چڑیل سے بدتر معلوم ہوئی اور
دل کو اس کی طرف سے نفرت آگئی سو اُس اپنی بی بی کے لئے میں نے
یہ زیور پہنایا ہے اس عرصہ میں وقت نماز مغرب کا آیا پھر ہم چاروں
شخص منشی صاحب کی مسجد میں نماز کو گئے **حکایت** مولوی صاحب موصوف
فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ منشی امین الدین خاں صاحب
کے باغ میں فروکش رہے ہر روز صبح سے آدھی رات تک ایک ہنگامہ کثیر
اس باغ میں رہتا تھا اور متصل اس باغ کے جانب مشرق ایک بڑے انگریز
کی کوٹھی تھی اس میں وہ رہتا تھا فقط دیوار باغ درمیان میں حائل تھی
اتفاقاً ایک رات اس کوٹھی سے کچھ اس کا اسباب چوری گیا فجر کو اس نے محلہ کے
تھانہ دار کو بلا کر کہا کہ ہماری کوٹھی میں رات کو چوری ہوئی اور خوب معلوم
ہے کہ چور اسی باغ کی دیوار سے آیا تھا اور اسی طرف سے گیا سو یہ حال اس
پادری سے جو اس باغ میں اترا ہے جا کر کہو پھر اس تھانہ دار نے آکر یہ
تمام تقریر جناب سید صاحب سے بیان کی جواب میں آپ نے فرمایا کہ
یہ بات سچ ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ رات کو اس صاحب کا اسباب
چوری گیا اور چور اسی دیوار سے گیا اور اسی رستے سے آیا اور میں اس
چور کو خوب پہچانتا ہوں مگر میرے ہمراہیوں سے نہیں ہے شہر والوں سے

ہے اگر آپ کی آیا تو میں ضرور ہی پکڑ دونگا اس وقت آپ کے پاس
ایک مجمع کثیر تھا اس تقریر سے وہ تھانہ دار متحیر ہو کر کھڑا رہا اور سب
لوگ مجلس کے بھی حیران تھے چنانچہ سعدالدین ناخدا نے عرض کی کہ حضرت
یہ تقریر مناسب نہیں ہے اسلئے کہ مقدمہ سنگین ہے آپ نے فرمایا کہ میں
سچ کہتا ہوں کہ اگر آپ کی بار وہ چور آویگا تو میں پکڑ دونگا پھر تھانہ دار
نے کہا کہ حضرت میں اُس صاحب کو کیا جواب دوں آپ سمجھا کر فرمادیں آپ
نے فرمایا کہ تم جا کر یہی تقریر ہو بہو اس صاحب سے کہدو اس میں کچھ فرق
نہیں ہے تھانہ دار حیران ہو کر چلا گیا اور یہی تقریر بعینہٖ اس صاحب سے
بیان کی اُس نے سن کر کہا کہ پادری سچ کہتا ہے کہ چور اس کے ہمراہیوں
سے نہیں ہے پھر اُس تھانہ دار نے عرض کی کہ اس کی رپٹ پولس صدر
میں صاحب کے پاس کروں اُس نے کہا کچھ ضرور نہیں پادری سچا ہے

حکایت مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ مولانا محمد حیدر علی
صاحب مصطفےٰ آبادی عرف رامپوری کی طبیعت کچھ علیل تھی ایکدن حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ ان کی عیادت کو تشریف لےگئے اور اسی وقت
مولانا صاحب ممدوح نے بیعت بھی کی پھر وہاں سے واسطے نماز مغرب
کے حضرت علیہ الرحمۃ منشی امین الدین خاں صاحب کے مکان پر

تشریف لے گئے بعد نماز کے کئی گھڑی آپ وہاں ٹھہرے اور منشی صاحب
سے باتیں کرتے رہے اور کلام پیری مریدی میں چلا اور منشی صاحب ہر
کسی سے کلام بیباکانہ کرتے تھے سید صاحب سے کہنے لگے کہ پیر اتنا
تو ہو کہ مرید کو اپنی طرف رجوع کر لے اور منہیات شرعیہ سے دل اس
کا پھیر دے سید صاحب نے اس کے جواب میں کلمات مناسب ارشاد فرماکر
ارشاد کیا کہ منشی صاحب تم میں ایک وصف ایسا ہے کہ تمہاری نجات کے
لئے کافی ہے یعنی سخاوت کسی وقت کسی بندہ خدا بارگاہ کبریائی کی
خدمت ہوئی ہوگی کہ اس کو کوئی پیسہ یا روپیہ دیا ہوگا اور وہ دینا
جناب الٰہی میں مقبول ہوا ہوگا کہ وسیلہ تمہاری نجات کا وہی ہوگا اس وقت
منشی صاحب کے دل پر ایک رقت سی ظاہر ہوئی اور اعتقاد سید صاحب
کا دل میں جم گیا مگر بیعت کرنی دوسرے وقت پر موقوف رکھی اور مولانا
محمد حیدر علی صاحب کہتے تھے کہ جس وقت سے میں نے حضرت کے دست
مبارک پر بیعت کی اُسی وقت سے مجھ پر آثار صحت کے ظاہر ہوئے چند
روز میں بدون دوا علاج کے صحت کلی حاصل ہوئی **حکایت** ایک
روز منشی امین الدین خاں صاحب کے یہاں سے چار گٹھری کپڑوں کی
آئیں ایک میں سپید تھان لٹھے ین سکھ ململ وغیرہ کے تھے اور دوسری
میں سوسی اور چارخانہ اور چھینٹ وغیرہ کے تھان تھے

اور دو گٹھریوں میں موٹے کپڑے کے تھان تھے عرض دار اس کپڑے
کو وہاں سلّم کہتے ہیں اور علاوہ اس کے دو گٹھریوں میں سرخ دھاری
کے سوسی کے تھان تھے اور وہ سوسی بہت خوش رنگ تھی اور کچھ کم یا زیادہ
تین سو جوڑے جوتے اور پانچ ہزار روپے اور دو گٹھریاں انگریزی
بہت عمدہ اور یہ سب اسباب مع روپے منشی صاحب کا داروغہ لایا تھا اور
اُس نے حضرت سے عرض کی کہ ہمارے منشی صاحب نے آپ کو سلام عرض
کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے آپ کی جناب ہدایت مآب میں پہلے قصبہ ہانگی
میں عرض کی تھی کہ شہر میں جس دن کہیں آپ کی دعوت نہ ہو گی اس دن
میں کرونگا سو اکثر دنوں کی مجکو خبر پہنچی کہ کسی روز کسی نے آپ کے آدھے
لوگوں کی دعوت کی اور آدھوں کے واسطے یہاں بازار سے جنس خرید کر
کھانا پکا اور کسی دن کہیں تین حصے آدمیوں کی دعوت ہوئی اور چوتھائی
آدمیوں نے یہاں بازار سے خرید کر کھانا کھایا سو دو چار بار ہم نے باقی
لوگوں کے لئے اپنے یہاں سے کھانا پکوا کر بھیجا پھر ہم سے اس کا بندوبست
نہو سکا سو یہ پانچ ہزار روپے اسی کے عوض میں ہیں آپ ان کو قبول
فرما دیں اور باقی اسباب کپڑے وغیرہ کا آپکے لوگوں کے لئے ہے جس طرح
آپ مناسب جانیں تقسیم فرما دیں یہ حال سُن کر حضرت علیہ الرحمہ نے

منشی صاحب کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا
کرے پھر وہ داروغہ منشی صاحب کے مکان کو گیا بعد اس کے حضرت
علیہ الرحمۃ نے قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی اور میاں عبد اللہ صاحب اور اس
خاکسار دین محمد سے فرمایا کہ تم تینوں شخص جماعت جماعت میں دریافت
کرلو کہ کس قدر مردانہ زنانہ کپڑا چاہئے پھر ہم تینوں آدمی جماعت
والوں اور متفرقات لوگوں سے پوچھنے گئے اور ایک فرد کاغذ پر لکھتے گئے
کہ قریب چار سو آدمی کے ہوئے کہ ان کو کپڑے کی حاجت تھی اور ان
میں سو آدمی تو ایسے تھے کہ ان کے پاس فقط ایک ہی جوڑا کپڑا تھا اور
باقی لوگوں کے پاس دو دو تین جوڑے تھے مگر پرانے تھے اور سوا ان کے
چار سو آدمی اور تھے ان کا یہ حال تھا کہ کچھ لوگوں نے ان میں کہا کہ
ہمارے کپڑے پھٹ جاوینگے تب ہم لے لیویں گے اور کچھ لوگ ایسے تھے
کہ انھوں نے کہا کہ ہم کو حاجت نہیں ہے جب ہمارے پاس کپڑے نہ ہونگے
تو ہم آپ اپنے پاس سے بنا لیویں گے، پھر ہم نے یہ سب حال حضرت سے
جا کر عرض کیا اور وہ فرد لوگوں کے ناموں کی دکھلائی، پھر آپ نے
فرمایا کہ تینوں آدمی تم اور شیخ ولی محمد اور یوسف جی سب آپس میں
مشورہ کر کے لوگوں کے کپڑے بنوا دو پھر ہم سب نے صلاح کی کہ اگر
خدا چاہے گا تو چار مہینے میں بیت اللہ شریف کو پہنچیں گے اور جہازوں

میں آب وہوا کا یہ حال ہے کہ کپڑے جلد گل جاتے ہیں سو بہتر یہ ہے
کہ جن کے پاس ایک جوڑا ہو ان کو تین جوڑے دو اور جو لوگ باقی
ہیں ان کو دو دو جوڑے دو اور جتنے لوگ جس جہاز پر سوار ہوں ان
کے موافق اس جہاز پر کپڑا رکھ دیا جاوے کہ جب ان کو حاجت کپڑے کی
ہو گی تب وے بنا لیویں گے اور حضرت جن کو باریک کپڑا دینا فرماویں
ان کو باریک پہنچا دیا جاوے اور جن لوگوں کے واسطے کھانا اور سواری
حضرت کے یہاں سے مقرر ہے ان کو کپڑا بھی حضرت ہی بنوا دیں گے لیکن
دو دو جوڑے ان کو بھی بنوا دو یہ مشورت ٹھہری پھر مولوی محمد یوسف
صاحب سے کہا کہ تم حضرت کے پاس ہر وقت حاضر رہتے ہو وقت موقع
کے یہ حال عرض کر دینا پھر جب مولوی صاحب نے یہ حال حضرت سے بیان
کیا آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے خوب تجویز کی لیکن بھائی
بندوں کو ہم سمجھ لیویں گے باقی جیسا کہ تم سب نے مشورہ کیا ہے اس طور سے
تقسیم کر دو پھر ہم پانچوں آدمی جہاں کپڑا تھا وہاں گئے اور گٹھریاں کھول
کر کپڑا ناپنے لگے اور جماعت جماعت کے کپڑے جدی جدی گٹھریوں میں
باندھنے لگے جب کام سے فارغ ہوئے تب ہر جماعت والے کو بلا کر ایک ایک
گٹھڑی حوالہ کر دی اور کہہ دیا کہ اپنی اپنی جماعت کے لوگوں میں تقسیم کر دیں اور
جن لوگوں کو جوتوں کی حاجت تھی ان کو بلایا اور کہا کہ جون سا جوڑا

جس کے پانوں میں آوے وہ پہن لیوے اور جن کو باریک کپڑا دیا تھا
حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے یہاں سے مکان میں بھیجدیا یہ حال مجکو نہیں معلوم
کہ کس کو دیا اور جس وقت ہم لوگ گٹھریاں کپڑوں کی تقسیم کرتے تھے اُس
وقت شیخ رمضانی اور سعدالدین ناخدا اور منشی حسن علی اور امام بخش وغیرہم
حاضر تھے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ کپڑا منشی امین الدین خاں کے یہاں کا
ہے پھر اس وقت تو سب حضرت سے رخصت ہو کر اپنے مکانوں کو گئے
اس کے اگلے روز پھر آئے اور ایک فرد حساب کی لائے اور حضرت کو ایک نے
اپنی اپنی فرد دکھلائی اور عرض کی کہ ہم نے اس قدر یہاں اس قسم کے آپ
کے لئے خریدے ہیں اگر ارشاد ہو تو گٹھریوں میں باندھ کر یہاں لاویں
والا جب جہازوں پر آپکا اسباب چڑھایا جاویگا تب ہم بھی چڑھاویں
اور سوا احرام کی ہم سب نے تدبیر کی ہے اگر آپ کے آدمیوں کا شمار
معلوم ہو تو حساب سے اس قدر تدبیر کی جاوے یہ سُن کر حضرت نے
فرمایا کہ احرام تو اپنے لوگوں کے موافق ہمارے پاس تیار ہیں اب احراموں
کی کچھ حاجت نہیں اور جو کپڑا تم نے تیار کیا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو
دنیا اور آخرت میں دیوے وہ نہ ہمارے پاس لاؤ اور نہ جہاز پر
چڑھاؤ جس قدر حاجت تھی اس قدر کپڑا ہم نے لے لیا اب زیادہ
بوجہ لاونا کیا ضرور جب پھر کہیں حاجت ہوگی تب پھر اللہ تعالیٰ ہم کو

دیویگا، اُنہوں نے کئی بار تکرار کہا کہ حضرت آپ قبول فرماویں ہماری
یہی خوشی ہے، آپ نے فرمایا کہ لینے میں تو کچھ نقصان نہیں ہے مگر لادکر لیجانا
اور اُس کی نگہبانی کرنا کچھ کام کی بات نہیں ہے سبب نہ لینے کا یہ ہے تب
اُنھوں نے کہا کہ اگر اور کپڑا آپ نہیں لیتے ہیں مگر خیر احرام تو آپ ضرور
قبول کریں، آپ نے فرمایا کہ خیر تمہاری خوشی تم بھی کچھ ساتھ کردو یہ
بات سُن کر وہ خوش ہوئے اور ہر ایک کہتے تھے کہ ہم ہی سب احرام دویں
بلکہ آپس میں یہی بحث کرنے لگے حضرت نے فرمایا کہ اس میں تنازع کرنی
کیا ضرور تم سب موافق اپنے اپنے حصہ کے جمع کرکے ہمارے پاس لے آؤ پھر
اُنہوں نے الگ بیٹھ کر صلاح کی کہ حضرت کے ہمراہی معلوم کرکے فی نفر دو
دو احرام دینے چاہئے پھر دریافت کیا ساڑھے سات سو آدمی پڑے
اسکے پندرہ سو احرام اُنہوں نے تجویز کئے اور حضرت سے اطلاع کی
کہ اس قدر احرام ہم نے تجویز کئے ہیں اگر آپ اپنے پاس کے احرام لوگوں کو
میقات یلملم سے بندھوادویں تو ہمارے احرام بہ وقت جانے عرفات کے
بندھوادویں یا عکس اس کے جس طرح مناسب جانیں کریں یہ ان کی تجویز
آپ کو بہت پسند آئی اور خوش ہوئے پھر وے سب صاحب اپنے اپنے مکان
کو گئے، اگلے روز بعد نماز فجر کے سعد الدین ناخدا حضرت کے یہاں آئے اور
ایک جگہ دیکھا کہ شیخ رمضانی لٹھے کے تھان پھاڑ رہے ہیں اُنھوں نے

پوچھا کہ شیخ صاحب یہ کپڑا کس کے لئے پھاڑتے ہو' اُنھوں نے کہا کہ
احرام بناتا ہوں اور قریب چار سو عدد کے اُنھوں نے پھاڑے تھے پھر سعد الدین
نے پوچھا کہ کتنے پھاڑو گے کہا جتنے خدا چاہے اُنھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ
لیا اور وہاں سے ان کو حضرت کے پاس لائے اس وقت آپ لوگوں سے
بیعت لے رہے تھے سعد الدین نے بعد سلام کے کہا کہ کچھ عرض کرنی ہے
آپ نے بیعت لینی موقوف کی اور پوچھا کہ کیا عرض ہے' انہوں نے گزارش
کی کہ میں اس وقت جو آپ کے یہاں آیا تو دیکھا کہ شیخ صاحب بیٹھے ہوئے
بیٹھے کے تھان پھاڑ رہے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ یہ کپڑا کیوں پھاڑتے
ہیں کہا واسطے احراموں کے اور قریب چار سو کے پھاڑے ہونگے' میں نے
پوچھا کہ آپ کتنے احرام پھاڑینگے اُنھوں نے کہا جتنے خدا چاہے تب
میں ان کو یہاں آپ کے پاس لایا اسلئے کہ آپ کے پاس کل اقرار ہو تھا
کہ موافق اپنے اپنے حصہ کے سب لوگ احرام بنالاویں سو یہ چاہتے ہیں کہ سب
میں ہی بناؤں یہ خلاف اقرار کے کرنا کیسی بات ہے' آپ نے شیخ رمضانی
کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیخ بھائی عہد شکنی تو عند اللہ بہت ناپسند
بات ہے یہ حرکت تمہارے لائق نہ تھی' انہوں نے عرض کی کہ حضرت میری
نیت تو یوں ہی تھی کہ بہ نسبت اور بھائیوں کے مجھ میں گنجائش زیادہ
ہے اوروں سے زیادہ دوں سوا اس کے اور کچھ میرا خیال نہ تھا اب

آگے جو کچھ آپ ارشاد کریں، آپ نے فرمایا کہ جزاک اللہ نیت تمہاری
بہت خوب تھی اللہ تعالیٰ تم کو اجر دیوے مگر خلاف اقرار کے کرنا نہ
چاہیئے پھر شیخ صاحب ممدوح نے اپنی خطا سے حضرت کے سامنے توبہ کی یہ
بات اور جو اس کار میں شریک تھے اُنھوں نے سنی پھر کسی نے اپنے عہد سے
تجاوز نہ کیا اور سب موافق اقرار کے اپنے اپنے احرام گٹھریوں میں باندھ
کر حضرت کے پاس لائے اور ہمراہ احراموں کے کچھ تھان سوسی اور سلم
بھی اور مہین بھی پھر آپ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم
کو اس کا اجر دیوے اور یہ کپڑا اپنی راہ میں خرچ کروا وے اور انشاء اللہ
تعالیٰ ہم تمہارے لئے بیت اللہ میں بھی جاکر دعا کرینگے پروردگار سے
اُمید ہے کہ وہ تمہارے یہاں بہت خیر و برکت کریگا اور انشاء اللہ تعالیٰ جب
ہم زیارت حرمین شریفین سے مع الخیر پھر یہاں آوینگے اس وقت تم ہر ایک
ہم سے اپنی اپنی خیر و برکت کا حال بیان کروگے جس وقت حضرت علیہ الرحمۃ
اپنی زبان الہام بیان سے یہ کلام ہدایت التیام فرماتے تھے اس وقت
آپ کے چہرہ مبارک پر ایک حال ساظاہر تھا اور ہر ایک حاضرین مجلس پر
خیر و برکت کا سایہ پڑا تھا اور سعدالدین ناخدا اور بعضے بعضے اور صاحب
بھی اس وقت روتے تھے بعد اس کے پھر آپ لوگوں سے بیعت لینے
لگے پھر موقع پاکر سعدالدین ناخدا نے عرض کی کہ حضرت کل پیر دن

چیڑھے میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ نے فرمایا کہ بہتر ہم تمہارے
یہاں چلینگے پھر سعدالدین ناخدا رحضت ہو کر اپنے مکان کو گئے اور تیاری
کھانے پکوانے کی کرنے لگے پھر اگلے دن سویرے کھانا تیار کرواکر حضرت
علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان پر لائے اور کوئی تین چار سو آدمی حضرت کے ساتھ
آئے اور وے اکثر لوگ شہر کے تھے حضرت کو تردد ہوا سعدالدین سے فرمایا
کہ لوگ بہت جمع ہوگئے اس کی کیا تدبیر ہوگی، انہوں نے عرض کی کہ خیر کچھ
مضائقہ نہیں اس کا آپ کچھ اندیشہ نہ کریں جو کھانا کفایت نہ کریگا بازار
نزدیک ہے وہاں سے کھانا آجاویگا یا مٹھائی منگوالی جاویگی آپ سب لوگوں
کو اندر مکان کے آنے دیجئے، پھر حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ کسی کو نہ
روکو جو آوے اس کو اندر آنے دو اور ان کی نیک نیتی خیال کرکے حضرت
نے فرمایا کہ بھائی سعدالدین بازار سے کھانے منگوانے کا ارادہ تم کچھ نہ
کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسی کھانے میں برکت کریگا مگر تم نے جو کچھ ہم
لوگوں کے لئے کھانا پکوایا ہو وہ تم ہم کو حوالہ کردو ہم سب مل کر کھالیونگے
پھر انھوں نے عرض کی کہ حضرت بازار قریب ہے جس چیز کی حاجت ہوگی
منگالی جاویگی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے سب کچھ مجکو دیا ہے
آپ نے فرمایا کہ بازار سے منگوانا کچھ ضرور نہیں جو ہم کہتے ہیں وہی کرو انہوں
نے ناچار ہو کر کہا کہ میں فرماں بردار ہوں جو کچھ آپ ارشاد کریں اور وہ اسی

قسم کے حالات حضرت کے بہت سُن چکے تھے، پھر حضرت علیہ الرحمہ نے
ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم کھانا اپنے حصہ کا الگ کر لو اور ناخدا کے آدمیوں
سے کہو کہ تم اپنے لوگوں کے حصے جدا کر لو پھر کو نڈوں اور لگنوں میں
نکال کر لوگوں کو کھلانا شروع کرو اور سب چھ دیگ کھانا تھا
چار دیگوں میں تو پلاؤ اور دو میں زردہ، پھر ہم نے ان کے لوگوں سے
کہا کہ تم ہمارے حصہ کا کھانا ہم کو حوالہ کر دو اور اپنے حصہ کا تم لے لو
پھر انھوں نے فقط ایک دیگ پلاؤ کی جدی کر لی باقی پانچ دیگ کھانا
ہم کو دیا، پھر حضرت نے مولوی محمد یوسف سے فرمایا کہ تم شیخ باقر علی اور
عبداللہ اور عنایت اللہ اور دین محمد کو لیجاؤ اور کھانا برتنوں میں نکلواؤ
اور حضرت آپ بھی دیگوں کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور سعد الدین سے
فرمایا کہ تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو کھانے سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا
اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اور قدرت سے بھرتا ہے، پھر آپ نے ہماری طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ کیا کھانا بھائی سعد الدین نے پکوایا ہے ہم کو تو دکھلاؤ ہم نے
دیگوں کے منہ کھول دیئے، آپ نے ہر ایک دیگ کے چاول اپنے ہاتھ میں اٹھا کر
دیکھے اور بہت تعریف کی کہ دونوں کھانے خوب نفیس پکے ہیں اور حضرت نے
جو سب دیگوں کے چاول اپنے دست مبارک میں اٹھا کر دیکھے
اس نکتہ سے ہم چند آدمی واقف تھے اور کسی کو خبر نہ تھی نکتہ یہ ہے

کہ آپ کو اس بہانے واسطے برکت کے کھانے میں ہاتھ لگانا منظور تھا
اور آپ کے دونوں دست مبارک میں بلکہ تمام جسم مبارک میں اللہ تعالیٰ
نے اثر برکت کا رکھا تھا خصوصاً داہنے ہاتھ کی گدی اور ناخن میں سب
جگہ سے زیادہ اثر برکت کا عنایت کیا تھا اس کا مفصل بیان حالات
دہلی میں اول لکھ چکا ہوں اور حضرت علیہ الرحمۃ کی زبان الہام بیان
سے بھی میں نے سنا تھا اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ
و رضوان بھی فرماتے تھے خاص علیہ الرحمۃ سے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کے
داہنے ہاتھ کی گدی اور ناخنوں میں وہ اثر برکت کا عطا فرمایا ہے کہ جس
بیمار کے بدن میں لگ جاوے وہ عنایت الٰہی سے شفا پاوے اور جس چیز پر
لگے اس میں خیر و برکت زیادہ ہو جاوے اور یہی حال خیر مآل آپ کی
زبان برکت نشان کا تھا اس کا حال مفصل آگے اپنی جگہ پر لکھا جاویگا
انشاء اللہ تعالیٰ، الغرض پھر حضرت علیہ الرحمۃ کھانے کو تلاحظہ فرما کر
اپنی جگہ پر جا بیٹھے اور ہم پانچوں آدمی کونڈوں میں چاول نکالنے لگے اور اول
دو کونڈے آپ کے آگے دھرے پھر بعد اوروں کے دھرنے شروع کئے
لبارتی کے میاں جی احمد کہ وے پہلے مرید حاجی عبدالرحیم صاحب کے تھے
ان سے آپ نے فرمایا کہ ناخدا صاحب کے بیٹے شہاب الدین کو ہمارے
پاس بلا لاؤ ہم ان کو اپنے ساتھ کھانا کھلاویں گے پھر میاں جی موصوف
شہاب الدین کو حضرت کے پاس بلا لائے، آپ نے ان کو اپنے ساتھ

کھانا کھلایا بعد فراغ کھانا کھلانے کے آپ نے پوچھا کہ کھانے کا کیا
حال ہے، ہم لوگوں نے عرض کی کہ سب آدمی باخوبی آسودہ ہو کر کھا
چکے اور بہت سا کھانا دیگوں میں بچ رہا، آپ نے کہا الحمدللہ، اور ہم
سے فرمایا کہ اب تم پانچوں آدمی کھالو پھر ہم نے بھی کھایا یہ حال برکت
اشتمال دیکھ کر دیکھ کر سعدالدین نے کہا کہ الحمدللہ کہ اتنے کھانے میں تمام
آدمی کھا چکے اور کھانا بچ رہا یہ تمام سید صاحب کی برکت اور کرامت ہے
اور آپ سے عرض کی کہ چند آدمی اندر مکان میں بیعت کرنے کو باقی ہیں
آپ وہاں قدم رنجہ فرماویں، پھر تمام لوگ وہاں سے باہر آئے اور حضرت
اندر تشریف لے گئے وہاں کا حال نہیں معلوم کہ کس نے بیعت کی پھر جب آپ
اندر سے باہر تشریف لائے تب سعدالدین نے عرض کی کہ میں نے آپ کی
خدمت بابرکت میں اول بھی ایک بار گزارش کی تھی اور اب بھی کرتا ہوں
کہ یہ شہاب الدین جو آپ کا خادم زادہ ہے اس کی طبیعت پراگندہ
سی رہتی ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم کو یاد ہے تم نے اس کا ذکر کیا
تھا پھر آپ نے میاں جی احمد صاحب سے فرمایا کہ شہاب الدین کو ہر روز
توجہ دے کر ان کو ہمارے پاس لایا کرو یہ تمہارے سپرد ہیں پھر میاں
جی صاحب ممدوح ہر روز شہاب الدین کو توجہ دینے لگے اور حضرت
کے پاس لانے لگے پانچ سات روز کے عرصہ میں ان کا دل ایسا لگ

گیا کہ اپنے گھر جانے کو بھی کم جاتا تھا اکثر اوقات وہیں کھانا کھاتے اور وہیں
رات کو سو رہتے اور کئی بار انھوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں سید صاحب
کے ہمراہ حج کو چلوں پھر ایک دن مولوی محمد یوسف صاحب کو حضرت کے
پاس لیجا کر عرض کروائی کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے ہمراہ رکاب
حج کو چلوں، آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ بہتر ہم ان کے والد
سے کہینگے اور یہ بھی ان سے اجازت لیویں پھر شہاب الدین میاں جی احمد صاحب
کو ساتھ لے کر اپنے باپ کے پاس گئے اور میاں جی صاحب سے کہا کہ تم میری
طرف سے عرض کرو انہوں نے سعد الدین سے کہا کہ تمہارے بیٹے کہتے ہیں کہ
اگر والد صاحب اجازت دیویں تو میں بھی سید صاحب کے ساتھ حج کو
جاؤں یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ الحمد للہ یہ سید صاحب کی
ملازمت میں رہیں اس سے کیا بہتر ہے اور میری طرف سے اجازت ہے
اور پھر جاکر حضرت سے عرض کی کہ شہاب الدین یوں کہتا ہے، آپ نے
فرمایا کہ ہاں ہم سے بھی یہی کہتے تھے مگر تم اجازت دو تو وہ ہمارے ساتھ
چلیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمارے ساتھ بہت آرام سے اور خوش رہینگے
اور بزرگ بن کر تمہارے پاس آوینگے اُنھوں نے کہا کہ میری اجازت
ہے آپ ساتھ اپنے لیتے جاویں پھر جب یہ بات ٹھہر گئی اُس وقت
لہاری کے حاجی حمزہ علی خاں نے حضرت سے عرض کی کہ حاجی عبد الرحیم صاحب
کے مریدوں کی نسبت انبساطی ہے اس سبب سے وہ ہنستے بہت ہیں اور

میاں جی احمد صاحب بھی ان کے مرید ہیں اور یہ بھی بہت ہنستے ہیں
اوران کی طبیعت میں جذبہ بھی ہے اور آپ کو ان کا یہ حال خوب
معلوم ہے کہ اکثر اوقات وہ نماز جماعت میں الا اللہ کہہ کر گر پڑتے
ہیں اور بیخود ہو کر لوٹنے لگتے ہیں جماعت پریشان ہو جاتی ہے اور اسی
طور مجلس وعظ میں ان کا حال ہوتا ہے سو مجھکو خوف معلوم ہوتا ہے
کہ کہیں جہاز پر سمندر کو دیکھ کر میاں جی صاحب کا یہی حال ہو اور
شہاب الدین کو لے کر پانی میں گر پڑیں تو بہت بُری بات ہو ان کے
ساتھ شہاب الدین کو رکھنا خوف کا مقام ہے، حضرت نے فرمایا کہ
تم نے اچھی بات دانائی کی کہی مگر اللہ تعالیٰ کوئی اس کی بھی تدبیر کر دیگا
پھر بعد کچھ دیر کے آپ میاں جی احمد صاحب کو علیحدہ ایک جگہ لیگئے مگر مجکو یہ
نہیں خبر کہ وہاں اُن سے کیا معاملہ کیا ان کے لئے دعا کی یا کچھ بات تعلیم
فرمائی واللہ اعلم مگر بعد چار پانچ روز کے جو ہم لوگوں نے خیال کیا تو
نہ ان کا جذبہ رہا اور نہ پہلے کی سی ہنسی رہی مگر ہنسی کچھ باقی تھی ایک
دن پھر حاجی حمزہ علی خاں نے حضرت سے عرض کی کہ میاں جی صاحب
کا جذبہ تو بالکل جاتا رہا مگر ہنسی ابھی کچھ باقی ہے، آپ نے کہا الحمد للہ
اب اس ہنسی سے کچھ حرج نہیں اتنی ہنسی یہ حاجی عبد الرحیم صاحب کے
طریقہ کی نشانی ہے انتہیٰ اور بقیہ اس قصہ کا یہ ہے کہ پھر شہاب الدین سفر
حج میں حضرت ہی کے جہاز پر سوار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مع الخیر

بیت اللہ شریف میں ان کو پہنچایا اور وہاں ایک جدا مکان کرایہ دے
کر اُنھوں نے لیا اور اس میں اُترے اور حضرت نے دو آدمی اُن
کے پاس تعین کر دئے اور ان سے فرمادیا کہ ان کو ہر روز ایک بار ہمارے
پاس لایا کرنا پھر ایک روز وقت نماز مغرب کے حضرت علیہ الرحمۃ نے
مالکی مصلے پر بیٹھ کر کہ سامنے بیت اللہ شریف کے ہے شہاب الدین کے
والد کے لئے دعا کی بعد اس کے بایاں ہاتھ شہاب الدین کی پشت پر
رکھا اور داہنے ہاتھ سے ان کی داڑھی پکڑی اور فرمایا کہ اب یہاں
اللہ تعالیٰ نے تم کو بزرگ بنادیا اور وہاں تمہارے والد کو پھر جب بعد
فراغ حج کے حضرت بیت اللہ شریف سے اپنے وطن کو تشریف لے چلے
پھر شہاب الدین کو اپنے ساتھ جہاز پر سوار کیا اور مع الخیر کلکتہ میں
آئے اور اُن کے والد سعد الدین کو بلایا اور ان کو سپرد کیا وہ شہاب الدین
کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور کہا سبحان اللہ کیا ہی اللہ تعالیٰ نے
آپ کی دعا سے میرے بیٹے کا حال بدل دیا بڑی میری قسمت ہے اور
شہاب الدین ان کو دیکھ کر کمال راضی ہوئے کہ الحمد للہ کیا ہی خوب میرے
باپ کا حال ہو گیا انتہیٰ **حکایت** شیخ امام بخش نام ایک سوداگر بڑا
مالدار اور صاحب اقتدار تھا اُس نے اول دو بار حضرت علیہ الرحمۃ
کی بڑی دھوم دھام سے ضیافت کی اور کھانا کئی طرح کا بہت
نفیس کھلایا تھا چنانچہ پلاؤ زردہ شیرمال قورمہ وغیرہ سب

تھا اور حضرت کے تمام لوگوں کی دعوت کی بعد اس کے ایک روز اور
حضرت کے تمام لوگوں کی دعوت کی بعد اس کے ایک روز اور وہ حضرت
کو اپنے مکان میں لے گیا اور جو لوگ ہمراہ رکاب ہدایت انتساب حضرت
علیہ الرحمۃ کے گئے تھے ان سب کو زردہ اور پلاؤ کھلایا پھر حضرت
سے عرض کی کہ میرے زنانے مکان میں آپ تشریف لے چلیں ہم
لوگوں نے ان سے کہا کہ اندر جاکر پردہ کرواؤ وہ اندر گئے اور پھر
وہاں سے آئے اور کہا کہ پردہ ہوگیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ ان کے
ہمراہ اندر مکان کے تشریف لے گئے وہاں تمام عورتیں لباس فاخرہ پہنے
ہوئے بے پردہ فرش پر بیٹھی تھیں آپ یکایک ان کو دیکھ گھبرائے اور
دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر دھر کر لاحول پڑھتے ہوئے باہر آئے
عورتوں نے شیخ امام بخش سے کہا کہ حضرت دونوں ہاتھ آنکھوں پر
دھر کر باہر کیوں تشریف لے گئے خیر تو ہے یہ سن کر وہ باہر آئے حضرت
علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ یہ لوگ مانند جانوروں
کے ہیں، اُنہوں نے پوچھا کہ حضرت خیر تو ہے، آپ نے فرمایا کہ شیخ جی
اس وقت مجکو اپنے مکان میں لے گئے اور کہا کہ پردہ ہوگیا ہے وہاں
جو میں گیا تو دیکھا تمام عورتیں ایک فرش پر بے پردہ بیٹھی ہیں میں
وہیں سے لوٹ آیا اور باہر مکان میں بہت کرسیاں بچھی ہوئی تھیں پھر
ایک کرسی پر حضرت بیٹھ گئے اور شیخ امام بخش بھی آکر ایک کرسی پر

حضرت کے پاس بیٹھ گئے باقی اور کرسیوں پر اور لوگ بیٹھ گئے پھر
آپ نے شیخ امام بخش کی مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہارے اس ملک
میں پردے کا دستور نہیں ہے اور یہاں کے لوگ اس کی بھلائی
بُرائی سمجھ نہیں سمجھ بوجھتے ہیں، اُنھوں نے عرض کی کہ اس وقت
موافق کہتے آپ کے لوگوں کے میں اندر گیا اور وہاں کوئی غیر مرد
نہ تھا میں نے فرش بچھوایا اور عورتوں کو اس پر بٹھا کر میں باہر
چلا آیا، میں نے جانا آپ اسی کو پردہ فرماتے ہیں، حضرت نے اُن سے
فرمایا کہ اندر جاؤ اور عورتوں کو ایک طرف دالان میں بٹھا کر
دروں کے پردے چھوڑ دو پھر ہم یہاں باہر آکر پردے کا
حال تم کو بتادیوینگے اور اس ملک کا یہ دستور ہے کہ جو جس کے نوکر
چاکر خدمتگار ہیں وے بے تکلف اس کے زنانے مکان میں
عورتوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور جو چیز دینی ہوتی ہے وہ ان کو
دے آتے ہیں اور جو چیز لینی ہوتی ہے وہ مانگ لاتے ہیں وے
عورتیں اُن سے نہیں پردہ کرتی ہیں، پھر شیخ امام بخش اندر مکان
کے گئے اور پردہ کرواکر باہر آئے پھر حضرت نے ہم لوگوں سے
فرمایا کہ یہاں مولانا عبدالحئی صاحب کو بلا کر بٹھانا ہم تھوڑی

دیر میں آتے ہیں یہ فرما کر پھر آپ تو اندر گئے ہم نے مولانا صاحب
ممدوح کو بلا کر وہاں بٹھایا کچھ عرصہ میں حضرت بھی اندر سے تشریف
لائے پھر شیخ امام بخش تین سو روپے اور بیس اشرفیاں اور
پندرہ تھان سفید اور چھینٹ کے اور کوئی پانچ پانچ تولے عطر
کی دو شیشیاں اپنے مکان سے لائے اور یہ سب سامان حضرت
کے سامنے رکھا اور نذر کیا، آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ یہ سب
اٹھا لو ہم نے اٹھا لیا پھر حضرت پردہ کرنے کی خوبی اور نہ
کرنے کی برائی شیخ امام بخش سے بیان کرنے لگے یعنی پردہ نہ
کرنا رسم کفار کی ہے اور اس میں بڑے بڑے فساد اور بہت
قباحتیں ہیں اور اس میں نافرمانی خدا و رسول کی ہے یہ سب
سے بڑھ کر گناہ ہے اور اسی طور کے کلمات جو مناسب جانے
فرمائے، شیخ امام بخش نے عرض کی کہ ہمارے اس تمام ملک
میں کسی کے یہاں یہ شرعی پردہ نہیں ہوتا ہے تمام شرفا
غربا کے گھروں کا یہی حال ہے اور اب یکایک اس کا بندوبست
کرنا امر دشوار ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں
سے یہ بیدینی رفع کرے اور بغیر اس کے تو میرے خیال

میں نہیں آتا ہے کہ اس امر کو عورتیں مانیں، پھر حضرت نے مولانا
عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو دور دور تک یہاں وعظ
ونصیحت اس امر میں سناویں، مولانا صاحب نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں
جو ارشاد ہو بجا لاؤں مگر یہاں کی عورتیں تو طرح طرح کی بلاؤں
میں مبتلا ہیں فقط ایک پردہ نہ کرنا ہی تو نہیں شرک و بدعت کیا کم
کرتی ہیں آپ ان کے لئے دعا کریں اور ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار
میں ہے پھر حضرت نے ننگے سر ہو کر بہت دیر تک کمال الحاح وزاری
اور عجز وانکساری کی جناب باری میں دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
شیخ بھائی تھوڑے دنوں میں تم دیکھو گے حال ان کی عورتوں کا کہ جو لوگ
اپنے یہاں پردہ کروانے سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے اس کا
بندوبست کرنا مشکل ہے کہ وے آپ خوشی با خوشی پردہ کرینگے اور
جو شرک و بدعت میں مبتلا ہیں وے توحید و سنت پر قائم ہو جاوینگے
اور جب اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو مع الخیر حرمین شریفین سے پھر یہاں لاوےگا
تب تم ہی لوگ ہم سے بیان کروگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسی ہدایت
کی اور بھی اسی طور کی بہت باتیں آپنے فرمائیں اور جس وقت حضرت علیہ الرحمۃ
شیخ امام بخش کے زنانے مکان میں تشریف لے گئے تھے اس وقت ہم چند
آدمی ایک چبوترے پر جوتا پہنے کھڑے تھے شیخ امام بخش کے نوکر چاکر

اور محلہ کے لوگ ہم لوگوں سے تو نہ بولے مگر آپس میں چپکے چپکے کچھ
کہنے لگے ہمارے ساتھ کے شیخ باقر علی نے ان سے پوچھا کہ بھائیو کیا ہم
لوگوں کی طرف اشارہ کرکے باتیں کرتے ہو ان میں سے ایک نے کہا کہ
یہ چبوترہ تعزیہ رکھنے کا ہے ہم لوگ اس کا ادب کرتے ہیں اور تم سب
جوتا پہنے اس پر کھڑے ہو یہی باتیں آپس میں کرتے تھے ہم لوگ یہ سُن کر خاموش
ہو رہے جب حضرت علیہ الرحمۃ اندر سے تشریف لائے تب ہم نے یہی حال
عرض کیا، آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر شیخ امام بخش نے کہا کہ حضرت یہ چبوترہ
ہمارے دادا نے بنوایا تھا تب سے ہمارے یہاں تعزیہ بنتا ہے، آپ نے فرمایا
کہ شیخ بھائی اب تم نے تمام شرک و بدعت سے توبہ کی ہے یہ چبوترہ دور
کرو، انھوں نے عرض کی کہ حکم ہو تو اس کو ابھی کھود ڈالوں، آپ نے فرمایا
کہ ہے یہی بات مگر اس پر چھوٹی سی مسجد بنالو کہ تمہارے نوکر چاکر اس میں
نماز پڑھا کریں گے شیخ موصوف یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئے کہ انشاء
اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا، پھر حضرت اُسی چبوترے پر بیٹھے اور چاہا کہ شیخ
موصوف کو اپنا خلیفہ بناویں انھوں نے عرض کی کہ میں اس امر کی لیاقت
نہیں رکھتا ہوں اور یہ بارگراں مجھ سے نہ اُٹھیگا، آپ نے فرمایا کہ شیخ
تم اس سے انکار نہ کرو ہم ضرور تم کو خلیفہ کرینگے اور یہ بھاری بوجھ
نہیں ہے بلکہ بھاری بوجھ کو ہلکا کرنے والا ہے یہ بات سُن کر وہ

آبدیدہ ہوئے پھر حضرت نے اپنے یہاں سے منگا کر ایک ٹوپی ان کے سر
پر رکھی اور ایک کرتا پہنایا اور خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ بنایا اور اُن کے
لئے دعا کی اور فرمایا کہ شیخ بھائی خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ بعد چند روز کے
اس خلافت کی خیر و برکت ظہور میں لاویگا پھر حضرت اُن سے رخصت
ہونے لگے، اُنہوں نے عرض کی کہ میرے باغیچہ تک بھی تشریف لے چلئے پھر
آپ جائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر چلئے پھر وہ حضرت کو اپنے باغیچہ میں لے گئے وہاں
ایک بہت مکلف کوٹھی بنی تھی شیخ ممدوح نے اس کا دروازہ کھولا حضرت
اُس کے اندر گئے بہت نفیس فرش بچھا تھا اور دروازوں میں آئینے اپنے
موقع پر لگے تھے اور شیشہ کے جھاڑ چھت میں لٹکتے تھے غرضکہ بڑی تیاری کی
کوٹھی تھی پھر ایک کرسی پر حضرت کو بٹھایا اور سب کارخانہ اور اسباب وہاں
کا آپ کو دکھایا اور عرض کی کہ یہ کوٹھی آپ کی خادمہ نے بنوائی ہے سو اس
کی طرف سے آپ کی نذر ہے للہ آپ قبول فرماویں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
اس کا احسان کو دیوے ہم نے اس کو قبول کیا اور اب ہم نے اپنی طرف سے
یہ کوٹھی تم کو دی تم جو چاہو کرو اور ہم لوگ تو مسافر ہیں ان مکانوں کو
کیا کریں شیخ موصوف نے عرض کی کہ حضرت یہ بات تو نہ ہو گی یہ مکان آپ
کا ہے چاہئے بیچ ڈالئے اور چاہئے کسی کرایہ دار کو دیجئے اس میں شیخ موصوف
کے نوکروں نے ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت اس کوٹھی کو کیوں نہیں قبول کرتے
ہیں اگر کسی کرایہ دار کو رکھ دیویں تو سو روپے ماہوار آویگا اور

اگر بیچ ڈالیں تو پندرہ ہزار روپے کا بکے گا، اس عرصہ میں قادر بخش
لکھنوی جو کلکتہ میں دلالی کرتے تھے اُنہوں نے جاکر حضرت کے کان
میں کہا کہ شیخ امام بخش کے نوکر جاکر یوں کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم تو
غریب مسافر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو ہر روز نیا کھانا نیا پانی اور نیا
مکان دیتا ہے پھر بھلا ہم مکان کیا کریں پھر حضرت نے شیخ صاحب
موصوف سے فرمایا کہ یہ مکان ہم نے اپنی طرف سے تم کو دیا یہ تم کو مبارک
رہے اور اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں اس سے بہتر مکان تم کو عطا
کرے پھر آپ نے ان کے لئے دیر تک خوب دعا کی بعد فراغ دعا کے شیخ
صاحب موصوف نے اپنے اُس باغچہ کا میوہ جو اس فصل میں تھا منگوا
کر حضرت کے آگے رکھا آپ نے سب کو تقسیم کروا دیا وہ میوہ نارنگیاں
اور کیلے کی پھلیاں تھیں اور اناناس بھی اور نیبو وغیرہ بھی تھے پھر
وہاں سے حضرت مکان پر تشریف لائے اس وقت مولوی محمد یوسف
صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ آپ نے اکثر امیروں کو خلافت نامہ
دئے ہیں اور غریبوں کو کم آپ نے فرمایا یہ خلافت نامے تو بجائے
تخم کے ہیں جیسے کوئی بوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے فوائد آگے کو ظاہر
ہونگے **حکایت** کلکتہ میں ایک پیرزادے صاحب تھے ان کا نام

نہیں یاد ہے اُنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کو کہلا بھیجا کہ آپ
میرے غریب خانہ میں تشریف لاویں، آپ نے فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ
ہم کسی وقت آوینگے یہ سُن کر شہر کے چند شخصوں نے آپ سے عرض کی کہ
آپ نے ان پیر زادے صاحب کے مکان پر جانے کا اقرار کیا ہے
وہ شخص تو کچھ خلاف شرع سے ہیں، آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا کام
خلاف شرع کرتے ہیں انھوں نے عرض کی کہ وہ نجومی ہیں اور شہر
کے اکثر پنڈت نجومی ان کے پاس جاتے ہیں اور قواعد نجوم اُن سے
دریافت کرتے ہیں اور آپ کو جو وہاں اپنے مکان پر وہ بلاتے ہیں سو
صرف اسی امر کی بحث کرنے کو بلاتے ہیں سوا اس کے اور کوئی غرض ان
کی نہیں ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خیر جو کچھ ہوگا دیکھا جاویگا
اور ان پیر زادے صاحب کے آدمی سے فرمایا کہ تم پرسوں آنا انشاء
اللہ تعالیٰ ہم تمہارے ساتھ چلیں گے پھر موافق وعدہ کے وہ آدمی
بینس لے کر آیا اور عرض کی کہ سواری حاضر ہے آپ تشریف لے چلیں
آپ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے یہ سن کر بیعت لینی موقوف
کی اور ان لوگوں سے فرمایا کہ اس وقت ہم کو کسی صاحب کی ملاقات
کو جانا ہے انشاءاللہ تعالیٰ وہاں سے آ کر بیعت لیوینگے پھر بینس پر

سوار ہوئے اور پچیس تیس آدمی ہم لوگ آپ کے ہمراہ چلے، آپ نے ہم
لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر جو بات
ان پیرزادے صاحب نے اپنے دل میں سوچ رکھی ہوگی انشاءاللہ تعالیٰ
وہ بات ایک ہی ان سے بن پڑیگی اور وہ راہ راست پر آجاوینگے اور
تم لوگ وہاں آپس میں کسی طور کی گفتگو نہ کرنا خاموش بیٹھے رہنا اور
مولوی امام الدین صاحب اور صوفی نور محمد صاحب کو بھی آپ نے اپنے
ساتھ لیا تھا پھر جب آپ کی سواری پیرزادے صاحب کے حاطہ کے
پھاٹک پر پہنچی آپ سواری سے اُترے تو دیکھا کہ پھاٹک کی چوکھٹ
سے پیرزادے صاحب کی کوٹھی تک پگڑیاں بچھی ہیں ان کے لوگ جو وہاں
سے آپ کو لینے آئے انھوں نے عرض کی کہ آپ ان پگڑیوں پر چلئے آپ
نے ان سے فرمایا کہ پگڑی تو سر میں باندھنی چاہئے اور چلنے کے واسطے اللہ
تعالیٰ نے زمین بنائی ہے ہم تو زمین پر چلیں گے انھوں نے کئی بار تکرار
وہی عرض کی کہ آپ اسی پر چلئے آپ نے کسی طور سے نہ مانا اور زمین پر
ہو کر ان کے بنگلہ میں جہاں وہ پیرزادے صاحب تھے تشریف لیگئے
اور سلام علیکم کیا اُنہوں نے جواب سلام کا دیا اور مصافحہ اور معانقہ
کرکے حضرت کو فرش پر بٹھایا اور عافیت مزاج کی پوچھی، آپ نے
ان کی خیر وعافیت پوچھی، اور ہم لوگ وہیں فرش پر جابجا بیٹھ

گئے پھر ان کا آدمی عطر اور پان لایا سب نے عطر لگایا اور پان کھایا پھر
وہ بزرگ کچھ ادہر ادہر کی حضرت سے باتیں کرنے لگے اور حضرت موافق
عادت شریف اپنی کے ان کی طرف دیکھنے لگے اس عرصہ میں وہ بزرگ
یکایک چپ ہوگئے اور ہم لوگوں کی طرف دیکھنے لگے اور ہم لوگ عطر لگا
رہے تھے پھر انھوں نے حضرت سے عرض کی کہ جو حال آپ کا میں نے
زبانی بعض لوگوں کے سنا تھا اس سے بہت بڑھ کر پایا کہ بیان اس کا
مجھ سے نہیں ہو سکتا اور آپ کے دیدار فیض آثار سے طبیعت بہت خوش
ہوئی اور جو سوال بطور اعتراض کے میرے خیال میں تھے کہ آپ سے پوچھونگا
وے سب دل سے محو ہوگئے اور اب ایک بھی یاد نہیں یہ آپ کی ظاہر
کرامت اور بزرگی ہے آپ نے فرمایا کہ جو بات آپ کو یاد ہو بے تکلف آپ
پوچھیں انشاءاللہ تعالیٰ مجکو جو معلوم ہوگا بیان کرونگا انھوں نے عرض
کی کہ اب سوال یہی ہے کہ میں اُن سب باتوں سے توبہ کرتا ہوں آپ مجھ
سے بیعت لیویں پھر حضرت نے ان سے بیعت لی اور جو مرید ان کے وہاں
حاضر تھے ان سب سے بیعت کروائی اور جو وہاں حاضر نہ تھے ان کو حکم
دیا کہ جو ہمارا مرید سید صاحب کے دست مبارک پر بیعت نہ کریگا وہ
ہمارا نہیں ہے اور پھر ایسا وقت نہ ملیگا یہ سُن کر حضرت نے فرمایا کہ
آپ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ ان سے بیعت لیں اور ہم

آپ کو خلافت نامہ بھی دیوینگے یہ بات سن کر وہ بہت خوش ہوئے پھر
انہوں نے بہت سی مٹھائی منگوائی اور تقسیم کروائی بعد اس کے حضرت وہاں
سے اپنے مکان پر تشریف لائے اس کے اگلے روز سویرے اپنے چند مریدوں
سے وہ پیرزادے صاحب حضرت کی ملاقات کو آئے اور وقت رخصت
کے عرض کی کہ کل میرے یہاں آپ کی ضیافت ہے' آپ نے عذر کیا کہ
آپ تکلف ضیافت کا نہ کریں' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے
سبب سے مجکو ہدایت نصیب کی اسلئے دعوت کرتا ہوں' پھر حضرت نے ان
کی دعوت قبول کی پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کے ہمراہ کتنے آدمی ہیں
آپ نے فرمایا کہ قریب ساڑھے سات سو آدمی کے ہونگے' انہوں نے
عرض کی کہ مجھ سے کھانا پکوانے کا انتظام نہ ہو سکیگا نقد روپے
بھیجدونگا آپ اپنے یہاں ہزار آدمی کا کھانا پکواویں' آپ نے فرمایا
کہ خیر جو آپ کی خوشی ہو پھر وہ اپنے مکان کو گئے اور وہاں سے دو سو
روپے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ کل سویرے میں آکر حاضر ہونگا پھر حضرت
نے بازار سے دس من چاول منگوائے اور ہم لوگوں سے جو کھانا پکاتے
تھے فرمایا کہ اگر تم کو تکلیف نہ ہو تو پلاؤ اور زردہ پکا لو ولا ایک
ہی ان میں سے جو چاہو' ہم نے عرض کی کہ جیسا ہم لوگوں سے ہو سکیگا
ویسا کرینگے پھر ہم نے اور باقی سامان لاکر دونوں طرح کا کھانا

پکایا اور پیر ون نہ چیڑہنے پایا کہ پلاؤ بھی تیار ہوگیا اور زردہ بھی
اور وہ پیر زادے صاحب بھی حضرت کے پاس آئے تھا آپ نے اُن سے
فرمایا کہ کھانا پکتا ہے جاکر دیکھو تو کیا دیر ہے پھر وہ ہمارے پاس آئے
اور دونوں کھانے دیکھ بہت خوش ہوئے اور وہ دن جمعہ کا تھا شہر
کے لوگ سویرے سے واسطے نماز کے آنے لگے جب لوگوں کی کثرت ہوئی
تب ہم لوگوں نے عرض کی کہ جو لوگ گھر والے اور جماعت والے ہیں وہ
تو اپنا کھانا لیجاویں گے اور جو آپ کے پاس رہنے والے ہیں اور چالیس
پچاس آدمی شہر کے یہ سب قریب تین سو آدمیوں کے ہونگے اگر ان
کو کہیں بٹھاکر کھلادیں اور شہر کے لوگ بہت جمع ہیں اگر وہ ان کے ساتھ
بیٹھ جاویں تو اس کا کیا انتظام کیا جاوے یہ سُن کر آپ ایک ساعت
چپ رہے پھر آپ نے فرمایا کہ ہم بھی چل کر دیکھیں گے کہ کھانا کیسا پکا
ہے پھر آپ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا دیکھیں تو تم نے کیسا کھانا
پکایا ہے ہم لوگ سمجھ گئے کہ واسطے برکت کے آپ کو کھانے میں اپنا دست
مبارک لگانا منظور ہے اور دیکھنا کچھ ضرور نہیں پھر ہم نے دیگوں کے
منہ کھول دئے پھر آپ نے کئی دیگوں کے چاول ہاتھ میں لے کر دیکھے
اور کہا کہ کھانا بہت خوب پکا ہے جمعہ کی نماز کا وقت قریب ہے
اب ایک طرف سے تقسیم کرنا اور کھلانا شروع کرو کہ جلد فراغت

ہو جاوے اور جو کوئی کھانا کھانے کو بیٹھے اس کو منع نہ کرو اللہ
تعالیٰ اس میں برکت کریگا تم خاطرجمع رکھو کسی امر کا اندیشہ نہ کرو اور اُن
پیرزادے صاحب سے فرمایا کہ آپ چاہیں تو مکان میں چل کر بیٹھیں
اور چاہیں یہاں کھانے کا حال دیکھیں یہ کہہ کر آپ مکان کو تشریف
لے گئے پھر ہم نے گھر والوں کو اور جماعت والوں کو بلا یا وے سیانے
اپنے برتن لے کر آئے اور ہم نے بسم اللہ کر کے زردہ اور پلاؤ نکال
نکال کر دینا شروع کیا جب یہ سب اپنا اپنا کھانا لے گئے تب جو اور
لوگ باقی رہے ان کو بٹھا کر کھلانا شروع کیا اور پیرزادے صاحب
ایک درخت کے نیچے شطرنجی بچھادی تھی اس پر بیٹھے ہوئے یہ تمام
حال دیکھ رہے تھے جب قریب سو آدمیوں کے کھانا کھا چکے تب ہم
نے ان پیرزادے صاحب سے کہا کہ اب آپ اپنے آدمیوں سے بھی
کہہ دیویں کہ وے آکر کھالیویں انہوں نے ہر چند عذر کیا مگر ہم لوگوں
نے نہ مانا قریب سو آدمیوں کے ان کے ہمراہ تھے پھر ان کو بھی بٹھا
کر کھلایا اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ ایک تو کھا کر اُٹھتے تھے اور دوسرے
آکر وہیں بیٹھتے تھے اور کھانا کھاتے تھے یہی تار تھا اور کھانے والوں کی
کثرت دیکھ کر وہ پیرزادے صاحب اپنے دل میں گھبرائے کہ خدا

خیر کرے، ہم لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں
کھانا بہت ہے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بھوکا نہ رہیگا پھر جب سب
کھاکر فارغ ہوئے تب ہم لوگوں سے پہلے اُن پیرزادے صاحب
نے جاکر حضرت سے عرض کی کہ حضرت میں تو لوگوں کی کثرت دیکھ
کر گھبرا گیا اور کہنے لگا خدا خیر کرے مگر اللہ تعالیٰ نے سب کام پورا
کردیا اور دو دیگ کھانا بچ رہا یہ آپ کی دعا کی برکت ہے اس عرصہ
میں میاں عبداللہ اور خدا بخش باورچی نیارسی اور یہ خاکسار
دین محمد ان تینوں نے جاکر حضرت کی خدمت بابرکت میں عرض
کی کہ تمام لوگ اپنے اور بیگانے باخوبی کھا چکے اور دو دیگ کھانا
بچ رہا ایک دیگ زردہ کی اور ایک پلاؤ کی آپ نے پوچھا کہ
کتنے لوگوں نے کھایا ہوگا ہم نے عرض کی بے شمار ہم کو نہیں معلوم
جو لوگ جماعت کے آئے تھے وہ کھاتے گئے مگر شہر کے اور
پیرزادے صاحب کے آدمیوں نے حضرت سے عرض کی کہ آپ
کے ہمراہیوں کے سوا قریب ہزار آدمیوں کے کھا گیا ہوگا
پھر وہ پیرزادے صاحب اور جو اہل شہر وہاں حاضر تھے
اس کرامت ظاہرہ سے نہایت حضرت کے معتقد ہوئے اور

آپس میں کہنے لگے کہ یہ محض سید صاحب کی دعا برکت ہے
والا اس قدر کھانے میں اتنے آدمی کیونکر کھاتے پھر حضرت نے
ان پیرزادے صاحب سے فرمایا کہ آج تو روز جمعہ کا ہے ہم کو فرصت
نہیں کل کے روز انشاءاللہ تعالیٰ ہم آپ کو خلافت نامہ دینگے یہ
خوشخبری سن کر وہ اپنے مکان کو رخصت ہوگئے اگلے روز پھر آکر
حاضر ہوئے، حضرت نے ان کو ایک کرتا دیا اور ایک پگڑی عنایت
فرمائی اور مولانا عبدالحئی صاحب سے خلافت نامہ اُن کو لکھوا دیا
اور ان کو حاجی عبدالرحیم صاحب کے سپرد کیا کہ توجہ دیویں پھر حاجی
صاحب نے کئی روز ان کو توجہ دی، ایک دن انھوں نے حضرت
سے عرض کی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے اگر میں آپ کے
دست مبارک پر توبہ نہ کرتا اور یوں ہی مرجاتا تو میری عاقبت تباہ
ہوتی اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں آپ کو گویا میری ہی ہدایت کے لئے
بھیجا ہے اب آپ دعا کریں کہ پروردگار مجھکو تا دم موت اسی توبہ
پر قایم رکھے۔ پھر حضرت نے ان کے لئے دعا کی پھر وہ رخصت ہو کر
اپنے مکان کو گئے اور اس دعوت کا کھانا ہم لوگوں کے ساتھ خدا بخش
باورچی بنارسی نے پکایا تھا حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

خدا بخش تم نے کھانا خوب پکایا اُس نے کہا کہ حضرت مجکو کیا
شعور اور سلیقہ ہے مجکو اپنی عمر بھر میں یاد نہیں پڑتا کہ پان سات
سیر سے زیادہ آٹا اور تین چار سیر سے زیادہ گوشت کبھی میں نے
پکایا یا ہو اسی قدر ہمیشہ پکا کر بیچا کیا جو کچھ دو تین آنے خدا نے دلوائے
اس میں اپنا گذارا کیا یہ آپ کے آدمی آج کھانا پکا رہے تھے میں
بھی اس میں شریک ہو گیا اور آپ کی دعا سے کھانے کی درستی ہو گئی
حضرت نے فرمایا کہ آج سے تم ہی میاں عبداللہ اور دین محمد کے
ساتھ کھانا پکانے میں رہا کرو جو کچھ تم سے یہ کہا کریں للّٰہ فی اللہ
کیا کرو حاجیوں کی خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت
دونوں کی خیر کریگا پھر ہم لوگوں سے حضرت کو معلوم ہوا کہ خدا بخش
کو اچھی طرح سے نماز یاد نہیں ہے' آپ نے فرمایا کہ ان کو میاں جی
محی الدین کے سپرد کرو کہ ان کو نماز سکھلاویں اور اللہ تعالیٰ کا نام بتاویں
اور بزرگ بناویں پھر ان کو میاں جی ممدوح کے سپرد کیا اُنھوں نے
ان کو نماز سکھائی اور خدا کا نام تعلیم کیا اور تتمہ اس حکایت کا یہ
ہے کہ خدا بخش حضرت کے ہمراہ حج کو گئے اور حج کر کے مع الخیر بنارس
میں آئے اور حضرت سے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے

مکان کو جاؤں اور آپ میرے لئے دعا کریں پھر حضرت نے
دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالی تمہارے ہاتھ سے مخلوق کو فائدہ
پہنچاویگا اور روزی سے تم کو محتاج نہ کرے گا اور اجازت
گھر جانے کی دی پھر حضرت تو اپنے وطن شریف کو اپنے ہمراہیوں
کے ساتھ تشریف لے گئے اور خدا بخش اپنے گھر میں رہے اور اپنی
دوکانداری بیطوائی کرنے لگے پھر جب حضرت اپنے وطن شریف
سے ہجرت کرکے ولایت افغانستان میں گئے اور وہاں سے مجکو واسطے
کسی کار کے ہندوستان میں بھیجا اور میرا اتفاق بنارس جانے کا ہوا
اور وہاں تیلیا نالے پر مرزا ایلاقی شاہزادے کے مکان میں اترا میں
خدا بخش سے ملاقات ہوئی وہ مجکو اپنی دکان پر لے گئے اور وہاں
بٹھایا اور اپنا حال مجھ سے بیان کرنے کہ بھائی دین محمد میں ایک
دبی پان سات سیر آٹا اور تین چار سیر گوشت معمولی پکا کر اسی
دکان پر رکھتا ہوں اور بیچتا ہوں سید صاحب کی برکت سے اللہ تعالی
باخوبی میری گذران کرتا ہے پھر وہاں سے تھوڑی دیر میں اپنے
مکان پر مجکو لے گئے اور کہا کہ یہ مکان میں نے خریدا ہے اور
یہ کنواں بنایا ہے اور اس محلہ میں کسی کوئیں کا میٹھا پانی سوائے اس
کے نہیں ہے ہمیشہ صبح سے پہر رات گئے تک پانی بھرنے والوں کا مجمع

اس پر رہتا ہے اور یہ حضرت کی دعا کی برکت ہے جو آپ نے
میرے حق میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں سے لوگوں کو
فائدہ پہنچاوے والا اس قدر روپے میرے پاس کہاں تھے جو
میں کواں بھی بنواتا اور مکان بھی مول لیتا پھر وہاں سے مجکو اپنے
دکان پر لاکر بٹھایا اور مجکو کھانا کھلایا اور مجھ سے کہا کہ کل
سویرے تمہاری دعوت ہے، پھر میں وہاں سے شاہزادے محمد روح
کے مکان پر آیا اور میرے ساتھ حسین خاں نام ایک اور بھی آدمی
تھا اس کو میں بستر پر چھوڑ گیا تھا پھر اگلے روز سویرے خدا بخش ہم
دونوں کو اپنے مکان پر لے گئے اور کھانا کھلایا پھر بعد فراغ کھانے
کے میں نے حسین خاں کو مکان پر واسطے حفاظت اپنے اسباب کے
بھیجدیا پھر میں خدا بخش کے ساتھ ان کی دکان پر آیا پھر وہ
اپنی دکان کے کاروبار میں مشغول ہوئے اس عرصہ میں لوگ
شہر کے اپنے لڑکے پڑکے بیمار لے کر آنے لگے اور کہنے لگے حاجی صاحب
دم ڈالدو پھر انھوں نے کچھ پڑھ کر ان سب پر دم کیا جب
وے لوگ اپنے گھروں کو گئے تب میں نے خدا بخش سے پوچھا کہ تم
کیا پڑھ کر لڑکوں پر دم کرتے ہو انھوں نے کہا بھائی صاحب
تم تو خوب جانتے ہو کہ میں پڑھا لکھا کچھ نہیں ہوں مگر سید صاحب

کی دعا کی برکت کا اثر ہے اللہ تعالی کا نام لے کر دم کر دیتا
ہوں جس کو اللہ تعالی چاہتا ہے شفا دیتا ہے ہر روز اس دکان
پر یہی حال رہتا ہے اور ابتدا اس دم کرنے کی یہ ہے کہ جب میں
سید صاحب کے ساتھ حج کر کے یہاں آیا تب بعض بعض آدمی
اپنے بیمار لڑکوں کو میرے پاس واسطے دم ڈلانے کے لانے لگے میں
ان سے کہتا کہ بھائیو تم سب جانتے ہو کہ میں اُمّی آدمی ہوں مجکو
اس امر میں کچھ دخل نہیں وہ کہتے کہ اگرچہ تم کچھ پڑھے نہیں ہو
مگر حج تو کر آئے ہو ہمارے لڑکوں پر تم دم ڈال دو مجکو حضرت
کا فرمانا یاد آیا، آپ نے مجھ سے ارشاد کیا تھا کہ جو کوئی تجھ سے
ملنے کو آوے اس کو تو نماز روزے کی تاکید کیا کرنا اور توحید
و سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی ناواقفوں کو بتا
دیا کرنا سو یہی بات میں نے اختیار کی اور ان لوگوں سے میں نے
کہا کہ بھائیو جب تم نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا اقرار
کرو تب ہم تمہارے لڑکے بالوں پر دم ڈالا کرینگے پھر رفتہ
رفتہ صدہا آدمیوں نے اقرار کیا اور نماز پڑھنے اور روزہ
رکھنے لگے اور شرک و بدعت سے تائب ہوئے اور تب سے میں دم

ڈالنے لگا انتہیٰ **حکایت** حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے خواہر زادے سید احمد علی صاحب مرحوم ومغفور لکھنؤ میں قندھاری کے رسالے کے سواروں میں نوکر تھے جب حضرت علیہ الرحمۃ وطن سے بیت اللہ شریف کو چلنے لگے تب سید احمد علی صاحب نے اپنے اہل وعیال حضرت کے ہمراہ کر دئے اور حضرت سے عرض کی کہ آپ آگے تشریف لیچلیں میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے پیچھے کار ضروری سے فراغت کرکے آؤنگا پھر جب حضرت مع الخیر کلکتہ میں پہنچے تب سید احمد علی صاحب آکر حضرت سے ملے اور پانچ ہزار روپے کی ہنڈوی لائے اور حضرت کو اطلاع کی کہ یہ ہنڈوی ان روپوں کی ہے جو نواب معتمد الدولہ غازی الدین حیدر والی لکھنؤ کی طرف سے آپ کی نذر کئے تھے اور آپ نے نہیں لئے تھے اور اس کا حال آگے لکھا گیا ہے اور سید احمد علی صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے اور سب عزیزوں اور دوستوں سے کہا کہ میں سب صاحبوں کو ایک خوشخبری سناتا ہوں سب نے بڑے اشتیاق سے پوچھا کہ فرمائے کیا خوشخبری ہے کہا شاہ عبدالقادر صاحب کا قلمی ترجمہ ستر روپے کا لایا ہوں اور سب کو دکھلایا سب لوگ دیکھکر کمال خوش ہوئے کہ ستر روپے میں گویا مفت ملا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے وہ پانچ ہزار روپے

کی ہنڈوی شیخ قادر بخش لکھنوی کو دی اور پانچ ہزار روپے کے انگریزی نوٹ جو منشی امین الدین خاں نے دئے تھے وہ حوالہ کئے اور فرمایا کہ یہ دس ہزار روپے کی رقم واسطے نول جہازوں کے شیخ رمضانی کی کوٹھی میں جمع کرا آؤ اور اس سے پہلے تیرہ ہزار روپے معرفت دین محمد کے وہیں جمع ہیں یہ سب تیئیس ہزار روپے ہوئے اور باقی روپے جو اور ہمارے یہاں جمع ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ہم بھیجدیں گے پھر وہ دسوں ہزار کی رقم شیخ قادر بخش اس کوٹھی میں جمع کرائے **حکایت**

حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس ہر روز منشی امین الدین خاں صاحب کے باغ میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی کی جمعیت رہتی تھی خصوصاً روز جمعہ کے اتنی کثرت لوگوں کی ہوتی تھی کہ جس کا کچھ شمار نہیں ایک دن جمعہ کو اس قدر آدمی جمع ہوئے کہ جگہ ملنی لوگوں کو دشوار ہوئی پھر وقت نماز کا ہوا اذان کہی گئی اور جانمازیں بچھائی گئیں اور مصلی امام کا کنارے تالاب کے بچھایا گیا اور لوگوں نے سنتیں پڑھیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کوٹھی میں تھے مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ آج لوگوں کی کثرت زیادہ ہے ہم تو نماز پڑھ کر چلے آوینگے اس لئے کہ لوگ مصافحہ کرنے کو ہجوم کرینگے ایسا نہ ہو کہ آدمی کمزور بیچارے کچل جاویں اور آپ ہمارے مصلی پر بیٹھ کر وعظ فرماویں اور آٹھ آدمی حضرت نے واسطے محافظت مولانا

ممدوح کے مقرر کئے وہ یہ تھے پھلت کے شیخ جلال الدین صاحب مولانا صاحب کے سالے اور شیخ عبداللہ مولانا صاحب کے ہمزلف اور سہارنپور کے شیخ کریم بخش اور شیخ محمد حسن اور ضامن علی اور ساذر بھوری کے جانی جراح اور کریم بخش گنگوہی اور قادر شاہ ہریانوی اور مولانا صاحب کے وعظ میں قرآن مجید مولوی وحید الدین صاحب پھلتی پڑھا کرتے تھے ان کو واسطے قرآن پڑھنے کے فرمایا پھر حضرت مکان پر سنتیں پڑھ کر مکان سے باہر نکلے تو دروازے تک نمازیوں کی صفیں تھیں کسی طرف مارے کثرت کے لوگوں کے رستہ نہ معلوم ہوتا تھا جو لوگ کوٹھی میں حضرت کے ساتھ تھے اُن سے آپ نے فرمایا کہ ادھر تو کہیں باہر نکلنے کا رستہ نہیں ہے تم کوٹھی کے دوسرے دروازے کی طرف سے جاؤ جہاں نہیں جگہ پانا وہاں کھڑے ہو جانا اور میں اور میاں عبداللہ اور پھلت کے شیخ عبدالحکیم اور شیخ ضیاء الدین یہ چاروں حضرت کے ساتھ چلے گئے پھر حضرت تو مصلی پر کھڑے ہوئے اور ہم چاروں کو کہیں جگہ نہ ملی کہ وہاں کھڑے ہوں پھر حضرت نے ہم میں سے دو کو اپنی داہنی طرف کھڑا کیا اور دو کو بائیں طرف اپنی ایڑیوں کے برابر پھر اقامت ہوئی آپ نے اللہ اکبر تحریمہ نماز کا باندھا اور نماز پڑھائی اور دعا کر کے آپ نے چاہا کہ وہاں سے کوٹھی کو تشریف لیجاویں ہر طرف سے لوگوں نے مصافحہ کرنے کو گھیر لیا اور اس طرح کا اس وقت

شور و غل لوگوں کا تھا کہ کوئی کسی کی بات نہیں سنتا تھا یہ حال
دیکھ کر حضرت کو اندیشہ ہوا کہ آدمی دب نہ جاویں اُس وقت آپ
مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑے تھے پھر جانب شمال منہ
کیا اور رنگ آپ کے چہرہ مبارک کا سرخ ہو گیا اور بال بدن پر کھڑے
ہو گئے یہ آپ کا حال دیکھ کر میں نے اور میاں عبداللہ نے شیخ عبدالحکیم اور
شیخ ضیاء الدین کو اشارہ کر کے بلایا کہ ان سے یہ حال کہیں وہ دونوں
ہم تک نہ آنے پائے کہ حضرت علیہ الرحمۃ دفعتہً ہم سب کی نظروں
سے غائب ہو گئے سب ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ سید صاحب کہاں ہیں
اس عرصہ میں آپ نے کوٹھی کے دروازے سے باواز بلند پکار کہا کہ بھائیو
السلام علیکم سب نے کہا کہ یہ آواز سید صاحب کی کدھر سے آئی پھر جو
دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کوٹھی کے دروازے پر ایک ہاتھ سے دروازے
کا اترنگ اور دوسرے ہاتھ سے باز و پکڑے ہوئے کھڑے تھے اس
میں کچھ لوگ مولانا صاحب کا وعظ سننے کو وہیں بیٹھ گئے اور باقی حضرت
علیہ الرحمۃ کی طرف مصافحہ کرنے کو جھکے آپ ان کو دیکھ کر اندر کوٹھی کے
چلے گئے اور اپنی جگہ پر جا بیٹھے پھر لوگوں نے وہیں جا کر مصافحہ کرنا شروع
کیا اور آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے جاتے تھے اور بیعت والوں سے بیعت
بھی لیتے جاتے تھے یہاں تک کہ اذان عصر کی ہوئی آپ نے بیعت لینی موقوف

کی اور نماز پڑھ کر بیعت لینی شروع کی یہاں تک کہ ڈیڑھ پہر رات سے
زیادہ گئی تب ہم لوگوں نے بیعت کرنے والوں سے کہا کہ اب جاکر اپنے گھر
میں سو رہو اور حضرت بھی آرام کریں پھر سب آدمی رخصت ہو کر چلے گئے ہم
نے دروازہ بند کر لیا' حضرت نے مولانا عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے جو وعظ
فرمایا اس میں کیا بیان تھا انھوں نے کہا کہ فلانے فلانے بیان تھے
مگر وہ تقریر مجکو یاد نہیں ہے پھر پھلت کے مولوی محمد یوسف صاحب
نے آپ سے پوچھا کہ حضرت جبکہ بعد نماز لوگوں نے آپ پر ہر طرف سے
ہجوم کیا تب آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور بال بدن پر کھڑے ہو گئے اور
ہزاروں آدمیوں کے انبوہ سے دفعتہً آپ غائب ہو گئے اور یہاں کوٹھی
کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے یہ کیا معاملہ عجیب و غریب تھا' آپ نے
فرمایا کہ وہ معاملہ یہ تھا کہ جب ہزاروں لوگ میری طرف یکبارگی واسطے
مصافحہ کے جھکے مجکو خیال اس بات کا ہوا کہ ایسا نہ ہو اسی اثنا میں مجکو
جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ جلد تو یہاں سے نکل جا نہیں لوگ دب جاوینگے
میں نے عرض کی کہ الٰہی میں کیونکر یہاں سے باہر نکلوں یہ امر تو میرے اختیار
سے باہر ہے پھر حکم ہوا کہ ہم تجکو نکالتے ہیں بعد اس کے تمام لوگ اسی
کثرت سے کھڑے رہے اور جناب باری نے وہاں سے مجکو کوٹھی کے
دروازے پر پہنچا دیا پھر میں نے شکر الٰہی ادا کر کے سب لوگوں کو سلام

کیا تاکہ سب لوگ آگاہ ہو جاویں کہ میں یہاں ہوں اور جو اس وقت
دیکھنے والوں نے وہ حال میرے بدن اور چہرہ کا دکھا دیا وقت الہام کا
تھا اور الہام کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے اور جب کوئی کسی
درویش یا بزرگ کو اس حال میں دیکھے تو اس سے کچھ کلام نہ کرے بلکہ دعا
طلب کرے یہ بات سن کر ہم لوگوں نے عرض کی کہ حضرت ہم کو یہ حال
معلوم نہ تھا والاّ آپ سے دعا کرواتے مگر اب اس کا کیا علاج کریں
آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ سب بھائیوں کے لئے ابھی ہم دعا کرینگے پھر آپ سر برہنہ ہو کر دعا میں
مشغول ہوئے اور ہم سب لوگ آمین آمین کہتے تھے اور اس وقت تمام
حضار مجلس پر ایک حال واقع تھا کہ گویا اپنے آپ میں نہ تھے پھر
جب دعا سے فارغ ہوئے تب مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمانے لگے
کہ مولانا صاحب جب ہمارے سید احمد علی صاحب لکھنؤ سے یہاں آئے
اور یہاں کی ہدایت خلق اللہ کا حال دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور یہ تمام
کارخانہ ہدایت کا اختیار الٰہی میں ہے اس میں کسی کا دخل نہیں ہے جن
روزوں میں تکیہ پر تھا وہاں ایک روز جناب باری عز اسمہ سے مجکو
الہام ہوا کہ جو تیرا ارادہ ہجرت کا ہے سو اب موقوف کر ہم کو منظور ہے
کہ پہلے تو حج کو جا اس سفر حج میں ہم اپنے بندوں کو تجھ سے بہت فائدہ

پہنچاویں گے اور تیرے درجے بڑھاوینگے جب پروردگار سے مجکو
یہ امر ہوا تب پہلے میں نے یہ حال اپنے بھانجے سید عبدالرحمن سے کہا کہ
پہلے میرا ارادہ ہجرت کرنے کا تھا سو منظور الہی یہ ہے کہ پہلے میں حج کو
جاؤں وہاں سے آکر پھر ہجرت کروں کہو تمہارا کیا ارادہ ہے انہوں
نے کہا کہ جدہر ارادہ آپ کریں میں آپ کے ساتھ ہوں یہ بات سن کر
میں بہت خوش ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ ہم کو بہت آرام سے لے
چلیں گے اور باخوبی خدمت کرینگے اور کھانے کپڑے سے انشاءاللہ تعالیٰ
کسی بات کی تم کو تکلیف نہ ہونے پاویگی، انہوں نے کہا کہ یہ آپ کیا
فرماتے ہیں جب ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ارادہ کیا تب آپ کی
خدمت گذاری اور خبر گیری کی کیا حاجت وہی پروردگار کافی ہے اس
امر میں کئی بار تکرار میں نے ان سے کہا کہ میں تمہارے کھانے کپڑے
اور خرچ راہ کی خبر لونگا مگر انھوں نے نہ مانا اپنے اُسی توکل پر رہے
پھر میں نے کہا کہ تم اپنی بی بی کو بھی لے چلنا اُنھوں نے کہا کہ مجکو اپنی جان
کا اختیار ہے اور کسی کا میں ذمہ دار نہیں ہوں وہ آپ کی بھتیجی ہیں آپ ان کو راضی کریں
اگر چلیں تو بہتر ہے پھر میں نے ان سے کہا وہ چلنے پر راضی ہوئیں پھر میں
نے سید محمد علی صاحب سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ حج کی تیاری کرو انھوں
نے کہا میں چلنے کو حاضر ہوں مگر اس شرط پر کہ میری سواری اور خوراک

کا آپ ذمہ لیویں، میں نے کہا کہ خیر کیا مضائقہ سب کچھ اللہ تعالیٰ
سامان کر دیگا آپ تیاری تو کریں اور ہم دس روپے ماہ بماہ دیا کرینگے
اس سے باخوبی آپ کا گذارہ ہوگا وہ بھی راضی ہوئے پھر میں نے سید احمد علی
صاحب سے کہا اُنھوں نے کہا میں چلنے کو حاضر ہوں مگر آپ میرے
اہل وعیال کو اپنے ہمراہ لیتے چلیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ بعد چند روز کے کار
ضروری سے فراغت کرکے میں بھی کہیں رستے میں آپ سے آکر ملونگا پھر
میں نے سید حمید الدین سے کہا وہ بھی اپنے اہل وعیال سے چلنے کو مستعد ہوئے
اور مجھ سے کہا کہ آپ میری زاد راہ کا فکر نہ کرنا میرے پاس بیت اللہ
شریف کے جانے آنے کا خرچ ہے پھر میں نے تکیہ اور بریلی اور نصیر آباد کے
بھائی بندوں سے کئی بار سمجھا کر کہا کہ تم بھی میرے ساتھ زیارت حرمین
شریفین کو چلو وہ طرح طرح کے اعتراض لایعنی کرنے لگے کوئی تو کہتے
تھے کہ تمہارے پاس ایک روز کھانے کا خرچ نہیں ہے اور ہر ایک سے
کہتے ہو کہ تم بھی چلو کیا لوگوں کو تباہ کرنے کا ارادہ ہے اگر تم کو جانا ہے
تو دو چار آدمیوں سے چلے جاؤ ہر ایک کا بار اپنے اوپر کیوں لیتے ہو اور
کوئی کہتے تھے کہ تم جو کچھ دکن سے کما لائے ہو وہ چند روز گھر میں بیٹھ
کر چین سے کھاؤ اور جو لوگ مسکین و محتاج تم نے جمع کئے ہیں ان کو
جواب دو کہ وہ اپنے گھر جاؤ نہیں تو چند روز میں جو کچھ تمہارے

پاس سے کھائی کر اپنا سا فقیر و محتاج تم کو بھی کر دینگے میں اُن سے کہتا
تھا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو تیرے ساتھ جاوینگے
ان کا ذمہ دار میں ہوں کہ با آرام تمام ان کو لیجاؤنگا اور حج کروا کر
مع الخیر لے آؤنگا سو تم بھی چلو اور کسی امر کا اندیشہ نہ کرو میرے
پروردگار کا خزانہ معمور ہے اس کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں ہے مگر
میرا کہنا کسی صاحب نے نہ مانا جن لوگوں کو پروردگار نے چاہا وہ تو آئے
اور باقی لوگ اپنی تقریر لاطینی پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم و فضل
سے ہم غریبوں عاجزوں کو مع الخیر یہاں پہنچایا اور مجھکو یقین کامل ہے
کہ یہاں سے حرمین شریفین میں بھی پہنچاونگا اور پھر ساتھ خیر کے وہاں سے
لاونگا یہ تمام قصہ سُن کر مولانا عبد الحئی صاحب نے کہا کہ حضرت آپ
نے بجا فرمایا یہ بات قدیم سے یوں ہی چلی آتی ہے کہ جہاں کہیں کوئی
مقتدا صاحب ارشاد و ہدایت ہوا ہے اس کے قرب و جوار کے یگانے
اور بیگانے اس کی نعمت عظمیٰ سے اکثر محروم رہے ہیں **حکایت**
شیخ عبد الستار لکھنوی جو حضرت کے ہمراہ آئے تھے اُن کا باپ قادر بخش
نام بہت برسوں سے کہیں گھر سے چلا گیا تھا اور کچھ اس کا حال کسی
نہ معلوم تھا کہ کہاں ہے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے لکھنؤ میں عبد الستار
کی والدہ اور عزیزوں سے فرمایا تھا کہ مجھکو جناب الٰہی سے اُمید

قوی ہے کہ اُن کو ان کے باپ سے ملا دیگا مگر یہ نہیں معلوم ہے کہ کہاں
ملا دیگا سو ایک روز کلکتہ میں ایک شخص بڈھے حضرت کے پاس آئے
اور سب کے ساتھ انھوں نے بھی بیعت کی اور حضرت سے حال پوچھا
کہ آپ کا وطن شریف ہندوستان میں کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ
رائے بریلی کے تکیہ میں تب انھوں نے کہا کہ میرا بھی مکان لکھنؤ میں فلانی
جگہ ہے اور میں کئی برس سے یہاں دلالی کرتا ہوں اور مجکو اپنے وطن کا
حال معلوم نہیں آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اُنھوں نے کہا قادر بخش
آپ نے پھر پوچھا کہ تمہارے کوئی لڑکے بالے بھی تھے اُنھوں نے
کہا کہ ہاں ایک لڑکا تھا مگر اب ہمیں معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا
آپ نے پوچھا کہ اس کا نام کیا تھا اُنھوں نے کہا کہ عبدالستار تب
حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمہارے بیٹے کو ہم اپنے ساتھ لیتے آئے
ہیں اور کسی سے فرمایا کہ بلاؤ عبدالستار کو اور کہا کہ تم اپنے بیٹے سے
ملو عبدالستار آئے دونوں کو ملایا اور فرمایا کہ یہ تمہارا بیٹا ہے تم
ان کے باپ ہو اس کا قصہ مفصل ہم آگے لکھ چکے ہیں جب سے اُنھوں
نے بیعت کی دلالی چھوڑ دی کرتے اور حضرت کے پاس بھی حاضر رہتے پھر
عبدالستار نے اپنی والدہ اور بھائی بندوں کو لکھنؤ کو خط لکھا کہ
جیسا حضرت علیہ الرحمہ نے لکھنؤ میں فرمایا تھا کہ تمہارا باپ جہاں

کہیں ہوویگا اللہ تعالی تمہارے باپ سے ملا دویگا انکو سو ویساہی ہوا کہ
اللہ تعالی نے حضرت کی دعا کی برکت سے یہاں کلکتہ میں ہمیں باپ سے
ملا دیا تم خاطر جمع رکھو پھر ایک روز قادر بخش اس خاکسار دین محمد
کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چلو تم کو کوٹھی میں شیخ عبداللطیف صاحب
بلاتے ہیں، میں نے جواب دیا کہ میں حضرت سے پوچھ لوں، انھوں نے
کہا کہ حضرت کے پاس مجمع کثیر ہے ہم نے حضرت سے پوچھ لیا ہے تم
چلے چلو پھر میں ساتھ ان کے گیا اور جا کے ملاقات کی، شیخ صاحب نے
فرمایا کہ پانچ طرح کی بانگی چاولوں کی آئی ہوئی رکھی ہے اور وہ کوٹھی
شیخ رمضانی اور شیخ صاحب کے ساجھے کی تھی اور آگے حال شیخ عبداللطیف
کا لکھ چکا ہوں کہ ستائیس کوٹھیاں ان کی ہندوستان کے شہروں میں
تھیں، گماشتے سے لیے کہا کہ بانگی چاولوں کی جو رکھی ہوئی ہے لاکر ان
کو دکھلاؤ، گماشتے نے بانگی لاکر کھول کھول کر دکھلانا شروع کیا
وہ چاول پانچ قسم کے تھے اور پانچوں قسم کی بانگی میں نے لی اور ان
سے ہر ایک کا نرخ پوچھا اُنہوں نے ایک روپیہ من کی اور ایک اٹھارہ
آنے من، اور ایک سوا روپے من اور ایک ڈیڑھ روپے من اور ایک
دو روپے من، پھر وہ پانچوں بانگیاں لے کر حضرت کے پاس گیا اس وقت تیاری نماز عصر کی

ہو رہی تھی پھر بعد فراغ نماز کے میں نے حضرت سے عرض کی کہ میں چاولوں
کی بانگیاں لایا ہوں آپ دیکھ کر جو پسند کریں وہ چاول خرید کے جاویں
آپ نے فرمایا کہ کوٹھی کے اوپر چلو وہاں آکر ہم دیکھیں گے بعد اس کے
آپ بھی تشریف لائے اور وہ ہر قسم کے چاول ملاحظہ فرمائے اور مجھ
سے ہر ایک قسم کا نرخ پوچھا میں نے جدا جدا عرض کیا آپ نے ڈیڑھ
روپے کے من کے چاول پسند کئے اور فرمایا کہ یہ چاول ٹوٹے بھی بہت
ہیں اور ملے بھی ہیں اور دوسرے روپے من کے چاول بھی پسند کئے مگر وہ ابالے
دھانوں کے تھے یہ نقص ان میں تھا اس سبب سے آپ نے وہ نہ لئے قادر بخش
دلال بھی وہیں حاضر تھے انہوں نے عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو نے ابلے دھانوں
کے چاول اسی قسم کے تلاش کئے جاویں آپ نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں ہے ڈیڑھ
روپے من کے خوب ہیں اور یہ پرانے اور خوشبودار ہیں شیخ بھائی یہی چاول
خرید کرو اور دین محمد تمہارے ساتھ ہیں شیخ جی نے عرض کی کہ بہت اچھا اور
مجھ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ رہو پھر شیخ جی نے عرض کی کہ تیئس ہزار
روپیہ معرفت میاں دین محمد اور قادر بخش کے اور سات ہزار روپیہ اور جو
آپ نے بھیجے سو یہ تیس ہزار روپیہ آپ کے ہمارے یہاں کوٹھی میں جمع ہیں
آپ نے فرمایا کہ لیتے میں کسی اسباب ضروری کے فرق نہ پڑے اور جو روپیہ

کی حاجت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہم تمہاری کوٹھی میں جمع کر دینگے انہوں
نے کہا بہت اچھا، یہ کہہ کر وے تو رخصت ہوئے دوسرے روز سعد الدین
ناخدا اور منشی امین الدین اور شیخ امام بخش اور شیخ رمضانی اور منشی حسن علی
ضلع بیر بھوم کے اور پانچ چار ناخدا جہازوں کے اور بہت سے ذی عزت سو
دو سو آدمی جمع ہو کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے فضل و کرم سے گیارہ جہازوں کی تدبیر کروادی مگر گیارواں جہاز ہم
نے موقوف کر دیا یہ خبر فرحت اثر سُن کر آپ نے جزاک اللہ اور الحمد للہ شکر ہے
اس پروردگار کا کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے ہم عاجز و ناچار بندوں
کا سامان مہیا کر دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ ان جہازوں کے کیا کیا نام ہیں
اُنھوں نے عرض کی کہ ایک دریا بقی دوسرا عطیۃ الرحمٰن تیسرا فتح الکریم
چوتھا فیض ربانی پانچوں فتح الباری چھٹا فتح الرحمن ساتواں غفر الحمدی
آٹھواں عباسی نواں تاج دسواں فیض الکریم شیخ غلام حسین خاں فخر التجار
کو جب تحقیق خبر معلوم ہوئی کہ مجھ سے الگ ہی الگ یہاں کے سوداگروں نے سید
صاحب کے واسطے جہاز کرایہ کر لئے تب ایک دن حضرت کے پاس آکر اُس
نے عرض کی کہ چار جہاز ان دنوں میرے خالی کھڑے ہیں آپ انھیں پر اپنے
لوگوں کو سوار کر کے بیت اللہ شریف کو تشریف لے جاویں یہاں سے
مکہ تک کا جو کچھ زادِ راہ اور اسباب ضروری حاجت ہوگا وہ سب جہازوں

پر سوار کر دیا جاویگا اور زیارت حرمین شریفین سے فراغت کر کے پھر
اسی سامان کے ساتھ انھیں جہازوں پر وہاں سے آپ تشریف لانا اس
امر کا میرا ذمہ ہے، آپ نے فرمایا کہ شیخ بھائی تم نے بات معقول کہی
مگر ہم نے اپنے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جب ہم کو اللہ تعالیٰ زادراحلہ
کا سامان کر دیگا تب ہم جہازوں کا کرایہ دے کر اور اپنے ہمراہیوں
کو ساتھ لے کر بیت اللہ شریف کو جاوینگے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی
مخلوق کا بار احسان نہ اٹھاوینگے اس میں چاہیں برسیں گذر جاویں اس
بات کا کچھ غم نہیں، جب شیخ موصوف نے حضرت سے یہ صاف جواب سنا
تب اس نے عرض کی کہ آپ کو میرے جہازوں پر اس طرح سوار ہوتا
منظور نہیں ہے تو جو صاحبوں نے آپ کے واسطے جہاز کرایہ کئے ہیں ان
میں میری بھی شراکت ہو جاوے، آپ نے فرمایا کہ اس میں میرا دخل نہیں
ہے تم جا کر ان سے صلاح کر و اگر وہ مانیں تو کیا مضائقہ ہے تم بھی شریک
ہو جاؤ، جب اس نے جانا کہ یہ بھی پیچ میرا پیش نہ گیا اور جو لوگ میرے
بجائے محکوم کے ہیں سید صاحب مجھ سے اُن کی خوشامد کروانی چاہتے ہیں
یہ مجھ سے کب ہوگا تب وہ مایوس ہو کر حضرت کے پاس سے اٹھا اور
ان جہاز والوں سے جا کر کہا کہ تم بڑے نادان ہو جو سولہ روپے آدمی
تم نے کرایہ منظور کیا سید صاحب تو امیر کبیر اور مالدار شخص ہیں اگر تم

نقد پچیس روپے تم ان سے مانگتے تو وے اپنی غرض کو دیتے مگر
اب ایک صورت تمہارے انکار کی ہے کہ ان کا غلہ اور اسباب بھی تو
جہازوں پر رکھا جاویگا اس کا کرایہ تم دو روپے من کے حساب سے
ان سے جدا طلب کرو اور جو وے نہ مانیں تو تم بھی نہ مانو یہ بات
سن کر وہ اپنے اقرار سے پھر گئے اور جن صاحبوں کے جہاز کرایہ
کئے تھے ان سے کہنے لگے کہ سولہ روپے تو ہم نے صرف آدمیوں کے قول
لئے ہیں غلہ اور اسباب اس سے خارج ہے اس کا کرایہ دو روپیہ من کے
حساب سے ہم جدا لیویں گے اُنہوں نے کہا کہ اس کا کیا سبب کہ پہلے
تم نے خوشی بخوشی سولہ روپے آدمی قبول کیا اور اس وقت اور اسباب
کے کرایہ کا تم نے کچھ ذکر نہ کیا اور اب تم نے یہ شاخ نکالی ہم کو معلوم
ہوا کہ تم کو شیخ غلام غلام حسین خان نے بہکایا ہے اور تم غلام حسین
خان کے دہل ہیں اگرچہ وہ ہم لوگوں سے بڑا مالدار ہے مگر وہ اکیلا ہے
اور ہم چھوٹے چھوٹے سوداگر بہت ہیں اور اکثر تمہارا جہازوں کے پاس ہیں
ہم لوگوں سے بھی پڑتا ہے فقط شیخ غلام حسین خان سے ہی ہیں یہ تم جو
عہد شکنی کرتے ہو یہ بات تمہاری لیاقت کے خلاف ہے اور تمہارے تو
صرف دس ہی جہاز ہیں اور یہاں دریا میں تم بھی جانتے ہو کہ چھوٹے بڑے
سب جہاز ملاکر دس ہزار سے کم ہوں گے ان کا کاروبار ہم ہی لوگوں

ے متعلق ہے، انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے اقرار تو ہم نے تم سے بیشک کیا تھا مگر کیا کریں اس میں ہمارا بڑا نقصان ہے اور جہازوں کی بار برداری کا حال تم خود جانتے ہو کہ وہ دو بیس من سے کم نہیں ہے اب تم ہی جو ہمارے لئے مناسب جانو سو کرو پھر ان سب نے مشورہ کیا کہ چاولوں اور اسباب وغیرہ کا بوجھ پانچ چھ ہزار من سے کم نہ ہوگا دو روپے من کے حساب سے دس بارہ ہزار روپے ہونگے اس کی صلاح یہ ہے کہ فی نفر چار روپے اور زیادہ کردو اس میں ان کی بھی خوشی ہوگی اور سید صاحب کو بھی فائدہ ہوگا کہ ساڑھے سات سو آدمیوں کے تین ہزار روپے ہوتے ہیں اتنے اور بڑھا دو پھر یہی بات ان سے کہی اس میں وہ راضی ہوگئے اور آپس میں مبارکباد دے کر وہاں سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور اول سے یہ سب حال عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ جزاکم اللہ تم نے بہت خوب کام کیا اور پھر آپ نے ان کے واسطے دعا کی، پھر انھوں نے حضرت سے کہا کہ اگر مرضی مبارک میں آوے تو چل کر جہازوں کا بھی ملاحظہ کرلیویں سب جہاز گنگا کے کنارے کھڑے ہیں، آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے ہم چلیں گے پھر آپ نماز ظہر کی پڑھ کر تشریف لے گئے اور تختوں کی سڑک پر جا پہنچے اور وہ سڑک بہت ہی مکلف اور خوبصورت بنی تھی پھر آپ اس سڑک پر کھڑے

ہوئے اور کنارے سڑک کے گنگا ہے وہیں سب جہاز کھڑے تھے
پھر آپ ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاز پر گئے اور سب مکان اس کے
دیکھے نیچے کے بھی اور اوپر کے بھی پھر آپ نے کہا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ
یہ دن تو لایا کہ جہاز دیکھنے میں آئے اور اس جہاز کا ناخدا تھا آپ
نے اس کو ایک سقطی لنگی بیش قیمت عنایت فرمائی اور کئی تھان نینسکھ
وغیرہ کے اس کو دیئے گنتی ان کی مجکو یاد نہیں اور اس سے فرمایا کہ ہمارے
لوگوں کو آرام کے ساتھ لیجانا کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پاوے انشاء
اللہ تعالیٰ تمہارا جہاز جلد ساتھ خیر و عافیت کے جدہ میں پہونچیگا اور ہر
صدمہ سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا اور بر تقدیر اگر کسی طرح کا صدمہ
پیش آوے تو نہ گھبرانا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ رکھیگا پھر سعد الدین
ناخدا اور شیخ امام بخش اور شیخ رمضانی اور شیخ عبد اللطیف وغیرہم
نے حضرت سے عرض کی کہ سب جہازوں کے ناخدا منتظر ہیں کہ حضرت ہمارے
جہاز دیکھنے تشریف لاوینگے اگر آپ مناسب جانیں تو تشریف لے چلیں
آپ نے فرمایا کہ وقت عصر کا قریب ہے اب جاکر نماز پڑھینگے اس وقت
ہم کو فرصت نہیں ہے پھر کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ لیویں گے پھر آپ
وہاں سے آپ باغ کو تشریف لائے **حکایت** ایک روز سعد الدین

ناخدا اور شیخ رمضانی اور شیخ عبد اللطیف وغیرہم مجھ سے پوچھنے
لگے کہ سب آدمی حضرت کے ہمراہ کتنے ہونگے، میں نے کہا کہ جن لوگوں
کا نول دینا ٹھہرا ہے وہ تو سات کم سو آدمی ہیں اور علاوہ ان کے
سات اوپر پچاس ساکین ہیں اور قریب سو کے لڑکے اور لڑکیاں
ہیں ان کا نول نہیں دیا جاویگا یہ سب ملاکر قریب ساڑھے آٹھ سو آدمیوں
کے ہیں مگر کھانا اس طور سے تقسیم ہوتا ہے نابالغ لڑکوں کا مردوں کا آدھا
ملتا ہے اور نابالغہ لڑکیوں کا آدھا عورتوں کا دیا جاتا ہے اور یہ مقرر کیا
ہوا حضرت علیہ الرحمۃ کا ہے سعد الدین نے کہا کہ خیر انداز آدمیوں کا معلوم
ہوا اور آدمی پیچھے دو لیتے چاول کے مقرر ہیں اور ایک لیتے میں دو من
چاول ہوتے ہیں تو ساڑھے آدمیوں کے سترہ سو لیتے چاہیئے سو ہم دو
ہزار لیتے چاولوں کے اور تین سو لیتے دال کے اور جس قدر حاجت آٹے
کی ہو اس قدر آٹا بھی جہازوں پر چڑھا دیا جاویگا، میں نے کہا ہاں
آٹا تو ضرور چاہیئے پھر پچاس لیتے آٹا انہوں نے تجویز کیا بعد اس کے
یہ سب جنس مذکور خریدی گئی تفصیل اس کی یہ ہے مع ظروف وغیرہ کے
دو ہزار لیتوں میں چار ہزار من چاول ڈیڑھ روپے من کے حساب
سے چھ ہزار روپے کے اور تین سو لیتوں میں چھ سو من دال سورکی

روپے من کے حساب سے چھ سو روپے کی اور دال سور کی جہازوں
پر اس لئے چڑھاتے ہیں کہ تھوڑے ایندھن پانی میں جلد پک جاتی ہے
اور باورچیخانہ جلد خالی ہو جاتا ہے کہ اوروں کے کام آوے اور پچاس
بستوں میں سو من آٹا دو روپے کے حساب سے دو سو روپے کا اور
سوا آنہ قیمت ہر بستے کی اور وہ دوہرے ٹاٹ کے بستے تھے یہاں ان
کو بورے کہتے ہیں اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے نام کے یعنی سید احمد
کے ایک سو ستائیس عدد ہوتے ہیں وہی عدد واسطے پہچان اپنے مال کے ہر
بستے پر لکھوائے گئے تھے سو ہر بستے پر وہ عدد لکھوائے اور بستوں کے منہ
سلوائے فی بستہ پاؤ آنہ مزدوری دی گئی اور شہر سے جہازوں تلک
کی باربرداری حمالوں کی بستے پیچھے ڈھائی آنے دی گئی مع قیمت اور
ڈھلوائی وغیرہ یہ سب فی بستہ چار آنے ہوئے اور سب بستے دو ہزار اور
ساڑھے تین سو تھے سب کے پانسو ساڑھے تاسی روپے ہوئے اور
تانبا ان دنوں کلکتہ میں سوا روپے سیر تھا سو پانچ دیگیں وزن میں
کچھ اوپر چھ چھ پنسیری کے تھیں ان میں سے ایک دیگ میں تو من بھر چاول
پکتے تھے اور چار میں سات سات پنسیری وہ پانچوں دیگیں قیمت میں کچھ
کم دو سو روپے کی تھیں اور پانچ دیگچے وزن میں سوا دس سیر کے تھے
کہ ہر ایک میں سات آٹھ سیر دال پکتی تھی وہ پانچوں دیگچے قیمت میں کچھ

اوپر تر سیٹھ روپے کے تھے. اور چھ دیگیں وزن میں کچھ اوپر پانچ پانچ
پنسیری کے تھیں اور ہر ایک میں چھ چھ پنسیری چاول پکتے تھے اور قیمت
میں وہ کچھ اوپر ایک سو اٹھاسی روپے کے تھیں اور چھ دیگچی سوا آٹھ آٹھ
سیر کی تھے کہ ہر ایک دیگچے میں چھ سیر دال پکتی تھی اور وہ قیمت میں قریب
باسٹھ روپے کے تھے اور پانچ سینیاں بڑی دیگوں کی کچھ کم یا سوا
پچیس روپے کی اور گیارہ سینیاں گیارہ دیگچوں کی قیمت میں کچھ
کم یا سوا چالیس روپے کی اور دس کفگیر کچھ کم یا سوا بیس روپے کے
اور دس چمچے پانچ روپے کے غرضکہ سب ظروف سی چھ سو تئیس روپے
کے تھے اور سات کم سات سو آدمیوں کا نول فی نفر بیس روپے سب
کے تیرہ ہزار آٹھ سو اور ساٹھ روپے دئے گئے اور تین جہازوں کے
دبوسے تینوں کے واسطے عورتوں کے لگ گئے اور فتح الکریم جہاز آدھے
دبوسے کے چار سو روپے ہوئے اور غراب احمدی ساڑے دبوسے کے
آٹھ سو روپے، یہ روپے نول سے زیادہ دئے گئے اور سب عورتیں
چار جہازوں پر سوار تھیں یعنی دریا بقی اور فتح الکریم اور غراب احمدی
اور فیض ربانی پر سو حال دریا بقی کا جس پر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ

سے اس کا حال حضرت سید عبدالرحمن صاحب نے لکھا ہے انتہیٰ،
پھر خرید اسباب اور درستی سامان وغیرہ کے سعد الدین اور شیخ رمضانی
اور شیخ عبداللطیف وغیرہم تاجروں نے جاکر حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
سے تمام حال خرید اسباب وغیرہ کا عرض کیا، آپ نے سن کر اور خوش ہو کر
فرمایا کہ جزاکم اللہ جو کچھ تم نے کیا بہت خوب کیا اور جو کچھ سامان کی درستی
باقی ہو سب درست کر دو پھر کسی اسباب ضروری کی حاجت نہ ہو، انہوں
نے عرض کی کہ سب سامان کی درستی ہو گئی ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ کسی امر
کی تکلیف نہ ہو گی مگر ایک ایک دو دو پیپے پانی کے ہر جہاز پر رکھوا دینا
ضرور چاہئے یہ بات البتہ باقی ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ کسی امر میں حرج
نہ ہو گی، آپ نے فرمایا کہ جتنے پیپے مناسب جانو رکھوا دو تم کو اختیار ہے
پھر جہاز فتح الکریم پر تو کوئی پانی کا پیپا دھرا گیا باقی اور سب جہازوں
پر دھرا مگر مٹکوں بہت کہ ایک ایک پانی کا دھر گیا یا دو دو، پھر ایک روز
حضرت نے سب جہازوں کے ناخداؤں کو بلوا کر فرمایا کہ ہمارے لوگوں کو ساتھ
آرام کے لیجانا کسی طور ان کو رنج و تکلیف نہ ہونے پاوے اس میں تمہارے
لئے دنیا میں بہتری ہو گی اور آخرت میں بھی، انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کا
فائدہ تم اسی سفر میں دیکھ لو گے اور آخرت کا فائدہ جو اللہ تعالیٰ عطا کرے گا

وہاں دیکھوگے اور اگر کسی نوع کی تکلیف دوگے تو تمہارا دنیا میں بھی نقصان ہوگا اور آخرت میں بھی کیونکہ یہ سب لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر محض واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے جاتے ہیں اور اسی طور کے کلام ہدایت التیام آپ نے ان سے کئے مگر مجھکو یاد نہیں ہیں اور آپنے یہ بھی فرمایا کہ اگر دریا میں کوئی جگہ صدمہ کی آجاوے تو تم ان لوگوں سے دعا کروانا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے منزل مقصود کو ساتھ خیر و عافیت کے پہنچا دیگا پھر ان سب نے اقرار کیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ ہم ان کو باخوبی ساتھ آرام کے لیجاویں گے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو کچھ تکلیف نہ ہوگی اب آپ ہمارے لئے دعا کریں پھر آپ نے ان سب صاحبوں کے واسطے دعا کی، پھر ان سب نے عرض کی کہ آپ اپنے سب جہازوں کے آگے سوار ہوکر روانہ ہوں گے یا سب کے پیچھے جو منظور ہو ارشاد کریں، آپنے فرمایا کہ جس طرح تمہاری خوشی ہو ہم کو منظور ہے، انہوں نے کہا کہ اگر آپ سب کے بیشتر روانہ ہوں تو بھی انشاءاللہ تعالیٰ آپ کے لوگوں کو بآرام تمام سوار کرکے ہم لیجاویں گے اور اگر سب کے بعد سوار ہوں تب تک اور بھی خدا کے بندے آپ کے فیض سے فیضیاب ہونگے آپ کو یہ صلاح ان کی پسند آئی پھر وہ ہر ایک ناخدا اپنے اپنے جہاز کی تعریف کرنے لگے کہ ہمارا جہاز ایسا تیز رفتار اور اس خوبی کا

ہے آپ ہمارے ہی جہاز پر سوار ہوں یوں ہی سب ناخدا کہتے تھے اور
سب صاحبوں سے جو شہر والے تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ سب کے پیچھے
یہاں سے کونسا جہاز روانہ ہوگا اس کو دریافت کرو ہم اسی پر سوار
ہوں گے پھر انھوں نے شہر میں جاکر ناخداؤں سے پوچھا انھوں نے کہا
کہ سب کے پیچھے دریا بقی روانہ ہوگا' پھر انھوں نے اُن سے کہا کہ دریا بقی
تو بہت پرانا اور نہایت کند رو ہے اس کی اطلاع تو سید صاحب سے
ضرور کرنی چاہیئے آگے وہ مختار ہیں پھر ان سب نے آکر یہی حال حضرت
سے گذارش کیا' آپ نے فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ ہم اس کا جواب تم کو
تیسرے یا چوتھے روز دیو ینگے اگر ہم اس پر نہ چڑھے تو اور ہمارے بھائی
لوگ اس پر چڑھیں گے یہ جواب باصواب سن کر وہ چلے گئے پھر یہ حال
شہر کے جو معتبر شخص تھے انھوں نے سنا کہ سید صاحب کی سواری کو
جہاز دریا بقی مقرر ہوا ہے اس بات سے ان کو تشویش ہوئی سب نے
آکر حضرت سے عرض کی کہ جہاز دریا بقی تمام شہر میں مشہور ہے کہ بہت کم
چلتا ہے اور بہت کہنہ اور شکستہ بھی ہے آپ تو کسی اور جہاز پر سوار ہوں
آپ نے فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے نئے پرانے
سب یکساں ہیں اگر وہ چاہیگا تو اسی کو تیز رو کر دیگا اور بھی اسی قسم
کی آپ نے باتیں کیں پھر اس کے تیسرے یا چوتھے روز آپ نے شیخ عبداللطیف
مرزاپوری سے فرمایا کہ مجھکو اپنے پروردگار کی طرف سے اشارہ ہے کہ

کہ اسی جہاز پر سوار ہوئے سو تم عبدالرحمٰن ناخدا سے کہہ دو کہ سید صاحب
تمہارے ہی جہاز پر سوار ہوں گے، پھر شیخ صاحب نے سب تاجروں کے سامنے
یہی بات ناخدا ممدوح سے کہہ دی یہ بات سُن کر سب لوگ شہر کے آپس میں
کہنے لگے کہ دیکھا چاہئے سید صاحب دریا بقی پر سوار ہو کر کتنے روز وں میں جدہ
تک پہونچیں پھر ایک روز اکثر لوگ غربا اور اُمراء شہر کے اور اپنے لوگ حاضر
تھے حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب انشاء اللہ تعالیٰ ہم جہاز پر سوار ہو کر
جاویں گے تب ہمارے پیچھے بعضے لوگ تو کہیں گے کہ جہاز دریابقی ڈوب گیا
اور بعضے یہ خبر اڑاویں گے کہ تباہی میں آگیا اور بعضے کہیں گے کہ عرب میں جاتے
ہوئے ترکوں نے گرفتار کرلیا سوان باتوں کی تم کوئی صاحب یقین ہرگز نہ
کرنا اور یہی حال حضرت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی لکھا کہ
اور جہاز دریابقی اللہ تعالیٰ سے اُمید قوی ہے کہ جو جہاز یہاں سے پیشتر روانہ
ہوں گے اُنھیں کے قریب قریب جاکر پہنچیگا اور اگلے جہازوں اور دریابقی
کی منزلوں کا شمار کیا جاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب کے آگے پہنچیگا اور
ناخدا وغیرہ لوگ تعجب میں ہوں گے کہ جس طرح تیزاب کی بار ہمارا
جہاز چلا ہے اس طرح کبھی نہیں چلا **حکایت** جہاز دریابقی
پر چار سو بستے چاول کے اور ساٹھ بستے دال کے اور دس بستے
آٹے کے دھرے گئے اور دو دیگیں اور دو دیگچے اور چار سینیاں

اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے جہاز فیض ربانی پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور پانچ لپتے آٹے کے دھرے گئے اور ایک دیگ اور ایک دیگچہ اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے غراب احمدی پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور پانچ لپتے آٹے کے دھرے گئے اور ایک دیگ اور ایک دیگچہ اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے" جہاز فتح الکریم پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور پانچ آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی اور بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن تھے" جہاز فتح الباری پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے" جہاز عطیہ الرحمٰن پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور بیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے" جہاز فیض الکریم پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور تیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے

گئے، جہاز عباسی پر ڈیڑہ سو لیتے چاول کے اور بیس لیتے دال کے
اور چار لیتے آٹے کے دھرے گئے اور ایک بڑی دیگیں اور دو
سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز تاج
پر ڈیڑہ سو لیتے چاول کے اور پندرہ لیتے دال کے اور چار لیتے
آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک
کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز فتح الرحمٰن پر ڈیڑہ
سو لیتے چاول کے اور پندرہ لیتے دال کے اور چار لیتے آٹے کے دھرے
گئے اور دو دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے
گئے، پھر بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اب کوچ کا وقت
قریب آیا ہے سب سے خبر کردو کہ اپنے اپنے کار ضروری سے فراغت
کرکے سب صاحب تیار رہیں مگر اس وقت سوائے چند شخصوں کے جو
آپ کے مشیر تھے اور کسی کو خبر نہ تھی کہ کون صاحب کس جہاز پر سوار
ہوں گے اور کون کس پر انھیں روز دں ایک دن میں اپنے مکان سے
حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس جاتا تھا راہ میں مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم
ومغفور ایک درخت سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے اور کچھ لکھ رہے تھے
مجھکو دیکھ کر کہا کہ دین محمد یہاں آؤ میں جا کر ان کے پاس بیٹھا انھوں نے

وہ کاغذ لکھ کر مجکو دیا، میں نے پوچھا اس میں کیا لکھا ہے اُنہوں
نے کہا کہ پچاس تو مرد ہیں اور پچیس عورتیں اور اُن کے نام تبلئے
اور کہا کہ سید صاحب نے فرمایا ہے کہ فتح الکریم جہاز آج کھلنے والا
ہے سو دین محمد ان سب لوگوں کو اس پر سوار کر کے روانہ ہوں اور ان
سب کی خدمت تمہارے ذمہ ہے اور ان لوگوں سے کہہ دینا کہ جو
کوئی عذر کر کے رہ جاویگا اور نہ سوار ہوگا وہ اور جہاز پر چڑھنے
نہ پاویگا اور یہ بھی سید صاحب نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم دین محمد
کو خوب طرح سے سمجھا دینا کہ اس امر میں عذر نہ کریں اور آج تک
اس طور کی مفارقت ہم سے ان کی نہیں ہوئی ہے اس کا بھی رنج ان
کو ہوگا سو یہ رنج واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے ہے اور ابھی آگے
آگے بہت بار کار جدائی اور مفارقت کے پیش آوینگے کس کس کا رنج
کرینگے اور بھی اسی قسم کی بہت سی فہمائش مجکو کی اور مجھ سے کہا کہ تم
پہلے سب اپنے لوگوں کو یہاں سے روانہ کر کے اور تیار ہو کر سید صاحب کے
پاس رخصت ہونے اور مصافحہ کرنے کو جانا پھر میں اسی وقت مولانا
صاحب سے مصافحہ کر کے رخصت ہوا اور امان اللہ خاں اور مرزا ہمایوں بیگ
لکھنوی اور شیخ لطافت وغیرہم کو بلایا اور شیخ موصوف سے کہا کہ
پانچ کراچیاں بازار سے جلد جا کر لاؤ اور نام بنام سب چلنے والوں کو

سب چلنے والوں کو خبر کردے کہ جلد اپنا اپنا اسباب باندھ کر تیار ہو
کراچیاں آتی ہیں ان پر مع اسباب عورتوں کو سوار کرکے دریا پر
جاؤ اور جہاز فتح الکریم پوچھ کر اس کے پاس کھڑے رہو اور نماز عصر کی
وہیں پڑھنا پھر کوئی پہر دن رہے وہی کراچیاں آئیں سب اسباب
لاد کر اور عورتوں کو سوار کروا کر اور ساڑھے سات روپے مزدوری
کراچی والوں کو دے کر اور سب مردوں کو ساتھ کرکے روانہ کیا پھر
میں نے نماز عصر کی جا کر حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ پڑھی بعد فراغ نماز کے آپ
اپنے زنانے مکان میں گئے ڈیوڑھی تک میں آپ کے پیچھے چلا گیا اور وہاں
دستک دی آپ نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے میں نے اپنا نام لیا آپ
نے فرمایا کہ ٹھہر واندر پردہ دوسرا پڑا تھا آپ نے بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ
کو اس کی آڑ میں کرکے مجھ سے فرمایا کہ اندر آؤ میں جا کر حاضر ہوا آپ
پلنگ پر بیٹھے تھے مجھکو بھی بٹھا لیا اور فرمایا کہ ہم تم کو رخصت کرتے ہیں
اور یہ ہم سے جدائی اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے اور اپنے ساتھیوں کی خدمت
کرتے ہوئے آرام سے لیجانا اور تمہارے جہاز کے بیچ کا آدھ دیوسہ
چار سو روپے کا کرائے لیا گیا ہے اس میں عورتوں کو رکھ دینا، میں نے
عرض کی کہ اس دیوسے میں ان کے لئے پائخانہ کو کہاں جگہ ہے، آپ
نے فرمایا کہ ہم نے ناخدا سے کہہ دیا ہے وہ پردے کی تدبیر کر دیگا

اور ہم تم کو آگے رخصت کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہیں ہم سب
تم سے آکر ملیں گے اور اگر کہیں دریا میں کسی طرح کا صدمہ ہو تو مت
گھبرانا اللہ تعالیٰ ہر صدمہ سے تم کو محفوظ رکھیگا اور آپ کے اسی
پلنگ پر روپے بہت سے دھرے تھے اور اٹھنیاں اور چونیاں بھی
دھری تھیں ان میں سے آپ نے چار تو روپے مجھکو دئے اور چار اٹھنیاں
اور چار چونیاں دیں اور بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ سے فرمایا کہ ہم نے سات روپے
دین محمد کو دئے ہیں تم بھی کچھ دو پانچ روپے اُنھوں نے مجھکو عنایت
کئے پھر میں نے عرض کی کہ میں یہ روپے جہاز پر کیا کرونگا آپ نے فرمایا
تمہارے کام آوینگے اور یہ پانچ روپے انھیں میں ملالو اور تم کو مٹھائی
کا بہت شوق ہے اور ہم نے سنا ہے کہ جہاز پر مٹھائی خراب ہو جاتی ہے ورنہ
کچھ رکھوا دیتے، میں نے عرض کی کہ بھلا اس قدر تو آپ رکھوا دیویں کہ دس
بیس روز میرے کھانے میں آوے' آپ نے فرمایا کہ ایک تھیلا بتاسوں
کا اور ایک مرتوان دس پندرہ سیر گھی کا ناخدا کے ہاتھ تمہارے لئے
بھیجیں گے سو چاولوں کے ساتھ گھی اور بتاسے کھایا کرنا یہی تمہاری مٹھائی
ہے اور اسی طور ایک ایک دو دو تھیلے بتاسوں کے انشاء اللہ تعالیٰ اور
جہازوں پر بھی دھرو ادیوینگے پھر آپ نے اپنے سر مبارک سے ٹوپی
اتار کر میرے سر پر رکھدی اور دوسری ٹوپی بی بی صاحبہ سے لے کر

اپنے سر مبارک پر رکھی پھر آپ نے دعا کی اور دونوں ہاتھ اپنے
میرے سر پر رکھکر ایک میرے سینہ تک لائے اور دوسرا پیٹ تک
پھر میں نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور رخصت چاہی آپنے فرمایا کہ
جاؤ تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اُس وقت جناب بی بی صاحبہ نے ایک
لوٹری بہت نفیس مٹھائی مجکو عنایت فرمایا پھر میں اس کو اپنی لنگی میں باندھ
کر اور سلام علیک کرکے روانہ ہوا پھر وہاں سے شیخ رمضانی اور
شیخ عبداللطیف کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ میں حضرت سے رخصت
ہو کر تم سے رخصت ہونے کو آیا ہوں اور اب فتح الکریم جہاز پر جاکر
سوار ہونگا اُنھوں نے کہا کہ جہاز فتح الکریم تو تین پہر بجے کھل کر روانہ
ہو گیا اور تمہارے سب لوگ کنارے دریا کے بیٹھے ہیں اور جلد ایک رقعہ
لکھکر انھوں نے مجکو دیا اور کہا کہ اپنے لوگوں کو کسی کرایہ کی ناؤ پر جاکے
سوار کرو ابھی تو جوار آئی ہے دریا چڑھاؤ پر ہے جس وقت پچھلی رات
کو پُھٹا ہو یعنی دریا اُترنے لگے اس وقت اپنی ناؤ کھولنا جو جہاز آتے ہوئے
ملیں اُن سے تو غرض نہ کرنا مگر جو جاتے ہوں ان کا نام پوچھ لینا جس کا نام
فتح الکریم ہو اس پر عبدالرحمن نام معلم ہے اُس سے کہنا کہ ہم سید صاحب کے
لوگ ہیں ہم کو سوار کر لو اگر معلم کچھ عذر کرے تو یہی رقعہ اُس کے حوالہ
کرنا پھر میں اُن سے مصافحہ اور سلام کرکے رخصت ہونے لگا تب

شیخ رمضانی نے بیس پونڈے اور دس اناس اور دس سیر بسکٹ
اور پچاس نارنگیاں یہ سب سامان ایک مزدور کے سر پر دھرا کر میرے
ساتھ کر دیا اور بیس ریال نقد مجکو دئے اور کہا یہ تمہاری نذر ہے پھر
میں وہاں دریا پر اپنے لوگوں کے پاس آیا اور دو کشتیاں سوا سو روپے کرایہ
پر لیں ایک پر عورتوں کو اور اُن کے علاقہ کے مردوں کو سوار کیا اور
دوسری پر مجرد لوگوں کو بھیج پچھلے پہر رات کو جب دریا اُتر نے لگا تب کشتیاں
کھل کر روانہ ہوئیں جو جہاز ملتا تھا میں اُس کا نام پوچھ لیتا تھا یہاں تک
کہ ہم دن چڑھے جہاز فتح الکریم ملا میں نے اس کے معلم سے کہا کہ سید صاحب
نے ہم کو اس جہاز پر سوار ہونے کو بھیجا ہے اُس نے کہا کہ ہم کو کیوں کر
معلوم ہو کہ سید صاحب کے آدمی ہو میں نے وہ رقعہ شیخ رمضانی اور
سعد الدین ناخدا کا اپنے پاس سے نکال کر دکھلایا کہ میرے پاس یہ سند ہے
اُس نے وہ لے کر پڑھا اور کہا کہ اس میں مرد و عورت سب چھہتر آدمی ہیں
اور مجھ سے کہا کہ اپنی کشتیاں ہمارے جہاز سے لا کر ملاؤ ہم نے جا کر ملا دیں
انھوں نے جہاز پر سے ایک سیڑہی ہماری کشتی پر لگا دی تمام مرد لوگ اس پر چڑھ
جہاز میں جا داخل ہوئے اور عورتوں کے لئے کرسی رسّے میں بندہی ہوئی
لٹکا دی اس پر سوار کر کے عورتوں کو جہاز میں چڑھا لیا اور جو نیچے
کا زدہ بوسا چار سو روپے کرایہ دے کر لیا گیا تھا اس میں مال و اسباب

کے بورے دھرے ہوئے تھے انھیں پر معلم نے چٹائیاں بچھوا کر فرش کروایا وہاں میں نے سب عورتوں کو اُتارا اور وہیں ایک طرف پردہ لگا کر ان کے لئے پاخانہ بنوا دیا اور جہاں ہمارے چاولوں کے بستے تھے وہیں معلم نے اپنے خلاصیوں سے کہہ کر ہم لوگوں کا اسباب رکھوا دیا اور اس جہاز پر دو معلم تھے ایک کا نام عبدالرحمٰن اور دوسرے کا نام محمد قاسم تھا سو محمد قاسم معلم نے میرے کان میں کہا کہ تم ہمارے خلاصیوں کے بھروسہ پر نہ رہنا یہ بڑے دغاباز اور چور ہیں تم اپنے اسباب و مال کی آپ نگہبانی کرنا یہ بات سن کر میں نے اپنے دس آدمی وہاں متعین کر دئے کہ ہر وقت اپنی باری سے اپنے مال و اسباب کی محافظت کیا کریں اور وہیں اپنے بستر رکھیں اور باقی آدمیوں سے کہہ دیا کہ تم کو اختیار ہے جہاں چاہو وہاں رہو چلتے چلتے ہمارا جہاز گنگا ساگر میں جا کر پہنچا جہاں حضرت علیہ الرحمۃ کا جہاز دریا بقی کھڑا تھا معلم نے کہا کہ یہی جہاز سید صاحب کا ہے میں نے معلم سے کہا کہ مجکو اس پر سے کچھ برتن لانے ہیں اُس نے اپنے خلاصیوں سے کہا اُنہوں نے ایک چھوا لگا دیا میں اُس پر سوار ہو کر جہاز دریا بقی پر گیا وہاں سید احمد علی صاحب خواہر زادہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے اور امام خاں خیرابادی اور سوائے ان کے اور کئی آدمی اور واسطے حفاظت اسباب کے حضرت کی طرف سے متعین تھے میں نے ان کو سلام کیا اُنہوں نے جواب سلام کا دیا اور مجھ سے آنے کا سبب

پوچھا میں نے کہا کہ کچھ برتن مجکو درکار ہیں ابھی میرے جہاز کے برتن آئے نہیں
پیچھے سے ناخدا لاویگا اُنہوں نے کہا کہ اگر اور کوئی ہوتا تو بے اجازت حضرت علیہ آخر
کے ہم اس کو نہ دیتے اور اپنے ہاتھ سے تم کو بھی نہ دیونگے مگر جو حاجت ہو
اپنے ہاتھ سے اُٹھالیجاؤ پھر میں ایک دیگ اور دیگچہ اور سینی اور ایک لگن
وہاں سے لیکر اپنے جہاز پر آیا اور کھانا پکانے کی تدبیر کی اس عرصہ میں دیگر
سے عورتوں نے مجکو بلاکر کہا کہ پائخانہ کی یہاں ہم کو بہت تکلیف ہے میں نے
کہا کہ اوپر کے پائخانہ میں جایا کرو، اُنہوں نے کہا کہ وہاں دو حبشنیں ہیں وہ
ہم سے لڑتی ہیں ہم کو پائخانہ کی اور بیگم تیار ہو میں نے معلم سے ان حبشنوں
کا حال بیان کیا اُس نے کہا وہ شریر ہیں بیشک لڑتی ہونگی مگر بدون
ناخدا کے ہمارے سمجھانے سے وہ نہ مانینگی بس یہی کہا اور اُن کا کچھ بندوبست
نہ کیا اور وہ کر سکتا تھا مجکو معلوم ہوا کہ تمام شرارت اسی معلم کی ہے پھر
میں نے کہا کہ خیر تم اگر اس کا انتظام نہیں کرتے تو ہم آپ ہی کر لینگے اس نے
کہا کہ تم کو اختیار ہے پھر میں نے وہاں سے آکے عورتوں کو کہا کہ تم وہیں پائخانہ جایا
کرو اگر وہ حبشنیں کچھ لڑائی بکھیڑا کریں تو تم ان کو پانچ چھ عورتیں مل کر
خوب مارو آگے جو کچھ ہوگا دیکھا جاویگا پھر ایسا ہی حال ہوا کہ ہمارے یہاں
کی عورتوں اور اُن حبشنوں سے خوب مارکوٹ ہوئی اور اُن حبشنوں نے
واویلا مچایا مگر معلموں سے کوئی مزاحم نہ ہوا پھر میں نے محمد قاسم سے
کہا جو تمہارا اسباب ہمارے ڈبوسے میں رکھا ہے اس کو اٹھوالو اُس نے

جانا کہ یہ ناخوش ہیں کہا کہ تم ناراض نہ ہو اس کا ہم انتظام کئے
دیتے ہیں، میں نے کہا کہ بہتر ہے میں بھی یہی چاہتا ہوں پھر اس معلم نے
اوپر کے آدھے دبوسے میں سیڑیاں بنوا کر حبشنوں کو رکھ دیا اور
جہاں وہ حبشنیں تھیں وہاں ہمارا قبضہ کروا دیا اور اُن حبشنوں سے کہہ دیا
کہ تم فقط پائخانہ کو وہاں جایا کرنا اور اس طرح کبھی نہ جانا اور میں نے
اُس میں آٹھ عورتوں کے بستر کروا دئے اور آٹھ آٹھ روز کی بدلی رکھی
اور نیچے کا جو آدھا دبوسا ان کے تحت میں تھا اُس میں بھی ہمارا قبضہ کروا دیا
اور جو کھانا پکا ہوا رکھا تھا بعد اس فیصلہ کے ہم نے تقسیم کیا اور اُنہوں نے
موافق دستور کے اُس وقت ایک تام لوٹ پانی دیا اُس کے اگلے روز معلم
عبدالرحمن نے کھانا پکانے کے واسطے آٹھ لوٹے پانی اور اُس لوٹے میں قریب
سوا دو سیر کے پانی آتا تھا اور کہا کہ اتنے پانی میں تمہارے جدے جدے
تو دال چاول نہ پک سکینگے مگر کھچڑی پکالو ہم نے اُس روز کھچڑی ہی
پکائی اور سب کو تقسیم کی مگر لوگ بھوکے رہ گئے کس لئے کہ آٹھ دس
سیر کھچڑی اس پانی میں پکی تھی اور کھانے والے چھتر آدمی تھے رات
کو میں نے معلم سے کہا کہ آج ہمارے لوگ بسبب قلت پانی کے بھوکے
رہ گئے ہمارے پانی کا بندوبست کرو اس قدر پانی میں ہمارا گذارہ
نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک دو دن کا کام نہیں ہے اُس نے کہا کہ جہاز

پر پانی تو بہت ہے مگر زیادہ خرچ کرنے میں اندیشہ ہے کہ اگر راہ میں
کہیں ہوا مخالف ہوئی یا جہاز نہ چلا دن بہت لگے اور پانی چک گیا تو پھر
کیا کرینگے، میں نے کہا کہ اس وقت جیسا ہوگا دیکھا جاویگا مگر ہم تو پانی
موافق خرچ کے لیویں گے اُنھوں نے کہا کہ ہم پانی اسی قدر دیوینگے زیادہ
نہیں دے سکتے جب ناخدا جہاز پر آوے تب اپنا اُن سے عذر و معذرت
کر لینا میں نے اُن سے یہ بات سُن کر اپنے لوگوں سے کہا کہ جس وقت اُن
کی دیگ پک کر تیار ہوا کرے تم دس بارہ آدمی آکر اُٹھا لیجایا کرو اور
کچی جنس ان کو تول کر دیدیا کرو اگر اس میں یہ کچھ قصہ و قضیہ کریں تو تم
بھی اُن سے درگذر نہ کرنا جب ناخدا آویگا ہم سمجھ لینگے یہ بات کہہ کر میں
وہاں سے اپنی جگہ پر آیا پھر تھوڑی دیر کے بعد محمد قاسم معلم میرے پاس آئے اور کہنے
لگے کہ تم کچھ اندیشہ نہ کرو یہ سب شرارت معلم عبدالرحمٰن کی ہے ناخدا
کے آنے تک تو یہ تکلیف رہیگی پھر خدا چاہیگا سب درستی ہو جاویگی میں
نے کہا خیر یوں ہی سہی پھر اُس کے اگلے روز معلم عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ
دین محمد آج کھانا کیوں نہیں پکاتے ہو میں نے کہا کہ بغیر بندوبست پانی کے
ہم کھانا نہ پکاویں گے پھر میں وہاں سے مستول کے پاس جا بیٹھا اور جناب
الٰہی میں دعا کرنے لگا کہ سید صاحب نے تو ہم سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیرے لوگوں کو ساتھ آرام تمام کے حج میں

پہونچاویں گے اور کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی اور یہاں جہاز والے
مجھ سے یہ معاملہ کرتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں یہ کیا بات ہے اگر تیری
اس میں رضامندی ہے تو ہم بھی راضی ہیں ہم کو کچھ انکار نہیں والا ہماری
تکلیف دور کر اور بہت دیر تک جناب باری میں اسی طرح سے گریہ وزاری
اور عجز وانکساری کرتا رہا پھر وہاں سے اُترا اور کرسیوں پر معلم عبدالرحمن
اور معلم محمد قاسم وغیرہ بیٹھے تھے اُنھوں نے مجکو بلا کر بٹھلالا اور کہا کہ تم کھانا
کیوں نہیں پکاتے ہو میں نے کہا کہ پکالونگا پھر اُنہوں نے ایک شخص محمد نام
جو کہ پانی اور کری ناپ کر دیتا تھا اُس سے کہا کہ دین محمد کے یہاں پانی
کے آٹھ لوٹے ناپ کر بھجوا دے، میں نے کہا کہ پانی تو بتہ بھجنا جب پہلے
میرے سوالوں کا جواب دو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے یہاں کتنے
آدمیوں کا مجمع ہے اُنہوں نے کہا پون سَو آدمی تو فی الحال جہاز پر
موجود ہیں اور باقی چھ سات آدمی اور ناخدا کے ساتھ آوینگے یہ سب
کچھ اوپر اسی آدمی ہونگے، میں نے کہا کہ اس وقت ہمارے اور تمہارے آدمی
برابر ہیں جس قدر پانی تمہارے یہاں خرچ ہوا کرے اتنا پانی ہم کو بھی
دیا کرو جب ہم تم سے لیویں گے اُنہوں نے کہا کہ ہمارے آدمی تو بہت
جفاکش اور محنتی ہیں ان کے برابر پانی تم کو کیونکر دیویں اس میں بہت دیر تک آپس میں

رد بدل وہی آخر الامر یہ بات ٹھہری کہ جتنا پانی ہمارے یہاں خرچ
ہوتا ہے اس کا آدھا حصہ تم لیا کرو میں نے کہا خیر یہ بھی مجکو منظور ہے پھر
انھوں نے حساب کرکے بتیس لوٹے پانی روز کا مقرر کیا اور کہا کہ روز اسی قدر
پانی تم منگوالیا کرو پھر میں وہاں سے اپنی جگہ پر آیا اور بہت دیر تک جناب
باری میں شکر کرتا رہا پھر میں نے چار لوٹے پانی تو ہر روز ان کی کوٹھار
میں امانت رکھنا شروع کیا اور اُن سے کہہ دیا کہ جس وقت مجکو حاجت ہوگی
اُس وقت منگا لونگا اور چار لوٹے روز پانی اپنے یہاں دیگ میں رکھتا گیا جب
میرے ہمراہیوں میں سے کسی کے پاس پانی نہ ہوتا تب اُس میں سے اُن کو
دیتا اور بیس لوٹے پانی میں با فراغت کھانا پکنے لگا پھر چلتے چلتے ایک دن
سبز پانی دکھلائی دیا اور وہ بہت پانی بہت خوشرنگ تھا ہم لوگوں کو ایک
تعجب ہوا کہ الہی ابھی تو پانی کا رنگ سفید تھا اور اب سبز مائل کیسا ہو گیا میں نے
معلموں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ پانی سبز رنگت کا کیونکر ہوا اُنھوں نے
کہا کہ ابھی تو یہاں سبز پانی ہے اور آگے سیاہ مثل نیل کے آویگا اور اب
یہاں سے لال تمام ہوئی ہم یہاں لنگر کرینگے اور جب تک ناخدا جہاز
پر داخل نہ ہوگا جہاز کا لنگر نہ اُٹھیگا پھر انھوں نے قبل نماز عصر کے دہیں جہاز
کا لنگر کر دیا اور نماز عصر کی پڑہی اور وہاں پانی قریب آٹھ دس بام کے ہوگا پھر بعد تھوڑی

دیر کے ایک کشتی جہاز کے پاس آئی اُس پر مسکین لوگ سوار تھے انہوں
نے حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک رقعہ معلم کو دیا اور ایک مجکو اُن میں لکھا تھا کہ
پانچ مرد اور ایک عورت یہ چھ مسکین تمہارے پاس پہنچتے ہیں ان کو جہاز پر
سوار کر لینا اور اپنے ہمراہ ان کو رکھنا اور ان کے کھانے پینے کی خبر لینا معلم
نے اُس مشرف نامہ کو دیکھتے ہی چھ مسکینوں کو سوار کر لیا اور ایک بارہ
تیرہ برس کی اُس عورت کی بیٹی تھی وہ چھ آدمیوں سے زیادہ تھی اس
کو نہ سوار کیا ہر چند ہم لوگوں نے معلم سے کہا اُس نے نہ مانا پھر میں نے اُس
کی ماں سے کہا کہ یہ تو جہاز پر نہیں سوار کرتے ہیں تو اسے کلکتہ کو روانہ کردے
اُس نے کہا کہ یہ تو کبھی نہ ہوگا جہاں میں وہاں میری بیٹی اگر معلم اُس کو نہ سوار
کریگا تو میں دریا میں کود پڑوں گی اور اپنی جان دونگی اور وہ اسی بات
پر مستعد ہوئی اُس وقت مجکو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ دریا میں گر کر ڈوب جاوے
آخرش دس ریال میں نے اپنے پاس سے معلم کو دے کر اور بڑی خوشامد اور
چاپلوسی کرکے اُس کو سوار کرادیا اس عرصہ میں قبل نماز مغرب کے ناخدا کی
بھی کشتی آپہنچی جہاز پر سے رسا پھینکا گیا اور کشتی والوں نے وہ رسا پکڑ کے
کشتی کو جہاز کے قریب ملا دیا اُس وقت سرخ نبات کی سیڑہی جہاز سے
لٹکائی گئی ناخدا اُس پر سے جہاز میں داخل ہوا اور باقی لوگ دوسری سیڑہی

سیڑہی سے جہاز پر آئے اور جو اسباب کہ کلکتہ سے ناخدا لایا تھا وہ بھی
تمام وکمال کانٹے سے اٹھوا کر جہاز پر رکھوالیا اور جو اسباب کہ حضرت
علیہ الرحمۃ نے میرے اور میرے ہمراہیوں کے واسطے بھیجا تھا وہ ناخدا
نے مجکو بلا کر سپرد کیا اُس میں چار لیتے تو آٹے کے تھے اور ایک گٹھری
احرام کے کپڑوں کی اور ایک سفید تھان لٹھے کا اور کچھ تھان سفید اور
سوسی کے اور کچھ برتن دیگ وغیرہ اور کوئی پندرہ سیر گوشت بہت
نفیس پکا ہوا ایک مرتوان میں اور پچاس سیاہ پونڈے اس ملک
میں سیاہ گنا ہوتا ہے بہت موٹا اس واسطے اس کو پونڈا کہتے ہیں اور دو
سو کیلے کے گودے اور دس ریال اور دو پوستین یہ سب اسباب مجکو دیا اور
کہا کہ ناخدا سعدالدین نے تم کو بھیجا ہے پھر بعد فراغ نماز عشا کے لنگر
جہاز کا اُٹھا اور روانہ ہوئے پھر پان چھ روز کے بعد لوگوں کو دوران
سر شروع ہوا اور قے آنے لگی اور بعضوں کو دست بھی آنے لگے جن کو
قے آتی تھی ان کے واسطے روٹی پکائی جاتی اور دوسروں کو دال چاول

حکایت جب لٹسین خاں رامپوری کہ جو ہمارے ساتھ تھے اور اُنھوں نے
کلکتہ میں سنجرے بہت سے قریب چھ سو روپے کے بیچے تھے سو روپے تو
کم زیادہ اُنھوں نے اپنے خرچ کے لئے رکھے اور پانسو روپے انھوں نے بطور
امانت کے سپرد کئے ایک روز میں نے اُن سے پوچھا کہ لٹسین خاں تمہارے عزیز

واقارب میں کوئی ہے اُنھوں نے کہا فقط ایک والدہ ہے اور کوئی نہیں
میں نے کہا کہ اگر تم نکاح کرو تو ہم بیڑا دیں یہ سُن کر وہ خاموش ہو گئے اور
شرم سے کچھ نہ بولے پھر میں نے دوسرا کر پوچھا تب اُنھوں نے کہا کہ بہت
بہتر اگر کہیں ہو پڑے تو ہم کر لیں گے اور عنایت علی اور ہدایت علی عظیم آبادی اور
ان کی ماں اور ایک بہن یہ بھی چاروں ہمارے جہاز پر تھے میں نے عنایت علی
اور اُن کی ماں سے کہا کہ تم اپنی لڑکی کا نکاح کر دو اُس نے کہا کہ
میں مکہ میں چل کر اس کا نکاح کروں گی میں نے کہا کہ مجکو حضرت علامہ رحمۃ اکبر
نے کہہ دیا تھا کہ تم اس لڑکی کا نکاح کسی نیک بخت کے ساتھ کر دینا
تو میں نے لسلین خاں رامپوری کو تجویز کیا ہے اُن کے پاس روپیہ بھی قریب
پانسو کے ہے اور یہ آدمی بھی نیک بخت ہے اگر مناسب جانو تو ان کے ساتھ
کر دو کچھ اس میں زور کی بات تو ہے نہیں پہلے تو اُنھوں نے بہت سا عذر و معذرت
کی پھر آخر کو راضی ہوئیں تب میں نے اپنے پاس سے بتاشوں کا شربت بنا کر
ان کا نکاح کر دیا پھر بعد کئی روز کے کنارے بندر الفیہ کے جہاز کا لنگر
ہوا معلم اور ناخدا مچھوے پر سوار ہو کر شہر کو گئے اس کے سویرے چھوٹے
معلم نے الفیہ کے جانے کی تیاری کی اور جہاز سے مچھوا اُتارا اور مجھ سے کہا کہ تم
بھی ہمارے ساتھ چلو میں نے عذر کیا کہ مجکو معاف کریں اور لوگ جاتے ہیں
کار ضرورت سے فراغت کر آئینگے اُنھوں نے کسی طور نہ مانا اور مجکو اپنے

ساتھ لے گئے اور جہاں ناخدا اترا تھا وہاں جاکر ٹھہرے اور وہ مکان ایک
ناخدا کا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ بازار کو گئے اور کچھ میوہ وغیرہ
خرید کیا اور میرے خیال میں آیا کہ اگر یہاں بکرا مل جاوے تو مول لیں یہ سوچ
کر وہیں کے ایک شخص سے بکرے کو پوچھا وہ ہماری زبان نہ سمجھا
اور ہاتھ آگے کو اٹھا دیا ہم آگے گئے وہاں کچھ لوگ اور کھڑے تھے اُن
سے بھی پوچھا وہ بھی نہ سمجھے تب میر واصل لکھنوی اُن کے سامنے زمین پر
لیٹ گئے اور ہاتھ گردن پر پھیر کے منہ سے مے مے کہا جب ایک شخص دوڑا
گیا اور ایک بکرا پکڑ لایا پھر ہم نے اُس کو مول لیا اور اُسی ناخدا کے مکان
پر آئے کہ جہاں ہمارے جہاز کا ناخدا اترا تھا اور چلنے کی تیاری کی اس
میں معلم ورناخدا نے مجکو روکا کہ ایک دو روز یہاں رہو میں نے کہا کہ اس شہر
میں عورتیں بے ستر ہیں کہ تمام بدن تو ننگا رکھتی ہیں برائے نام کچھ کپڑا
لپیٹے رہتی ہیں اس سبب سے میرا دل گھبراتا ہے میں جاتا ہوں پھر میں ڈونگے
پر سوار ہو کر جہاز پر آیا اور تیسرے پہر کو چھوٹا معلم دو تو ہو ڈیوں میں
میٹھا پانی اپنے ساتھ الیفے سے پھر کر لایا اور دلوسے کی چھت پر دوربین لگا کر بیٹھا اور
مجھ سے کہا کہ دین محمد ایک جہاز کلکتہ کی طرف سے آتا ہے اور پھر دوسرا کر کہا کہ
یہ جہاز تمہارے یہاں کا عباسی ہے میں نے پوچھا یہاں سے کتنی دور ہے
اس نے کہا کہ کوئی پندرہ بیس کوس پر ہے پھر چند گھڑی کے بعد وہ جہاز
آیا جہاں ہمارا جہاز کھڑا تھا وہاں کچھ فاصلہ پر اُس کا بھی لنگر ہوا پھر

آپس میں دونوں ناخداؤں نے مبارکبادی کی توپیں سر کیں بعد اس کے
میں ناخدا سے پچھوا لے کر واسطے ملاقات لوگوں کے اس جہاز پر گیا اور سوائے
ملاقات کے ایک سبب یہ تھا کہ وقت رخصت کے حضرت علیہ الرحمۃ نے مجھ
سے فرمایا تھا کہ اول اپنے جہاز پر سوار ہو کر تو روانہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ تیرے
پیچھے اور جہاز روانہ ہوں گے راہ میں تم کہیں ٹھہرو ان پچھلے جہازوں میں سے
کوئی جہاز تمہارے پاس پہونچے تو اپنے جہاز سے اتر کر اس جہاز پر جانا
اور لوگوں کی آپس میں موافقت کا اور کھانے پینے کا حال دریافت کرنا اگر
تمہارے طور پر ہو تو چپ رہنا اور اگر خلاف قاعدہ تمہارے کے ہو تو اُن
کو فہمائش کرنا جب میں اس جہاز پر گیا اور حاجی پیر محمد بانس بریلوی اور
سب لوگوں سے ملاقات کی اور خیر و عافیت پوچھی پھر حاجی صاحب موصوف
نے اپنی تمام حقیقت کھانے پینے کی جہت سے بیان کی کہ ہمارے لوگ بیماری میں
ایک دوسرے کی خدمت نہیں کرتے اور جو بیمار ہیں وہ کچا کھانا لیتے ہیں
ہر چند میں سمجھاتا ہوں میرا کہنا نہیں مانتے اور لے لے کر جمع کرتے ہیں اس کی کیا
تجویز کریں میں نے کہا کہ تم دریا میں کسی کو کچا کھانا نہ دو اگر بیمار آدمی دال
چاول نہ کھا سکے اس کو روٹی دو اور اگر روٹی نہ کھاوے دال چاول دو
اگر کہیں کنارا آوے اور جہاز کا لنگر ہو وہاں تم سے کوئی شخص کچا کھانا
طلب کرے مضائقہ نہیں دیدو اور جو لوگ وہاں بیمار تھے ان کے تمام

کپڑے گندگی سے ناپاک ونجس تھے اور کوئی نہیں دھوتا تھا اور نہ کوئی
خبر لیتا تھا پھر ان بیماروں کے کپڑے میں نے اور میرے ہمراہیوں نے
لے کر خوب دریا میں دھویا اور اُن سب تندرست لوگوں کی طرف مخاطب
ہو کر میں نے کہا کہ بھائیو ہم لوگ اس طرح سے اپنے جہاز پر بیماروں کی
خدمت کیا کرتے ہیں اور اس کو اپنی عین سعادت جانتے ہیں اور ہمارے
حضرت کا بھی یہی دستور ہے اور بیماری آزاری ہر کسی کے ساتھ لگی رہتی
ہے آج کو ان پر اور کل کو تم پر، آدمی کو چاہئیے کہ آپس میں موافقت رکھے اور
شریک حال ایک دوسرے کا رہے اور حضرت کا فرمانا ہے اگر کسی نے حاجی صاحب
کی عدول حکمی کی تو گویا حضرت کے برخلاف کام کیا اور اگر حاجی صاحب کے
کہنے پر چلوگے تو بڑے بڑے فائدے حاصل کروگے اور نہیں تو دین و دنیا کا
ہے پھر اسی طرح سے ان کو سمجھا بجھا کر میں نے ایک بیمار پر دو آدمی مقرر کر دئے
پھر میں اپنے جہاز پر آیا پھر بعد نماز عصر کے معلم نے دوربین سے دیکھ کر کہا
کہ ایک جہاز اور کلکتہ کی طرف سے آتا ہے اور یہ جہاز تاج ہے پھر وہ جہاز
دو گھڑی دن رہے آیا اور اس کا بھی لنگر ہمارے جہاز کے برابر ہوا پھر
آپس میں مبارکباد کی توپیں چلیں اور اس جہاز پر حاجی یوسف صاحب کاشمیری
سردار تھے پھر حاجی صاحب موصوف اپنے جہاز سے چھوٹے پر سوار ہو کر
مع چند آدمیوں کے ہمارے جہاز پر آئے اور ملے ہمارے یہاں کی تقسیم کھانے

کی اور آپس میں لوگوں کی موافقت اور خدمت گذاری ایک دوسرے کی دیکھ
کر نہایت خوش ہوئے اور اپنے یہاں کے لوگوں کی کاہلی اور بدانتظامی بیان کی
اور کہا کہ میں ہر چند لوگوں کو سمجھاتا ہوں مگر کوئی میرا کہنا نہیں مانتے اگر تم ہمارے
ساتھ چل کر ان کو نصیحت کرو تو شاید تمہارا کہنا مانیں پھر میں ان کے جہاز
پر گیا اور دیکھا تو ہو بہو عباسی جہاز کے لوگوں کا سا حال پایا پھر میں نے اُن
لوگوں کو خوب سمجھایا اور کہا کہ اگر حاجی صاحب کے کہنے کے برخلاف کروگے اور
اس کی خبر مجکو ہوئی تو میں حضرت کو اس امر کی اطلاع ضرور کرونگا اور انشاء اللہ
تعالیٰ ہماری تمہاری جدہ میں ضرور ملاقات ہوگی یہ کہہ کر میں اپنے جہاز پر
آیا اور صبح کو ناج ہی کا لنگر اُٹھا اور روانہ ہوا پھر قریب وقت ظہر کے
جہاز غراب احمدی بھی وہیں آن پہنچا اور اس کا بھی اسی جگہ لنگر ہوا اس پر حکیم
مغیث الدین صاحب سردار تھے بعد تھوڑی دیر کے حکیم صاحب نے میاں شہاب الدین
اور حافظ عبدالرب اور میاں جی دونے اور دو چار آدمی اور مگر ان کے نام
یاد نہیں ان سب صاحبوں کو چھوپے پر سوار کر کے ہمارے جہاز پر بھیجا انہوں
نے تمام حال رستے کا بیان کیا اور مجھسے کہا کہ حکیم صاحب نے بلایا ہے پھر
میں اُن کے ساتھ سوار ہو کر جہاز غراب احمدی پر گیا اور حکیم صاحب سے ملاقات
کی پھر انہوں نے اپنے لوگوں کا حال بیان کیا کہ تابعداری اور خدمت گذاری
میں تو یہ لوگ مثال لونڈی غلام کے ہیں مگر اکثر لوگ کچا کھانا لیتے ہیں اور

کپڑا بھی طلب کرتے ہیں اس کی کیا تدبیر کی جاوے، میں نے فقط اسی
بندوبست کے لئے تم کو بلوایا ہے، میں نے سب لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ
بھائیو تم جو حکیم صاحب سے کپڑا طلب کرتے ہو اور کھانا کچا لیتے ہو اس کا
کیا سبب ہے کلکتہ میں ہر شخص کو مخ تک کا کپڑا بنوا دیا تھا اور اب یہاں
رستے میں تو کوئی صورت کپڑے کی نہیں ہو سکتی انشاءاللہ تعالیٰ جس جگہ
میں پہنچیں گے وہاں کپڑے کی تدبیر کرینگے اور سوائے پکے کھانے کے کسی کو کچا
کھانا نہ ملے، پھر یہ کہہ کر میں بعد عصر کے اپنے جہاز پر آیا اور دیکھا تو بیس
آدمی خارجی لے مذہب ان میں سولہ مرد اور چار عورتیں اور تین آدمی جاوے
کے ان میں دو طالب علم اور ایک ملا جہاز پر سوار تھے میں نے اپنے لوگوں سے
پوچھا کہ ان چار خارجیوں کو ناخدا نے کس طرح جہاز پر سوار کیا، انہوں
نے جواب دیا کہ ان کو بڑے معلم نے سوار کرایا ہے ناخدا نے تو بہت منع کیا مگر معلم
نے نہ مانا روپیوں کی لالچ سے سوار کیا بیس بیس ریال آدمی تو جاوے کے
لوگوں نے دیا اور ایک ہزار روپیہ بیس آدمیوں کا خارجیوں نے، مجکو یہ بات
بری معلوم ہوئی میں نے جا کر ناخدا سے اس کی شکایت کی کہ تم نے روپیوں
کی لالچ سے ان خارجیوں کو سوار کر لیا ناخدا نے کہا میں نے تو بہت سا
منع کیا مگر معلم نے نہ مانا اور میں بھی جانتا ہوں کہ یہ لوگ بڑے بد مذہب
ہوتے ہیں اور میں نے ان کو روپیوں کی لالچ سے سوار نہیں کیا فقط معلم کی

خاطر سے میں خاموش ہو رہا پھر بعد عصر کے جہاز غراب احمدی کا بھی لنگر اُٹھا اور روانہ ہوا پھر فجر کو ہمارا بھی چلا جاوے کے ملا ہمارے یہاں کا طریق نماز جماعت وغیرہ کا دیکھ کر حیران ہوا اور مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو اور اب کہاں سے آتے ہو مجکو یہ طریق تمہارا بہت پسند آیا، میں نے کہا کہ ہم ہندوستان سے آتے ہیں اور اب حج کو جاتے ہیں اور تمام حال حضرت علیہ الرحمۃ کا بیان کیا جب اُس نے حضرت علیہ الرحمۃ کا نام سنا نہایت خوش ہوا اور پھر مجھ سے ملا اور کہنے لگا کہ کلکتہ میں ہمارے ملک کے لوگوں نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور خلافت نامے لے کر اپنے ملک کو آئے میں نے بھی اُن میں سے ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور جو کچھ کہ ان کو حضرت سے فائدے حاصل ہوئے تھے اُنہوں نے مجکو بھی وہی تعلیم وتلقین کی ایک روز شب کو میں سلطان الذکر کرتے کرتے سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بزرگ پاکیزہ صورت مجھ سے کہتے ہیں کہ تو مکہ شریف کو جا اور وہیں سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کر ہم نے تیرے واسطے بہت سے فائدے اُنھیں کے ہاتھ پر رکھے ہیں بعد اُس کے میری آنکھ کھل گئی پھر میں نے وہ خواب اپنے پیر سے بیان کیا اُنہوں نے سن کر فرمایا کہ یہ خواب خدا تعالیٰ تم کو مبارک کرے جلد روانہ ہو اگرچہ میرا ارادہ نہ تھا مگر اس بشارت سے جلد اپنا سامان کر کے روانہ اس طرف کو ہوا الحمد للہ کہ تم سے ملاقات ہوئی اب اُمید قوی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت

کی بھی ملاقات حاصل ہو ہر وقت ملازمت حضرت کے میرا حال بیان کرکے تم ہی
میری ملاقات کرادینا انتہی بعد اس کے ناخدا نے مجکو بلواکر کہا کہ دین محمدان خارجیوں
کے کھانا پکنے کی کیا تجویز کریں یہ لوگ تین وقت کھانا کھاتے ہیں صبح کو اور پھر
سوا پہر دن چڑھے اور عصر کو اس میں معلم نے کہا کہ باورچیخانہ صبح سے پہر دن چڑھے
تک خارجیوں کے قبضہ میں رہے اور پہر دن رہے تک ان لوگوں کے پاس رہے
یہ بات ناخدا کے پسند نہ آئی مگر معلم کی خاطر سے کہا اچھا اسی طرح مقرر کردو
یہ بات مجکو بہت ناگوار معلوم ہوئی میں نے کہا کہ یہ بات کبھی نہ ہوگی کہ پہلے وہ
پکاویں اور پیچھے ہم پہلے جہاز پر ہم سوار ہوئے ہیں مستحق ہم ہیں کہ پہلے جو کام ہو ہم
کریں اور بعد اس کے اور کوئی اور کچھ ہم سکین نہیں ہیں کہ للہ فی اللہ سوار ہوئے
ہوں اس کو سُن کر ناخدا نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو کہ اول ہر کام کے حقدار تمہیں لوگ
ہو اگر تم اپنی طرف سے پہلے پکانے دو تو تمہارا احسان ہے اور نہیں تو تم پکاؤ
پھر میں نے تھوڑی دیر تامل کرکے کہا کہ ایک صورت ہے کہ دو گھڑی رات رہے سے
آفتاب نکلنے تک جو کوئی چاہے باورچی خانہ میں کھانا پکاوے پھر اُس وقت پہر
دن چڑھے تک ہم کسی کو نہ دینگے اس کے بعد تمام دن اور ساری رات جس کا
دل چاہے کھانا پکایا کرے ناخدا نے کہا کہ یہ ہی بات بہتر اور مناسب ہے اس
میں معلم نے بہت رد و بدل کی مگر ایک پیش نہ چلی سب سے پیشتر ہمارا ہی کھانا
پکا کیا اور جن کوٹھوں میں وہ خارجی اُترے تھے اُنھیں کے پاس ایک

ہاتھ کے فاصلہ پر میرا بستر تھا وہ خارجی مجکو اپنے پاس بلاکر گھڑیوں
باتیں کیا کرتے مگر تھوڑی تھوڑی زبان ان کی میں سمجھتا تھا اور اسی قدر
وہ سمجھتے تھے ایک روز تذکرۃً میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کے اوصاف حمید
اور فضائل اُن کے سامنے بیان کئے اس کو سُن کر وے حضرت علیہ الرحمۃ
کی ملاقات کے کمال آرزومند اور مشتاق ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ
ہم تم سب کو اپنے فضل و کرم سے جدہ میں پہنچا وے تم ہماری ملاقات حضرت
سے ضرور کروانا پھر میں اکثر اُن کے سامنے حالات حضرت علیہ الرحمۃ کے اُن
کے سامنے بیان کرتا اور اپنے دل میں خوش ہوتا کہ انشاءاللہ تعالیٰ جب حضرت
علیہ الرحمۃ کی ان لوگوں کو ملازمت حاصل ہوگی تب یہ لوگ اپنا مذہب چھوڑ
کر راہ راست پر آجاوینگے پھر چلتے چلتے ایک روز ہوا مخالف ہوئی اور رخ اُس
کا ملک حبش کی طرف پھر گیا ناخدا اور معلم وغیرہ اس کو رستے پر لاتے تھے مگر
وہ نہیں آتا تھا اس سبب لوگوں میں کمال پریشانی چھا گئی بعد نماز عشا کے ناخدا
نے محمد خاں ولایتی سکھانی کو میرے پاس تسلی اور دلجمعی کے واسطے بھیجا میں نے
اس سے کہا کہ میں خاطر جمع اپنے پروردگار پر توکل کئے بیٹھا ہوں جو وہ
چاہیگا کریگا پھر ناخدا نے چار پہر رات میں چار مرتبہ اس کو میرے پاس بھیجا
جب وہ چوتھی مرتبہ میرے پاس آیا اور تسلی کرنے لگا کہ ناخدا نے کہا
ہے کہ یہ ہوا موافق ہے یہ کارخانے جہاز کے ہیں اس امر میں تم کچھ اندیشہ

نہ کرنا، میں نے اُن سے کہا کہ تم ناخدا سے جاکر کہو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمکو ہوا موافق اور ہوا مخالف سے کچھ غرض نہیں ہم کو اپنے پروردگار سے اُمید قوی ہے کہ ہم سب خیر و عافیت کے ساتھ جدہ میں پہونچینگے اور ہمارے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ ساتھ آرام کے جدہ میں پہونچاویگا ہم کو کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے اور تم بھی اس ہوا کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ مالک ہے سب طرح سے اپنا فضل کریگا پھر اُس نے ناخدا سے یہ سب حال کہا اس عرصہ میں صبح ہوئی لوگوں نے وضو کیا اور نماز فجر پڑھی پھر آپس میں خلاصی وغیرہ کہنے لگے کہ کیا سبب ہے کہ جہاز تباہی میں پڑا ہے دریافت تو کرو کہ کون شخص ایسا ہے کہ جس کی شامت اعمال سے جہاز پر یہ وبال ہے پھر انھوں نے دریافت کرنا شروع کیا پھر آخر کو یہ بات ثابت ہوئی کہ ان خارجیوں میں ایک عورت ایسی ہے کہ اُس نے ایام بلوغت سے آج تک کے دن میں غسل نہیں کیا پھر یہ قصہ ناخدا اور معلم سے بیان کیا پھر معلم میرے بستر پر آبیٹھا اور اُن خارجیوں سے کہا کہ تم میں ایک عورت ہے کہ اُس نے ایام بلوغ سے آج تک غسل نہیں کیا اُس نجس ناپاک کو سمجھا کر نہلاؤ اگر وہ نہ مانے تو اُس سے کہہ دینا کہ ہم ابھی تم کو دریا میں دھکیل دوینگے پھر لوگ اُس کے پاس گئے اور سمجھایا مگر اُس نے کسی طرح سے نہ مانا اور کہا کہ تم مختار ہو چاہو مجکو ذبح کر ڈالو لیکن غسل تو نہیں کرونگی پھر آخر الامر جب

کچھ بن نہ پڑی تب یہ صلاح ٹھہری کہ ان خارجیوں کا اسباب خدا کے
نام پر دریا میں ڈالا جاوے پھر اُن سے اسباب لے کر دریا میں ڈالنا شروع
کیا میں اُس وقت عورتوں کی تسلی کے لئے دلوسے کے اندر گیا تھا جب میں
باہر آیا تو دیکھا کہ اسباب خارجیوں کا دریا میں ڈالتے ہیں میں نے خدا اور
معلم سے کہا کہ تمہاری عقل اس وقت کہاں ہے یہ مال تم کیوں دریا میں ڈلواتے
ہو اگر اللہ کے واسطے ڈلواتے ہو تو ان مسکینوں کو جو ہمارے ساتھ میں دیدو
اس کا اجر بھی ملے دریا میں ڈلوانا محض عبث ہے پھر انھوں نے وہ مال کہ جو
کہ قریب پچاس ساٹھ روپے کے ہوگا ان مسکینوں کو دیا پھر تھوڑی دیر
کے بعد ناخدا دبوسے کی چھت پر سے غمگین اور بے حواس اُترا اور مجکو آواز
دی کہ دین محمد جہاز کو تو اللہ ہی بچاوے تو بچے بظاہر ہم کو کچھ بچنے کی صورت
معلوم نہیں ہوتی اور کہنے لگا کہ سید صاحب نے کچھ تم سے فرمایا ہے میں نے
کہا ہاں بہت سی باتیں فرمائی ہیں اب تم جو بیان کرو وہ مجکو بھی یاد ہو جاوے
انھوں نے کہا کہ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ساتھ خیریت
کے جدہ میں پہونچاویگا مگر یہ دریا کا مقدمہ ہے اگر کوئی جگہ سختی کی آجاوے
تو تم ہمارے سب لوگوں کو جمع کر کے دعا کروانا اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا اور
ہم نے اپنے لوگوں سے بھی کہہ دیا ہے اور خوب سمجھا دیا ہے اگر سید صاحب نے
تم سے فرما دیا ہے تو تم اپنے سب لوگوں کو جمع کر کے دعا کرو اور یہی وقت

دعا کا ہے پھر میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ بھائیو جس کسی سے غُسل ہو سکے
نہالے اور نہیں تو سب مل کر وضو کرو پھر میں نے عورتوں سے جا کر کہا کہ
تم سب ایک جگہ اکٹھی ہو کر خوب دعا کرنا پھر انہوں نے بھی دعا کی اور ہم
سب لوگوں نے برہنہ سر کر کے جناب باری میں ساتھ کمال الحاح و زاری
اور عجز و انکساری کے دعا میں مشغول ہوئے اور کوئی دو گھڑی تک دعا
کرتے رہے اس میں اللہ تعالی نے اپنا کرم و فضل کیا کہ وہ ہوائے مخالف سا تھ
ہوائے موافق کے مبدل ہو گئی اور جہاز سیدھا ہو کر اپنے راستے پر چلنے لگا پھر
تمام خلاصی وغیرہ کو نہایت خوشی حاصل ہوئی چنانچہ اپنے گلے میں ڈھول
ڈال کر گاتے ہوئے اپنے ناخدا کے پاس گئے اور انعام لیا اور معلموں اور
خارجیوں سے اور مجھ سے بھی پھر قریب لنکا کے عنایت علی کا انتقال
ہوا اور وہ کئی روز پہلے سے بیمار تھے پھر ہم نے اندر جہاز کے اُن کے
غسل کی تدبیر کی خلاصیوں نے جہاز میں غُسل نہ دینے دیا اور کہا ان کو
باہر جہاز کے تختہ پر غُسل دو پھر ہم نے جہاز پر سے اس تختہ کو اُتار کر
باہر قلابوں میں باندھا مگر اُس وقت ہوا بہت زور سے چلتی تھی ہم
لوگوں سے غسل نہ دیا گیا پھر خلاصیوں نے غسل دیا اور اچھی طرح سے بدن
ملا اور پاک کیا پھر کفنا کر ایک وزنی پتھر رسی میں باندھ کر مردے کے
پیروں میں باندھ دیا پھر پہلے پتھر پانی میں ڈالا پھر اس کے پیچھے مردے

کو چھوڑا جب لانش نظر سے غائب ہونے لگی تب خلاصیوں نے کہ اب
یہاں پر پانی قریب اسی ہاتھ کے ہے پھر ان کو دفن کر کے میں عبدالغفار
خاں تجاری کے پاس جا بیٹھا اور وہ چند روز سے بیمار بھی تھے جب
سے اُنہوں نے عنایت علی کے مرنے کی خبر سنی تھی تب سے وہ بہت گھبرا
رہے تھے میں نے ان کی دیر تک تسلی اور دلجمعی کی اور کہا کہ خاطر جمع رکھو
انشاءاللہ تعالیٰ تم کو صحت کامل ہو جاویگی پھر اُن کے کپڑے جو ناپاک
تھے ان کو دھویا اور بھی بیماروں کے کپڑے پاک کیا پھر وہاں سے اُٹھ کر میں
دبوسے کی چھت پر ناخدا کے پاس جا بیٹھا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے
یہ جو پہاڑ نظر آتا ہے سنگلدیپ کا ہے اور یہیں لنکا بھی ہے انشاءاللہ تعالیٰ
دو ایک روز میں اس کے برابر پہنچیں گے جب جہاز لنکا کے پاس پہنچا اُس
وقت جہاز کے لوگ کہنے لگے کہ یہاں جناتوں کا لشکر رہتا ہے
اگر کچھ صدمہ اس کے باعث سے پہنچ جاوے تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ کبھی
کبھی ایسا واقعہ گذر جاتا ہے اور یہاں پر ہوا بھی تیز چلتی ہے بسبب خوف
تباہی جہاز کے تمام پردے اُتار لیتے ہیں فقط دو چار پردے رکھتے ہیں
اور جو یہ ٹیکرے سے دیکھتے ہو اس پر شکاری لوگ سنگلدیپ سے کشتیوں
پر سوار ہو کر شکار کھیلنے آتے ہیں اور اُن کی کشتیوں میں تین تین لکڑیاں
بندھی ہوتی ہیں اگر کسی طرح پانی طغیانی پر ہو کشتیوں کو ان لکڑیوں

کے سبب سے میتش نہیں ہوتی پھر جب ہمارا جہاز لنکا کی حد میں پہنچا
اُس کے بھی پیر دے اُتار لئے فقط دو تین پیر دے اُس پر رکھے جب
لنکا سے دو کوس آگے نکل گئے دو تین کشتیاں کنارے کی طرف سے
جہاز کے پاس آئیں اُس پر سوداگر لوگ تھے وہ اپنا اپنا اسباب واسطے
بیچنے کے جہاز پر لائے ہمارے لوگوں نے اُن سے کیلے کی پھلیاں اور کھجور
اور ناریل کے آٹے کی خمیرہ روٹی پکی ہوئی اور کھجور کے گود کی ٹکیاں اور
کاہو وغیرہ مول لئے اور سرخ و سفید رنگ کے پتھروں کی پڑیاں
اُنھوں نے اپنے پاس سے نکالیں معلم محمد قاسم نے مجھ سے کہا کہ ان پڑیوں
کو مول لو پھر دو پڑیاں تو میں نے دو دو آنے پڑیا مول لی اور کچھ اور
لوگوں نے معلم سے کہا کہ ان پتھروں کا نام پوچھو میں نے اُن سے
نام پوچھا اُنھوں نے کہا کہ ہیرا ہے پھر میں نے اپنی پڑیاں ہیرا واصل
لکھنوی کو دکھلائیں اُنھوں نے دیکھ کہا پتھر ان میں سے نکالے اور
کہا کہ چاہیے دو روپے کو ہم کو دیدو پھر میں نے اُن سے روپے تو نہ
لئے مگر وہ دونوں پڑیاں دیدیں اور ان لوگوں نے جہاز پر سے آلو اور
تماکو اور مچھلی مقطی سوکھی ہوئی اور سیاہ رومال دستی وغیرہ خریدے
اور وہ لوگ دُبلے دُبلے کالے کالے حبشی سے تھے اور ایک تہبند باندھے ہوئے
اور ایک ٹوپی سیلی دوہرے کپڑے کی یا چمڑے کی سر پر اور ایک چھوٹا سا
رومال کندھے پر ڈالے رہتے تھے اور پان بہت کھاتے تھے اور ہر ایک

شخص ایک لڑکی پان کی اپنے ساتھ رکھتا تھا اور تین آدمی لوگوں میں
سے واسطے جانے جدہ کے جہاز پر رہ گئے تھے اور اُن سے ناخدا نے کچھ نول
بھی ٹھہرالیا تھا اور اُن کو جہاز کی کشتی کے اندر جگہ دی تھی وہ وہیں رہا کرتے
تھے اور اُس جگہ پر چند کرسیاں رکھی رہتی تھیں اُن کرسیوں پر ایک تو میں اور
معلم مصقری محمد حسن بیٹھے ہوئے تھے میں نے معلم سے کہا کہ ہم لوگ
سنتے ہیں کہ سنگلدیپ کے آدمی بہت حسین اور خوبصورت ہوتے ہیں اور
یہ لوگ تو دُبلے دُبلے کالے کالے ان سے پوچھو کہ تم اسی سنگلدیپ کے
ہو یا وہ سنگلدیپ اور ہے پھر معلم نے اُن سے پوچھا اُنھوں نے کہا
کہ کنارے کنارے کے شہروں میں تو تمام لوگ جیسے ہم ہیں اسی طرح کے
وہ بھی ہیں مگر سنا ہے کہ درمیان میں جو شہر ہے اس کے لوگ بہت گورے
گورے خوبصورت ہوتے ہیں اور وہ ہندو ہیں مگر ہم نے آج تک ان
میں سے کسی کو نہیں دیکھا نہ وہ ہمارے یہاں آسکتے ہیں اور نہ ہم اُن
کے یہاں جا سکتے ہیں اس واسطے کہ جو وہ یہاں آویں تو ہم مار ڈالیں اور
اگر ہم وہاں جاویں تو وہ مار ڈالیں اس سبب سے نہ کوئی ہمارے یہاں
سے جاتا ہے اور نہ کوئی اُن کے یہاں سے آتا ہے پھر بعد تھوڑی دیر کے
انھیں لوگوں نے مشک سے آٹا نکال کر ایک چمڑے کے دسترخوان پر رکھا
اور تھوڑا سا گھی اور کھجوریں اُس آٹے میں ڈال گوندھا پھر کھجور کی گٹھلیوں

کو نکال کر پھینک دیا اور اُس کی پنڈیاں باندھ کر کھانے لگے معلم
نے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کیا چیز کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ ستو ہے
اُنھوں نے کہا کہ ستو نہیں ہے مچھلی کا آٹا ہے ان کے ملک میں غلہ نہیں ہوتا
ہے یہ لوگ اسی کو کھاتے ہیں یا میوے کی قسم سے اور اطراف سے سوداگر
لوگ غلہ منگا لایا کشتیوں پر کرتے ہیں مگر جو لوگ امیر اور مالدار ہیں وہی
لوگ پچاس پچاس ساٹھ من خرید لیتے ہیں اور جس طرح سے
امیر لوگ میوہ غریبوں کو تقسیم کرتے ہیں اسی طرح اس منگا کو غریبوں
کو بقدر وسعت کے یوں ہی دیدیا کرتے ہیں اور وہ لوگ اُس کو تحفہ سمجھ کر
اور خوش ہو کر یوں کچا چاب لیتے ہیں پھر میں نے معلم سے کہا کہ اگر ان کو
منظور ہو تو یہ ہمارے یہاں کھانا کھایا کریں معلم نے اُن سے کہا کہ ان کے
یہاں سے تم کھانا کھایا کرو پہلے اُنھوں نے دل لگی سمجھ کر انکار کیا بعد اس کے
اُنھوں نے کہا کہ کچا کھانا ہم کو دیا کریں پھر میں نے اُسی روز سے ڈیڑھ
سیر چاول اور آدھ سیر دال ان کی مقرر کر دی پھر ایک روز وہ دو تُنگیرے
ایک تو شہد سے بھرا ہوا اور دوسرے میں کھجوریں لائے اور مجکو دینے
لگے میں نے نہ لیا وہ آزردہ ہونے لگے، میں نے کہا تم ناخوش نہ ہو میں اس
لئے نہیں لیتا ہوں کہ ہمارے یہاں دود و کھجور اور پیسا پیسا بھر شہد لوگوں
میں تقسیم ہو جاویگا اور تمہارے پاس رہیگا تو تمہارے کام آویگا پھر
میں نے پوچھا کہ ہم سنا ہے کہ اس پہاڑ پر قدم مبارک حضرت آدم علیہ السلام

کے ہیں تم بھی اس پہاڑ پر گئے ہو اُنہوں نے کہا کئی مرتبہ اور وہاں ہزاروں
آدمی جاتے ہیں اور وہ پہاڑ سیدھا بہت بلند ہے اُس پر لوہے کی زنجیریں
لٹکتی ہیں سو اُس پر لوگ چڑھ کر واسطے زیارت کے جاتے ہیں اور وہاں پتھر
پر دو قدم وہیں کوئی پونے دو ہاتھ کے چوڑے اور تین ساڑھے تین
ہاتھ کے لمبے اور کھانے کو پر مچھلی کا آٹا یا میوہ لے جاتے ہیں اور وہاں
ایک چشمہ ہے اُس کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا اور وہ پانی بہت شیریں اور
ہلکا ہے وہی پانی پیا کرتے ہیں انتہیٰ پھر ایک روز معلم نے کہا کہ آگے
ایک صدمہ کی جگہ اور ہے اور وہاں ہوا بہت تیز چلتی ہے تم سب کو وہاں
پر بھی دعا کرنی پڑے گی میں نے پوچھا وہ کون سی جگہ ہے اُنہوں نے کہا کہ
سیلان کر کے مشہور ہے پھر مجکو کئی لوہے کی زنجیریں منگوا کر دیں اور کہا
کہ جس وقت تم کھانا پکاؤ اس وقت ان دیگوں کے گلے میں ڈال کر کڑے
میں باندھ دینا اور اسی طرح پانی کی بھی دیگ کو باندھ دینا کیونکر وہ اُلٹ
نہ جاویں میں نے وہ زنجیریں لے کر رکھ لیں اور اُن سے کہا کہ انشاءاللہ
تعالیٰ اس کی کچھ حاجت نہ پڑے گی اور جیسا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
نے فرمایا ہے ویسا ہی اس سے پار ہو جاوینگے اور خدا چاہیگا تو کچھ صدمہ
نہ پہونچیگا پھر جب سیلان میں پہنچے سب لوگوں کو بڑا تردد ہوا کہ اب
دیکھا چاہئے کیا ہو لیکن خدا تعالیٰ نے ہمارے حضرت کی دعا کی برکت

سے ساتھ آرام تمام کے وہاں سے پار کردیا یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ یہاں
سیلان ہے یا اور کوئی جگہ جب سیلان سے باہر ہوگئے اُس وقت ناخدا
نے کہا کہ کبھی کوئی جہاز اس جگہ پر ساتھ دس روز آرام اور آسانی
کے پار نہیں ہوا یہ حضرت سید صاحب کی کرامات کا ظہور ہے پھر خلاصیوں
نے موافق معمول اپنے کے گلے میں ڈھول ڈال کر اور تھالی ہاتھ میں لے کر گاتے
بجاتے اور خوشی کرتے سب سے انعام لیا انتہیٰ ایک روز ناخدا نے مجھ سے
کہا کہ اب قاف قمبری کے قریب آئے ہیں اور یہ بھی بہت خوف کی جگہ
ہے، میں نے کہا کہ ناخدا صاحب جس طرح سے اللہ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمۃ
کی دعا کی برکت سے سیلان سے پار اتار دیا ہے ویسا ہی اس سے بھی پار اتاریگا
پھر جب درمیان قاف قمری کے پہنچے دیکھا تو فی الحقیقت پانی وہاں
کا نہایت مواج میں تھا کہ ایک موج دوسری موج سے ٹکر کھاتی ایک صورت
طوفان کی نظر آتی تھی پھر خدا تعالیٰ نے اُس سے بھی ساتھ سلامتی کے پار
کردیا، ناخدا اور بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی کرامات اور بزرگی کا بیان کرنے
لگا اور کہنے لگا کہ جہاں کہیں معاملہ سختی کا پیش آتا ہے وہاں آپ کی کرامت
بھی ظاہر ہوتی ہے اور اب ہم جان جاتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہ جہاز ہمارا
صحیح سالم جدہ میں کھڑا ہے پھر چلتے چلتے ایک روز معلم نے کہا کہ یہاں
ایک کھیت مچھلیوں کا آویگا اور لاکھوں مچھلیاں وہاں اوپر کو اچھلتی
اور کودتی ہیں یہاں پر تو اس کی چوڑائی کم ہے مگر آگے بہت چوڑا ہے

اور لنبائی کا حال نہیں معلوم کہ کہاں تک ہے جب ہم وہاں پہنچے معلم نے
کہا دیکھو وہ بھی مچھلیوں کا کھیت ہے ہم سب لوگ اس کا تماشہ دیکھنے
لگے حقیقت میں وہاں لاکھوں بلکہ کروڑوں مچھلیاں بسبب کثرت مچھلیوں
کے دریا کا پانی نہیں معلوم ہوتا تھا پھر دوپہر کے عرصہ میں اُس سے گذرے
پھر بعد کئی روز کے ایک کھیت اُڑتے والے مچھلیوں کا اور وہاں ہرے کے
ہرے مچھلیوں کے اُس میں سے اُڑتے تھے اور وہ وزن میں کوئی چھٹانک
یا آدہ پاؤ شاید پاؤ بھر کے ہوں چند مچھلیاں ہمارے جہاز میں اُڑکر آ پڑتیں
تھیں انتہی، پھر چلتے چلتے ایک روز کنارے بندر مکے کوٹ کے پہنچے اور وہاں
جہاز کا لنگر ہوا ناخدا جہاز سے اُتر کر وہاں گیا اور مجکو بھی اپنے ہمراہ لے گیا
اور چار آدمی میرے ساتھ گئے اور ناخدا محمد کے مکان پر اُترے اور وہ چاروں
شخص یہ تھے ایک نواب امان اللہ خاں اور دوسرے میر واصل لکھنوی، یہ دونوں لکھنو کے
اور تیسرے موٹے کریم بخش سہارنپوری اور چوتھے مظفر اور مظفر علی وہ
تھے کہ جو حج سے آکر یہاں دار السلام ٹونک میں ہمارے آقائے نامدار کی
سرکار فیض آثار میں نوکر ہوئے اور چند مدت رہے پھر کسی سبب سے
نوکری چھوڑکر چلے گئے اور ہمیشہ نماز میں بعد دعا کے پکار کر کہا کرتے تھے
کہ ہمارے نواب صاحب کو اللہ تعالیٰ بادشاہ کرے، انتہی، پھر میں بازار کو
گیا اور وہاں جاکر دو سو ناریل اور دو روپیہ کے اور کاجو دو روپیہ کے اور
کیلے کی پھلی ایک روپیہ کی لے کر جہاں اُترے تھے وہاں آیا وہ پھلی

وغیرہ خلاصیوں کے ہاتھ جہاز پر پہنچا دیں اور بعد نماز عصر کے ناخدا محمد کے
یہاں کھانا کھایا اور وہ کھانا پلاؤ تھا پھر کھانا کھا کر مردلنے مکان میں
ہم سب لوگ جا بیٹھے مجھ سے ہمارے ناخدا نے کہا کہ تم بازار سے بہت جلد
چلے آئے اچھی طرح سے سیر نہیں کی میں نے کہا کہ یہاں عورتیں نہایت بے پردہ ہیں
ان کو دیکھ کر میری طبیعت گھبرائی اور بُرا معلوم ہوا اس سبب سے میں جلد چلا آیا
اس کو سُن کر ناخدا محمد نے کہا کہ اس کنارے کے شہروں میں یہی حال بے حیائی اور
بے شرمی کا ہے یہاں تو کم و بیش کپڑا بھی پہنتی ہیں اور آگے جو شہر اور بستیاں
ہیں ان میں بالکل عورتیں برہنہ مادرزاد رہتی ہیں تل گائے بھینس کے اور تین
سو کوس تک چلا گیا ہے اور بجائے غلہ کے مچھلیاں بھون کر کھا لیتے ہیں اور
بجائے پانی کے دودھ اونٹ یا دُنبے کا پینے کو ملتا ہے انتہیٰ پھر صبح
کو میں مچھوے پر سوار ہو کر جہاز پر آیا اور ہمارا ناخدا وہیں رہا پھر دوسرے
روز دو کشتیوں میں میٹھا پانی اور دو کشتیوں میں ناریل بھر کر ناخدا نے بھیجے
پانی تو ٹانکیوں میں بھروا دیا اور ناریلوں کو اُٹھوا کر جو راستہ ہمارے
آنے جانے کا عورتوں میں تھا اُسی میں رکھا دئے میں نے معلم سے کہا کہ یہ
ہماری آمد و رفت کا رستہ ہے تم یہاں نہ رکھو اور اسی جگہ پر ہمارے
یہاں کے دو بڑھیوں کے بستر بھی ہیں معلم نے کہا کہ بڑھیوں کے بستر اندر دریچے
کے کرا دو اور تم اپنے آنے جانے کا رستہ اوپر کے ڈبوے کی کھڑکی سے
رکھو میں نے ہر چند سمجھایا اُس نے نہ مانا اور کہا کہ ہم تو اسی جگہ رکھیں گے میں نے

اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ ناریل یہاں سے اُٹھا کر جہاز کی اگلی طرف
پھینک دو اگر کوئی تم سے کچھ کہیگا ہم سمجھ لینگے پھر اُنھوں نے وہ ناریل پھینکدئے
پھر اُس میں بیس آدمی لے کر ڈبوسے کی چھت پر جا بیٹھا پھر تھوڑی دیر کے بعد
ناخدا بھی آیا خلاصیوں نے موافق دستور کے سیڑہی لگا کر جہاز پر سوار
کرلیا جب جہاز پیر داخل ہوا اور وہ ناریل جا بجا پڑے ہوئے دیکھے معلم
عبدالرحمن سے پوچھا کہ یہ معاملہ ہے کہ ناریل ادھر ادھر پراگندہ پڑے
ہیں اُس نے کہا دین محمد سے اس کا حال دریافت کرو ناخدا نے مجکو بلا کر
اپنے پاس کرسی پر بٹھایا اور گلے میں ہاتھ ڈال کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ
ہے میں نے کہا انھیں سے پوچھئے اس میں مُندل محمد نے وہ تمام حقیقت
ناریل رکھنے اور پھینکنے کی بیان کی اس کو سُن کر ناخدا معلم پر بہت غصہ
ہوا اور کہنے لگا کہ مینے کلکتہ سے نکلتے ہی تمہاری شرارت کی باتیں سنی
تھیں مگر میں خاموش ہو گیا اور تم سے کچھ نہ کہا لیکن تم اپنی شرارت سے
باز نہیں آتے بڑے تعجب کی بات ہے کہ سید صاحب کس طرح کے ولی اللہ
بزرگ شخص ہیں کہ جن کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کیسے
کیسے سخت صدموں سے نجات دی اور تم اُن کے لوگوں کے ساتھ اس
طرح کی شرارت اور بیوفائی کرتے ہو تمہارے رفض میں کچھ شک وشبہہ
نہیں بیشک تم کٹے رافضی ہو کہ تم کو ابھی تک سید صاحب کے حال سے کچھ آگاہی

ہیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کے دیر تک اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بیان کرتا
رہا اور خلاصیوں سے کہا کہ جا کر جو اسباب سوداگری معلم کا ہے وہ تمام اسباب دریا
میں ڈالدو اور اس جگہ پر ناریل دھر دو، میں نے کہا کہ ناخدا صاحب برائے خدا ان
کا اسباب نہ پھنکوائیے مجکو منظور نہیں ہے کہ ہمارے سبب سے کسی مسلمان بھائی
کا نقصان ہو اور اب اگرچہ راستہ ہمارے آنے جانے کا بند ہو جاویگا لیکن وہ
ناریل ہم اُسی جگہ رکھوا دینگے اور ہم اوپر کے دیوسے کی کھڑکی سے آیا جایا
کرینگے، اس میں جمعدار محمد خاں نے کہا کہ ناخدا صاحب آپ اسباب معلم کا جہاں
رکھا ہے وہیں رکھا رہنے دیجئے پھر خان موصوف نے وہ ناریل وہیں جہاز
میں کسی جگہ رکھوا دئے انتہیٰ، پھر ناخدا نے مجھ سے کہا کہ ہمارے یہاں تین
روز تک تم سب لوگوں کی دعوت ہے، میں نے کہا کہ آپ یہاں جہاز پر کیوں
تکلیف کرتے ہیں، اُنھوں نے کہا کہ اس میں تکلیف کی کیا بات ہے، ہیں یہ پندرہ
بیس دُنبے اور مرغ مول لے کر فقط تمہاری دعوت کے لئے جہاز پر چڑھائے
ہیں پھر فجر کو اُنہوں نے دعوت کی اور اس دعوت میں پراٹے اور شہد تھا اور
شام کو پلاؤ اور دوسرے دن فجر کے وقت کھانا شکرانہ تھا اور شام کو پلاؤ
اور مربہ اور اس کے دوسرے روز فجر کو بسکٹ اور روغنی روٹی اور مربہ اور
مٹھائی اور اچار اور شام کو مرغ پلاؤ اور بعد دعوت کے ہم لوگوں نے دعا
کی پھر ناخدا نے مجکو ایک لنگی مسقطی بہت قیمتی اور ایک کتان کا تھان دو رومال
اور پانچ ریال دئے اور اس لنگی اور تھان کا آگے بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ
انتہیٰ ایک روز معلم محمد قاسم نے مجھ سے کہا کہ یہاں دریا میں کبھی کبھی ایک
مچھلی ہم کو دکھائی دیتی ہے اور وہ ایک پھنکار اس طرح سے مارتی

ہے کہ ہزاروں من پانی مانند فوارے کے اُڑ جاتا ہے اگر اب کی بار وہ
ہم کو نظر آویگی تو تم کو اس کا تماشہ دکھلاویں گے اور ان دنوں
میرے خارش نکلی تھی پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز میں جہاز کے پچھلے
چھوڑے پر دوا لگانے کو بیٹھا تھا اس عرصہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک
جگہ کا پانی اُڑا اور بہت بلند اُس کے فوارے گئے میں اس کو دیکھ کر ڈر
گیا اور اپنے دل میں کہا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے کہ یکایک یہاں کا پانی اُڑ
گیا پھر بغور میں نے اس کو دیکھا تو مچھلی معلوم ہوئی اتنے میں محمد قاسم معلم
نے مجکو پکارا میں اُن کی آواز سُن کر جلد سے جہاز پر آیا اور اُن کے
پاس گیا اتنے میں ایک جگہ کا پانی اُڑا، معلم مرحوم نے کہا کہ وہی مچھلی
ہے جس کو میں کہتا تھا پھر اُس نے جہاز کے پاس آکر ایک پھنکار اور ماری
تمام پانی اور اُڑا اور اس جگہ بہت گہرا ایک گڑھا ہو گیا پھر میں نے پوچھا
کہ یہ مچھلی جہاز کو بھی کاٹ ڈالتی ہے انھوں نے کہا کہ نہیں وہ اور مچھلی
ہے اگر آگے وہ ہم کو ملیگی تو اس کو بھی دکھاؤنگا اور یہ تو فقط
پھنکار ہی مارتی ہے پھر اُس نے تھوڑی دیر کے بعد کروٹ لی اتنی
لمبی اور چوڑی اس کی پیٹ معلوم ہوئی جیسے ایک جہاز کی کشتی
ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کوئی پچاس ساٹھ ہاتھ کی اور دم اور سر
اس کا نہ معلوم ہوا خدا جانے کتنی بڑی ہوگی، دو تین دن کے بعد اس

نے معلم اور ناخدا سے کہا کہ وہ مچھلی جو جہاز کو کاٹ ڈالتی ہے وہ ہمارے
جہاز کے ساتھ چلی آتی ہے ناخدا جلدی سے اٹھا اور دیکھنے لگا ہم لوگ بھی
دیکھنے لگے ہم کو تو نظر نہ آئی مگر ناخدا وغیرہ دیکھ کر کہنے لگے کہ اب اس کو کسی
تدبیر سے پکڑو پھر خلاصیوں نے الات شکاری نکالے اس میں کانٹے اور بھالے
اور پھندے وغیرہ سب ہی تھے پھر ایک کانٹے میں گوشت کا لوتھڑا خشک لگا
کر اور اس پر ایک روغن ملا معلوم نہیں وہ روغن کیا تھا پھر وہ دریا میں
اس مچھلی کی طرف ڈال دیا اور اس میں موٹا سوت کا رسّا بندھا ہوا تھا پھر
وہ بہت دیر کے بعد گوشت کی بو پا کر اس کے پاس آئی اور اس کو نگل گئی
اور دہر سے انہوں نے اس کو کھینچا وہ گرفتار ہو گئی پھر اس کو خوب تھکا کر
جہاز کے پاس لائے اور پھندے ڈال کر بھالوں سے زخمی کیا اور جھنکوں میں
رکھ کر جہاز میں لائے جب تک وہ زندہ تھی خوب تڑپتی تھی پھر مجھ سے ان
لوگوں نے کہا کہ ابھی یہ مچھلی بچہ ہے اور یہی مچھلی جہاز کو کاٹ ڈالتی ہے اور
پشت سے کچھ ہی کم دم اور جو پنکھ تھی نہ اس کے پر تھے اور کھپے اور نہ کانٹا
اور چمڑا اس کا اس قدر باریک تھا کہ سرخی گوشت کی نظر آتی تھی پھر
مجھ سے معلم نے کہا کہ اب ایک تماشہ اور بھی دیکھو پھر تھوڑا سا پانی میٹھا منگوا کر
اس کے منہ میں ڈالا جب پانی اس کے پیٹ میں پہنچا اسی وقت تھرتھرا کر
مر گئی معلم نے کہا کہ اس شور دریا کی مچھلی پالنے کی یہی تدبیر ہے پھر سب

لوگ اپنے اپنے بستروں پر گئے اور خلاصی اس مچھلی کو باورچی خانہ کے سامنے
لے گئے اور وہیں پر ایک بکری تختوں پر گڑی تھی کوئی دو ہاتھ کی لمبی اور
بالشت بھر کی چوڑی اور بالشت بھر کی اونچی پھر اس مچھلی کی چونچ اس لکڑی
پر رکھی اور دو آدمی دو کلھاڑی لے کر دو رویہ کھڑے ہوئے اور وہ کلھاڑیاں
دو دو سیر کی تھیں پھر اس کی چونچ پر مارنے لگے ہر ضرب میں کلھاڑی سے انگلی
دو انگلی کا ٹکڑا کٹتا تھا میں نے پوچھا کہ اس کی چونچ کیوں کاٹتے ہو انہوں
نے کہا کہ تمہارے دکھانے کو کہ چونچ اس کی اس طرح سے سخت ہے اور وہ
مچھلی وزن میں قریب دو من کے تھی اور وہ لوگ کہتے تھے کہ یہ مچھلی پانچ
چھہ من سے زیادہ بڑی نہیں ہوتی پھر اُنھوں نے پارچہ پارچہ کرکے لوگوں
میں تقسیم کیا اور ہمارے یہاں بھی اُنھوں نے پندرہ بیس سیر گوشت بھجوا دیا
ہم نے بھی کھایا گوشت اس کا بہت ہی لذیذ تھا انتہی پھر چلتے چلتے کنارے
بندر کو لانڈی کے جہاز کا لنگر ہوا ناخدا اور معلم محمد قاسم نے شہر میں جانے
کی تیاری کی اور دو کشتیاں جہاز پر سے اُتاریں اور مجھکو بھی اپنے ساتھ لیا اور
دیگر آدمی اور پھر سوار ہو کر بستی میں گئے اور ناخدا ابراہیم کے مکان پر اُترے
اور وہ ناخدا بہت ضعیف تھا اور وہ دیر تک حیدر نایک اور ٹیپو سلطان
کا ذکر کرتے رہے اور کہتے تھے کہ ہمارے یہاں اُن کی بہت عملداری رہی
اُن کی عملداری میں ہم لوگ بہت آرام سے رہے پھر ہمارے ناخدا
نے مجھ سے کہا کہ تم بازار کی بھی سیر کرو اور ایک یہاں بہت بڑا

میٹھے پانی کا چشمہ ہے اس کو بھی دیکھو اور اپنے ساتھ معلم کو بھی لیتے جاؤ پھر اُسی ناخدا کے یہاں کھانا بھی کھایا پھر میں نے معلم سے کہا کہ بازار سے ہوکر چشمہ پر چلو شاید بازار میں کوئی چیز کام کی مل جاوے پھر ہم بازار میں گئے اور ناریل اور کیلے کی پھلی اور ایک روپیہ کی ایک سیر الاچی چوکڑا مول لیا اور سب اسباب خلاصیوں کو دیا کہ تم اس کو لے کر کشتی پر پہنچاؤ پھر وہ لے کر چلے گئے اس عرصہ میں بازار کے لوگوں نے ہم سے کہا کہ پہلے ہمارے یہاں تم ایسے لوگ رہتے تھے میں نے کہا وہ یہاں کیوں رہتے تھے اُنھوں نے کہا کہ وہ ٹیپو سلطان کی طرف سے یہاں متعین تھے واسطے بندوبست کے اور کبھی اُنھوں نے ہم لوگوں کو تکلیف نہیں دی اور اپنا بندوبست بھی خوب کیا کرتے تھے پھر تمام بازار میں ہم لوگوں کے آنے کی شہرت ہوگئی اور تمام مرد عورت واسطے دیکھنے کے سب طرف سے آنے لگے وہاں کی عورتوں کا لباس بہت بُرا تھا گویا کہ وہ ننگی تھیں یہ حال دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ تمہارے یہاں بڑی بے حیا عورتیں ہیں اُس نے کہا کہ صاحب ہمارے اس ملک میں یہی دستور ہے کہ غریب اور امیر کی عورتیں ننگی رہتی ہیں مگر بعض بعض لوگ اپنی عورتوں کو کپڑے بھی پہناتے ہیں پھر جب ہمارے پاس جب ہجوم زیادہ ہونے لگا

تب ہم وہاں سے بھاگے رستے میں معلم موصوف نے دو چار پتھر اُٹھا
لئے، میں نے پوچھا کہ معلم صاحب یہ پتھر کیا کروگے اُنہوں نے کہا جو
کچھ کرینگے سو آگے چل کر دیکھ لینا پھر جب ہم کنارے چشمہ کے پہونچے
دیکھا تو دس بارہ عورتیں نہا رہی ہیں معلم نے وہ پتھر ان کی طرف مارنے
کو پھینکے وہ پانی سے نکل کر ننگی مادرزاد طرف شہر کے بھاگیں پھر
ہم لوگ اس میں خوب سا نہائے پھر اس سے نکل کر کپڑے پہنے پھر بستی
سے باہر دریا کے کنارے آئے وہاں لب دریا ایک مسجد پختہ تھی اس کے
صحن میں ایک حوض تھا میٹھے پانی سے بھرا ہوا جب اس کا پانی چک جاتا
تھا تب لوگ اُسی چشمہ سے پانی لاکر بھر دیتے پھر اُس میں تمام نمازی
آکر وضو کیا کرتے تھے اور ہم لوگوں نے بھی اُس میں وضو کیا اور نماز عصر
کی پڑھی اور وہیں پر ہماری کشتی بھی کھڑی تھی پھر اس پر سوار ہوکر اپنے
جہاز پر آئے اُس کی فجر کو ناخدا بھی جہاز پر آداخل ہوئے اور لنگر اٹھا
پھر روانہ ہوئے پھر کئی روز کے بعد ایک روز قریب دوپہر کے عبدالغفار خاں
بخاری جو بیمار تھے ان کا انتقال ہوا پھر موافق دستور کے تختہ باہر
جہاز کے باندھا اور غسل دیا اور کفن دے کر جنازہ تیار کیا اس میں
ناخدا نے کہ ان کو یہاں دریا میں دفن نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ آج

لنگر ایسے میں ہوگا وہاں کنارے پر زمین میں دفن کرنا میں نے کہا خیر
وہیں دفن کرینگے پھر کوئی پہر دن رہے کنارے اپنے کے پہونچے
اور تین کوس اسی طرف بسبب شدت امواج پانی کے جہاز کے جہاز
کا لنگر ہوا نا خدا نے کہا کہ جلد چھوا جہاز سے اتارو اور جہاز کو بچاؤ
ابھی ہوا برابر چلتی ہے اور اگر دیر کروگے تو وقت بدتر ہوا چلنے کا
آویگا پھر بہت حیران ہوگے پھر ہم دس آدمی جہاز کو لے کر چھوے
پر سوار ہوئے اور چلے اس میں پانچ تو خلاصی اور پانچ آدمی ہم بھی
جب آگے بڑھے موجوں کا یہ عالم ہوا کہ ایک ایک موج مثال پہاڑ کے
آتی تھی جب تھوڑا دور کنارہ رہ گیا تب ہوا بہت تیز چلنے لگی ہرچند
خلاصی چھوے کو کنارے پر لگاتے تھے مگر ہوا کی تیزی سے پلٹ جاتا
تھا آخر الامر خلاصیوں نے تھک کر کہا کہ اب ہم سے کچھ نہیں ہوتا جہاں
تک کہ زور بازو تھا وہاں تک مار چکے اب اسی لاش کے ساتھ ہم سب
ہلاک ہوں گے یہ کہہ کر انھوں نے چھوے کو چھوڑ دیا میں نے خلاصیوں سے
کہا کہ تم نہ گھبراؤ خدا چاہیگا تو اب کنارے پر پہونچ جاوینگے اور
مجکو تو حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا سے اُمید قوی تھی کہ آپ نے وقت
رخصت کے دعا بھی کی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ساتھ آرام کے

جدہ میں پہونچا دیگا سواس بات کو خیال کرکے میں تیوار پر جا بیٹھا
اور بسم اللہ کرکے زور سے اس کو کھینچا پچھوے کا بہتہ سیدھا ہو گیا میں
نے خلاصیوں سے کہا کہ اب تم ڈانڈ مارو پھر خلاصیوں نے ڈانڈ مارنا شروع
کیا اور پچھوا کنارے کی طرف چلا جب قریب کنارے کے پہونچا ایک خلاصی
رسالے کر کودا اور ایک شخص کنارے پر کھڑا ہوا ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا کہ
جلد پچھوے کو لاؤ پھر وہ بھی دریا میں کود پڑا خلاصی نے رسے اُس کی طرف
پھینکدئے اُس نے کھینچ لئے اور کنارہ پر گیا اور ایک لٹھے میں وہ رسّی
باندھ دی پھر خلاصی اور وہ شخص پچھوے کو کھینچ کر کنارے پر لائے ہم لوگ
لاش لے کر اُترے اور وہ شخص بھی لاش اُتارنے میں شریک رہا پھر نہ
معلوم کہ وہ شخص کہاں چلا گیا پھر ہم لاش کو اپنے گورستان میں لے گئے
وہاں ایک قبر کھودی ہوئی موجود تھی ہم نے اپنے سے وہاں کے تکیہ دار کو بلایا
وہ اس قبر کے پانچ ریال مانگنے لگا پھر ہم نے اس کو تین ریال پر راضی
کرکے اس قبر میں ان کی لاش دفن کی پھر ایک فقیر نے آکر سورہ یٰسین پڑھی
آدھا ریال ہم نے اس کو دیا باقی آدھا اور مسکین اور محتاجوں کو دیا اور
ایک خلاصی کو دریا کے کنارے پر مقرر کیا کہ جس وقت ناخدا آویں ہم
کو خبر کردینا اور شہر میں بہی اس شخص کو تلاش کروایا کہیں اُس کا پتہ
نہ پایا اور اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کا فرمانا مجکو یاد آیا میں نے امان اللہ

خاں لکھنوی سے کہا کہ بھائی امان اللہ خاں حضرت امیر المومنین نے
فرمایا تھا کہ عبدالغفار خاں کی خدمت تم بخوبی کرنا یہ چند روز کے
ہمارے مہمان ہیں سو میں یہ جانتا تھا کہ شاید خاں صاحب کہیں کوئی
بندر میں اُتر پڑیں یا مکہ معظمہ میں رہ جاویں یہ مجکو ذرا خیال نہ تھا کہ
یہ مر جاوینگے سو جب وہ مر گئے تب مجکو یاد آیا کہ حضرت کا فرمانا یہی تھا اور
یہ آپ کی منجملہ کرامت تھی اس عرصہ میں وہ خلاصی کہ ناخدا کے خبر لانے
کو مقرر کیا تھا آیا اور کہا کہ ناخدا آئے اور اس گورستان کے قریب
کیلوں کا باغ تھا بہت لمبا اور ناریل اور کھجور کے بھی درخت کثرت سے
تھے پھر ہم وہاں سے اُٹھ کر ناخدا کے پاس گئے وہاں کے ناخدا نے ہمارے
ناخدا کی دعوت کی تھی سو اس وقت کھانا تیار تھا ہم سب نے کھانا کھایا
پھر اُنھوں نے چائے پی اور ہم لوگوں کو بھی پلائی اور وہاں کی اکثر عورتیں
کرتا ٹخنوں تک اور پاجامہ پہنے ہوئے اور برقا اوڑھے رہتی تھیں اور
بعض عورتیں گھٹنوں سے اونچا کرتا پہنے اور چھوٹا سا کپڑا سر پر ڈالے رہتی
تھیں اور سب مسلمان سید رفاعی اور اکثر لوگ مالدار بھی تھے پھر بعد نماز
مغرب کے ہم لوگ پچھوے پر سوار ہوئے اور ناخدا نے ایک لالٹین روشن کی
اس کو دیکھ کر ہمارے جہاز پر معلم نے بھی لالٹین جلائی اور مستول پر لٹکائی
پھر ہمارے خلاصی اسی طرح پچھوے کو لے گئے جب ایک گولے کے فاصلہ

سے جہاز رہا تب ہوا تند چلنے لگی اور مچھوے بہہ کر اور طرف چلے ادہر
معلم نے دریافت کیا کہ بسبب تندی ہوا کے مچھوے اور طرف بہے چلے جاتے
ہیں پھر جلد ایک مچھوا جہاز پر سے اُتار کر اور ایک رسا باندہ کر اور پانچ
چار خلاصی اس پر سوار کر کے ہماری طرف بہادیا جب بہتے بہتے ہمارے
قریب آیا پھر ان خلاصیوں نے اس مچھوے میں ہمارے دونوں مچھوے
باندھے اور رسا کھینچ کر جہاز والوں کو اشارہ کیا پھر انھوں نے جہاز
پر سے رسا کھینچنا شروع کیا اس طرح سے ہمارے مچھوے جہاز کے پاس کے
پہنچے اور جہاز پر سوار ہوئے پھر صبح کو وہاں سے لنگر اُٹھا اور جہاز روانہ
ہوا پھر ناخدا اور معلم خلاصی وغیرہ ہم لوگوں سے مخہ کی تعریف خوش
ہو کر بیان کرتے تھے کہ مُخہ بہت عمدہ شہر ہے اور وہاں کی آب و ہوا نہایت
موافق اور معتدل ہے اور تمام باغ شاداب اور سرسبز اور بازار میں ہر چیز
قسم کھانے وغیرہ کی پکی ہوئی تیار رکھتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب مخے میں پہنچ
کر وہاں بہت سے مقام کرینگے جب تم لوگ جہاز سے اُتر کر اُس میں داخل
ہونگے اس کو دیکھ کر کہو گے کہ حقیقت میں جیسا تم کہتے تھے ویسا ہی ہے
اور وہاں تم لوگوں کو ہر طرح سے آرام ملیگا باغوں کی سیر کرنا میٹھے
پانی سے نہانا بہ نسبت اور بنادر کے مخہ بہت عمدہ جگہ ہے ان باتوں
کو سُن کر میں نے اُن سے کہا کہ دس بیس روز کے لئے جہاز سے اُترنا

کیا ضرور اتنے روز کو اسباب جہاز سے اُتاریں اور پھر چڑھاویں
ہم تو نہ اُتر ینگے انشاءاللہ تعالیٰ جدہ ہی میں چل کر یکبارگی اتر
پڑینگے اور اب یہاں پر عورتوں اور بیماروں کے اُتارنے میں ہم کو بہت
تکلیف ہوگی اور اگر بالفرض ان کو اُتاریں تو پھر کہاں لیجا کر بٹھاویں اس
سے تو نہ اُترنا بہتر پھر ہمارے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے
کہ یہ اب مخہ میں نہ اُترینگے پھر بعض بعض لوگ میرے پاس آکر پوچھنے لگے کہ
کیا تم مخہ میں نہ اُتروگے مینے اُن سے کہا کہ بھائیو مصمم میرا ارادہ اترنے
کا تو نہیں ہے مگر تقدیر کے حال سے آگاہی نہیں کہ شاید یہاں پر بھی اُترنا
ہو پھر ہمارے لوگوں نے ناخدا اور معلم وغیرہ سے کہا کہ اب ہم لوگ مخہ
میں نہ اُترینگے کس واسطے کہ ہم نے میاں دین محمد سے پوچھا تھا کہ تم مخہ
میں اُتروگے اُنھوں نے کہا کہ ہم کو یہاں جہاز کس بات کی تکلیف ہے کہ
ہم اُتریں خدا کے فضل کرم سے کھانا پانی اور سب سامان ضروریات کا
یہاں جہاز پر موجود ہے اور اب ہمارے لوگوں کو دوران سر بھی جاتا رہا
اب اُن کو عادت ہوگئی ہم اُتر کر کیا کرینگے انشاءاللہ تعالیٰ یکبارگی جدہ
میں ہی اُترینگے اس بات کو سُن کر ناخدا اور معلم نے مجھ سے پوچھا کہ ہم نے
تمہارے لوگوں سے سنا ہے کہ تم مخہ میں نہ اُتروگے اس کا کیا سبب ہے
مینے کہا کہ سچ ہے کہ میں نہ اُترونگا اسلئے کہ عورتوں اور بیماروں کو یہاں

جہاز پر حضرت میاں صاحب کی دعا کی برکت سے کسی بات کی تکلیف
نہیں ہے کھانا پانی سب کچھ موجود ہے ایک جگہ بیٹھے بیٹھے آرام سے بیٹھے
ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جدہ میں چل کر اُتریںگے
اُنہوں نے کہا کہ وہاں جہاز پر بڑی دھوم دھام رہیگی اسباب جہاز
سے اُتریگا اور چڑھیگا اُس وقت تم کو ایک گھڑی جہاز پر رہنا
مشکل ہوجاویگا اور کھانا پکانے کی بہت تکلیف ہوگی ہمارے نزدیک
تمہارا اُترنا بہت مناسب ہے میں نے کہا کہ فی الواقعی تم نے سچ
کہا مگر جس وقت اسباب اُتریگا اور چڑھیگا ہم عورتوں کو اوپر کے
درجے پر بٹھا دینگے اور ہم لوگ درجے کی چھت پر یا جہاں کہیں
جگہ پاوینگے بیٹھ رہینگے اور جو تم کھانا پکانے کی تکلیف کو کہتے ہو سو ہم دن
کو نہ پکاوینگے رات کو پکا لیا کرینگے کچھ اسباب رات کو اُتارا چڑھایا
نہ جائیگا اور ہم اپنے اُترنے اور نہ اُترنے کا حال تم سے بعد ایک دو روز
کے لنگر ہونے کے کہینگے انتہیٰ پھر چلتے چلتے قریب ایک کوس کے جدہ سے
جہاز کا لنگر ہوا پھر ناخدا اور معلم جہاز سے اُتر کر اپنے ملاقاتی ناخدا
اور سوداگروں کے یہاں گئے اور میں بھی دس بارہ آدمیوں سے اُترا اور
شہر میں جاکر اُترنے کی جگہ تجویز کرنے لگا وہاں پختہ مکان بھی تھے
اور گھاس کے مکان بھی کہ دیواریں ان کی مٹی کی اور اوپر ان کے

پھر کران کو وہاں جھگے کہتے ہیں پختہ مکانوں کو کم و بیش چالیس روپیہ
میں ٹھیکا دیتے تھے خواہ اس میں سال بھر رہو خواہ ایک روز اور
اُن گھاس کے مکانوں کو دو ڈھائی روپیہ ماہواری مانگتے تھے
مگر ان گھاس کے مکانوں میں نقصان تھا کہ جہاں کوئی شخص ان مکانوں
میں آکر اترا اور بعد دو روز کے محلہ والے پوشیدہ اس میں آگ
لگا دیتے ہیں اور پھر آپ ہی بجھانے کو دوڑتے میں اور اسباب لوٹ
کر لیجاتے ہیں اور اگر میدان میں اترو تو چور بزور اسباب ہاتھ سے
چھین لیجاتے ہیں پھر میں اسی طرح سے پھرتا ہوا شہر کے دروازہ پر پہنچا
دروازہ کے گھونگھٹ کا میدان بہت وسیع تھا اور حفاظت کی
جگہ بھی تھی کہ تین طرف سے تو شہر پناہ کی دیوار آگئی تھی اور ایک
طرف رستہ تھا وہ جگہ مجکو پسند آئی کہ یہاں پر ہم سب لوگوں کی سمائی
ہو جاویگی اور جو جہاز ہمارے یہاں کے آوینگے ان کو بھی یہیں اُتارینگے
پھر اس جگہ کو دیکھ کر میں جہاز پر آیا اور ناخدا بھی شہر سے جہاز پر
داخل ہوا اور مجھ سے کہا کہ تمہارے واسطے ایک مکان پختہ بڑا اپنے
ایک دوست کا ٹہرا آئے ہیں اور اُس میں تمہارے سب لوگوں کی سمائی بھی
فراغت سے ہو جاویگی وہاں چل کر تم اُترو اور تمہارا جہاز سے
اُتارنا اور سوار کرنا اور لکڑی اور پانی کا میرا ذمہ ہے جب تک تم

وہاں رہو گے میں دونگا اس کو سُن کر میں نے کہا کہ اچھا اس کا جواب
میں تم تھوڑی دیر کے بعد دونگا پھر میں نے اپنے سب لوگوں کو جمع کر کے اُن
کا مشورہ کیا کہ بھائیو حضرت امیرالمومنین نے کسی جگہ مکان کرایہ لینے اور
نہ لینے کو مجھ سے کچھ ارشاد نہیں کیا پھر بھلا کس طرح سے میں مکان کرایہ
لُوں اور یہاں پر چالیس پچاس روپیہ میں مکان کرایہ ہوتا ہے اگر اُس
کو کرایہ لوں تو یہ روپیہ بیت المال کا خرچ ہوا اور اگر جھپر کے مکان
میں اُتروں تو وہاں آگ کا ڈر ہے اور یہ روپیہ امانت صرف حاجت ضروری
کے لئے ہے اور فضول خرچی اور حظ نفس کے لئے نہیں اگر ہم اس میں سے ایک حبہ
بیجا صرف کریں حضرت امیرالمومنین کے یہاں تو اس کا حساب و کتاب نہیں
مگر حشر میں سامنے اُس خالق مطلق کے اُس کا مواخذہ بڑا ہے اور یہ جو ناخدا
کہتے ہیں کہ ہم اپنی طرف سے مکان میں تم کو اُتارینگے بالفرض اگر ہم ناخدا
کے کہنے سے اُس مکان میں اُترے مگر جو اور جہاز آوینگے اُن کا بھی یہیں
لنگر ہوگا پھر وہ لوگ ہم کو پختہ مکان میں دیکھ کر مکان کرایہ لینگے اور
اُسی بیت المال میں سے کرایہ دینگے سو یہ بات مجکو منظور نہیں کہ ہم ناخدا
کے مکان میں اُتریں اگر تم سب لوگ چوکی پہرا دینے اور اپنے اسباب کی محافظت
کرنے پر مستعد اور آمادہ ہو تو اُسی جگہ کہ جس کو ابھی دیکھ آئے ہیں چل
کر اُتریں اور نہیں تو ہم ہرگز نہیں اُترینگے سو اس بات کو تم صاحب

خوب سوچ لو پھر انھوں نے باہم مشورہ کرکے کہا کہ انشاءاللہ تعالیٰ
جس طرح سے تم کہتے ہو ہم اُسی طور سے کرینگے اور ایک سرِمو فرق نہ
پڑیگا پھر ان کو اس بات پر مضبوط کرکے ناخدا کے پاس گیا ناخدا
نے مجھ سے کہا کہ اب تمہارے اُترنے میں کیا دیر ہے میں نے کچھ دیر نہیں
مگر ہم تمہارے مکان میں نہ اُترینگے اور لکڑی پانی بھی نہ لینگے کس واسطے
کہ یہاں پر ہمارے جہاز اور بھی آوینگے ہم کو مکان میں دیکھ کر وہ بھی
کرایہ لینگے یہ بات ہمکو منظور نہیں کہ یہ روپیہ اللہ تعالیٰ کا خواہش نفس
میں صرف ہو مگر یہاں سے اُتارنے اور سوار کرانے کا تمہارا ذمہ ہے اور ہم
اُس دروازہ کے گھوگھٹ میں اُترینگے پھر اس کو سن کر ناخدا تھوڑی
دیر سکوت میں رہا پھر اپنے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ سبحان
اللہ عجب طرح کے یہ لوگ دیندار با اعتقاد ہیں کہ حاضر اور غائب یکساں
حال ہے یہ سب میاں صاحب کی برکت کا ان پر پرتوا ہے اور تم لوگوں میں
سے جو بیعت کرنے سے باقی رہ گئے ہوں اب جہاں ملاقات حضرت میاں صاحب
سے ہو وہاں پر وہ لوگ بیعت کرلیں اور اپنے اپنے لئے دعا بھی کرا دیں کس واسطے کہ
ایسے متبرک ناخدا کہاں ملینگے انتہیٰ پھر ناخدا نے بڑی کشتی جہاز سے اُتاری
پھر اُس پر میں نے اسباب ضروریات رکھ کر چند لوگوں کو سوار کرکے روانہ کیا اور پھر
دوسرا آکر عورتوں کو پہنچایا اور میں بھی گیا پھر اسی دروازہ کے گھوگھٹ

میں ڈیرا کھڑا کیا اس میں عورتوں کو اُتارا اور پالیس بھی کھڑی کیں پھر
لوگ اپنے اپنی چوکی اور پہرے پر مستعد ہو گئے اور میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہہ دیا
تھا کہ یہ ملک غیر ہے تم کسی پر اصلا دست اندازی نہ کرنا اگر بر تقدیر کسی جگہ
پر چوری ہو جاوے اور چور پکڑے جاویں تو اُن کو مارنا نہیں اور اسباب
اپنا چھین لینا اس واسطے کہ اگر مار کوٹ میں اُن کے چوٹ زیادہ لگ جاویگی
تو ردبکاری کرنی ہوگی اس میں دس بیس دن لگینگے اس عرصہ میں اگر لنگر
جہاز کا اٹھا اُس وقت مالک جہاز کا ہمارے لئے کاہے کو ٹھہریگا اور حضرت
علیہ الرحمۃ نے بھی وقت رخصت ہونے کے سب کو تعلیم کی تھی کہ بیت اللہ شریف
کو چلتے ہیں اگر اس سفر میں کسی مسلمان سے کوئی واقعہ درپیش آوے تو اس
سے درگذر کرنا اور صبر کرنا جب رات ہوئی اور دروازہ بند ہو گیا تب چور لئے
اور آکر آگ پانی روٹی مانگنے لگے اور جو چیز اپنے قابو کی پائی اُس کو
اٹھائی پھر ہم لوگوں نے اُن سے لپٹ کر چھین لی یہی حال تمام رات رہا
کہ وہ اسباب اُٹھا لیتے تھے پھر میں صبح کو وہاں کے حاکم کے پاس گیا اُس
نے مجھکو دیکھ کر کہ ان سے پوچھو کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں
اور وہ شخص ترجمان تھا پھر اُس نے مجھہ سے آنے کی کیفیت پوچھی
میں نے تمام حال حضرت علیہ الرحمۃ کا اور اپنے آنے کا اور رات
چوروں کا بیان کیا اُس نے سُن کر حاکم سے کہہ دیا پھر حاکم نے

دربانوں کو بلا کر بتاکید تمام کہا کہ یہ جو لوگ باہر دروازہ کے اُترے
ہیں اگر ذرہ بھر اسباب اُن کا چوری گیا تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا
اور اُس کی قیمت تمہاری وجہ تنخواہ میں دلائی جاویگی پھر میں وہاں سے اٹھ کر
ایک سید کے مکان پر گیا اور کہاں سے آئے ہو میں نے تمام حال اپنے آنے
کا اور حضرت میاں صاحب کا بیان کیا پھر اُنھوں نے میری بہت سی خاطرداری
کی اور چوروں کی محافظت کے لئے دولا کے یہاں اور دربانوں سے کہلا بھیجا
اور دولا وہاں حاکم کو کہتے ہیں اور اُن سید صاحب نے بعد چلے جانے ہمارے کے
جب حضرت میاں صاحب مکے میں تشریف لائے آپ کے دست مبارک
پر بیعت بھی کی پھر میں وہاں سے اُٹھ کر اپنی جائے اقامت پر آیا رات
کو دربانوں نے کھڑکی کھلی رکھی اور کہا جب تمہارے یہاں چور آویں ہم
کو بلا لینا پھر وہی معمول وقت پر چور آئے ہم نے دربانوں کو بلایا اُنھوں
نے آکر اُن کو نکال دیا جب دربان چلے گئے تب وہ پھر آگئے پھر اسی
طور سے تین روز گذرے چوتھے روز جہاز عباسی حاجی پیر محمد صاحب بانس بریلوی
کا اور جہاز تاج حاجی یوسف صاحب کاشمیری کا آیا اور اُن کا لنگر ہوا
پھر میں نے اُن جہاز کے لوگوں کو اپنے پاس اُتارا جب ہمارے یہاں
لوگوں کی کثرت ہوئی تب ان چوروں کی آمد رفت موقوف ہوگئی
آتے تھے مگر کم انتہی اور وہ جو لٹین خاں رامپوری کا نکاح جہاز پر
ہو گیا تھا مگر بی بی ان کی بستر دلہن کی تھی پھر ایک روز مکے میں

اُنہوں نے معمولی چاول دن میں جو روز پکتے تھے دو ڈھائی من گوشت اور چاول اور چار پانچ ریال کا گھی ڈال کر پکایا اور ولیمہ کا نام کر کے تمام قافلہ کو کھلا دیا اور دو جوڑے لسین خاں اور دو جوڑے ان کی بی بی کے بنا کر اُس کے سپرد کر دئیے انتہی' پھر صبح کو جہاز غراب احمدی جس پر حکیم مغیث الدین سردار تھے اور شام کو جہاز تاج جس پر قادر شاہ سردار تھے اس کی فجر کو جہاز فیض ربانی جس پر مولانا محمد اسماعیل صاحب سردار تھے اور اُس کی فجر کو فتح الباری جس پر مولوی عبد الحئی صاحب سردار تھے یہ چاروں جہاز آئے اور اُن کے یہیں لنگر ہوئے جہاز فتح الباری اور تاج ان دونوں کا تو ایک روز یہاں لنگر رہا اور دوسرے روز آگے کو روانہ ہوئے کیونکہ ان جہازوں کے ناخداؤں کو یہاں کچھ کوئی کام نہ تھا اس سبب سے لوگ جہاز سے نہ اُترے کہ ایک روز کے لئے اُتر کر کیا کریں اور حکیم مغیث الدین اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے جہازوں کے ناخداؤں کے کئی کام تھے اس سبب سے دونوں صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت جہاز سے اُترے پھر ان سب صاحبوں کو میں نے اپنے پاس اُتارا پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز مولانا صاحب ممدوح اور حکیم مغیث الدین صاحب موصوف نے مجھ سے پوچھا کہ تم اندر شہر کے کس سبب سے نہیں اُترے ہو تب وہ تمام حال اپنے نہ اُترنے کا اُن

سے بیان کیا کہ شہر کے اُترنے میں یہ قباحتیں ہیں یہاں بر میں اپنے نزدیک
مناسب سمجھ کر اُتر پڑا اب آگے جو صلاح ہو وہ کریں مولانا صاحب
نے فرمایا کہ تم نے خوب کام کیا مگر اب میرے نزدیک مناسب یوں ہے کہ
جو لوگ مجرد ہیں وہ تو سب یہاں رہیں اور میں بھی یہیں رہونگا اور
عورتوں کو شہر میں مکان کرایہ لے کر اُتار دیں اس واسطے کہ عورتوں کو
مردوں میں اکٹھا رکھنا مناسب نہیں اس لئے کہ ہر کسی کی طبیعت ایک سی
نہیں ہوتی اور یہی بات حکیم مغیث الدین صاحب نے بھی کہی میں نے کہا بہت
بہتر جیسا آپ مناسب جانیں ویسا کریں پھر مولانا صاحب اور حکیم صاحب
اور اور لوگوں نے جن کے قبائل تھے علیحدہ علیحدہ مکان ایک ایک دو دو
نے شریک ہو کر کرایہ لئے اور اس میں جا کر اُترے اور مولانا صاحب اور
مولوی مظہر علی صاحب کرڑے والے تمام رات ہمارے یہاں رہتے اور
مولانا صاحب صبح کی نماز پڑھنے کے لئے شہر میں جایا کرتے تھے پھر ایک روز
مولانا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہاں بر جو کثرت سے ہیں تم ایک گھڑا
روز قہوہ کا لاکر اپنے بستروں کے پاس لاکر رکھ لیا کرو دس بیس آدمی
جو شب کو بیدار رہتے ہیں ایک کٹورا اس میں سے پی لیا کریں اس سے
خشکی ہوتی ہے نیند نہ آویگی پھر میں ہر روز شب کو ایک گھڑا قہوہ
کا قہوہ خانہ سے لایا کرتا تھا پھر شب کو لوگ اس میں ایک ایک کٹورا
پی لیتے تھے اور تمام رات جاگتے رہتے اور آپس میں ایک دوسرے سے مسائل

پوچھتے ایک روز ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے اپنے اپنے جہاز کے عجائبات
بیان کر رہے تھے کہ اس میں حکیم مغیث الدین صاحب نے کہا کہ ہمارے
جہاز پر ایک عجیب و غریب واقعہ گذرا کہ جب ہمارا جہاز لنکا کے قریب
پہنچا وہاں پر یکایک جہاز دہنسنے لگا اور سکان بھی بھرنے سے
بند ہو گیا تب سکانی نے پکار کر کہا کہ سکان تک پانی آ گیا دیکھو
تو جہاز پر کیا بلا نازل ہوئی یہ سُن کر لوگ گھبرائے اور ادھر ادھر
دیکھنے لگے پھر خلاصی اور سکانی ڈبوسے کی چھت پر چڑھے اور دیکھا کہ
ایک جانور مستول کے سیجنہ پر بیٹھا ہے اور آگ سا چمک رہا ہے اس میں
جہاز کے تیلیوں تک پانی آ گیا کہ اس پر مبیجھ کر وضو کر لیوے پھر معلم
اور ناخدا گھبرائے اور اُس کی طرف توپیں اور بندوقیں اور آتشبازی
کے انار چلائے اور دف بجایا اور شور مچایا جس پر بھی وہ نہ اڑا جب دیکھا
کہ کسی طرح سے نہیں اُڑتا تب سب لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے
کہ اب ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں اسی جگہ ڈوب کر مر جاویں گے تب
میں بھی ڈبوسے کی چھت پر چڑھا اور اس جانور کو دیکھا تو بایو کے برابر
معلوم ہوا اور مانند شعلہ آگ کے چمک رہا تھا پھر اس کو دیکھ کر میں نیچے
اُتر آیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا اکثر میں نے حاجی عبدالرحیم
صاحب سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ سید صاحب یوں فرماتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تجھ کو اور

تیرے ہمراہیوں کو ساتھ خیر وعافیت کے بیت اللہ شریف کو پہنچاونگا
تو خاطر جمع رکھ اور مینے بھی کئی مرتبہ حضرت امیر المومنین کی زبان فیض
ترجمان سے سنا ہے کہ مجھ کو بشارت ہوئی ہے اپنے پروردگار سے کہ میں
تجکو اور سب تیرے ہمراہیوں کو ساتھ خیر وعافیت کے حج کرواکے پھر
ہندوستان میں پہنچا دونگا تب مینے جناب باری میں ساتھ کمال عجز
وانکساری کے دعا کی کہ اے پروردگار تونے اپنے خاص بندہ سے وعدہ
کیا ہے کہ تجکو اور تیرے سب ہمراہیوں کو حج کروا کے ہندوستان میں داخل
کرونگا سو تیرا وعدہ سچا ہے مگر اس وقت ہم لوگوں پر یہ وقت تنگ ہے
ہم لوگ مایوس اور مضطر ہو رہے ہیں تو اپنا فضل وکرم کر اور اپنے وعدہ
کو پورا کر کہ ہم کو اس آفت ناگہانی سے نجات ہو پھر اس مجیب الدعوات نے
میری دعا قبول کی وہ جانور سیخ مستول کا نکال کر لے اڑا اور سیخ
لوہے کا تین چار ہاتھ لانبا اور دو انگشت کے بھر موٹا ہوگا اسکے اڑنے
ساتھ ہی جہاز پانی سے اوپر آیا پھر تمام جہاز میں خوشی ہونے لگی اور ہم
لوگوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور خلاصیوں نے موافق اپنے معمول کے گلے
میں ڈھول ڈال کر سب سے آگے چلے تب ناخدا اور معلم وغیرہ نے کہا
یہ جانور نہ تھا اور یہاں پر کبھی کبھی کسی جہاز پر اسی طرح کا صدمہ ہو جاتا
ہے اور حاجی احمد جو کہ ہمارے آقائے نامدار دولتمدار کی سرکار فیض آثار
میں علاقہ قلعہ امیر گڈھ میں ملازم ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ میں بھی اسی

جہاز پر تھا جب شور و غل بہت سا ہوا تب میں بہت گھبرایا اور
دیوسے کی چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ ایک جانور کبوتر کی برابر مستول
کے سینچہ پر بیٹھا ہے اور مثل آگ کے چمکتا ہے انتہی، پھر حکیم صاحب نے
مجھسے کہا کہ الفی میں تم نے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مخہ میں
چل کر لوگوں کے کپڑے بنوا دینگے سو اللہ تعالیٰ نے ساتھ خیریت کے ہم
تم سب کو یہاں پر پہونچا دیا اب وہ لوگ مجھ سے کپڑا طلب کرتے ہیں، میں
نے کہا بہت بہتر انشاء اللہ تعالیٰ دو ایک روز میں کپڑے کی تجویز کرینگے پھر
میں نے اور جہازوں پر بھی دریافت کیا تو وہاں لوگوں کو حاجت تھی پھر
میں نے آپس میں صلاح کر کے موافق حاجت ہر کسی کے کپڑے بنوا دئے
انتہی، پھر مخہ سے دو دو ایک ایک کر کے آگے پیچھے لنگر جہازوں کے اٹھے
اور آگے کو روانہ ہوئے مگر جہاز فیض ربانی مولانا محمد اسماعیل صاحب کا
پندرہ روز کے بعد روانہ ہوا اور ہمارا جہاز پینتالیس روز تک
وہیں کھڑا رہا چھیالیسویں روز ہم لوگ اس پر سوار ہوئے پھر وہ بھی روانہ
ہوا اور ہمارا پانچ روز کے عرصہ میں حدیدہ کے کنارے پہونچے اور
جہاز کا لنگر ہوا وہاں پر فقط مولانا صاحب کا جہاز کھڑا تھا اور باقی اور
حال معلوم نہیں کہ کسی بندر کے کنارے ان کا لنگر ہوا یا دریا میں گھومتے
رہے پھر خدا نے ہمکو ایک بڑی کشتی دی کہ تم لوگ اس پر سوار